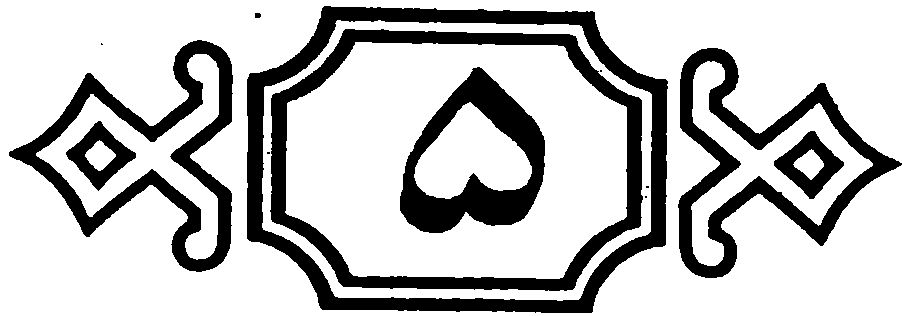


جلد حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

خُطَبُ الْاَخَوَارِ



عَلَامَةُ مُحَمَّدٍ بَابِ مَجْلِسِ

ترجمہ

مولانا سید حسن امداد ممتاز الافاضل

درحالات

حَضْرَامَامِ عَلِيِّ رَضَا عَلِيہِ السَّلَام

محفوظ ایک کتب بینی • مارٹن روڈ
کراچی

Tel: 4124286 - 4917823 Fax: 4312882

بحار الانوار (جلد پنجم)

در حالات حضرت امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۸	عبد طفلی ہی میں نظر انتخاب		باب اول
۱۸	عراق جانے سے قبل اعلانِ جانشینی		ولادت، القاب، کنیت، نقشِ نگین اور
۱۹	آپ کے متعلق تحریری نص		آپ کی مادرِ گرامی کے مختصر حالات
۲۲	ہر امام اپنے وقت کا قائم ہوتا ہے		
۲۳	خوش قسمتی کی علامت	۱	نقشِ نگین
۲۳	اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں کہ سلسلہ امامت منقطع ہو	۱	تاریخِ ولادت و وفات
۲۳	صاحب الامر اسی نسل سے ہوں گے	۱	جائے ولادت و مقام دفن وغیرہ
۲۳	علی بن جعفر کی گواہی	۳	آپ کے لقب "رضا" کی وجہ تسمیہ
۲۴	جسم میں شکر کی کمی کی علامت	۳	آپ کی والدہ گرامی کے حالات
۲۴	کتابِ جعفر کا مطالعہ	۷	تاریخِ ولادت میں اختلاف
	باب سوم	۷	کنیت و القاب
	شانِ امامت و معجزات		باب دوم
۲۷	ریان کے دل کی بات زبانِ امامت پر		آپ کی امامت پر خصوصی نصوص
۲۰	بغیر دریافت کیے ہر مسئلے کا جواب	۱۰	نصِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۲۱	حکیم امام سے اعراض کی سزا	۱۱	جانشینی کے بارے میں نصِ حضرت امام موسیٰ
۲۳	زمین نے سونا اُگل دیا	۱۲	اولادِ علیؑ و فاطمہؑ کی گواہی
۲۳	امام کو ہر زبان کا علم ہوتا ہے	۱۵	عمائدینِ مدینہ کی گواہی
۲۴	محرم کیلئے نیم ریشیں لباس جائز ہے	۱۵	حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی نص
۲۶	آپ نے اپنے بارے میں پیش گوئی فرمائی	۱۸	کتابِ جعفر و جامعہ کا مطالعہ

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۷۱	راس الجالوت یہودی سے امام کا خطاب	۴۶	آپ کے بلانے پر صحرا کا ہرن آگیا
۷۲	امام کی مدنیہ روانگی اور واپسی پر رومی کینز سے گفتگو	۴۷	امام نے خواب میں ہدایت فرمائی
۷۳	امام نے سندھی زبان میں گفتگو فرمائی	۴۸	امام کو سونے کے ذخائر کا غم ہوتا ہے
۷۴	امام کی کوفہ میں تشریف آوری	۴۹	امام کی ایک خارجی سے گفتگو
۷۴	غیر مذاہب کے علماء سے امام کی گفتگو	۵۰	د قبل کو انعام عطا فرما کر ہدایت فرمائی
۷۵	امام ہر علم و کمال میں سب سے افضل ہوتا ہے	۵۰	ہارون الرشید کے بارے میں پیش گوئی
	باب پنجم	۵۱	قبل از وقت جنگ کے نتیجے کی پیش گوئی
	امام کے چند منتخب اشعار	۵۲	امام کے سامنے بطنائی کی قبر میں نکیرین کے سوال و جواب
۷۸	امام کی اہانت کا نتیجہ اور بددعا کا اثر	۵۳	میری اور ہارون رشید کی قبر برابر ہوگی
	مامون رشید کے لیے بددعا	۵۴	جناب رسالتا کے موتے مبارک کی شناخت
	بکار کے لیے بددعا	۵۴	آپ رضا یا اگر مابہ رضا در نیشاپور
	آلِ برمک کے لیے بددعا	۵۵	آپ کے ہاتھوں کی انگلیاں شمع کی طرح روشن تھیں
	باب ششم	۵۶	زینب کذابہ کا واقعہ
	امام ہر زبان سے واقف ہوتا ہے	۵۷	ایک کینز کا واقعہ
۸۴	امام کو صقلی اور رومی زبانوں پر عبور حاصل تھا	۵۸	ائمہ طاہرین کے لیے خواب اور بیداری یکساں ہیں
۸۴	فصل الخطاب سے کیا مراد ہے ؟	۵۹	شک کا کوئی علاج نہیں
۸۵	چڑیوں کی زبان سے واقفیت اور انھیں ہدایت	۶۰	کَلْنَا مُحَمَّدًا کے مصداق
	باب ہفتم	۶۱	ایک وقت میں دو امام ہوں گے تو ایک خاموش ہوگا
	مکارم الاخلاق و ریاضتِ امام	۶۳	میرے والد بزرگوار کے تبرکات میرے حوالے کرو
۸۸	امام کا لباس	۶۵	موت کی قسمیں
۸۸	کینزوں سے سلوک		باب چہارم
			بصرہ و کوفہ میں ورود
			امام رضا اپنے آبا و اجداد کی طرح علم غیب جانتے تھے

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۰۷	رازداری	۸۹	امامؑ ہر سوال کا جواب قرآن سے دیا کرتے تھے
۱۰۸	مروان بن ابوحفصہ کے اشعار سے اذیت	۸۹	آپؑ کا طرزِ زندگی
۱۰۹	موت کا ایک دن معین ہے	۹۰	قید خانے میں عبادت
۱۱۰	عیوب کی پردہ پوشی کرو اور ظالم کو اللہ کے حوالے کرو۔	۹۰	نماز ہائے یومیہ میں فرائض و نوافل کی تفصیل
۱۱۰	سناوت اور نجیل	۹۲	معیارِ شرف تقویٰ اور اطاعت
۱۱۱	اشعارِ حضرت عبدالملک بن زبیر امام رضاؑ	۹۵	دستر خوان کی بہترین غذا میں مساکین کا حق
۱۱۱	اپنی خوشحالی پر نہ اتراؤ	۹۵	مشالعتِ جنازہ
۱۱۲	ماموں رشید کو نصیحت	۹۶	پانی اور روٹی کی افادیت
	باب نہم	۹۶	ایک خواب کی تعبیر
	دورِ امامت اور حاکم وقت	۹۶	کسرِ نفسی
۱۱۲	ہارون رشید نے کہا کہ ... ؟	۹۷	آپؑ عالمِ آلِ محمدؐ ہیں
	باب دہم	۹۷	پوشیدہ طور پر خیرات دینا
	امامؑ کا دربارِ ماموں میں طلب کیا جانا	۹۸	ائمہ طاہرین کو کھجوریں بہت پسند تھیں
۱۱۸	آغازِ سفر سے نیشاپور تک کے حالات	۱۰۰	خوشبو کا استعمال
۱۱۹	قبرِ رسولؐ سے رخصت ہونا	۱۰۱	اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو
۱۱۹	ایک بوٹی کی نشاندہی پر طبیب کو حیرانی	۱۰۱	اللہ کب سے ہے اور کیسا ہے ؟
۱۲۰	اگر میرے جد نے اور دیا ہوتا تو میں بھی دیتا	۱۰۲	جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے
۱۲۲	بیت اللہ سے امامؑ کی آخری رخصت	۱۰۲	عیدین کی حیثیتوں میں فرق
	باب یازدہم	۱۰۳	مزدور سے مزدوری ملے کر کے کام لو
	نیشاپور میں امامؑ کی آمد اور معجزات کا ظہور		باب ہشتم
۱۲۲	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، اللہ کا قلعہ ہے	۱۰۵	امامؑ کے چند منتخب اشعار
۱۲۲	امام رضاؑ کے دست مبارک لگایا ہوا درخت بابرکات	۱۰۵	بے ثباتی کائنات
		۱۰۶	حلم کے بارے میں
		۱۰۶	دوست کیلئے ترکِ عتاب ہی عتاب ہے
		۱۰۷	بلند اخلاقی

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۵۹	دائیں جانب کے گواہ	۱۲۶	حام رضا اور چشمہ کہلان
۱۶۰	بائیں جانب کے گواہ	۱۲۶	خواب میں نسخے کی تجویز
۱۶۰	موتے مبارک رسولؐ اور چوپ آسیاتے	۱۲۷	امامؑ نے اپنا دست مبارک زمین سے مس کیا
	فاطمہ زہراؑ		باب دوازدہم
۱۶۱	مدینہ میں ولی عہدی کا بیان		امامؑ نے ولیعہدی کیوں قبول فرمائی ؟
	باب سیزدہم		
	امام رضاؑ اور دور مامون رشید	۱۳۰	ولی عہد ہونے پر بنی ہاشم کو حسد
		۱۳۰	مامون کی دھمکی
۱۶۳	امام علیؑ سلام کا خطاب	۱۳۲	وضاحت امامؑ
۱۶۹	حسن بن سہیل نے مامون کی طرف سے	۱۳۳	یوم ولادت و شہادت
	یہ تحسیر کیا۔	۱۳۴	مامون کا تصنیع
۱۶۹	حضرت امام رضاؑ کی تحریر توثیق بخط خود	۱۳۶	امامؑ اور نماز عید
۱۷۰	محمدؐ پر ولیعہدی کا احسان نہ جتاؤ	۱۳۹	اور فضل بن سہیل نے کہا ؟
۱۷۰	فضل بن سہیل کا امامؑ کو ورغلانا	۱۳۹	ولیعہدی کا اصل سبب بقول مامون
۱۷۱	فضل بن سہیل کا قتل	۱۴۲	ولیعہدی سے نجات کیلئے موت کی دعا
۱۷۷	آپ حکومت کریں میں دعا کروں	۱۴۴	خطبہ امامؑ بوقت تنہیت ولی عہدی
۱۷۷	بندہ نہ بالکل مجبور ہے نہ بالکل مختار	۱۴۵	خطبہ امامؑ بروایت دیگر
۱۷۸	عفو کرنے سے عزت بڑھتی ہے	۱۴۵	فضل نے مامون کو امامؑ کی ولیعہدی کا
۱۷۹	حضرت علیؑ قسیم الجنۃ والنار کیونکر ہیں		مشورہ کیوں دیا ؟
۱۷۹	وارث کتاب کون ہیں	۱۴۷	ہم دونوں کیلئے شرائط کی پابندی ضروری ہے
۱۸۰	امامؑ کا علماء سے مناظرہ	۱۴۷	عقد بیعت اور فسخ بیعت کے طریقوں میں فرق
۱۸۱	عمران صابی کا ایمان لانا	۱۴۸	میری آخری منزل تو خراسان ہی ہے
۱۸۵	سلیمان مرزوی سے مناظرہ	۱۴۹	تقریب ولیعہدی
۱۸۷	عصمتِ انبیاءؑ پر مناظرہ	۱۵۲	امامؑ کے ولیعہد ہونے پر عباسیوں کے تاثرات
۱۸۸	مامون اور عصمتِ انبیاءؑ کے متعلق سوالات	۱۵۲	عہد نامہ ولیعہدی کی اصل عبارت
۱۸۹	حضرت امام رضاؑ اور طلبہ باران	۱۵۷	عہد نامے کی پشت پر حضرت امام رضاؑ کی تحریر

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۴۴	محمد بن جعفر	۱۹۳	شیرِ قالین کا مجسم ہونا
۲۴۵	محمد بن سلیمان علوی	۱۹۵	شکرِ یے کی اہمیت
۲۴۵	جعفر بن عمر علوی	۱۹۵	امام کے قتل کا ناکام منصوبہ
۲۴۶	رشتہٴ اخوت	۱۹۷	سادات اور غیر سادات میں بنیادی فرق
۲۴۶	تعدادِ اولاد	۱۹۸	حضرت علیؑ از روئے قرآن نفسِ رسول ہیں
۲۴۷	احمد بن جعفر		باب چہار دہم
۲۴۷	علی بن عبید اللہ		مامون کا اہل بیت کے مخالفین سے بحث و مناظرہ
۲۴۸	حضرت موسیٰ بن جعفر کا وصیت نامہ		
۲۵۲	علی بن عبد اللہ اور ان کی زوجہ جنتی ہیں	۲۰۱	مامون کے متعلق امام کا ارشاد
۲۵۲	حضرت موسیٰ بن جعفر کی وفات میں اختلاف	۲۰۱	مخالفینِ اہل بیت سے مامون کا مناظرہ
۲۵۳	نصیحت ہمیشہ تلخ ہوتی ہے	۲۱۰	مامون کے محدثین سے سوالات
۲۵۳	سفیان بن عیینہ	۲۱۲	سورہ دہر کی تلاوت
۲۵۴	عباس بن الحسن کی فصاحت و بلاغت	۲۱۳	کچھ حدیثِ طبر کے متعلق
	باب شانزدہم	۲۱۴	آیتِ غار (سورہ توبہ)
	ولیعہدی اور شعراء کا نذرانہ عقیدت	۲۱۶	بسترِ رسولؐ پر شب ب سری
		۲۱۷	حدیثِ ولایت
۲۵۶	شعراء کی خدمتِ امام میں حاضری	۲۱۸	حدیثِ منزلت
۲۵۷	ابو نواص کے چار اشعار	۲۲۰	متکلمین سے گفتگو
۲۵۸	دعبل کے دو الہامی اشعار	۲۲۷	محدثین و متکلمین سے مامون کے سوالات
۲۵۹	دعبل کے قصیدے میں امام کی طرف سے	۲۳۱	مامون کا بنی ہاشم کو جواب
	دو اشعار کا اضافہ		باب پانزدہم
۲۶۲	دعبل پر امام کی عنایات		آپؐ کی ازواج و اولاد
۲۶۲	ابو نواس کو رسولؐ کی شفاعت پر بھروسہ		
۲۶۲	دعبل کا عالمِ نزع	۲۴۱	زید النار
۲۶۳	دعبل کی لوحِ قبر	۲۴۳	اولادِ فاطمہؑ اور نارِ جہنم
		۲۴۴	حسین بن جعفر

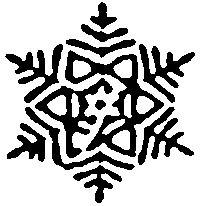
صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۸۳	ثقة اصحاب		باب ہفتم
۲۸۳	الوجوب		آپ کے اصحاب اور معاشرین
۲۸۴	گھر چھوڑنے کی ممانعت		
۲۸۴	دینی مسائل کی دریافت	۲۶۶	حضرت علیؑ سے احمد بن حنبل کی مخالفت کا سبب -
۲۸۴	صفوان اور محمد بن سنان کا کردار		
۲۸۵	امامت و خلافت پر بحث	۲۶۶	ابن یقطين کے غلام پولس کی جسارت
۲۸۸	دین کامل ہونے کا مطلب	۲۶۷	آپ کے اصحاب اور رواۃ
	باب ہشتم	۲۶۷	حضرت معروف کرخی اور خدمتِ امام رضاؑ
	شہادت کے متعلق پیشینگوئی	۲۶۷	نور خدا کو ہر دور میں نبھانے کی کوشش کی گئی
		۲۶۸	حرمتِ غنا کی ایک دلیل
۲۹۰	شیطان کسی نبی یا امام کی شکل میں نہیں آ سکتا	۲۶۸	ہشام بن ابراہیم عباسی زندیق
۲۹۰	بہرام قتل ہوگا یا شہید (بسم)	۲۷۰	برزنطی کے خطوط اور اس کے جوابات
۲۹۱	ثواب زیارتِ روضہ رضویہ	۲۷۲	”پس جب“ کا مطلب
۲۹۱	قاتل کے بارے میں پیش گوئی	۲۷۵	فخر کی کیا بات ہے تو اضع ہمارا شیوہ ہے
۲۹۲	حضرت امام جعفر صادقؑ کی پیش گوئی	۲۷۶	ایک قیدی کے خط کا جواب
۲۹۲	حضرت امیر المومنینؑ کی پیش گوئی	۲۷۶	مجنونوں کے لیے نسوار
	باب نوزدہم	۲۷۷	دورِ متوکل
	اسبابِ شہادت	۲۷۸	ادائیگی قرض کیلئے مکان کے فروخت کی نعت
		۲۷۸	ایسے ایسے دوست
۲۹۴	ایک صوفی کی حکایت	۲۷۹	کسی کی طرف سے بدگمانی میں عجلت نہ کرو
۲۹۵	ابوصلت ہروی کا بیان	۲۷۹	آپ کے لائق ستائش اصحاب
۲۹۶	ابراہیم بن عباس کا بیان	۲۸۰	رواۃ نصّ امامت
	باب بتم	۲۸۱	عفو و درگزر
	شہادت اور تجہیز و تکفین کی تفصیل	۲۸۱	لباسِ حکمران
		۲۸۲	مدحِ محمد بن سنان
۲۹۹	روایت دربارہ شہادت	۲۸۳	شرائط شاہی نوکری

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۹۹	ابوالعینار	۲۹۹	جائے دفن
۳۱۹	عبداللہ بن ایوب خیریتی	۳۰۰	ہر شہ کو ہدایاتِ امام علیہ السلام برائے تجہیز و تکفین۔
	باب ہست و دوم	۳۰۵	امام محمد تقی علیہ السلام کا مدینہ سے آنا۔
	معجزات و کرامات در روضہ حضرت امام رضا	۳۰۶	الوصلت کی روایت
۳۲۲	روضہ اقدس سے نور کا بلند ہونا اور مقفل دروازے کا کھلنا۔	۳۱۰	کیا سبب موت مرض اسہال تھا ؟
۳۲۳	روضہ اقدس پر استجابتِ دعا،	۳۱۱	خواب میں رسول خدا کا موت کی خبر دینا
۳۲۳	نشانہ ہی مقام دفن امانت	۳۱۳	زہر دینے کے اسباب
۳۲۴	دیوار پر معجزانہ تحریر	۳۱۴	مامون کی تشویش
۳۲۵	احترام اسمِ امام علیہ السلام	۳۱۵	حضرت امام محمد تقی کا باعجاز خراسان پہنچنا۔
۳۲۶	بازگشتِ تلاوت	۳۱۵	اہلِ خاندان کو گریہ و ماتم کا حکم
۳۲۷	غلام کی دعا کی فوری قبولیت		باب ہست و یکم
۳۲۸	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی کرامت		شہادتِ امام پر شعراء کی مرثیہ نگاری
۳۲۸	سیلاب اور روضہ اقدس		ابو فراس اور دعبل خزامی
۳۲۹	مسروقہ رقم کی برآمدگی	۳۱۷	ابنِ مشیع مرقی اور علی ابن ابی عبداللہ خوانی
۲۳۱	احاطہ امام پناہ گاہِ وحش	۳۱۸	دعبل خزامی کا ایک طویل مرثیہ
۳۳۲	جمویہ کی خراسان کی حکومت کیلئے دعا	۳۱۸	ابو محمد یزیدی اور محمد بن حبیب ضبی
۳۳۳	گم شدہ فرزند کی بازیابی	۳۱۹	مامون پر دعبل کے مرثیہ کا اثر
۳۳۴	مسجدِ زرد		

جَمَارُ الْاَسْوَارِ

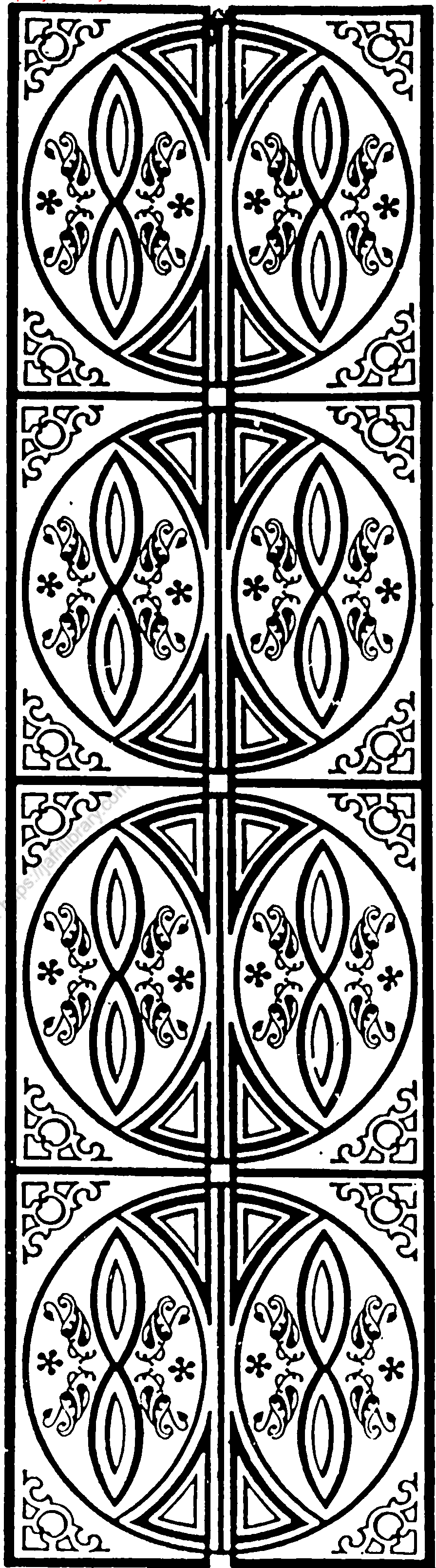


باب



ولادت، القاب، کنیت

نقش نگین اور آپ کی مادرِ گرامی کے مختصر حالات



ANSAR

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نقش نگین

①

آپ کے روادے میں سے یونس کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے خود فرمایا کہ میری انگوٹھی کے نگینہ پر ”ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ“ کندہ ہے۔
(الکافی جلد ۲ ص ۴۳)

نیز حسین بن خالد نے بھی امام علیہ السلام سے ایسی ہی روایت نقل کی ہے۔

تاریخ ولادت و وفات

②

کتاب کافی میں ہے کہ آپ کی ولادت ۲۸ھ میں اور وفات ماہ صفر ۲۲ھ میں ہوئی، وقت وفات آپ کا سن مبارک پچپن سال کا تھا۔ اگرچہ آپ کی تاریخائے ولادت و وفات میں اختلاف ہے، مگر انشاء اللہ تعالیٰ مندرجہ بالا تاریخیں معتبر ہیں۔ آپ کی والدہ گرامی ام ولد تھیں اور ان کو ام البنین کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ (الکافی جلد ۱ ص ۴۸۶)

جائے ولادت و مقام دفن وغیرہ

③

کمال الدین ابن طلحہ کا بیان ہے کہ آپ کی ولادت آپ کے جدِ بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے پانچ سال بعد ۱۱۲ھ میں ہوئی، آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا اسم گرامی خیزران مرسیہ تھا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسم گرامی شقرانویہ تھا

بعض کہتے ہیں کہ آپ کا نام اردی اور لقب شقرا تھا۔ نیز خود امام علیؑ سلام کی کنیت ابو الحسن تھی اور آپ کے القاب، السّخّاء، الصّابِر، الرّضی، الوفی ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور الرّضا ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۷)

چونکہ آپ کی وفات ۳۵ھ یا ۳۶ھ کے اندر عہد مامون میں ہوئی۔ اس حساب سے آپ کی عمر، وقتِ وفات ۴۹ سال کی تھی۔ آپ کی قبر مبارک خراسان کے ایک خطہ طوس میں جو مشہد مقدس کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کے چوبیس سال اور چند مہینے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیؑ سلام کے ساتھ بسر کیے اور پھر ان کی وفات کے بعد پچیس سال زندہ رہے۔ حافظ عبدالعزیز کا بیان ہے کہ آپ کی ولادت ۳۵ھ میں اور وفات ۳۶ھ عہد مامون میں مقام طوس پر ہوئی اور قبر مطہر بھی وہیں طوس میں ہے اور آپ کی مادرِ گرمی سکینہ نوبیہؑ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں ۴۸ھ کے اندر پیدا ہوئے اور طوس سے اندر ۳۵ھ میں وفات پائی۔ اس طرح وقتِ وفات آپ کی عمر ۵۵ سال کی تھی۔ آپ کی مادرِ گرامی اُم ولد تھیں جن کا اسم گرامی اُم البنین تھا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۹)

④ — حضرت امام رضا علیؑ سلام مدینہ منورہ میں ۴۸ھ کے اندر پیدا ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے جدِ بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیؑ سلام کی وفات سے پانچ سال بعد ۱۱۲ھ القعدہ روزِ پنجشنبہ یا جمعہ ۱۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ اُم ولد تھیں جن کا اسم گرامی نجمہ تھا۔ مگر کوئی ان کو اُم البنیں کہتا، کوئی سکینہ نوبیہ کہتا اور کوئی تکتم کہتا تھا۔

امام علیؑ سلام کی وفات ماہِ صفر کے آخری دنوں میں طوس کے اندر ایک قریہ میں ہوئی جس کا نام سنا باد تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی وفات یومِ جمعہ ۲۳ رمضان ۳۵ھ میں ہوئی اور وقتِ وفات آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ آپ کا دورِ امامت اور اپنے پدر بزرگوار کی جانشینی کی مدت بیس سال ہے۔

آپ کے دورِ امامت میں ہارون رشید کی حکومت کا بقیہ حصہ تھا۔ اس کے بعد محمد امین کی تین سال پچیس دن کی حکومت، پھر اس کو معزول کر کے اس کا چچا ابراہیم بن مہدی المعروف بہ ابن شکہ ۶۴ دن حکومت پر قابض رہا مگر جب محمد امین نے دوبارہ چڑھائی کی تو لوگوں نے اس کی بیعت پھر کر لی۔ مگر اس کو دوبارہ عنانِ حکومت ہاتھ میں لیے ہوئے فقط ایک سال سات مہینے ہوئے تھے کہ طاہر بن حسین نے امین کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد مامون عبداللہ بن ہارون نے بیس سال تک حکومت کی اور اسی کے دورِ حکومت میں آپ نے شہادت پائی۔

⑤ — آپ کے لقب ”رضا“ کی وجہ تسمیہ

الہٰ نبطی کا بیان ہے کہ میں نے امام نہم حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے مخالفین کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ آپ کے پدر بزرگوار کو مامون نے رضا کا لقب اس لیے دیا تھا کہ آپ اس کی ولی عہدی پر راضی ہو گئے تھے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم وہ لوگ یہ جھوٹ بول کر گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس نام سے موسوم کیا تھا۔ اس لیے کہ آپ آسمانوں پر خدا کی خدائی اور زمین پر رسول اکرم اور ان کے بعد ائمہ طاہرین کی خلافت پر راضی اور خوش تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ کا یہ جواب سن کر پھر عرض کیا کہ، کیا آپ کے گزشتہ آباء و اجداد میں سے ہر ایک خدا کی خدائی اور رسول اکرم اور ان کے بعد ائمہ طاہرین کی خلافت راضی پر راضی و خوش تھے؟ آپ نے فرمایا، ہاں ہاں سب راضی و خوش تھے۔ میں نے عرض کیا، پھر ان سب کے اندر صرف آپ کے پدر بزرگوار کو رضا کا نام دیا گیا۔؟ آپ نے ارشاد فرمایا، اس لیے کہ جس طرح آپ کے موافقین اور دوستدار آپ کی امامت پر راضی تھے اسی طرح آپ کے دشمن اور مخالفین بھی آپ کی ولی عہدی پر راضی ہو گئے تھے اور یہ بات آپ کے آباء کرام میں سے کسی کو میراث نہ تھی، اس لیے ان سب میں سے صرف میرے پدر بزرگوار رضا کے نام سے موسوم ہوئے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۳)

۔۔۔ علل شریع جلد ۱ ص ۲۲ پر علی بن ابراہیم سے اور معانی الاخبار ص ۶۵ پر مسئلہ اسی کے مثل روایت مذکور ہے۔

⑥ — سلیمان بن حفص کا بیان ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام بھی اپنے فرزند علیؑ کو رضا کے نام ہی سے پکارتے تھے اور فرمایا کرتے کہ میرے فرزند رضا کو بلاؤ یا میں نے اپنے فرزند رضا سے یہ کہا، یا میرے فرزند رضا نے مجھ سے یہ کہا اور جب آپ اپنے فرزند کو مخاطب کرتے تو فرماتے یا ابوالحسن! (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۴)

④ — آپ کی والدہ گرامی کے حالات

عون بن محمد کندی کا بیان ہے کہ میں نے ابوالحسن علی بن میثم کو یہ کہتے ہوئے سنا ائمہ طاہرین اور ان کے مناکحات کے متعلق مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام، کی والدہ گرامی حمیدہ مصفاة نے جو

۹۔ صولی کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن الرضا کا اصل نام نامی علی بن موسیٰ بن جعفر بن حمّد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب ہے۔ آپ کی والدہ گرامی اُم ولد تھیں جن کا نام نکم تھا و

جب یہ حضرت ابوالحسن بن موسیٰ بن جعفر کی ملکیت میں آئیں، آپ کا یہی نام قائم رہ گیا۔
(عیون اخبار الرضا جلد ۱۲)

① — حضرت امام رضا علیہ السلام کا نقشِ خاتم ”ولی اللہ“ تھا۔
② — ہشام بن احمد کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن اول (یعنی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام) نے مجھ سے پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہاں اہل مغرب کا تاجر آیا ہے۔ میں نے عرض کیا: نہیں، مجھے تو نہیں معلوم۔۔۔۔۔ آپ نے فرمایا کہ ایک تاجر آیا ہے تم میرے ساتھ اس کے پاس چلو۔ یہ فرما کر آپ اپنی سواری پر بیٹھے اور میں بھی سواری پر سوار ہو کر آپ کے ساتھ چلا۔ جب ہم اُس تاجر کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ واقعاً وہ مغرب کا رہنے والا ایک تاجر ہے اور اس کے پاس فروخت کے لیے چند کنیزیں ہیں۔ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اُس تاجر سے فرمایا، اپنی کنیزیں ہمیں بھی دکھاؤ۔۔۔۔۔ تو اُس نے ہمارے سامنے یکے بعد دیگرے نو کنیزیں پیش کیں۔ مگر آپ ہر ایک کو دیکھ کر ہی فرماتے رہے۔۔۔۔۔ یہ مجھے نہیں چاہیے۔۔۔۔۔ پھر اُس تاجر سے فرمایا، کوئی اور دکھاؤ۔۔۔۔۔ اُس نے کہا، اب تو میرے پاس کوئی کنیز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا، ہاں ابھی اور کنیز بھی ہے وہ بھی مجھے دکھاؤ۔۔۔۔۔ اُس نے کہا، اب خدا کی قسم صرف ایک کنیز ہے۔ مگر وہ بیمار ہے۔۔۔۔۔ آپ نے فرمایا۔۔۔۔۔ تمہارا اُس کے دکھانے میں کیا حرج ہے۔۔۔۔۔ آپ نے بہت اصرار فرمایا مگر وہ انکار ہی کرتا رہا۔ بالآخر، آپ وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔

پھر آپ نے دوسرے دن مجھے روانہ کیا، اور فرمایا کہ اس تاجر سے جا کر پوچھو کہ آخر وہ اس کنیز کی کیا قیمت چاہتا ہے۔۔۔۔۔ اور جب وہ قیمت بتا دے تو اُس سے کہنا کہ میں نے تمہاری منہ مانگی قیمت پر اس کو خریدا۔۔۔۔۔ امام علیہ السلام کی اس ہدایت پر میں اُس تاجر کے پاس گیا۔۔۔۔۔ اور اُس سے قیمت معلوم کی۔ اُس نے جو قیمت مجھے بتائی، اُسی قیمت پر میں نے اُس کنیز کو خرید لیا۔ تاجر نے کنیز کو میرے حوالے کیا اور دریافت کیا کہ کل جو بزرگوار آپ کے ہمراہ آئے تھے وہ کون تھے۔؟۔۔۔۔۔ میں نے کہا، وہ قبیلہ بنی ہاشم کی ایک بزرگ ترین ہستی ہیں۔۔۔۔۔ اُس نے آپ کا حسب و نسب پوچھنا چاہا، لیکن میں نے انکار کیا۔

اُس نے کہا، اچھا، اب اس کنیز کے متعلق بھی تھوڑا سُن لو۔ جب میں نے اسے ملک مغرب کے انتہائی دور دراز مقام سے خریدا، تو میرے پاس اہل کتاب میں سے ایک عورت آئی اور بولی، یہ کنیز تیرے پاس کیسی ہے؟ میں نے کہا، کہ میں نے خود اپنے لیے اس کو خریدا ہے۔ اُس نے کہا، نہیں نہیں، یہ کنیز ایسی نہیں جو تجھ جیسے کے پاس رہے۔ یہ تو اس قابل ہے کہ کسی ایسے

شخص کے پاس رہے جو ساری روئے زمین پر سب سے بہتر ہو اور اُس کے پاس بھی تھوڑے ہی دنوں میں اِس کے بطن سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جس کے سامنے شرق سے غرب تک تمام روئے زمین کے لوگ پست اور کم رتبہ نظر آئیں گے۔

راوی کہتا ہے کہ میں اس کینز کو لیکر امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ ہی عرصہ بعد اُس کینز کے بطن سے حضرت امام رضا علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (عیون اخبار الرضا ص ۱) کتاب الخراج والخراج ص ۲۳۵ پر شہام بن احمر سے اور کتاب الارشاد میں ص ۲۸۴ ص ۲۸۸ پر بھی شہام بن احمر سے اسی کے مثل روایت ہے۔

⑫ — محمد بن سنان سے روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی وفات ۲۰۶ھ میں اُس وقت ہوئی جب آپ ۹۴ سال بچھاہ کے تھے۔ اس لیے کہ آپ کی ولادت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے پانچ سال بعد ۱۵۳ھ میں ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے والد کے ساتھ دو ماہ کم پچیس سال گزارے۔ اس حساب سے آپ کی عمر ۲۹ سال چند مہینے بنتی ہے۔ آپ کی قبر مطہر خراسان کے شہر طوس میں ہے۔ آپ کی والدہ خیزران مرسیہ اُم ولد تھیں۔ انھیں شقرا نموتوبیہ بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا نام اروی ام البنین بھی تھا۔

⑬ — امام رضا علیہ السلام کو رضا، صادق، صابر، فاضل، قرۃ العین المومنین اور غیظ المسلمین بھی کہا جاتا ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۵)

⑭ — علی بن میثم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے ان کے باپ کا بیان ہے کہ میں نے اپنی والدہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی والدہ نجمہ بیان کرتی تھیں کہ جب میرا فرزند علی (رضا) میرے شکم میں تھا تو مجھے حمل کا بوجھ محسوس نہیں ہوتا تھا، مگر نیند کے عالم میں اپنے شکم سے تسبیح و تہلیل اور تحمید کی آوازیں سُنتی تو خوف سے چونک پڑتی اور بیدار ہو جاتی تو کوئی آواز نہ سُنتی تھی۔ جب میرا یہ فرزند پیدا ہوا تو اس نے فوراً اپنے قدم زمین پر رکھے اور دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دیے، سر آسمان کی طرف بلند تھا، دونوں لبوں کو حرکت تھی معلوم ہوتا جیسے کچھ کہہ رہا ہے۔ پھر میرے پاس اس کے والد حضرت امام موسیٰ بن جعفر تشریف لائے اور فرمایا، اے نجمہ! تجھے یہ اللہ کا کرم مبارک ہو۔ میں نے اس بچے کو ایک سفید پارچے میں لپیٹ کر انھیں دیدیا۔ آپ نے دہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ پھر آپ فرات منگو کر اس کے تالوں لگایا اور مجھے دے دیا اور فرمایا، اسے لو، یہ زمین پر اللہ کی بقیۃ امانت ہے۔

⑮ — تاریخ ولادت میں اختلاف

عتاب بن اسید کا بیان ہے کہ میں نے اہل مدینہ میں سے ایک جماعت کو کہتے ہوئے سنا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے جدِ امجد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے وفات کے پانچ سال بعد یومِ پنجشنبہ شبِ یازدہم ماہِ ربیع الاول ۱۵۳ھ کو پیدا ہوئے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۸)

⑮ — کتاب کفایۃ الطالب میں تحریر ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولادت یومِ پنجشنبہ ۱۱ رزی القعدہ ۱۵۳ھ کو ہوئی۔

⑯ — ایک روایت میں ہے کہ آپ کی ولادت یومِ جمعہ میں ہوئی۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ بروز پنجشنبہ ۱۱ رزی القعدہ ۱۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔

⑰ — کتاب الدروس میں ہے کہ آپ مدینہ میں ۱۵۳ھ میں پیدا ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ روزِ پنجشنبہ ۱۱ رزی القعدہ کو پیدا ہوئے۔

⑱ — تاریخ الغفاری میں لکھا ہے کہ آپ یومِ جمعہ ۱۱ رزی القعدہ میں تولد ہوئے۔

⑳ — "ارشاد" شیخ صدوق علیہ الرحمہ میں تحریر ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام ۱۵۳ھ میں بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوئے۔

㉑ — کنیت و القاب

کتاب المناقب میں تحریر ہے کہ حضرت علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کی کنیت عام طور پر ابو الحسن تھی مگر خاص کنیت ابو علی تھی اور آپ کے القاب: سراج اللہ، نور الہدیٰ، قرۃ العین المؤمنین، سکینۃ الملحدین، کفو الملک، کافی الخلق، رب السیر، رءاب التدبیر، فاضل صابر، وفی، صدیق اور رضی ہیں۔

احمد بن زبیری کا بیان ہے کہ آپ کو "رضا" اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ آسمانوں میں خدا کی خدائی اور زمین میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور ائمہ طہرین علیہم السلام کی امامت پر راضی تھے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا نام "رضا" اس لیے ہو گیا کہ موافق و مخالف دونوں سے آپ سے راضی تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کا نام "رضا" اس لیے ہوا کہ مامون رشید آپ کی

ولیعہدی پر راضی ہو گیا تھا۔

آپ کی والدہ اُم ولد تھیں۔ جن کو بھی سکنِ نونیہ کہا جاتا، کبھی خیزرانِ مرسیہ کہا جاتا اور کبھی تجمہ کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ یہ روایت میثم کی ہے کہ ان کو صفر اور بھی کہا جاتا۔ انہ نامِ اردی اُم البنین تھا، مگر حبیب حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو ان معظّمہ کا نام طاہرہ ہو گیا۔

آپ بروز جمعہ بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوئے۔ اور کہا گیا ہے کہ آپ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے پانچ سال بعد بروز پچنبہ ۱۱ ربیع الاول ۱۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ۱۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔

اس طرح آپ کا عہدِ امامت ہارون رشید کا بقیہ دورِ حکومت میں رہا، اس کے بعد امین کی حکومت تین سال اٹھارہ دن۔ پھر مامون کی حکومت بنیٰ سال تین ماہ بیس دن رہی، اور اس نے اپنے اسی دورِ حکومت میں ۵ ماہ رمضان ۱۸۲ھ کو حضرت امام رضا علیہ السلام کی مرضی کے خلاف آپ کی ولیعہدی کی بیعت لی۔ اور ۱۸۲ھ کے ابتداء ہی میں اپنی دختر اُم حبیب کا عقد آپ سے کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عقد ۱۸۳ھ میں ہوا اور اس وقت آپ کا سن مبارک پچپن سال کا تھا۔

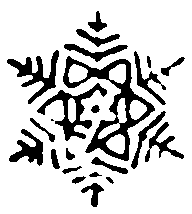
ابن ہمام کا بیان ہے کہ آپ کا سن مبارک اُس وقت اُنچاس سال چھ ماہ یا چار ماہ کا تھا۔ اور حبیب آپ نے امرِ امامت سنبھالا تو اُس وقت آپ کی عمر اُنتیس سال دو ماہ تھی۔ آپ نے اپنے والدِ بزرگوار کے ساتھ اُنتیس سال کچھ ماہ گزارے۔ ان کی وفات کے بعد آپ کی امامت کا عہد بنیٰ سال رہا۔ اور آپ کے صرف ایک صاحبزادے حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام تھے۔

آپ کی قبرِ مطہرہ خراسان کے ایک شہر طوس میں ہے اور اُس قبّہ میں ہے جہاں ہارون رشید مدفون ہے۔ آپ کی قبرِ مطہرہ ہارون رشید کی قبر کے پہلو میں قبلہ کی جانب ہے۔ دراصل یہ جگہ پہلے حمید بن قحطبہ طائی کا مکان تھا جو اس قریہ میں واقع تھ جس کا نام سنا باد تھا اور یہ قریہ نوقان کے قرلوں میں سے ایک قریہ تھا۔

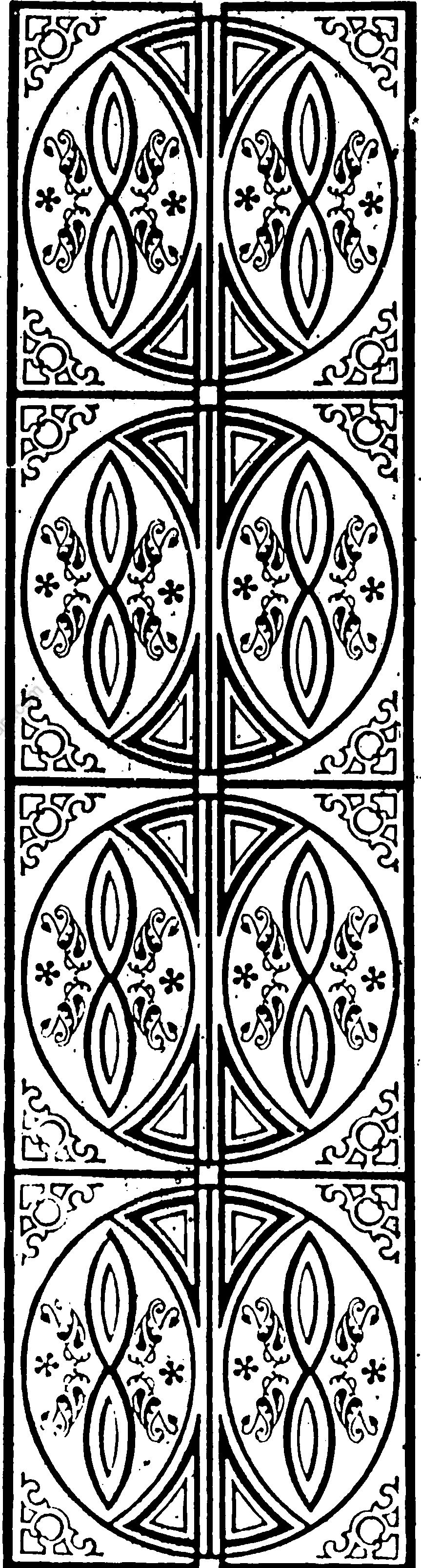
جَمَارُ الْاَنْوَارِ



باب



آپ کی امامت پر خصوصی
نصوص



① — نص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یزید بن سلیط زیدی کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جس طرح آپ کے پدر بزرگوار نے اپنے بعد کیلئے آپ کی امامت کے متعلق نص فرمادی تھی اسی طرح آپ بھی بتائیں کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا، سنو! میرے والد بزرگوار کا زمانہ اور تھا لیکن یہ زمانہ اور ہے۔ یزید کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ آپ کے اس جواب کو جو مان لے اور خاموش ہو جائے اُس پر خدا کی لعنت — یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور کہا، اچھا اب ابوعمارہ! میں تمہیں بتائے دیتا ہوں۔

جب میں اپنے گھر سے نکلا تو ظاہری طور پر میں نے اپنے فرزند کی وصایت میں ان لوگوں کو بھی شریک کر دیا، مگر پوشیدہ طور پر میں نے تنہا اپنے فرزند علی کو اپنا وصی بنایا ہے کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں، آپ کے ساتھ حضرت امیر المومنین علیہ السلام بھی ہیں اور آپ کے پاس ایک انگوٹھی ہے، ایک تلوار ہے، ایک عصا ہے، کتاب خدا ہے اور عمامہ ہے — یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا، کہ یہ سب کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا، یہ عمامہ اللہ کی سلطنت کی علامت ہے، یہ تلوار اللہ کی عزت و قوت کی پہچان ہے، یہ کتاب اللہ کا نور ہے، یہ عصا، اللہ کی طاقت کا نشان ہے۔ اب رہ گئی یہ انگوٹھی، تو یہ مجموعی طور پر ان سب چیزوں کی شناخت ہے — اس کے بعد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ، اب یہ عہدہ امامت تمہارے بعد تمہارے فرزند علی کے پاس جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے ارشاد فرمایا، اے یزید! دیکھو یہ بات تمہارے پاس ایک امانت ہے۔ یہ اُسی کو بتانا جو مردِ عاقل ہو، اللہ نے جس کے قلب کا ایمان سے امتحان لے لیا ہو، صادق ہو۔ نیز دیکھو! کبھی اس نعمتِ الہی سے انکار نہ کرنا۔ اگر کوئی گواہی چاہے تو گواہی دینا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا“ (سورۃ نساء، آیت ۵۸) ”اللہ تم لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو اُس کے بل تک پہنچا دو۔“ — اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے: ”وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَ اللَّهِ“ (سورۃ بقرہ، آیت ۱۴۰) ”اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو شہادت کو چھپائے جو اللہ کی طرف سے اُس کے پاس ودیعت ہے۔“ — راوی کہتا ہے کہ پھر حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے بیان

کیا کہ اس کے بعد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے میرے فرزند کے اوصاف بیان فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ تمہارا فرزند علیؑ وہ ہے جو اللہ کے عطا کردہ نور سے دیکھتا ہے، اُس کے دیے ہوئے فہم سے سنتا ہے، اُس کی عنایت کردہ حکمت سے بولتا ہے، اُس کی رائے صائب ہے، وہ کبھی خطا نہیں کرتا۔ اُس میں علم ہے جہالت نہیں ہے۔ وہ علم و حلم سے لبریز ہے، اور اب بہت کم عرصہ تک تم اُس کے ساتھ رہو گے۔ یہ وہ بات ہوگی جو اب تک نہیں ہوئی تھی۔ لہذا اب جب تم اپنے سفر سے واپس جاؤ تو اپنے تمام اُمور کا در و بست کر دو اور جو کچھ کر لینے کا ارادہ ہے اُسے کر لو۔ اس لیے کہ اب تم وہاں سے منتقل ہو کر دوسرے مقام پر جانے والے ہو۔ اپنے تمام بچوں کو جمع کرو، اُن کو بتاؤ اور ان پر اللہ کو گواہ بناؤ اور اللہ کو اہی کے لیے بہت کافی ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا، اے یزید! میں اسی سال اٹھایا جاؤں گا اور میرا فرزند علیؑ جس کا نام حضرت علیؑ ابن طالبؑ اور حضرت علیؑ ابن الحسینؑ کے نام پر رکھا گیا ہے، اس کو غنیؑ اول کا فہم، اُن کا علم، اُن کی بصارت اور اُن کی رداعھا بردی گئی ہے۔ مگر فی الحال اُس کے بے بولنا مناسب نہیں ہے۔ وہ ہارون رشید کی وفات کے چار سال بعد گویا ہوگا۔ جب یہ چار سال گزر جائیں تو اُن سے جو چاہتا دریافت کر لینا، وہ انشاء اللہ سب کا جواب دیں گے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۳-۲۶)

• کتاب کافی میں کلینی علیہ الرحمہ نے جلد ۳ ص ۳۱۶ پر ابو الحکم سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

• کتاب الامامة والتبصرہ میں علی ابن بابویہ نے بھی عبد اللہ بن محمد شامی سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

② — جانشینی کے بارے میں نص حضرت امام موسیٰ بن جعفر

محمد بن اسماعیل بن فضل ہاشمی کا بیان ہے کہ میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں بغرض عیادت گیا، آپ شدید بیمار تھے۔ میں نے عرض کیا..... "مولا! یہ فرمائیے کہ خدا نخواستہ اگر وہ امر واقع ہو جائے جس کے نہ ہونے کی ہم لوگ اللہ سے دعا کرتے ہیں، تو پھر اس کے بعد ہم کس کی طرف رجوع کریں؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میرے فرزند علیؑ کی طرف۔ اُن کا لکھا، میرا لکھا ہے۔ وہ میرے بعد میرے جانشین اور وصی ہیں۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۲)

③ — علی بن یقین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہاں آپ کے فرزند علیؑ بھی موجود تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا:

اے علی بن یقطین! یہ میرا فرزند میری ساری اولاد کا سردار ہے۔ میں نے اپنی کنیت ان کو دے دی۔۔۔۔۔ یہ سن کر ہشام بن سالم نے اپنا مندرپیٹ لیا اور کہا۔
 ” انا لله وانا اليه راجعون “ خدا کی قسم اس طرح مولا نے اپنی موت کی خبر دیدی۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۱)

④ ————— حسین بن نعیم صحاف سے روایت ہے کہ میں اور ہشام بن حکم اور علی بن یقطین بغداد میں تھے اور علی بن یقطین نے وہیں پر یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبدالصالح امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپ کے فرزند حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا، اے علی بن یقطین یہ میری اور میں سب کے سردار ہیں، میں نے اپنی کنیت تک ان کو دے دی ہے۔ یہ سن کر ہشام نے اپنی ہتھیلی اپنی پیشانی پر ماری اور کہا، وائے ہو تم پر یہ تمہارے منہ سے کیسے نکلا۔۔۔۔۔ علی بن یقطین نے کہا خدا کی قسم، میں نے تو جو کچھ سنا تھا وہی تم سے کہا ہے۔ (اپنی طرف سے تو نہیں کہا ہے)۔
 ہشام نے کہا، تو بچر سنو! اس کا مطلب یہ ہے کہ اب امرِ امامت ان کے بعد ان کے صاحبزادے علی کو منتقل ہونے والا ہے۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۱)

غنیۃ شیخ طوسی ص ۲ اور کافی جلد ۱ ص ۳۱۱ میں ابن محبوب سے اسی کے مثل روایت ہے۔ کتاب الارشاد ابن قولیہ ص ۲۸۵ میں کلینی سے اسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔

⑤ ————— علی بن یقطین کا بیان ہے کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے ابتدا بہ کلام فرماتے ہوئے کہا، دیکھو! یہ میری اولاد میں سب سے بڑے فقیہ ہیں اور یہ فرما کر آپ نے اپنے ہاتھ سے حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا، میں نے اپنی کنیت تک ان کو دے دی ہے۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۱)

⑥ ————— منصور بن یونس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ خدمت بابرکت حضرت ابوالحسن یعنی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام میں حاضر ہوا۔۔۔۔۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے منصور! تمہیں نہیں معلوم کہ آج میں نے کیا کیا؟۔۔۔۔۔ میں نے عرض کیا نہیں۔۔۔۔۔ آپ نے ارشاد فرمایا، آج میں نے اپنے بعد کے لیے اپنے فرزند علی کو اپنا وصی اور ولیعہد بنا دیا۔ تم ان کے پاس جاؤ اور انھیں اس کی تہنیت دو، اور انھیں یہ بھی بتا دو کہ میں نے تمہیں اس تہنیت کا حکم دیا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ آپ کے پدر بزرگوار نے مجھے اس تہنیت کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

مگر اس کے بعد یہی منصور حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت کا منکر ہو گیا اور امام کے جو اموال اس کے قبضہ میں تھے ان کو اس نے خورد برد کر لیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۱)

• رجال کشتی میں خشاب سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (رجال کشتی ص ۳۹)

⑤ ————— داؤد رقی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو ابراہیم (حضرت امام موسیٰ بن جعفر کی دوسری کنیت) سے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان، میں کبیر السن ہو چکا ہوں، مجھے یہ تو بتا دیجیے کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا؟ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میرے بعد یہ تم لوگوں کے امام و آقا ہوں گے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۳)

⑧ ————— یہ دوسری روایت بھی داؤد رقی کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو ابراہیم سے عرض کیا کہ میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ کہیں اچانک حادثہ موت کا شکار نہ ہو جاؤں اور آپ سے ملاقات نہ کر سکوں، لہذا، یہ ارشاد فرمائیے کہ آپ کے بعد امام کون ہوں گے؟... آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرا فرزند علی۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۳)

⑨ ————— سلیمان مرزوی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابو الحسن موسیٰ بن جعفر کی خدمت میں حاضر ہوا، اور یہ دریافت کرنے کا ارادہ کیا کہ ان کے بعد خلق پر حجت خدا کون ہوں گے۔ مگر انھوں نے میرے دریافت کرنے سے پہلے خود ہی فرمایا کہ اے سلیمان میرا فرزند علیؑ میرا وصی ہے اور میرے بعد لوگوں پر حجت خدا ہے، وہ میری اولاد میں سب سے افضل ہے۔ اگر تم میرے بعد زندہ رہو تو میرے شیعوں، میرے دوستوں اور ان لوگوں کے سامنے گواہی دینا جو یہ معلوم کرنا چاہتے ہوں کہ میرے بعد میرا جانشین کون ہے؟ (عیون الاخبار الرضا ص ۲۲ ج ۱)

⑩ ————— علی بن عبد اللہ ہاشمی کا بیان ہے کہ ہم، ہمارے قرا بتداروں اور دوستوں میں سے تقریباً ساٹھ افراد قبر رسولؐ پر موجود تھے کہ اسی اشارہ میں حضرت ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر اپنے فرزند علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا۔ تم لوگ جلتے ہو میں کون ہوں؟ ہم سب نے عرض کیا، آپ ہمارے سید و سردار ہیں۔ فرمایا، میرا نام و نسب بتاؤ۔؟ ہم نے بیک زبان عرض کیا، آپ حضرت موسیٰ بن جعفر ہیں۔ پوچھا کہ، اور یہ میرے ساتھ کون ہیں۔ ہم نے عرض کیا، یہ حضرت علی بن موسیٰ بن جعفر ہیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ گواہ رہنا کہ یہ میری زندگی میں میرے وکیل اور میری وفات کے بعد میرے وصی ہیں۔ (عیون الاخبار الرضا ص ۲۶)

⑪ ————— عبد اللہ ابن مرحوم کا بیان ہے کہ میں مدینہ کے ارادے سے بصرہ سے نکلا۔ ابھی راستہ ہی میں تھا کہ اتفاقاً حضرت ابو ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی۔ آپ بصرہ تشریف لے جا رہے تھے۔ انھوں نے مجھے آدمی بھیج کر بلایا، میں حاضر خدمت ہوا، تو آپ نے مجھے ایک خط دیا، اور فرمایا کہ اسے مدینہ

پہونچا دینا۔۔۔۔۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان۔ یہ آپ کا خط میں کس کو دوں؟۔۔۔ فرمایا میرے فرزند علی کو دینا، وہ میرے وصی ہیں، میرے امور کے انجام دہندہ اور میری اولاد میں سب سے بہتر و افضل ہیں۔
(عیون الاخبار الرضا ج ۱ ص ۲)

⑫ ————— عبداللہ بن حارث جن کی ماں اولادِ جعفر بن ابی طالب سے تھیں، کا بیان ہے کہ: حضرت ابو ابراہیم علیہ السلام نے ہم لوگوں کے پاس اپنا آدمی بھیجا اور ہمیں جمع کیا، پھر فرمایا۔۔۔۔۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے؟۔۔۔۔۔ ہم نے جواب دیا، نہیں۔۔۔۔۔ فرمایا کہ تم سب گواہ رہو کہ میرا یہ فرزند علی میرا وصی، میرے امور کو انجام دینے والا اور میرے بعد میرا جانشین ہے۔ اب اگر مجھ پر کسی کا فرض ہے تو وہ میرے اس فرزند سے لے، اگر میں نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہے تو وہ اس سے پورا کرے اور اگر کسی کو مجھ سے بغیر ملے چارہ نہ ہو، تو وہ بغیر اس کی تحریر کے مجھ سے نہیں مل سکتا۔
(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۲)

الارشاد ص ۲۸۶۔ کافی جلد ۱ ص ۳۱۲ اور غنیۃ طوسی میں محزومی سے جن کی ماں اولادِ جعفر بن ابی طالب سے تھیں اسی کے مثل روایت ہے۔

⑬ ————— محمد بن زید ہاشمی سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ اب شیعہ حضرت علی ابن موسیٰ (رضا) کو اپنا امام تسلیم کریں گے۔۔۔۔۔ میں نے پوچھا وہ کیسے؟۔۔۔۔۔ تو جواب دیا کہ حضرت موسیٰ بن جعفر نے ان کو بلا کر اپنا وصی بنا دیا ہے۔
(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۲)

⑭ ————— اولادِ علی و فاطمہ کی گواہی

حیدر بن عیوب کا بیان ہے کہ ہم لوگ مدینہ کے ایک معروف مقامِ قبا میں تھے اور وہیں محمد بن زید بن علی بھی رہتے تھے۔ ایک دن وہ جس وقت معمولاً ہمارے پاس آیا کرتے تھے، تاخیر سے آئے تو ہم نے پوچھا، آقا ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں، تاخیر سے آنے کا کیا سبب ہے؟ فرمایا کہ آج اولادِ علی و فاطمہ میں سے ہم سترہ آدمیوں کو حضرت ابو ابراہیم نے بلایا تھا، اور آپ نے اپنے فرزند علی کو اپنی زندگی میں اپنا وکیل اور مرنے کے بعد اپنا وصی مقرر کرنے پر ہم سب کو گواہ بنایا ہے۔ اور یہ امر ان کے اور علی کے لیے مناسب و جائز تھا۔

پھر محمد بن زید نے کہا، اے حیدر آج ان کے فرزند کے لیے بیعتِ امامت ہو گئی۔ اب ان کے بعد شیعہ ان کے فرزند علی کو اپنا امام کہیں گے۔۔۔

میں نے عرض کیا، اللہ حضرت ابو ابراہیم کو سلامت رکھے یہ تو کوئی بات نہیں ہے۔ انھوں نے جواب دیا، اے حیدر! جب ان کو وصی بنا دیا گیا تو اس کا مطلب یہی ہے کہ

امامت بھی ان کے سپرد کر دی گئی۔۔۔۔۔ علی بن حکم کا بیان ہے، مگر حیدر کو مرتے دم تک اس میں شک ہی رہ گیا۔
(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۸)

⑮ — عَمَّانِیْنِ مدینہ کی گواہی

عبدالرحمن بن حجاج کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر نے اپنے فرزند علیؑ کو اپنا وصی بنایا اور اس کے لیے ایک تحریر لکھی اور اس تحریر پر مدینہ کے عَمَّانِیْنِ میں ستر آدمیوں کو گواہ بنایا۔
(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۸)

⑮ — حسین بن بشیر کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر نے اپنے فرزند علیؑ کو اپنا قائم مقام بنایا، جس طرح حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو یوم غدیر خم اپنا قائم مقام بنایا تھا۔
(عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۸-۲۹)

⑮ — حسن بن علی الخزاز کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کا قافلہ مکہ سے نکلا تو ہمارے ہمراہ علی بن ابی حمزہ بھی تھا اور اس کے ساتھ بہت سا مال و متاع بھی تھا۔ ہم نے پوچھا یہ کیا ہے؟... تو اُس نے جواب دیا کہ یہ حضرت عبدالصالح علیہ السلام (امام موسیٰ بن جعفرؑ) کا سامان ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اسے ان کے فرزند علیؑ کو پہنچا دوں۔ اُنھوں نے ان کو اپنا وصی مقرر فرما دیا ہے۔

•۔ صدوق علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ، مگر علی بن ابی حمزہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی وفات کے بعد اس سے منکر ہو گیا اور اُس نے وہ مال حضرت امام علیؑ رضا کو نہیں دیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۹)

⑮ — حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی نص

مسلم بن حمزہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو عبد اللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک مرد عجلی، مجھ سے کہتا تھا کہ یہ بوڑھے بزرگ اب تم لوگوں کے لیے

مے بیان کیا جاتا ہے کہ عجلیہ نام کے دو فرقے ہیں۔ پہلا مغیرہ ہے۔ جو مغیرہ بن سعید عجلی سے منسوب ہے وہ اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک نورانی انسان کی شکل کا ہے جس کے سر پر تاج ہے۔ وہ اس کے بھی قائل ہیں کہ امام منتظر زکریا بن محمد بن علی بن حسین بن علی علیہم السلام ہیں۔ وہ زندہ اور جبلِ حاجرہ میں مقیم ہیں۔۔۔۔۔ دوسرا فرقہ منصور یہ ہے جو ابو منصور عجلی کبریٰ منسوب ہے۔ پہلے تو یہ شخص حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا معتقد تھا، پھر انھیں چھوڑا اور خود دعویٰ امامت کرنے لگا۔ اس کے ماننے والوں کا خیال ہے کہ وہ آسمان پر چلا گیا۔

بہر حال روایت نمبر ۳۴ میں آئندہ آئے گا کہ مہرودن بن سعید عجلی زید یہ فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔

کب تک باقی رہیں گے، بس یہی ایک یا دو سال میں تو مر ہی جائیں گے، پھر ان کے بعد کوئی ایسا نہیں جس کی طرف تم لوگ نظر اٹھا کر دیکھ سکو۔ تو حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا، تم نے اس سے کیوں نہیں کہہ دیا کہ یہ موسیٰ بن جعفر موجود ہیں اور سن بلوغ کو پہنچ چکے ہیں۔ . . . میں نے ان کے لیے ایک کینز خریدی ہے جو ان کے لیے مباح ہوگی اور اس کینز سے انشاء اللہ تعالیٰ ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا جو ان کا جانشین اور فقیہ ہوگا۔ (عیون الاخبار جلد ۱ ص ۲۹۴)

(۱۹) — اسمعیل بن خطاب کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفر) خود بمغیر کسی کے دریافت کیے ہوئے اپنے فرزند علی رضا علیہ السلام کی مدح و ثنا کیا کرتے، ان کی بہت تعریف کرتے، اور ان کے ایسے فضائل اور خوبیاں بیان کرتے جو کسی اور کے لیے نہیں بیان کرتے تھے، غالباً وہ چاہتے تھے کہ لوگوں کو ان کی طرف متوجہ کریں۔ (عیون الاخبار جلد ۱ ص ۳)

(۲۰) — جعفر بن خلف کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر کو فرماتے ہوئے سنا کہ بڑا خوش نصیب ہے وہ انسان جو اُس وقت تک نہ مرے جب تک کہ اپنا جانشین نہ دیکھ لے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا جانشین اس فرزند کو دکھا دیا، اور یہ کہہ کر آپ نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا۔ (عیون الاخبار جلد ۱ ص ۳)

رجال کشتی ص ۴۲ میں یونس سے بھی اسی کے ہم مضمون روایت ہے۔

(۲۱) — حسین بن مختار کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت ابوالبرہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام قید خانہ میں تھے ان کے پاس سے چند تختیاں ہمارے پاس آئیں، جن پر لکھا ہوا تھا کہ میرا عہدہ اور منصب میرے بڑے فرزند کے لیے ہے۔ (عیون الاخبار جلد ۱ ص ۲)

(۲۲) — حسین بن مختار کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفر) ہمارے ساتھ بمصرہ تشریف لے گئے تو ان کی طرف سے ہمیں چند تختیاں ملیں جس پر چوڑائی میں لکھا ہوا تھا کہ میرا عہدہ اور منصب میرے بڑے فرزند کے لیے ہے۔ (عیون الاخبار جلد ۱ ص ۳)

(۲۳) — زیاد بن مروان قندی کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت امام ابوالبرہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا تو وہاں اس وقت ان کے فرزند علی بھی موجود تھے۔ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ 'اے زیاد ان کو پہچان لو، ان کی تحریر میری تحریر ہے۔ ان کا کلام میرا کلام ہے۔ جو یہ کہیں سمجھ لو کہ یہ میرا قول ہے۔ (عیون الاخبار جلد ۱ ص ۳)

ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ ص ۲۸۶ کافی جلد ۱ ص ۳۲۱ اور غنیۃ طوسی علیہ الرحمہ میں بھی زیاد سے اسی کے مثل روایت ہے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے مذکورہ بالا حدیث کے راوی کے بارے

یہ زیاد بن مروان نے اس حدیث کی روایت تو کی ہے مگر حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی وفات کے بعد اس سے انکار کر گیا۔ اور توقف کا قائل ہو گیا۔ اور حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا جس قدر مال اس کے پاس تھا وہ سب اس نے دے دیا۔

(۲۴) — نصر بن قابوس کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے حضرت ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے آپ کے پدر بزرگوار سے بھی دریافت کیا تھا کہ آپ کے بعد امام کون ہوں گے؟ تو اُنہوں نے آپ کا اسم گرامی بتایا تھا۔ پھر آپ کے والد بزرگوار حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کی وفات کے بعد بہت سے لوگ داہنے اور بائیں بھاگ گئے مگر ہم اور ہمارے احباب آپ ہی کے ساتھ رہے۔ اب آپ یہ ارشاد فرمائیے کہ آپ کے بعد منصب امامت پر کون فائز ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، میرا فرزند علی علیہ السلام۔ (عیون الاخبار جلد ۱ ص ۳۱)

رجال کشی ص ۳۸۳ پر سعید سے بھی اسی روایت کو نقل کیا گیا ہے۔

۱۷ زیاد بن مروان ابو الفضل ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ابو عبد اللہ الانباری قندی تھا جو بنی ہاشم کے غلاموں میں سے تھا۔ اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام دونوں سے روایت کی۔ مگر امام رضا علیہ السلام کی امامت میں اس نے توقف کیا۔

رجال کشی ص ۳۹۶ پر اپنے اسناد کے ساتھ یونس بن عبد الرحمن نے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ جب حضرت امام ابو الحسن موسیٰ بن جعفر نے وفات پائی تو آپ کے کارپردازوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا کہ جس کے پاس آنحضرت کا کثیر مال نہ رہا ہو۔ اور اسی سبب سے ان لوگوں نے توقف کیا اور آپ کی وفات سے انکار کرنے لگے۔ چنانچہ زیاد قندی کے پاس آپ کے ستر ہزار دینار اور علی بن ابی حمزہ کے پاس تیس ہزار دینار تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے یہ دیکھا تو مجھ پر حق ظاہر ہو گیا اور میں حضرت امام رضا کی امامت کا قائل ہو گیا اور جو کچھ مجھے معلوم تھا وہ میں عوام الناس کو بتانے لگا۔ اور حضرت امام رضا کی امامت کی طرف دعوت دینے لگا۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ دیکھ کر ان دونوں (کارپردازوں) نے میرے پاس آدمی بھیجا اور یہ کہلایا کہ امام رضا کی طرف عوام الناس کو دعوت نہ دو اگر تم کو مال چاہیے تو ہم تمہیں بھی دیں گے اور ان دونوں نے دس ہزار دینار کا وعدہ کیا اور کہا کہ تم خاموش رہ جاؤ۔ خطیب کا بیان ہے کہ انباریوں کی مسجد ان کی طرف اس لیے منسوب ہے کہ وہاں زیادہ تر وہی لوگ سکونت پذیر تھے اور انہیں سب قیدی ساکن زیاد قندی تھا۔ اور ہارون رشید کے دور میں بھی بیت المال پر اس کا تصرف تھا اس لیے کہ جب ہارون رشید نے ابو سعید بن علی کو بیت المال کا داروغہ بنایا تو اس نے زیاد قندی کو اپنا نائب بنالیا۔ زیاد ایک شیعہ غالی تھا۔ اس نے اور اس کے ساتھ بیت المال کے محرموں نے منکر خیانت اور غبن کیا جب ہارون رشید پر یہ بات ثابت ہو گئی۔ تو اس نے زیاد قندی کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ زیاد نے کہا یا امیر المومنین میرا ہاتھ کاٹنا ضروری تو نہیں۔ میں نے خیانت ضروری کی ہے مگر پھر بھی آپ کا موتمن ہوں۔ تو ہارون رشید اس کا ہاتھ کاٹنے سے باز رہا۔

②۵ — کتاب جفرو جامعہ کامطالعہ

نعیم بن قابوس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ علی میری اولاد میں سب سے بڑے ہیں وہ میری بات سب سے زیادہ سنتے اور میرے کہنے پر سب سے زیادہ عمل کرتے ہیں۔ وہ میرے ساتھ کتاب جفرو جامعہ کامطالعہ کرتے ہیں اور ان کامطالعہ وہی کر سکتا ہے جو نبی ہو یا وصی نبی ہو۔

(عیون الاخبار جلد ۱ ص ۳۱)

• بصائر الدرجات (جز ۳ باب ۱۲ جلد ۲۴) میں بھی خشاب سے اسی قسم کی روایت ہے۔

②۶ — عہدِ طفلی ہی میں نظر انتخاب

مفضل بن عمر کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کے فرزند علی آپ کی آغوش مبارک میں ہیں۔ آپ کبھی ان کے رخساروں کا بوسہ لیتے ہیں کبھی زبان منہ میں دیتے ہیں کبھی اپنے کاندھے پر بٹھاتے ہیں کبھی اپنے سینہ سے لگاتے ہیں اور فرماتے جلتے ہیں میرے باپ تم پر قربان ہوں۔ تمہاری خوشبو کتنی اچھی ہے، تمہارے عادات و خصائل کتنے پاک ہیں تمہارا فضل و شرف کتنا واضح ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، مولا! میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ میرے دل میں بھی ان کی اتنی محبت پیدا ہو گئی ہے کہ جتنی آپ کے سوا کسی اور کی نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اے مفضل! اس بچے کو بھی مجھ سے وہی نسبت ہے جو مجھے اپنے والدِ محترم سے تھی۔ پھر قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت فرمائی ”ذُرِّيَّةٌ مِّنْ بَعْضِهِمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ“ (آل عمران ۴۴) ”ذُرِّيَّةٌ مِّنْ بَعْضِهِمْ“ اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ کے بعد عہدہ امامت کے درجے بچیہ فائز ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں۔ جو شخص ان کی اطاعت کرے گا ہدایت پائے گا، جس نے نافرمانی کی وہ گمراہ ہوگا۔

(عیون الاخبار ص ۳۲ ج ۱)

②۷ — عراق جانے سے قبل اعلانِ جانشینی

محمد بن سنان کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر کے عرفِ جانے سے ایک سال قبل میں آنحضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت آپ کے سامنے آپ کے فرزند حضرت علی رضا علیہ السلام تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے محمد! اسی سال میں عنقریب ہی کوئی سانحہ رونما ہوگا مگر تم اُس پر بے صبری کامظاہرہ نہ کرنا۔ پھر آپ نے سراقہ سے جھکایا اور اپنے دستِ مبارک سے

زمین کریدنے لگے اس کے بعد سراقہ سے اٹھا کر مجھ سے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہی میں ہی رکھتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا، میری جان آپ پر قربان ہو جائے، ارشاد فرمائیے؟ آپ نے فرمایا، جو شخص میرے اس فرزند کے حق کو غصب کرے اور میرے بعد ان کی امامت سے انکار کرے وہ اُس شخص کے مانند ہے کہ جس نے علی ابن ابی طالب علیہ السلام (یعنی جدِ امجد) کے حق کو غصب کیا اور ان کی امامت سے انکار کیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کو بھی غصب کیا۔ یہ سن کر میں سمجھ گیا کہ آپ اپنی وفات کی خبر دے رہے ہیں اور اپنے فرزند کی طرف رہنمائی فرما رہے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، کہ اگر اللہ نے مجھے زندگی دی تو میں یقیناً اُن کے حق کو تسلیم کروں گا اور اُن کی امامت کا اقرار کروں گا۔ اور میں آج بھی گواہی دیتا ہوں کہ وہ آپ کے بعد اللہ کی مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں، اُس کے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تمہاری عمر دراز کرے تاکہ تم اُن کی امامت کی طرف عوام الناس کو دعوتِ حق دیتے رہو؛ بلکہ اُن کے جانشین کی امامت کی طرف بھی لوگوں کو بلاؤ۔ میں نے عرض کیا، مولا! ان کا جانشین کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا، ان کا فرزند محمد۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ میں مانتا ہوں اور مجھے تسلیم ہے۔ آپ نے مزید ارشاد فرمایا، ہاں، کتابِ امیر المومنین میں تمہارے متعلق یہ ہی لکھا پایا ہے۔ اور پھر تم میرے شیعوں کے لیے اندھیری رات میں بجبلی کی چمک سے بھی زیادہ روشن بھی تو ہو۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا، اے محمد سنو! مفضل تو میرے لیے باعثِ انس و راحت ہے۔ اور تم، ہم دونوں کے لیے باعثِ انس و راحت ہو۔ جہنم پر حرام ہے کہ وہ تم کو تا ابد چھو بھی سکے۔ (عیون الاخبار الرضا ج ۱ ص ۳۲-۳۳)

ارشاد ص ۲۸، غنیۃ طوسی ص ۲ اور اصول کافی ص ۴۹ جلد ۱، میں ابنِ سنان سے اسی کے مثل روایت درج ہے۔

آپ کے متعلق تحریری نص

(۲۸)

حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے دو صاحبزادوں اسحاق اور علی کا بیان ہے کہ وہ دونوں مکہ میں عبدالرحمن کے پاس اُس سال گئے جس سال حضرت موسیٰ بن جعفر کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اُن دونوں کے پاس حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفر) علیہ السلام کا ایک خط تھا جو خود اُن کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ اس میں بہت سی باتوں کا حکم تھا۔ ان دونوں نے اُس سے جا کر کہا کہ حضرت موسیٰ بن جعفر نے اس تحریر کے ذریعے سے ان باتوں کا حکم دیا ہے۔ لہذا اگر اس کے پاس آنحضرت کی کوئی چیز ہو

تو وہ اُن کے فرزند حضرت علی رضا علیہ السلام کے حوالے کر دیں اس لیے کہ وہ اُن کے جانشین اور اُن کے امور کے انجام دہندہ ہیں۔ اور یہ یوم تغریبی یعنی ۱۲ رذی الحجہ کے دن کی بات ہے۔ اور حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفر) کی گرفتاری کو تقریباً پچاس دن گزر چکے تھے اور اپنے اس بیان پر اسحاق اور علی نے بحیثیت گواہ کے حسین بن احمد المنقری اور اسمعیل بن عمر اور حسان بن معاویہ اور حسین بن محمد صاحب الختم کو پیش کیا کہ واقعاً حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ (الرضا) اپنے پدر بزرگوار کے وہی ہیں اور اُن کے جانشین ہیں۔ چنانچہ ان میں سے دو حضرات نے تو اس امر کی گواہی دی اور دو نے یہ کہا کہ اُن کے جانشین اور وکیل ہیں اور یہ گواہی حفص بن غیاث قاضی کی عدالت میں قبول کر لی گئی۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۳۹)

(۲۹) — بکر بن صالح کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر کے ایک صاحبزادے ابراہیم سے پوچھا کہ اپنے پدر بزرگوار کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔۔۔۔۔ انھوں نے جواب دیا کہ وہ زندہ ہیں: میں نے پھر پوچھا: تمہارا اپنے بھائی ابوالحسن علی بن موسیٰ (الرضا) کے متعلق کیا خیال ہے، وہ کیسے شمس ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ نہایت سچے اور ثقہ ہیں: میں نے عرض کیا، لیکن وہ تو کہتے ہیں کہ تمہارے والد وفات پا گئے: انھوں نے جواب دیا کہ آنحضرتؐ کو زیادہ علم ہے پھر سے کہ وہ کیا فرماتے ہیں میں نے دوبارہ مذکور جملہ دہرایا: پھر انھوں نے یہی جواب دیا کہ آنحضرتؐ کو زیادہ علم ہے: میں نے پھر دریافت کیا کہ آپ کے والد بزرگوار نے کسی کو کوئی وصیت کی ہے؟ کہا ہاں: میں نے پوچھا کس کو وصیت فرمائی ہے؟: کہا، کہ ہم میں سے پانچ افراد کو اور اُن میں سب سے مقدم حضرت علی (ابن موسیٰ) (الرضا) ہیں۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۱ ص ۳۹)

(۳۰) — داؤد زری کا بیان ہے کہ میرے پاس حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر کا کچھ مال تھا۔ آپ نے ایک آدمی کو بھیج کر کچھ منگوا لیا اور کچھ میرے پاس ہی رہنے دیا اور یہ فرمایا کہ اب جو میرے بعد (جانشین) آئے گا، وہ بقیہ مال تم سے طلب کر لے گا، اس لیے کہ وہی تمہارا امام ہوگا۔ جب آنحضرتؐ وفات پا گئے تو آپ کے فرزند علی ابن موسیٰ (الرضا) نے اپنا ایک آدمی بھیجا کہ وہ مال جو تمہارے پاس باقی ہے جو فلاں فلاں اشیاء ہیں، میرے پاس بھیج دو۔۔۔۔۔ چنانچہ جو کچھ میرے پاس تھا وہ میں آپ کے پاس بھیج دیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۶۱۹)

۱۔ یہ وہی ابو عمر حفص بن غیاث بن طلح بن معاویہ نخعی ہے جو قاضی کوفہ تھا اور اگرچہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادقؑ کی صحبت میں رہ چکا تھا لیکن عامہ میں سے تھا۔ ہارون رشید نے پہلے اس کو بغداد شریقی کا قاضی مقرر کیا پھر وہاں سے ہٹا کر کوفہ کا قاضی بنا دیا تھا اس کی وفات ۱۹۴ھ میں ہوئی، نجاشی (ص ۱۳۱) کا بیان ہے کہ اس کی ایک کتاب ہے جس میں تقریباً ۱۱۰۰ احادیث مرقوم ہیں۔ اور اس کے عامہ میں سے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ قاموس الرجال ص ۳۶۲ جلد ۳۔ اس کے متعلق مروی ہے کہ جب کوئی شخص کسی یتیم بچی سے عقد کرنا چاہتا تھا تو یہ اس بچی کے ولی سے کہتا تھا کہ پہلے تم جا کر اس کا عقیدہ معلوم کرو۔ اگر پتہ چلتا کہ وہ شخص رافضی ہے تو عقد نہیں پڑھتا تھا۔

(۳۱) ————— علی بن یقطین کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفر) نے اپنے فرزند علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اے علی بن یقطین! میری اولاد میں سب سے زیادہ فقیہ اور صاحب علم یہی ہیں، میں نے اپنی کنیت بھی ان کو دے دی۔ (بصائر الدرجات)

(۳۲) ————— علی بن یقطین کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرت (امام موسیٰ بن جعفر) کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرا فرزند علی میری اولاد میں سب کا سردار ہے میں نے اپنی کنیت ان کو دیدی۔ (بصائر الدرجات)

(۳۳) ————— علی بن یقطین کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت ابوالبراہیم (موسیٰ بن جعفر) کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کے فرزند علی تشریف لائے، تو آپ نے فرمایا، یہ میری اولاد میں سب کے سردار ہیں۔ میں نے اپنی کنیت ان کو دیدی۔ (بصائر الدرجات)

(۳۴) ————— داؤد رقی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالبراہیم (موسیٰ بن جعفر) سے عرض کیا۔ کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں، اب میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں، میری دستگیری فرمائیں اور مجھے جہنم سے نجات دلائیں اور یہ ارشاد فرمائیں کہ آپ کے بعد ہمارا امام کون ہوگا؟ تو آپ نے اپنے فرزند حضرت ابوالحسن (علی بن موسیٰ الرضا) کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میرے بعد یہ تمہارے امام ہوں گے۔

(ارشاد ص ۲۸۵ - کافی جلد ۱۲، الغیۃ طوسی ص ۲۸)

(۲۵) ————— محمد بن اسحاق بن عمار کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن اول (موسیٰ بن جعفر) سے عرض کیا کہ کیا آپ مجھ سے یہ نہ ارشاد فرمائیں گے کہ ہم آپ کے بعد اپنا دین کس سے لیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا، یہ ہیں میرے فرزند علی۔ میرے پدر بزرگوار نے ایک مرتبہ میرا ہاتھ پکڑا اور روضہ رسول پر لے گئے اور فرمایا، اے فرزند! اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم تمہیں زمین پر خلیفہ بنانے والے ہیں اور اللہ جو وعدہ کرتا ہے اس کو پورا فرماتا ہے۔ (ارشاد - کافی - غنیۃ طوسی ص ۲۸)

(۲۶) ————— نعیم قابوسی کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفر) نے فرمایا کہ میرے فرزند علی میری اولاد میں سب سے بڑے ہیں اور میرے نزدیک سب سے بہتر ہیں اور مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ وہ میرے ساتھ جعفر کا مطالعہ کرتے ہیں اور نبی یا وصی کے علاوہ کوئی اور جعفر کو نہیں دیکھ سکتا۔

(ارشاد ص ۲۸۵ - کافی جلد ۱۲، غنیۃ طوسی ص ۲۸)

(۳۷) ————— حسین بن مختار کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفر) قید خانہ میں تھے ان کے پاس سے ہم لوگوں کے پاس ایک لوح آئی جس پر تحریر تھا کہ تمہارا عہدہ و منصب میری سب سے بڑی اولاد کے پاس ہے، انھیں لازم ہے کہ وہ یہ کام انجام دیں۔ اور فلاں شخص سے کچھ نہ لیں جب تک کہ میں تم سے آکرموں یا فوت ہو جاؤں۔ (ارشاد ص ۲۸۶ - کافی ص ۲۱۳ - غنیۃ طوسی ص ۲۸)

(۳۸) ————— سیمان بن داؤد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالبراہیم (موسیٰ بن جعفر) سے عرض کیا کہ

مجھے ڈر ہے کہ کہیں کوئی ایسا حادثہ رونما نہ ہو جائے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکوں۔ اس لیے ارشاد فرمائیں کہ آپ کے بعد امام کون ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، میرے فرزند (فلاں) یعنی حضرت ابوالحسن علی رضا علیہ السلام۔ (ارشاد ص ۲۸۶، کافی جلد ۱ ص ۳۱۳، غنیۃ طوسی ص ۲۹)

(۳۹) — نصر بن قابوس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالبرہم علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے آپ کے پدرِ عالی قدر سے دریافت کیا تھا کہ آپ کے بعد امام کون ہوں گے؟ تو آنحضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ آپ ہوں گے۔ اب آپ بھی ارشاد فرمائیں کہ آپ کے بعد آپ کی اولاد میں سے (امام) کون ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کہ میرے فلاں فرزند۔ (ارشاد ص ۲۸۶، کافی ص ۳۱۳، غنیۃ طوسی ص ۲۹)

(۴۰) — داؤد بن زربی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالبرہم علیہ السلام کی خدمت میں کچھ مال لے کر حاضر ہوا، تو آپ نے اس میں سے کچھ لے لیا، اور کچھ چھوڑ دیا۔ میں نے عرض کیا، خدا آپ کو سلام رکھے، یہ آپ نے میرے پاس کیوں چھوڑ دیا؟ آپ نے فرمایا، اس کو امرِ امامت کا مالک تم سے خود ہی طلب کر لے گا۔ پس جب آپ کے وفات کی خبر آئی تو حضرت ابوالحسن علی رضا علیہ السلام نے میرے پاس آدمی بھیجا اور وہ مال مجھ سے طلب فرمایا جو میں نے انھیں دے دیا۔ (ارشاد ص ۲۸۶، کافی جلد ۱ ص ۳۱۳، غنیۃ طوسی ص ۲۹)

رجال کشی ص ۲۶۵ پر بھی ضحاک سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۴۱) — ہر امام اپنے وقت کا قائم ہوتا ہے

حسن بن حسن کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا میں آپ سے کچھ دریافت کروں؟ آپ نے فرمایا، اپنے امام سے دریافت کرو۔ میں نے عرض کیا، آپ کا مقصود کون ہیں؟ میں تو آپ کے سوا کسی دوسرے کو امام نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ میرے فرزند علی ہیں، میں نے انھیں اپنی کنیت بھی دے دی ہے۔ میں نے عرض کیا مولا، مجھے جہنم سے نجات دلائیے۔ آپ کے پدرِ عالی قدر حضرت ابو عبد اللہ (جعفر صادق) نے تو فرمایا تھا کہ آپ اس امرِ امامت کے قائم ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ (انھوں نے ٹھیک ہی تو فرمایا) کیا میں قائم نہیں رہا؟ اس کے بعد فرمایا اے حسن سنو! ہر امام جب تک اپنی امت میں رہتا ہے وہ اپنی امت میں قائم ہی رہتا ہے اور جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اُس کے بعد آنے والا امام قائم اور حجتِ خدا بن جاتا ہے اور اپنی وفات تک قائم رہتا ہے۔ اس طرح ہم میں سے ہر امام قائم ہے۔ لہذا آج تک وہ تمام معاملات جو تم ہم سے کرتے تھے وہ اب میرے فرزند علی سے کرنا۔

خدا کی قسم، میں نے یہ کام خود سے نہیں کیا ہے بلکہ اللہ نے یہ بر بنائے محبت کیا ہے۔

(غنیۃ طوسی ص ۳ - ۲۹)

خوش قسمتی کی علامت (۴۲)

موسیٰ بن بکر کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو ابراہیم کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے فرمایا کہ (میرے پدر بزرگوار) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ وہ شخص خوش قسمت ہے جو اس وقت تک نہ مرے جب تک اپنی اولاد میں سے کسی کو اپنا جانشین نہ دیکھے۔ پھر آپ نے اپنے فرزند علیؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اللہ نے میرے ہی نفوس میں سے ان کو میرا جانشین دکھایا۔ (غنیۃ طوسی ص ۲)

اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں کہ سلسلہ امامت منقطع ہو (۴۳)

ہارون بن خارجہ کا بیان ہے کہ مجھ سے ہارون بن سعید عجمی نے کہا کہ وہ اسمعیلؑ تو مر گئے جن کی طرف تم لوگ اپنی گردنیں موڑ موڑ کر دیکھا کرتے تھے۔ اور جعفر صادقؑ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔ کل فوت ہو جائیں یا پرسوں۔ پھر تم لوگ بلا امام کے رہ جاؤ گے۔۔۔۔۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کا کیا جواب دیا جائے۔ لیکن جب میں نے اس کا تذکرہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا۔۔۔۔۔ افسوس، افسوس، خدا کی قسم اللہ کو یہ منظور نہیں کہ اس امر امامت کا سلسلہ منقطع ہو جائے تا وقتیکہ روز و شب کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔۔۔ اچھا اب جب بھی اس کو دیکھو تو کہہ دینا کہ یہ موسیٰ بن جعفر موجود ہیں اور ان کے بعد انشاء اللہ ان کا فرزند جانشین ہوگا۔ (غنیۃ طوسی ص ۳)

صاحب الامر اسی نسل سے ہونگے (۴۴)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے ایک طویل حدیث میں یہ ارشاد فرمایا کہ ہمارا صاحب الامر ظہور کرے گا جو ان ہی کی نسل سے ہوگا اور یہ کہہ کر آپ نے اپنے ہاتھ سے حضرت امام موسیٰ بن جعفر کی طرف اشارہ فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ اس وقت زمین عدل سے اسی طرح بھر جائے گی جس طرح ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہوگی۔ اور ان کے لیے دنیا کی حکومت واضح و روشن ہوگی۔ (غنیۃ طوسی ص ۳)

علی بن جعفر کی گواہی (۴۵)

ابن فضال سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے علی بن جعفر کو کہتے ہوئے سنا کہ میں اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر کے پاس تھا (اور بخدا وہ یقیناً زمین پر میرے پدر بزرگوار کے بعد حجت خدا تھے) کہ یہی اثناء ان کے فرزند حضرت علی بن موسیٰ (الرضا) نظر آئے تو آپ نے فرمایا، اے علی اب یہ تمہارے امام ہوں گے اور ان کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو مجھ کو میرے والد بزرگوار سے تھی۔ اللہ تم کو ان کی اطاعت

پر قائم رکھے۔۔۔۔۔ یس کر میں رونے لگا اور دل میں کہا کہ واللہ یہ اپنی وفات کی خبر سنا رہے ہیں یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ بن جعفر نے فرمایا، اے علی! صبر کرو، میرے لیے اللہ کی طرف سے جو مقدر ہو چکا ہے وہ ضرور ہو گا اور میرے سامنے تو حضرت رسول مقبول، حضرت امیر المومنین، حضرت فاطمہ زہرا، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہم السلام کی مثالیں موجود ہیں۔ اور یہ واقعہ (مارون رشید کا) حضرت امام موسیٰ بن جعفر کو دوبارہ دیکھنے سے تین دن پہلے کا ہے۔ (غنیۃ طوسی ص ۳۱)

۴۶) جسم میں شکر کی کمی کی علامت (نیند کی زیادتی ہے)

علی بن ابی حمزہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت موسیٰ بن جعفر سے عرض کیا کہ آپ کے پدر بزرگوار نے تو اپنے بعد اپنے جانشین کی نشاندہی فرمادی تھی۔ کاش آپ بھی نشاندہی فرمادیتے۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سُنکر آپ نے میرا شانہ پکڑ کر ہلایا، اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز یہ نہیں کرتا کہ کسی قوم کی ہدایت کرنے کے بعد اسے گمراہی میں چھوڑ دے۔ وہ ان باتوں کو واضح کر دیتا ہے جس سے ان کو پرہیز کرنا چاہیے۔۔۔۔۔ راوی کا بیان ہے کہ اتنے میں میں اونگھنے لگا، جس پر آپ نے مجھے تنبیہ فرمائی کہ نیند کی زیادتی مناسب نہیں ہوتی۔ یہ جسم میں شکر کی کمی کی علامت ہے۔ (تفسیر عیاشی جلد ۲ ص ۱۱)

۴۷) کتاب جعفر کا مطالعہ

نصر بن قابوس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفر) کے بیت الشرف پر آپ کی خدمت یا برکت میں حاضر تھا کہ دفعتاً آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک حجرے کی طرف لے گئے، جیسے ہی آپ نے دروازہ کھولا تو ناگاہ میں نے دیکھا کہ آپ کے صاحبزادے علی (الرضا) اس کے اندر تشریف فرما ہیں اور ایک کتاب کا مطالعہ فرما رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ بن جعفر نے مجھ سے فرمایا، اے نصر! تم ان کو پہچانتے ہو؟۔۔۔۔۔ میں نے عرض کیا جی ہاں، یہ آپ کے صاحبزادے علی ہیں۔۔۔۔۔ پھر فرمایا اے نصر! جانتے ہو یہ کون سی کتاب ہے جس کا یہ مطالعہ کر رہے ہیں؟۔۔۔۔۔ میں نے عرض کیا، نہیں۔۔۔۔۔ فرمایا، یہ وہ کتاب جعفر ہے جس کو نبی یا وصی نبی کے ماسوا کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ حسن بن موسیٰ کا بیان ہے کہ پھر اس کے بعد میری جان کی قسم نصر کو حضرت ابوالحسن کی وفات تک ان کی امامت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۴)

۴۸) حسن بن موسیٰ کا بیان ہے کہ شیطا اور خالد یہ دونوں حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر کی خدمت کیا کرتے تھے۔ حسن نے یحییٰ بن ابراہیم سے، انھوں نے شیطا سے اور انھوں نے خالد جو ان سے

لے: خالد جو ان کا پورا نام خالد بن نجیح جو ان ہے۔ جون، وہ لڑکری ہے جس پر حیرامندھا ہوا ہو۔ (باقی صفحہ پر ملاحظہ ہو)

سن کر بیان کیا کہ جب حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی امامت میں لوگوں کا اختلاف ہوا، تو میں نے خالد سے کہا۔ دیکھتے ہو کہ ہمارے درمیان کیسا اختلاف رونما ہوا ہے۔۔۔۔۔ خالد نے جواب دیا کہ حضرت ابوالحسن (موسیٰ بن جعفر) نے خود فرمایا تھا کہ میرا عہدہ ومنصب میرے فرزند علیٰ کو ملے گا، کیونکہ وہ میری اولاد میں سب سے بڑے، سب سے بہتر اور سب سے افضل ہیں۔ (رجال کشی ص ۲۸۲)

(۴۹) — داؤد بن فرقہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالبراہیم علیہ السلام سے عرض کیا کہ: مولا! میں آپ پر قربان ہو جاؤں، اب میری بہت بوڑھا ہو چکا ہوں، اب تو آپ مجھے دروازہ (علم) کا پتہ دے دیجیے۔۔۔۔۔ آپ نے حضرت ابوالحسن (علیٰ بن موسیٰ) علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا دیکھو یہ میرے بعد تمہارے امام ہیں۔

(نوٹ) اس کے علاوہ کچھ نصوص امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے متعلق، نصوص کے ذیل میں اور باب وصیت میں گزر چکی ہیں۔

۱۰ (گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

عطر فروش کا ڈبہ۔ کتب رجال میں اس لفظ کے مختلف نسخے ملتے ہیں۔ چنانچہ رجال کشی میں یہ لفظ الحوازیہ الحوار مرقوم ہے۔ اور یہ صریحاً غلط ہے۔ ابن داؤد نے اپنی کتاب رجال میں اس کی تصریح کر دی ہے۔ بہر حال یہ شخص یعنی خالد جو ان صاحب اہل تفاع لوگوں میں سے تھا جیسا کہ رجال کشی ص ۲۷ پر اس کی صراحت موجود ہے۔

بصائر الدرجات میں اپنے اسناد کے ساتھ خالد بن نجیح جو ان سے روایت ہے۔۔۔۔۔ کہ میں حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کی مجلس میں حاضر ہوا اور اپنا سر دھانپ کر ایک طرف ایک گوشے میں بیٹھ گیا اور اپنے دل ہی دل میں کہنے لگا۔ تم لوگوں پر وائے ہو کہ تم اس قدر غافل اور ناقدر شناس ہو کہ عالمین کے رب سے باتیں کر رہے ہو۔ کہ اتنے میں حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے مجھے پکار کر کہا۔ اے خالد تجھ پر وائے ہو، خدا کی قسم میں اللہ کا بندہ اور اس کی مخلوق میں سے ہوں میرا بھی رب ہے جسکی میں عبادت کرتا ہوں اگر میں اسکی عبادت نہ کروں تو بخدا وہ مجھے جہنم میں ڈال دے گا۔ خالد کہتا ہے یہ سن کر میں نے اپنے دل میں کہا خدا کی قسم اب میں تا ابد ایسا نہیں ہوں گا بلکہ وہی ہوں جو اپنے متعلق فرمایا ہے۔

مَجَارِدُ الْاَنْوَارِ



اَب



شانِ امامت و معجزات

① — ریان کے دل کی بات زبانِ امامت پر

ریان بن صلت کا بیان ہے کہ میں خراسان میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے بیت الشرف پر حاضر ہوا اور معمر سے کہا، اگر تم مناسب سمجھو تو میرے آقا تک میری یہ درخواست پہنچا دو کہ آنجناب مجھے اپنے ملبوسات میں سے کوئی لباس اور آپ کے دراہم میں سے (جو آنجناب کے نام نامی سے جاری ہوتے ہیں) چند درہم عطا فرمادیں۔ چنانچہ معمر نے مجھے بتایا کہ میں جب آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابھی کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ خود حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اے معمر! کیا ریان نے اس خواہش کا اظہار نہیں کیا ہے کہ میں اُسے اپنے ملبوسات میں سے کوئی ملبوس اور اپنے نام والے درہموں میں سے چند درہم اس کو دے دوں؟ معمر کہتا ہے کہ یہ سن کر میں نے عرض کیا سبحان اللہ، ابھی ابھی درِ دولت پر وہ یہی تو کہہ رہا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر آنجناب مسکرائے۔ پھر فرمایا، مومن یا توفیق ہوتا ہے۔ اچھا اُس کو بلا لاؤ۔۔۔ معمر نے مجھے آنجناب کے پاس حاضر ہونے کی خوش خبری سنائی۔۔۔ میں نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔۔۔ آنجناب نے جواب سلام دیا۔ پھر اپنے ملبوسات میں سے دو لباس منگو کر مجھے عطا فرمائے اور جب میں چلنے لے آیا تو آپ نے تیس درہم میرے ہاتھ پر رکھ دیے۔ (قرب الاسناد ص ۱۹۸)

• کشف الغمہ جلد ۳ ص ۱۳۲ اور رجال کشی ص ۲۵۷ نمبر ۴۲۱ پر بھی معمر سے اسی کے مثل روایت ہے۔

② — عبداللہ محمد ہاشمی کا بیان ہے کہ میں ایک دن مامون رشید کے پاس گیا۔ اُس نے مجھے بٹھایا اور جو لوگ اُس وقت اُس کے پاس تھے سب کو رخصت کر دیا، پھر کھانا منگوایا اور مجھے کھانا کھلایا اور مجھ سے دلجوئی کی باتیں کیں، پھر سامنے پردہ کھینچنے کا حکم دیا۔ جب پردہ کھینچ دیا گیا تو آگے بڑھا اور پس پردہ جو مستورات تھیں ان میں سے کسی ایک سے کہا، ”برائے خدا وہ طوس والا شعر سنانا۔“ تو اُس نے وہ شعر پڑھنا شروع کر دیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ ”اللہ طوس کو سدا شاد و آباد رکھے اور عمرتِ رسولؐ میں سے اُس ذات کو بھی جس نے ہمیں غمگین چھوڑا اور یہاں آکر مقیم ہو گیا۔“

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر مامون رُویا اور مجھ سے کہا، اے عبداللہ کیا ہمارے اور تمہارے خاندان والے ہمیں اس پر بُرا بھلا کہتے ہیں کہ ہم نے ابوالحسنؑ الرضا کو اپنا وسیع ہد مقرر کر دیا؟ ... اچھا سنو! خدا کی قسم میں تمہیں اپنا ایک واقعہ سناتا ہوں جس سے تمہیں بھی حیرت ہوگی اور وہ یہ کہ میں ایک دن اُن سے پاس گیا اور ان سے کہا کہ فرزندِ رسولؐ ہیں آپ پر قربان۔ آپ کے آباء و اجداد موسیٰ و جعفر و محمد و علیؑ

ابن الحیسن کے پاس قیامت تک جو کچھ ہو یا جو کچھ ہونے والا ہے ان سب کا علم تھا، آپ بھی انہیں حضرت
 کے وحی اور وارث ہیں اور آپ کے پاس ان کا علم ہے آج مجھے آپ سے ایک ضرورت درپیش ہے
 آپ نے فرمایا، بتاؤ وہ کیا ضرورت ہے؟ ... میں نے کہا، یہ ایک میری بہت پسندیدہ
 کینز ہے اور میں اپنی تمام کینزوں میں سے کسی کو اس پر ترجیح نہیں دیتا صورت یہ ہے کہ وہ کئی مرتبہ حاملہ
 ہوئی مگر اس کا حمل ہر بار ساقط ہو گیا۔ اب بھی وہ حاملہ ہے آپ اس کے لیے کوئی ایسا علاج بتائیں جس
 سے اس کا حمل سلامت رہے۔۔۔۔۔ آپ نے فرمایا کہ تم سقا سے نہ ڈر د حمل سلامت رہے گا
 اور اس کے لطن سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہو گا جو اپنی ماں سے مشابہ ہو گا۔ اس نے داپنہ ہاتھ میں ایک زائد
 انگلی ہوگی جو خود سے اٹھنے کے گی (جھولتی لٹکتی ہوئی ہوگی) اور اس کے بانیں ہاتھ میں بھی ایک چھٹی زائد انگلی
 ہوگی اور وہ بھی اسی طرح لٹکتی ہوئی ہوگی۔۔۔۔۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا، میں واپس دیتا ہوں کہ
 اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

چنانچہ وقت حمل پورا ہونے پر اس کینز کے لطن ایک لڑکا پیدا ہوا جو واقعاً اپنی ماں سے
 مشابہ تھا اور حضرت علی رضا علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق اس کے زائد چھٹی انگلیاں موجود تھیں۔
 اب تمہیں بتاؤ کہ اس وسیعہ کی تقرری پر مجھے کون ملائت کرے گا۔۔۔ یہ حدیث طویل ہے ہم نے اس
 کا کچھ حصہ حذف کر دیا ہے۔۔۔ اور نہیں ہے قوت و طاقت مگر صرف اللہ کے پاس اور وہی بلند و
 عظمت والا ہے۔
 (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۲)

③ — عمیر بن یزید کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن رضا کی خدمت میں تھا
 وہاں محمد بن جعفر کا ذکر ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو اپنے لیے یہ طے کر لیا ہے کہ میں اور وہ کبھی ایک
 گھر کی چھت کے سائے میں جمع نہ ہوں گے۔۔۔۔۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا
 یہ ہمیں تو اپنے اعزہ کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کا حکم دیتے ہیں مگر خود اپنے چچا کے لیے یہ کہہ رہے ہیں۔
 ابھی میرے دل میں یہ بات آئی ہی تھی کہ آپ نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا۔ ہاں، ہاں،
 یہی نیکی اور حسن سلوک ہے۔ جب وہ میرے پاس آتے اور ملاقات کرتے ہیں تو یہاں سے جا کر جو کچھ میرے
 متعلق کہتے ہیں لوگ اس کو سچ سمجھنے لگتے ہیں۔ اور اب جبکہ نہ وہ میرے پاس آئیں گے اور نہ میں ان کے
 پاس جاؤں گا تو جو کچھ بھی وہ کہیں گے لوگ اس کو نہیں مانیں گے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۴۰)

④ — یقیناً کا بیان ہے کہ محمد بن عبد اللہ طاہری نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت
 میں ایک عریضہ بھیجا جس میں اس نے اپنے چچا کی شکایت تحریر کی، کہ وہ حکومت کا ملازم ہے اور بد عنوانی
 و تلبیس سے کام لے رہا ہے اور اس کی وصیت کا معاملہ اس کے ہاتھ میں ہے۔۔۔۔۔ حضرت امام رضا
 علیہ السلام نے جواب تحریر فرمایا۔۔۔ اب رہ گیا وصیت کا معاملہ تو تمہیں اس کی فکر کی ضرورت نہیں۔

محمد بن عبد اللہ بہت معنوم اور متفکر ہوا، اور اس نے خیال کیا کہ (اگر اس نے وصیت کر دی تو) اس سے وصول کر لیا جائے گا۔ مگر وہ بیس ہی دن کے بعد مر گیا۔
(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۴)

⑤ — محمد بن عبید اللہ قتی کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اور سخت پیاسا تھا لیکن میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ پانی مانگوں۔ تاہم آپ نے از خود پانی منگو کر پہلے خود چکھ لیا اس کے بعد مجھے دیا اور فرمایا اے محمد! لو یہ ٹھنڈا پانی ہے۔ میں نے بخوشی پی لیا۔ (عیون الاخبار ج ۲ ص ۲۰۴)

⑥ — محمد بن داؤد کا بیان ہے۔ میں اور میرے بھائی دونوں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ اسی اثناء ایک شخص یہ خبر لایا کہ محمد بن جعفر کے جڑے بیٹھ گئے ہیں۔ حضرت امام رضا علیہ السلام اور آپ کے ہمراہ ہم بھی اُن کے پاس گئے تو دیکھا کہ واقعاً خبر صحیح تھی۔ اسحاق بن جعفر اور ان کی اولاد اور آل ابوطالب کے کچھ لوگ رو رہے ہیں۔ حضرت امام رضا علیہ السلام ان بالین سر بیٹھ گئے۔ اور اُن کے چہرے کو دیکھ کر تبسم فرمایا۔ یہ بات حاضرین کو بہت ناگوار ہوئی، بلکہ بعض نے تو کہہ بھی کہ یہ اپنے چچا پر طنز یہ مسکرا رہے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نماز پڑھنے کے لیے مسجد شریف لے گئے دورانِ راہ میں نے عرض کیا کہ ہماری جائیں آپ پر نثار۔ جس وقت آپ متبسم تھے حاضرین میں سے کچھ لوگ آپ کے متعلق نازیبا گفتگو کرنے لگے جو ہمیں بڑی محسوس ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرا تبسم تو اسحاق کے گریہ کرنے پر تھا، اس لیے کہ وہ محمد بن جعفر سے پہلے مر جائے گا اور خود محمد بن جعفر اس کی موت پر گریہ کریں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ محمد تو رُوبصوت ہو گئے اور اسحاق کا انتقال ہو گیا۔ (عیون الاخبار ج ۲ ص ۲۰۴)

• نجم۔ محمد بن جریر طبری نے بھی اپنے اسناد کے ساتھ حضرت ابوالحسن بن موسیٰ سے اسی روایت کو نقل کیا ہے۔

④ — یحییٰ بن محمد بن جعفر نے بیان کیا کہ میرے والد شدید بیمار ہوئے تو حضرت ابوالحسن الرضا علیہ السلام ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے وہاں میرے چچا اسحاق بیٹھے ہوئے گریہ کر رہے تھے۔ آنحضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تمہارے چچا کیوں گریہ کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا، ان کو محمد بن جعفر کی موت کا ڈر ہے۔ اور ان کا جو حال ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: غم نہ کرو محمد بچ جائیں گے اور اسحاق ان سے قبل عنقریب ہی انتقال کر جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ میرے والد رُوبصوت ہو گئے اور اسحاق انتقال کر گئے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۴)

• مناقب جلد ۳ ص ۳۴ میں بھی اسی کے مثل ایک مرسل روایت مرقوم ہے

⑧ — اسحاق بن موسیٰ کُندی نے ہے کہ جب میرے چچا محمد بن جعفر نے مکہ میں خروج کیا اور اپنی طرف لوگوں کو دعوت دی اور امیر المومنین ہوئے۔ کادعویٰ کیا اور ان کی خلافت پر بیعت کر لی گئی تو حضرت امام رضا علیہ السلام اُن کے پاس گئے میں بھی ہمراہ تھا۔ . . . آپ نے اُن سے فرمایا۔ چچا جان آپ اپنے پدر بزرگوار اور اپنے

مبھائی کی تکذیب نہ کریں۔ آپ کی یہ امارت بے جان ہے۔ اس کے بعد میں حضرت امام رضاؑ کے ہمراہ مدینہ پہنچا۔ ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ جلودی آپہونچا، دونوں کا مقابلہ ہوا، ان کو شکست ہوئی اور جلودی سے امان کی درخواست کی، سیاہ لباس پہنا، منبر پر گئے اور خود ہی دعویٰ امارت سے دستبردار ہونے کا اعلان کیا اور کہا کہ یہ حکومت مامون رشید کی ہے اس میں ہمارا کوئی حق نہیں۔ پھر وہاں سے نکل کر خراسان چلے گئے اور حرجان میں انتقال کیا۔
(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰)

• (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۱۳۴ پر دلائل حمیری سے اسی کے مثل مرسلہ روایت ہے مگر اس میں یہ ہے کہ اُن کا انتقال مرو میں ہوا۔)

⑨ _____ معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ ریان بن صلت کو فضل بن سہل نے خراسان کے کسی شہر میں بھیجا تھا۔ اُنھوں نے مجھ سے مرو میں کہا کہ میری درخواست ہے کہ آپ حضرت علی ابن موسیٰ (الرضاؑ) سے میرے لیے حاضری کی اجازت مانگیں۔ میری خواہش ہے کہ آنحضرتؐ اپنے ملبوسات میں سے کوئی لباس مجھے عنایت فرمادیں اور آنحضرتؐ کے نام کا جو سکہ جاری کیا گیا ہے اس میں سے چند عطا فرمادیں۔ معمر کا بیان ہے کہ:

میں خدمتِ حضرت امام رضا علیہ السلام میں حاضر ہوا اور ابھی میں کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ آپ نے از خود یہ ارشاد فرمایا کہ ریان بن صلت ہمارے پاس آنا چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ میں اپنے ملبوسات میں سے کوئی لباس اس کو دے دوں اور اپنے نام کے سکوں میں سے کچھ اسے عطا کروں، میں نے اُس کو اجازت دی۔ الغرض جب ریان بن صلت حاضر ہوا اور سلام کیا۔ تو آپ نے اُس کو اپنے ملبوسات میں سے دو لباس اور اپنے نام کے سکوں میں سے چند سکے اس کو عطا کیے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰)

مناقب جلد ۴ ص ۲۴ میں بھی معمر سے اسی کے ہم مضمون روایت ہے۔

⑩ _____ رجال کشی ص ۲۸۵ میں ابن ابی الخطاب سے اسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔

⑪ _____ حسین بن موسیٰ بن جعفر بن محمد کا بیان ہے کہ ہم بنی ہاشم کے چند نوجوان حضرت علی ابن موسیٰ (الرضاؑ) کی خدمت میں حاضر تھے کہ اتنے میں اس طرف سے جعفر بن عمر علوی کا گذر ہوا اور وہ بیچارے بیدلوسیدہ لباس میں اور بُری ہیئت میں تھے۔ ان کی اس حالت کو دیکھ کر ہم میں سے ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور ہنسنے لگے۔ . . . حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا (آج تم لوگ ان کی حالت کو دیکھ کر ہنس رہے ہو مگر) عنقریب دیکھو گے کہ یہ بہت مالدار، حشم و خدم والے ہو جائیں گے۔

چنانچہ آنحضرتؐ کو یہ فرمائے ہوئے ابھی ایک مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ وہ والی مدینہ بن گئے اور ان کی حالت بہت ہی اچھی ہو گئی۔ . . . جب وہ ہماری طرف سے گذرتے تو اُن کے ہمراہ رخاہہ سرا اور بہت سے نوکر چاکر ہوتے۔ (اور یہ جعفر بن عمر بن حسین بن علی بن عمر بن علی بن ابی طالب تھے۔) (عیون الاخبار جلد ۲ ص ۲۸۵)

• مناقب جلد ۴ ص ۲۳۵ پر بھی یہ روایت منقول و مرقوم ہے۔

(۱۲) — حسین بن یشار کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ عبداللہؓ محمد کو قتل کر دے گا۔۔۔۔۔ تو میں نے عرض کیا، مولا! کیا واقعاً عبداللہ بن ہارون محمد بن ہارون کو قتل کریگا؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔ وہ عبداللہ جو خراسان میں ہے۔ وہ اُس محمد بن زبیدہ کو قتل کرے گا جو بغداد میں ہے اور ایسا ہی ہوا۔ عبداللہ نے محمد کو قتل کر دیا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۸)

• مناقب جلد ۴ ص ۳۳۵ پر بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

(۱۳) — ابن ابی نجران اور صفوان دونوں کا بیان ہے کہ حسین بن قیام جو واقفہ کے سرداروں میں سے تھا۔ اس نے ہم لوگوں سے کہا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے میرے لیے اذنِ باریابی حاصل کروں۔۔۔۔۔ امام علیہ السلام اس کے لیے اجازت حاصل کی گئی۔ وہ آپ کے سامنے گیا تو دریافت کیا کہ کیا آپ امام ہیں؟۔۔۔۔۔ آپ نے فرمایا، ہاں۔۔۔۔۔ اُس نے کہا مگر میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ آپ امام نہیں ہیں۔۔۔۔۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر آپ گردن جھکائے ہوئے دیر تک خاموش رہے۔ پھر اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، تجھے کس نے بتایا کہ میں امام نہیں ہوں؟۔ اُس نے جواب دیا کہ یہ میں اس لیے کہتا ہوں کہ حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام کبھی لا ولد نہیں ہو سکتا، اور آپ کا سن اتنا ہو چکا ہے لیکن اب تک کوئی اولاد نہیں ہے۔۔۔۔۔ یہ سن کر آپ پر تک خاموش رہے اور پھر ارشاد فرمایا۔ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ چند شب و روز ہی میں مجھے اللہ تعالیٰ ایک اولادِ صالح سے سرفراز فرمائے گا۔

عبدالرحمن بن ابی نجران کا بیان ہے کہ میں اُسی وقت سے حسین شمار کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو سال بھر کے اندر ہی حضرت ابو جعفر ایسا فرزند عطا فرمادیا۔۔۔۔۔ راوی کا بیان ہے کہ حسین بن قیام ایک مرتبہ طواف میں کھڑا ہوا تھا تو حضرت ابوالحسن اول (حضرت موسیٰ بن جعفر) نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ اللہ تجھے درطہ حیرت میں ڈالے۔ اس کے بعد اُس نے اُنھیں پر توقف کیا۔ (دیگر ائمہ کی امامت کا قائل نہیں رہا۔)

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۹-۲۱۰)

(۱۴) — موسیٰ بن ہارون کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا۔ آپ نے مدینہ میں ایک مرتبہ ہرثمہ پر نظر ڈالی اور فرمایا۔ گویا، میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ شخص ہارون رشید کے پاس اٹھا کر لے جایا جا رہا ہے اور اس کی گردن ماری جا رہی ہے۔ (اور پھر ایسا ہی ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا)۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۱)

• مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۳۳۵ پر بھی موسیٰ سے یہی روایت نقل ہے۔
• کشف الغمۃ جلد ۲ ص ۱۳۹ پر دلائل حمیری سے منقول موسیٰ ہی سے یہ روایت ہے کہ گرفتار کر کے مروجیا گیا۔

①۵ ————— ابو حبیب نباجی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ وہ (ہمارے گاؤں) نباج میں تشریف لائے ہیں اور اس مسجد میں قیام فرمایا کہ جس میں ہر سال حجاج آکر ٹھہرتے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، سلام کیا اور سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ کے سامنے مدینہ کی کھجوروں کے پتوں کی بنی ہوئی ایک ٹوکری رکھی ہوئی تھی۔ اُس صبحانی کھجوریں تھیں۔ میں نے یہ دیکھا کہ آپ نے ان کھجوروں میں سے ایک مٹھی کھجور اٹھا کر مجھے عنایت فرمائیں میں نے شمار کیا تو وہ اٹھارہ کھجوریں تھیں۔ اس خواب کی تعبیر میں نے یہ لی کہ میں ہر کھجور کے مطابق ایک سال (یعنی اٹھارہ سال) زندہ رہوں گا۔

اس خواب کو دیکھتے ہوئے بیس دن ہو چکے تھے اور میں ایک قطعہ اراضی کو زراعت کے لیے تیار کرنے میں مصروف تھا کہ ایک شخص نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام مدینہ سے تشریف لائے ہیں اور اسی مسجد میں قیام فرمایا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ لوگ جوق در جوق آپ کی زیارت کے شوق میں چلے جا رہے ہیں۔ چنانچہ میں بھی زیارت کے اشتیاق میں خدمتِ امام میں جا پہنچا۔ تو دیکھا کہ آپ اُسی مقام پر تشریف فرما ہیں جہاں میں نے حضرت رسول مقبولؐ کو عالم خواب میں دیکھا تھا۔ اور ویسی ہی چٹائی پر تشریف فرما ہیں جیسی چٹائی پر آنحضرتؐ کو دیکھا تھا۔ اور آپ کے سامنے بھی کھجور کے پتوں کی ایک ٹوکری رکھی ہے جس میں صبحانی کھجوریں ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا، آپ نے جواب سلام دیا اور مجھے اپنے قریب بلا کر ان کھجوروں میں سے ایک مٹھی کھجور مجھے دیں۔ جب میں نے شمار کیا تو پوری اٹھارہ تھیں۔ میں نے عرض کیا، 'فرزندِ رسول! کچھ اور عنایت فرمائیں ارشاد فرمایا، اگر میرے جدِ بزرگوار نے اس سے زیادہ عنایت فرمائی ہو تو میں بھی اضافہ کر دیتا۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱)

• عامۃ المسلمین میں سے ابو عبد اللہ حافظ نے بھی اپنے اسناد کے ساتھ محمد بن عیسیٰ سے اور انھوں نے ابو حبیب نباجی سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

①۶ ————— ریان بن صلت کا بیان ہے کہ جب میں نے عراق جانے کا قصد کیا تو سوچا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے رخصت ہوں۔ نیز اپنے دل میں یہ بھی سوچا کہ جب زیارت سے مشرف ہوں گا تو آنحضرتؐ کے ملبوسات میں سے ایک لباس مانگ لوں گا تاکہ میں اس کو اپنے کفن کے ساتھ پہنوں اور آپ کے مال میں سے چند درہم۔ تاکہ ان سے اپنی لڑکیوں کے لیے انگوٹھیاں بنوادوں۔ مگر جب رخصت ہونے لگا تو آپ کی جدائی برداشت نہ کر سکا اور گریہ میں مشغول ہو گیا اور اپنا سوال بھول گیا۔ . . . جب میں رخصت ہو کر بیت الشرف سے باہر آنے والا تھا تو آپ نے مجھے آواز دے کر بلایا اور ارشاد فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ میں اپنے ملبوسات میں سے کوئی لباس تمہارے کفن کے لیے دیدوں اور اپنے

درہموں میں نے کچھ درہم تمھاری بیٹیوں کی انگوٹھیوں کے لیے دے دوں۔۔۔۔۔ میں نے عرض کیا مولامیرے دل میں تو یہ ارادہ تھا کہ میں آپ سے خود ہی مانگ لوں مگر آپ کی جدائی کے غم میں یہ سب بھول گیا۔۔۔۔۔ پھر آپ نے تکیہ اٹھایا اور ایک قمیض نکال کر مجھے عطا فرمائی، اور مصلے کا ایک گوشہ اٹھایا اور کچھ درہم نکال کر مجھے عنایت فرمائے۔ میں نے انھیں شمار کیا تو وہ تیس تھے۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۱)

①۴۔۔۔۔۔ بزنطی کا بیان ہے کہ مجھے حضرت ابوالحسن علی الرضا علیہ السلام کی امامت میں شک تھا۔۔۔۔۔ میں نے آپ کو عریضہ لکھا اور حاضری کی اجازت چاہی۔ اور یہ بات دل میں رکھے ہوئے تھا کہ جب آنحضرت کی خدمت میں حاضری دوں گا تو آپ سے تین ایسی آیات کے متعلق دریافت کروں گا جو میری سمجھ میں نہیں آئیں۔۔۔۔۔ بزنطی کا بیان ہے کہ مجھے اپنے عریضہ کا جواب ان الفاظ میں موصول ہوا ”ہمیں اور تمھیں اللہ معاف اور درگزر فرمائے۔ تم نے جو اجازت ملاقات کی چاہی ہے۔ فی الحال تمھارے لیے یہ ممکن نہیں کیونکہ ہم تک کسی کا پہنچنا مشکل ہے۔ ان لوگوں نے اس پر سخت پابندیاں عائد کر دی ہیں۔ مگر انشاء اللہ، عنقریب ملاقات ہو سکے گی۔“

پھر آپ نے اپنے خط میں ان تینوں آیتوں کا مطلب بھی تحریر فرمایا جن کے متعلق میرا خیال تھا کہ دریافت کروں گا۔۔۔۔۔ مگر قسم ہے خدا کی میں نے اپنے خط میں تذکرہ نہیں کیا تھا۔ لیکن آپ نے جو کچھ اپنے خط میں تحریر فرمایا اس پر مجھے سخت حیرت ہوئی اور فوری طور پر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ میرا جواب ہے مگر بعد میں مجھے یاد آگیا اور سمجھ گیا کہ جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا وہ میرے دل میں ارادے کا جواب ہے۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۲)

• مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۳۳۶ پر بھی بزنطی سے اسی کے مانند روایت ہے۔

①۵۔۔۔۔۔ بزنطی کا بیان ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے میرے پاس ایک سواری بھیجی میں اس پر سوار ہو کر آپ کے پاس آیا۔ اور وہاں اتنی دیر تک قیام کیا کہ رات ہو گئی بلکہ رات کا ایک حصہ بھی گزر گیا۔ جب چلنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ میری نظر میں تم اس وقت مدینہ واپس نہ جاسکو گے۔۔۔۔۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے درست فرمایا۔ ”میں آپ پر قربان۔“

آپ نے ارشاد فرمایا، ”۔۔۔۔۔ پھر آج کی شب ہمارے پاس ہی بسر کر لو۔ اور کل دن میں اللہ کی حفظ و امان میں چلے جانا۔۔۔۔۔ میں نے عرض کیا بہت بہتر۔“ میں آپ پر قربان۔“

آپ نے کینز کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ میرا بستر، ان کے لیے بچھا دو۔ اور میرا لحاف اس پر رکھ دو۔ اور میرا ہی تکیہ بھی بستر پر رکھ دینا۔

بزنطی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ آج کی شب جو فخر و منزلت اللہ نے مجھے عطا

فرمائی ہے وہ میرے دوستوں میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ یعنی میرے لیے اپنی سواری بھی، اس پر میں سوار ہوا، اپنا بستر میرے لیے لگوا یا، اپنا لحاف اور تکیہ دیا، یہ بات میرے احباب میں تو کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔

بز لطفی کا بیان ہے۔ آپ میرے ساتھ تشریف فرما تھے اور میں اپنے دل ہی دل میں یہ باتیں سوچ رہا تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا اے احمد سنو! حضرت امیر المومنین علیؑ سلام ایک مرتبہ زید بن صوحان کی عبادت کے لیے تشریف لے گئے۔ تو وہ لوگوں میں اس امر پر فخر کا اظہار کرنے لگا۔ لہذا تم اپنے نفس کو فخر و مباحات کی راہ پر مت ڈالنا۔ بلکہ اللہ کی بارگاہ میں عجز و نیاز سے کام لینا۔ یہ فرما کر آپ اپنے ہاتھوں کا سہارا لیتے ہوئے اٹھ گئے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۳-۲۱۴)

①۹۔ یحییٰ بن یشار کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں اس وقت گیا جب آپ کے پدر بزرگوار وفات پا چکے تھے۔ جو باتیں آپ نے ارشاد فرمائی تھیں ان ہی سے سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ آپ نے اثنائے گفتگو ارشاد فرمایا: اے سماع! میں نے عرض کیا مولا میری جان آپ پر قربان، یہ لقب تو بخدا مجھے بچپن میں اس وقت ملا تھا جبکہ میں مکتب میں تھا۔ یہ سن کر آپ نے میرے چہرے کی طرف دیکھا اور تبسم فرمایا۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۴)

②۰۔ محمد بن حفص کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت عبد صالح ابو الحسن موسیٰ بن جعفر کے ایک غلام نے بتایا کہ ایک دفعہ ہم چند آدمی ایک صحرائیں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھے کہ ہمیں اور ہری سواروں کو سخت پیاس کا سامنا ہوا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہمیں اپنی جانوں کا خطرہ لاحق ہوا۔ تب ہم سے امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: آؤ ہم تمہیں ایک جگہ بتائیں جہاں سے تمہیں پانی دستیاب ہو جائے گا راوی کا بیان ہے کہ ہم لوگ اس مقام پر گئے۔ وہاں سے ہمیں وافر مقدار میں پانی بہم ہو گیا یہاں تک ہم سب مع سواروں کے سیراب ہو گئے۔ لیکن وہاں سے روانہ ہونے سے قبل جب دوبارہ اسی مقام پر اس چشمہ کو تلاش کرنا چاہا تو دیکھا کہ اس مقام پر اونٹوں کی مینگنیوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ اس کا ذکر میں نے قبیری کی اولاد میں سے ایک سے کیا جس کا خیال تھا کہ اس کا سن ایک سو بیس سال کا ہے تو اس قبیری نے بھی اس واقعہ کی تصدیق کی اور کہا کہ میں بھی اس قافلہ میں موجود تھا۔ نیز اس قبیری نے یہ بھی کہا کہ یہ واقعہ خراسان جاتے ہوئے پیش آیا تھا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۴)

②۱۔ ابن ابی کثیر کا بیان ہے کہ جب حضرت موسیٰ بن جعفر نے رحلت فرمائی تو لوگوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو امام تسلیم کرنے میں توقف کیا، اور اسی سال میں حج کے لیے گیا، تو وہاں حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں نے دل ہی دل میں یہ آیت پڑھی۔

” اَلْبَشَرُ اِمْنَا وَاحِدٌ اَتَّبِعْهُ “ یہ ہیں میں سے تو ایک بشر ہیں پھر مہلاہم ان کی پیروی میں ابھی میں دل میں یہ کہہ رہا تھا کہ فوراً حضرت امام رضا علیہ السلام برق رفتاری کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا، ” میں بخدا ایسا بشر ہوں کہ جس کی پیروی تم پر واجب ہے..... میں نے عرض کیا کہ میں اللہ اور آپ سے معذرت خواہ ہوں..... آپ نے فرمایا، جاؤ ہم نے معاف کیا۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۷)

(۲۲) — ابو محمد غفاری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھ پر قرض کا بھاری بوجھ تھا۔ میں نے سوچا کہ اس قرض کو ادا کرنے والا سوائے میرے مولا و آقا حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ (رضا) کے اور کوئی نہیں ہے۔ جب صبح ہوئی تو میں اپنے مولا کے بیت الشرف پر زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ اجازت کے بعد داخل بیت الشرف ہوا۔..... آپ نے میرے کچھ عرض کرنے سے قبل خود ہی ارشاد فرمایا۔ ” اے ابو محمد تمھاری حاجت کا علم مجھے ہو گیا ہے۔ فکر نہ کرو، میں تمھارے قرض کو ادا کر دوں گا۔“..... پھر جب شام ہو گئی تو افطار کے لئے کھانا آیا اور ہم نے کھانا کھایا۔..... اس کے بعد آپ نے فرمایا، اے ابو محمد رات کو یہیں قیام کرو گے یا واپس جاؤ گے؟..... میں نے عرض کیا، مولا اگر میری حاجت پوری ہو جائے تو میں واپس ہی جانا چاہوں گا۔..... راوی کا بیان ہے کہ آپ نے فریق کے نیچے سے ایک مٹھی رقم نکالی اور مجھے عنایت فرمائی وہ لے کر میں باہر نکلا اور چراغ کے سامنے جا کر دیکھا، تو وہ دینار سرخ تھے اور پہلا دینار جس پر میرا ہاتھ پڑا تھا میں نے اس کے نقش کو دیکھا تو اس پر یہ کندہ تھا کہ ” اے ابو محمد یہ پچاس دینار ہیں۔ چھبیس دینار سے اپنا قرض ادا کرو اور چھبیس دینار اپنے اور اپنے اہل و عیال کے خرچ کے لیے رکھنا۔“..... اب جب صبح ہوئی تو میں نے وہ دینار جس پر میرے لیے ہدایت کندہ تھی دوبارہ تلاش کیا مگر نہیں ملا جبکہ دیناروں کی تعداد میں کمی بھی نہیں تھی۔ (یعنی پورے پچاس تھے)۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۸)

• کتاب الخراج والخراج میں بھی اسی کے مثل محمد بن عبد الرحمن سے روایت ہے۔ مگر اس میں پچاس کی جگہ پانچ سو ہیں۔

(۲۳) — حسن ابن موسیٰ بن عمر بن بزلیح کا بیان ہے کہ میرے پاس دو کینزیں تھیں اور دونوں ہی حاملہ تھیں میں نے بذریعہ خط حضرت امام رضا علیہ السلام کو اس کی اطلاع دی اور درخواست کی کہ آپ دعا فرمائیں، ان دونوں کے بطن سے اولاد نرینہ پیدا ہو اور اللہ ہمیں لڑکوں سے نوازے۔..... آپ نے جواب میں تحریر فرمایا، کہ میں انشاء اللہ دعا کروں گا۔..... پھر اس کے بعد خود ہی خط تحریر فرمایا ” بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اللہ تعالیٰ ہماری اور تمھاری دنیا و آخرت بخیر فرمائے اور اپنی مہربانی کے زیر سایہ رکھے۔ یہ تمام امور اللہ کے دست قدرت میں ہیں۔ وہ جس کی قسمت میں جو چاہتا ہے مقدر کر دیتا ہے تیرے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اور ایک لڑکی (انشاء اللہ) لڑکے کا نام محمد رکھنا، اور لڑکی کا نام فاطمہ۔ اس لیے

کہ یہ اللہ کی عطا کردہ برکت ہے۔ راوی کہتا ہے کہ جیسا آپ نے ارشاد فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ یعنی ایک لڑکا پیدا ہوا اور ایک لڑکی۔
(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۸-۲۱۹)

• کتاب دلائل حمیری میں اپنے اسناد کے ساتھ عمر بن بزج سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۲۳) _____ حسن بن علی بن فضال سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ مجھے عبداللہ بن مغیرہ نے خبر دی کہ، میں پہلے واقفیہ تھا (یعنی حضرت امام موسیٰ بن جعفر کی امامت پر توقف کرتا تھا اور حضرت امام رضاؑ کو امام نہیں مانتا تھا) اور اس پر بہت بحث کرتا تھا۔ جب میں مکہ مکرمہ گیا تو دل میں ایک خلش سی پیدا ہوئی اور جا کر ملتزم کو تھا، پھر دعا کی۔ ”پروردگار! تو میری حاجت اور نیت سے آگاہ ہے تو مجھے اس دین کی طرف ہدایت فرما جو سب سے بہتر ہو۔“ پھر یک بیک میرے دل میں آبا کہہ ڈرا امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں چلوں۔ چنانچہ مدینہ پہنچا اور آپ کے درِ دولت پر جا کھڑا ہوا اور غلام سے کہا کہ اپنے آقا سے کہو کہ اہل عراق میں سے ایک شخص درِ دولت پر حاضر ہے۔ تو میں نے خود حضرت امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا۔ ”اے عبداللہ بن مغیرہ اندر آ جاؤ۔“ جب میں اندر گیا تو آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: اللہ نے تیری دعا قبول فرمائی اور اپنے دین کی طرف تیری ہدایت فرمادی۔ میں نے یہ سنتے ہی کہا: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کی حجت اور اس کی مخلوقات پر اللہ کے امین ہیں۔“
(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۹)

• کتاب الخراج والخراج ص ۲۰ اور کشف الغمہ جلد ۳ ص ۱۳۵ میں ابن مغیرہ اور الاختصار

شیخ مفید ص ۸۳ میں ابن فضال سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۲۵) _____ وشار کا بیان ہے کہ عباس بن جعفر بن محمد بن اشعث نے مجھ سے کہا، تم امام رضا علیہ السلام سے درخواست کرو کہ وہ میرے خطوط کو ملاحظہ فرمانے کے بعد چاک کر دیا کریں تاکہ وہ کسی غیر کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔

وشار کا بیان ہے کہ میرے درخواست کرنے سے پہلے ہی خود آپ نے مجھے تحریر فرمایا

کہ اپنے ساتھ سے کہہ دو کہ میں اس کا بھیجا ہوا خط پڑھنے کے بعد پھاڑ دیا کرتا ہوں (وہ مطمئن رہے)۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۹)

• کشف الغمہ جلد ۳ ص ۱۳۶ میں بھی وشار سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۲۶) _____ بز لطفی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میرے دل میں آیا کہ جب میں حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دوں گا تو دریافت کروں گا کہ آپ کا سن کیا ہے؟ چنانچہ جب میں حاضر خدمت ہو کر آپ کے سامنے بیٹھا تو آپ نے میری طرف نظر اٹھائی اور فرمایا، تمہارا سن کیا ہوگا؟ میں نے عرض کیا، مولا! میں پر قربان، میرا سن یہ ہے۔ آپ نے فرمایا، پھر میں تم سے بڑا ہوں۔ کیونکہ میرا

• کشف الغمہ جلد ۳ ص ۱۳۶ میں بھی دلائل حمیری سے زروان کی یہ روایت منقول ہے۔

یقیناً کا بیان ہے کہ میں نے ہنشام عیاسی کو یہ کہتے ہو سنا کہ ایک مرتبہ میں حضرت
ابوالحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، ارادہ تھا کہ میں آپ سے اپنے دردِ سر کے لیے کوئی دعا
دم کراؤں گا اور یہ بھی عرض کروں گا کہ آپ اپنے لباسوں میں سے دو لباس عنایت فرمادیں جن کو میں جامۂ احرام
کے طور پر استعمال کروں گا۔۔۔۔۔ جب آپ کی خدمت میں پہنچا تو بہت سے مسائل دریافت کیے۔ آپ
نے سب کے جوابات عنایت فرمائے اور میں اپنی حاجت کو بھول گیا۔۔۔۔۔ جب جانے کے لیے اٹھاؤ
آپ سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا، تو آپ نے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔۔۔ میں بیٹھ گیا۔ تو آپ نے اپنا دستِ
مبارک میرے سر پر رکھا اور دعا دم کی۔ پھر اپنے لباسوں میں سے دو لباس منگوائے اور مجھے عنایت فرمائے
اور ارشاد فرمایا۔ یہ لو، ان کو جامۂ احرام کے طور پر استعمال کرنا۔

• نیز عباسی کا بیان ہے کہ میں نے مکہ مکرمہ میں دوسو سیدی لباس اپنے لڑکے کو تحفہ دینے کے لیے بہت تلاش کئے مگر سارے مکہ میں جیسا میں چاہتا تھا ویسا نہ مل سکا۔ پھر واپسی پر میں مدینہ سے گذرا اور حضرت ابو الحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب آپ سے رخصت ہو کر چلتے لگا تو آپ نے دوسو سیدی لباس پھولدار، جیسا میں چاہتا تھا عنایت فرمائے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۲)

• کتاب الخراج والخراج ص ۲۰۲ میں اور کشف الغمہ جلد ۲ ص ۱۳۸۔ عباسی سے اسی کے مثل روایت منقول ہے۔

(۲۹) ————— حسین بن موسیٰ کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت ابوالحسن رضاؑ کے ساتھ آپ کی زمینوں پر جانے کے لیے نکلے، مطلع بالکل صاف تھا بادل کا نام و نشان تک نہ تھا۔ جب ہم آگے بڑھے تو آپ نے دریافت فرمایا، تمہارے پاس برساتی وغیرہ ہے؟ میں نے عرض کیا، حضور! برساتی وغیرہ کی کیا ضرورت ہے۔ بادل کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ہے اور نہ بارش کا خطرہ ہے.... آپ نے فرمایا لیکن میں نے تو برساتی لے لی ہے اور تم لوگ عنقریب بھیسگ جاؤ گے..... راوی کا بیان ہے کہ ابھی ہم تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ ایک طرف سے بادل اُٹھے اور اچانک بارش ہونے لگی۔ باوجود بہت

کوشش کے ہم سب بھیگ گئے۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۱)

۳۰۔۔۔۔۔ موسیٰ بن مہران کا بیان ہے کہ اس نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ تحریر کیا کہ آپ میرے بیٹے کے لیے دعا فرمائیں (وہ بیمار ہے)۔۔۔۔۔ آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، کہ اللہ نے تجھے ایک صالح بیٹا دیا۔ تو وہ لڑکا جو بیمار تھا مر گیا، لیکن اس کے یہاں ایک دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۱)

۳۱۔۔۔۔۔ محمد بن فضیل کا بیان ہے کہ جب میں بطنِ مَتر میں اُترتا تو میرے پہلو اور پاؤں میں رشتہ کا مرض لاحق ہو گیا اور اسی حالت میں مدینہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا، کیا بات ہے؟ میں تمہیں کسی درد میں مبتلا پارہا ہوں۔۔۔۔۔ میں نے عرض کیا کہ جب میں بطنِ مَتر میں پہونچا تو وہاں میرے پہلو اور پاؤں میں رشتہ کی بیماری لاحق ہو گئی۔۔۔۔۔ آپ نے میرے پہلو کی طرف جہاں درد تھا اشارہ کیا اور کچھ پڑھ کر دم کیا، پھر اپنا نوابِ دین اس پر لگا دیا، اور فرمایا اب اس جگہ کی تکلیف سے مطمئن رہو۔۔۔۔۔ اس کے بعد میرے پاؤں کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ: حضرت ابو جعفر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ میرے دوستوں میں سے اگر کوئی دوست کسی تکلیف میں مبتلا ہو اور صبر کرے تو اللہ اس کے نامہ اعمال میں ایک ہزار شہیدوں کا ثواب لکھ دیتا ہے۔۔۔۔۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سنکر میں نے اپنے دل میں کہا، خدا کی قسم اب تو زندگی بھر میرے پاؤں اچھا نہ ہوگا۔۔۔۔۔ ہمیشہ کا بیان ہے کہ پھر وہ عمر بھر اس کی وجہ سے لنگرہا کر چلتا رہا، یہاں تک کہ مر گیا۔

(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۱)

۳۲۔۔۔۔۔ حسن بن راشد کا بیان ہے کہ جب میں درختوں کے پھلوں پر (جو بچا اکٹھے کیے گئے تھے) گیا تو قبل اس کے کہ میں کاغذات کو دیکھوں یا اس کی طرف توجہ دوں، میرے پاس حضرت امام رضا کا آدمی پہونچا کہ یہی کھاتہ فوراً بھیجو۔ مگر میری قیام گاہ پر کوئی بھی کھاتہ اصلاً نہیں تھا۔ میں نے کہا، مجھے تو معلوم نہیں کہ کوئی بھی کھاتہ بھی ہے تاہم تلاش کرتا ہوں۔۔۔۔۔ میں نے ادھر ادھر تلاش کیا مگر نہ ملا۔ جب حضرت کا آدمی واپس جانے لگا تو میں نے کہا، ذرا ٹھہرو!۔۔۔۔۔ جب میں نے کچھ پھلوں کو ہٹا کر دیکھا تو وہ بھی کھاتہ مل گیا جس کا مجھے بالکل علم نہ تھا لیکن اتنا علم اور یقین ضرور ہو گیا کہ جب حضرت طلب فرما رہے ہیں تو یقیناً موجود ہوگا، اسی وجہ سے میں نے تلاش پر توجہ دی۔ (عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۱-۲۲۲)

۳۳۔۔۔۔۔ ابو محمد مضر کا بیان ہے کہ جب ابو الحسن امام رضا علیہ السلام (بغداد) تشریف لائے تو میں نے ایک عریضہ کے ذریعے سے آپ سے بغرض تجارت مصر جانے کی اجازت چاہی۔ تو آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ابھی کچھ دنوں، جب تک اللہ کی مشیت ہو ٹھہرو۔۔۔۔۔ میں دو سال تک ٹھہرا رہا، جب تیسرا سال آیا تو میں نے پھر عریضہ تحریر کیا اور اجازت چاہی۔ آپ نے اس کے جواب میں

(۳۴) _____ احمد بن عبد اللہ بن حارثہ کرخنی کا بیان ہے کہ میرے بچے زندہ نہیں رہتے تھے۔ تقریباً دس بچے مر چکے تھے۔ میں حج کے لیے گیا اور فراغتِ حج کے بعد حضرت ابوالحسن امام رضاؑ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ آپ سرخ زعفرانی رنگ کا تہبند پہنتے ہوئے نکلے۔ میں نے سلام عرض کیا، اور دست بوسی کے بعد چند مسائل دریافت کیے۔ پھر میں نے آپ سے اپنے بچوں کے زندہ نہ رہنے کی شکایت کی؛ تو آپ دیر تک نیچا نگاہ کیے رہے اور دعا فرماتے رہے۔ پھر فرمایا۔ . . . مجھے اُمید ہے کہ جب تم واپس جاؤ گے تو تمہاری زوجہ حاملہ ہوگی اور تمہارے ہاں یکے بعد دیگرے دو لڑکے پیدا ہوں گے اور زندگی بھر تم ان سے فیض اٹھاتے رہو گے، اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ دعا قبول کرنا چاہتا ہے تو قبول ہو جاتی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

(۲۵) _____ سعد بن سعد کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا تو فرمایا۔ اے اللہ کے بندے تو جو کچھ وصیت کرنا چاہتا ہے کر لے اور اس وقت کے لیے تیار ہو جا جو وقت ہر انسان پر لازماً آتا ہے۔ (آپ نے جو فرمایا تھا وہی ہوا۔) وہ شخص اس کے تین دن کے بعد مر گیا۔
(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۳)

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

مسافر کا بیان ہے کہ خدا کی قسم میں آپ کی گفتگو کا مطلب اس وقت سمجھا جب ہم لوگوں نے ان دونوں کو برابر دفن کیا۔
(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۵)

• بصائر الدرجات جزء اب ۹ ج ۱۴ میں اور ارشاد شیخ مفید ص ۲۸۹ و ص ۲۹ پر بھی مسافر سے اسی کے مثل روایت منقول ہے۔

۳۷۔ بغیر دریافت کیے ہر مسئلہ کا جواب :

حسن بن علی الوشاء کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن علی رضا علیہ السلام کی امامت پر یقین کرنے سے قبل میں نے بہت سے مسائل جو آپ کے آباؤ کرام سے مروی تھے انھیں لکھ کر ایک کتاب کی شکل میں جمع کر لیے تھے اور چاہتا تھا کہ ان مسائل کے ذریعے سے آپ کی امامت کو آزما لوں تاکہ یکسوئی حاصل ہو سکے۔ چنانچہ میں نے اپنی کتاب کو آستین میں چھپایا اور در دولت پر حاضر ہوا۔ چاہتا تھا کہ آپ سے تخلیہ کا کوئی وقت مقرر کروں اور یہ کتاب آپ کو دے دوں۔ یہ سوچ کر ایک طرف جا بیٹھا مگر فکر دامنگیر تھی کہ کس طرح باریابی ہو کیونکہ آپ کے در دولت پر بہت افراد موجود تھے۔ اسی اشارہ ایک غلام بیت الشرف سے باہر آیا جس کے ہاتھ میں ایک تحریر تھی اس نے باواز بلند پکار کر کہا، کہ تم میں ابیاس بغدادی کا نواسہ حسن بن علی الوشاء کون ہے؟ میں اٹھ کر اس کے قریب پہنچا اور کہا۔ میں حسن بن علی الوشاء ہوں، تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ ایک تحریر ہے اور مجھے حکم ملا ہے کہ یہ میں تمہیں دے دوں لہذا یہ لے لو۔ میں نے اس تحریر کو لیا اور ایک طرف جا کر اسے پڑھا۔ بخدا، میں نے دیکھا کہ اس میں ایک مسئلہ کا جواب تحریر تھا۔ بس فوراً ہی میں نے آپ کی امامت کا یقین کر لیا، اور اپنے واقفیت عقیدے کو ترک کر دیا۔
(عیون الاخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۵)

۳۸۔ وشاء کا بیان ہے۔ حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام نے اپنے غلام کے ہاتھ ایک رقعہ میرے پاس بھیجا، اس میں تحریر تھا کہ فلاں مقام کے فلاں قسم کے کپڑوں میں سے ایک کپڑا بھیج دو۔ میں نے جواباً تحریر کیا اور زبانی بھی آپ کے غلام سے کہا کہ میرے پاس اس طرح کا کپڑا نہیں ہے اور نہ میں اس قسم کے کپڑے سے واقف ہوں۔ فرستادہ پھر میرے پاس واپس آیا اور کہا کہ حکم ہوا ہے، تلاش کرو۔ میں نے پھر تلاش کیا۔ کپڑا نہ مل سکا اور میں نے پھر وہی جواب کہلا بھیجا کہ اس قسم کا کوئی کپڑا میرے پاس نہیں ہے۔ آپ کا فرستادہ غلام پھر آیا اور کہنے لگا کہ حکم ہوا ہے کہ مزید تلاش کرو، یہ کپڑا تمہارے پاس موجود ہے۔ حسن بن علی الوشاء کا بیان ہے کہ میرے ساتھ ایک شخص نے ایک کپڑا اسی قسم کا میرے کپڑوں میں رکھ دیا تھا کہ اس کو فروخت کر دینا مگر میں اسے بھول گیا۔ اب جو میں نے

اپنی تمام چیزوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا تو کپڑوں کے نیچے ایک ٹوکری میں وہ کپڑا موجود تھا اور میں نے اُسے امام علیؑ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔
(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۵)

۳۹۔ حکم امام سے اعراض کی سزا

صفوان بن یحییٰ کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں موجود تھا کہ حسین بن خالد میرنی بھی آگیا اور عرض کرنے لگا، مولا! میں آپ پر قربان؛ میرا ارادہ اعراض (مدینہ کے پاس ایک مقام کا نام ہے) جانے کا ہے؛ آپ نے ارشاد فرمایا، جس جگہ تم کو ہر طرح کی سہولت و عافیت ہو اسے کیوں ترک کرتے ہو؟ پس کر حسین بن خالد خاموش ہو گیا لیکن اپنا ارادہ ترک نہ کیا اور اعراض کے ارادے سے چل دیا۔ راستے میں چند ڈاکوؤں نے اس کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ (تب اسے خیال ہوا کہ اگر امام کا حکم مان لیتا تو مجھے یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔) (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۳)

۴۰۔ ابن جہم کا بیان ہے کہ جب میں ماہ صفر میں مکہ سے واپس ہوا تو مجھے حضرت امام رضا علیہ السلام نے خط تحریر فرمایا کہ ”آئندہ چار مہینوں میں کوئی حادثہ رونما ہونے والا ہے۔“ تو وہ حادثہ یہ تھا کہ محمد بن ابراہیم (سردار لشکر امین) اور اہل بغداد کی جنگ اور اصحاب زبیر (سردار لشکر مامون) کا قتل اور اس کی شکست:

راوی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابراہیم ابن ابواسرائیل نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ”میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کہا جا رہا ہے کہ چالیس سال کا سن ہونے سے قبل تمہارے یہاں کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوگا۔ اس سن کے بعد تمہارے یہاں بڑے ہوئے رنگ کی، کم قیمت والی ایک عورت سے لڑکا پیدا ہوگا۔ (قرب الاسناد صفحہ ۲۳۱-۲۳۲)

۴۱۔ ابن ابی نصر کا بیان ہے کہ میں نے قادیسیہ پہنچ کر حضرت امام رضا علیہ السلام کا استقبال کیا اور آپ کی خدمت میں سلام بجالایا؛ آپ نے ارشاد فرمایا، میرے لیے ایک حجرہ کرائے پر حاصل کرو جس کا ایک دروازہ سرائے میں ہو اور دوسرا باہر کی طرف ہو۔ یہ زیادہ سا تر اور نہایت مناسب ہوگا؛ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے میرے پاس ایک تھیلہ ارسال فرمایا جس میں کچھ دینار اور ایک صحیفہ تھا۔ آپ کا ارسال کردہ شخص میرے پاس آیا کرتا اور میں اس کو اشیاء ضرورت خرید کر دیا کرتا تھا۔ ایک روز میں تنہا تھا لہذا صحیفہ کھول کر پڑھنا چاہا، لیکن اس عبارت نہ سمجھ سکا۔ میں نے اس عبارت کو نقل کرنا چاہا کہ اسی دوران آپ کا فرستادہ مسافر آیا اور اس نے کہا کہ آقا نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس صحیفہ کو رومال میں رکھ کر اس دھاگے سے باندھو اور اس پر یہ میری غہر لگا کر مع مہر کے میرے پاس

روانہ کر دو۔ میں نے فوراً ایسا ہی کیا۔ (بصائر الدرجات جزء ۵ باب ۱۱ ج ۸)

(۴۲) — سلیمان بن جعفر جعفری کا بیان ہے کہ میں مقام حمراء میں ایک مکان کی بالائی منزل پر جس کی کھڑکی صحرایہ کی طرف کھلتی تھی، حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام کے ساتھ بیٹھا تھا، کھانے کا دسترخوان ہمارے سامنے تھا۔ اچانک آپ نے سراقہ اٹھایا اور دیکھا کہ ایک شخص دوڑا ہوا آ رہا ہے۔ آپ نے کھانے سے ہاتھ روک لیا۔ وہ شخص اوپر چڑھ کر آپ کے پاس آیا اور عرض کیا: مولا! میری جان آپ پر فدا ہو۔ ایک خوشخبری لے کر آیا ہوں کہ زبیری مر گیا۔ یہ سن کر آپ نے اپنی نگاہیں جھکالیں، رنگ آپ کا متغیر ہو گیا اور چہرہ زرد پڑ گیا۔ پھر آپ نے سراقہ اٹھایا اور ارشاد فرمایا: تجھے معلوم ہے کہ اس رات میں بھی وہ گناہ میں مبتلا تھا اور اس کی نگاہوں میں یہ کوئی بڑا گناہ نہ تھا، پھر فرمایا: بخدا! یہ لوگ گناہوں میں غرق ہو کر جہنم میں جگہ بناتے ہیں: یہ کہہ کر آپ نے کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور کھانا نوش فرمایا: تھوڑی ہی دیر میں ایک دوسرا شخص جو زبیری کا غلام تھا آیا اور عرض کیا: میں آپ پر قربان: زبیری مر گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا، کہ اس کی موت کا سبب کیا تھا؟ اس نے عرض کیا، گزشتہ شب مقدار سے زیادہ شراب پی گیا تھا اور اسی حالت میں مر گیا۔ (بصائر الدرجات جزء ۵ باب ۱۱ ج ۱۲۔ الخراج والخراج ص ۲۴۳)

(۴۳) — محمد بن فضل صیرفی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت سی چیزوں کے متعلق دریافت کیا۔ ارادہ تھا کہ اسلوں کے متعلق بھی دریافت کروں گا مگر میں بھول گیا۔ پھر جب میں آپ کی خدمت بابرکت سے اٹھ کر ابوالحسین بن بشیر کے پاس گیا تو ناگاہ آنحضرت کا غلام آیا جس کے ہاتھ میں رقعہ بھی تھا اور اس کو جب میں نے کھول کر پڑھا تو یہ تحریر تھا: "بسم اللہ الرحمن الرحیم، میں اپنے پدر بزرگوار کا جانشین اور وارث ہوں۔ میرے پاس وہ سب کچھ ہے جو آنحضرت کے پاس تھا۔" (بصائر الدرجات جزء ۵ باب ۱۱ ج ۵)

(۴۴) — احمد بن عمر حلال کا بیان ہے کہ میں نے اخرس کے بارے میں سنا کہ وہ مکہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کا ذکر کرتا اور آپ کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ یہ سن کر میں مکہ پہونچا، وہاں سے ایک چھرا خریدا اور اسے دیکھ کر کہا۔ خدا کی قسم جب وہ مسجد سے نکلے گا تو میں اسے قتل کر دوں گا، اور اسی ارادہ سے بالکل تیار ہو کر کھڑا تھا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کا ایک رقعہ پہونچا جس میں تحریر تھا۔ "بسم اللہ الرحمن الرحیم، تجھے میرے حق کی قسم اخرس کے قتل سے ہاتھ روک لے، مجھے اللہ پر بھروسہ ہے اور وہی میرے لیے کافی ہے۔"

(بصائر الدرجات جزء ۵ باب ۱۱ ج ۵)

④۵ — زمین نے سونا اگل دیا :

ابراہیم بن موسیٰ بیان کرتا ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کچھ رقم مانگی، آپ نے وعدہ فرمایا۔ میں نے پھر درخواست کی۔ آپ اُس وقت والی مدینہ سے ملاقات کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ میں بھی آپ کے ساتھ ہو لیا۔ اُس وقت ہم دونوں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ آپ ایک شخص کے مکان کے قریب سے گذر کر دختوں کے سائے میں ٹھہر گئے۔ اس وقت میں نے بقراری میں پھر عرض کیا، مولا! میں آپ پر قربان! عید سر پر ہے اور بخدا میرے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے۔ آپ نے یہ سن کر اپنا کوڑا زمین پر بہت زور سے رگڑا، پھر وہاں ہاتھ بڑھایا تو ایک سونے کا ڈلا اٹھا کر مجھے مرحمت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ فی الحال اس سے اپنا کام چلاؤ، مگر، خیردار! جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ (اختصاص ص ۲۰۳۔ بصائر الدرجات جزء ۸ کتاب الخراج والخراج میں راوندی نے ص ۲۰۳ پر یہ روایت تحریر ۲۰۳ - ج ۲)

کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ راوی نے بیان کیا ہے کہ اس میں بڑی برکت ہوئی یہاں تک کہ میں نے خراسان میں ستر ہزار دینار کا مال خریدا اور اپنے ہم عصروں میں سب سے زیادہ دولت مند ہو گیا۔ اسنعیل بن ابی الحسن رقمطراز ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا کہ آپ نے اپنا ہاتھ زمین کی جانب بڑھایا، وہاں بہت سے سونے کے ڈلے ظاہر ہوئے آپ نے زمین پر پھر اپنا ہاتھ پھیر دیا وہ غائب ہو گئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کاش اس میں سے مجھے ایک ہی دے دیا ہوتا۔ آپ نے فرمایا، نہیں ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے۔ (کتاب الخراج والخراج راوندی ص ۲۰۳)

④۶ — امام کو ہر زبان کا علم ہوتا ہے

ابو اسنعیل سندھی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے وطن ہند میں سنا کہ عرب میں کوئی حجتِ خدا ہے۔ میں ان کی تلاش میں روانہ ہو گیا اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ مگر میں عربی زبان سے ناواقف تھا اس لیے آپ کو سندھی زبان میں سلام عرض کیا۔ آپ نے سندھی زبان ہی میں جواب دیا۔ اب تو میں نے آپ سے اپنی میں گفتگو شروع کی اور امام برابر میری ہی زبان میں جواب دیتے رہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے اپنے وطن میں سنا تھا کہ عرب میں کوئی حجتِ خدا ہے اس لیے میں اُن کی تلاش میں نکلا ہوں: آپ نے فرمایا، تم حجتِ خدا کے پاس پہنچ گئے اب جو چاہو دریافت کرو: چنانچہ میں بہت سے مسائل دریافت کیے اور مطمئن

ہو گیا۔ پھر جب آپ کی خدمت سے رخصت ہونے لگا تو عرض کیا: حضور! میں عربی زبان سے ناواقف ہوں آپ اللہ سے دعا فرمائیے کہ میں عربی بولنے اور سمجھنے لگوں تاکہ اہل عرب سے گفتگو کے دوران سہولت ہو جائے۔ یہ سن کر آپ نے میرے لبوں پر ہاتھ پھیرا، میں اسی وقت عربی زبان میں گفتگو کرنے لگا۔
(المصدر ص ۲۰۴)

④۸ — محرم کیلئے نیم نشہیں لباس جائز ہے

حسن بن علی بن یحییٰ کا بیان ہے کہ جب میں نے مکہ مکرمہ کا قصد کیا تو میری ایک کینز نے میرے زاد سفر میں دو کپڑے بھی دیے اور مجھ سے درخواست کی کہ آپ ان ہی دونوں کپڑوں سے احرام باندھیں: میں نے غلام سے کہا کہ اس کو تھیلے میں رکھ لو۔ جب اُس مقام پر پہنچا جہاں احرام باندھا جاتا ہے تو وقت آنے پر میں نے وہ دونوں کپڑے منگوائے تاکہ ان کو پہن کر احرام باندھوں مگر میرا دل کچھ مشکوک ہوا کہ اس جائے ملحم (سفید نیم نشہیں جیسے کپڑے) میں احرام باندھوں۔ لہذا میں نے ان کو نہ پہنا اور دوسرا کپڑا پہنا۔ جب مکہ میں پہنچا تو میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا اور ہمراہ کچھ تحائف بھی آپ کی خدمت میں نذر کیے۔ لیکن ان کپڑوں کے متعلق دریافت کرنا بھول گیا۔ تھوڑے ہی وقفے کے بعد آپ نے میرے تمام مسائل کا جواب تحریر فرمادیا۔ آپ نے اپنے خط کے آخر میں یہ بھی تحریر فرمادیا تھا کہ لباس ملحم پہننے میں کوئی حرج نہیں اگر اس کو محرم پہننے۔

(الخراج والجراح راوندی)

④۹ — علی بن الحسین بن یحییٰ کا بیان ہے کہ میرا ایک بھائی ہے جس کا نام عبد اللہ ہے جو ارجائی خیالات کی طرف مائل ہے اور ہم پر طعنہ کرتا رہتا ہے: میں نے حضرت ابوالحسن امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عریضہ تحریر کیا جس میں اُس کے لیے دعا کی درخواست کی: آپ نے میرے عریضے کے جواب میں تحریر فرمایا کہ، فکر نہ کرو وہ عنقریب تمہارے اعتقاد کی طرف پلٹ آئے گا اور اللہ کے دین کے سوا کسی دوسرے دین پر نہیں رہے گا۔ عنقریب اس کی کینز کے لطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ علی بن الحسین بن یحییٰ مزید بیان کرتا ہے کہ اس ارشادِ گرامی کے بعد سال بھر بھی نہ گذرا تھا کہ وہ حق پر پلٹ آیا اور اب وہ میرے خاندان کے بہترین لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔ نیز اس کی کینز کے لطن سے اس کے میاں ایک لڑکا بھی پیدا ہوا۔

(الخراج والجراح راوندی)

⑤۰ — ابو محمد رقی کا بیان ہے۔ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا: آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور خیریت و کیفیت دریافت فرمانے لگے۔ اسی

دوران آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا، اے ابو محمد! جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ مومن کو کسی مرض میں مبتلا کرتا ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس کو ایک شہید کا اجر ملتا ہے :

راوی کا بیان ہے کہ اس سے قبل گفتگو میں کسی مرض وغیرہ کا تذکرہ بھی نہ تھا اس لیے یہ بات جب آپ نے دفعتاً فرمائی تو مجھے قدرے ناگوار سی محسوس ہوئی : میں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ نے مجھے اپنے دل میں کتنا شرمندہ کیا۔ کیونکہ میں تو آنحضرتؐ سے مختلف قسم کی باتوں میں مصروف تھا اور آنحضرتؐ نے اچانک بے موقع محل درد و مرض کا تذکرہ شروع کر دیا۔ یہ سوچ کر میں وہاں سے رخصت ہوا اور اپنے ساتھیوں سے جا ملا جو روانہ ہو چکے تھے :

چنانچہ رات کے وقت میں نے اپنے پاؤں میں کچھ تکلیف محسوس کی، تو خیال کیا کہ ممکن ہے تھکن کی وجہ سے ہو۔ دوسرے دن وہ پاؤں متورم ہو گیا اور تیسرے روز ورم میں اضافہ ہو گیا اب مجھے امام علیؑ کی وہ گفتگو یاد آئی۔ جب میں مدینہ پہنچا تو اس میں پیپ بھر آئی اور اب تو اس نے ایک بڑے پھوڑے کی شکل اختیار کر لی جس کے باعث شب کا نیند حرام ہو گئی۔ اب میری سمجھ میں آیا کہ آپ نے جو گفتگو فرمائی تھی اس کا یہ مطلب تھا کئی جینے تک میں بستر بیماری پر پڑا رہا۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ رُخصت ہوا مگر پھر دوبارہ بیمار ہو کر مر گیا۔ (الخروج والرجوع راوندی)

⑤۱۔۔۔۔۔ احمد بن عمرہ کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا میری زوجہ حاملہ تھی۔ میں نے عرض کیا کہ میں اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑ کر آیا ہوں آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے فرزند عطا فرمائے : آپ نے ارشاد فرمایا کہ فرزند ہی پیدا ہوگا اس کا نام عمر رکھنا : میں نے عرض کیا کہ میری نیت تو علیؑ رکھنے کی تھی اور میں اپنی زوجہ سے کہہ بھی آیا ہوں کہ لڑکا پیدا ہو تو علیؑ نام رکھنا۔ آپ نے مکرر فرمایا نہیں، بلکہ اس کا نام عمر رکھنا : چنانچہ جب میں کوفہ سے واپس اپنے وطن پہنچا تو لڑکا پیدا ہو چکا تھا۔ میرے کہنے کے بموجب اس کا نام علی رکھ دیا گیا تھا۔ میں نے اس کا نام بدل کر عمر رکھ دیا۔ میرے پڑوسیوں نے مجھ سے کہا کہ آئندہ ہم تمہاری باتوں کو سچ نہ سمجھیں گے۔ اُس وقت میں سمجھ گیا کہ آنجناب میرے حالات پر مجھ سے زیادہ مطلع ہیں۔ (الخروج والرجوع)

⑤۲۔۔۔۔۔ بکر بن صالح کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری زوجہ جو محمد بن سنان کی بہن ہے وہ حاملہ ہے۔ دعا فرمائیں کہ فرزند پیدا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ حمل میں دو بچے ہیں : تو میں نے دل میں کہا کہ ایک کا نام محمد ہوگا دوسرے کا علی۔ مگر میری واپسی کے بعد آپ نے مجھے دوبارہ بلایا اور فرمایا، ان دونوں میں سے ایک کا نام علی رکھنا اور دوسری لڑکی ہے اس کا نام اُم عمر رکھنا : جب میں کوفہ واپس آیا تو ایک لڑکا پیدا ہوا اور ایک لڑکی۔ میں نے آنجناب کے ارشاد کے بموجب لڑکے کا نام علی اور لڑکی کا نام اُم عمر رکھا : میں نے اپنی والدہ

سے اُم عمر کے بارے میں دریافت کیا تو اُمّہول نے فرمایا، اُم عمر میری والدہ کا نام تھا۔

(الخزائج والجواهر)

⑤۳ — مسافر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک پتھر کا منہ زمین پر رکھا ہوا ہے اس میں چالیس چڑیوں کے بچے ہیں آپ نے فرمایا، اگر تم نے یہ خواب دیکھا ہے تو ہم میں سے کوئی ایک خسرو ج کرے گا اور وہ فقط چالیس روز زندہ رہے گا: چنانچہ محمد بن ابراہیم طباطبائی نے خروج کیا اور وہ چالیس دن زندہ رہا۔

(الخزائج والجواهر)

⑤۴ — آپ نے اپنے باریک پیش گوئی فرمائی

و شاعر کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے خراسان میں فرمایا کہ جب لوگوں نے مجھے وطن سے نکالنے کا ارادہ کیا تو میں نے اپنے اہل و عیال کو جمع کیا اور کہا کہ میری جدائی پر گریہ کرو تاکہ میں بھی سنوں: اس کے بعد ان میں بارہ ہزار دینار تقسیم کیے اور کہا کہ اب میں تا ابد واپس نہ آسکوں گا۔

(الخزائج والجواهر)

⑤۵ — و شاعر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے بچھونے ڈنک مارا، تو میں نے بے ساختہ کہا۔ یا رسول اللہ! سننے والوں کو اس کا یقین نہ آیا اور وہ تعجب کرنے لگے: حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: بخدا، اس شخص نے آنحضرت کو ضرور دیکھا ہے: راوی کا بیان ہے میں نے جناب رسالت مآب کو خواب میں دیکھا تھا مگر خدا کی قسم میں نے کسی سے بیان نہیں کیا تھا۔

(الخزائج والجواهر)

⑤۶ — آپ کے بلانے پر صحرا کا ہرن آگیا

عبداللہ بن شبرہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام ہماری طرف سے گذرے۔ لوگوں میں آپ کی امامت پر بحث ہونے لگی۔ مگر جب آپ آبادی سے باہر پہونچے تو میں اور تمیم بن یعقوب ستراج جو اہل برمہ سے تھا، بھی آپ کے ہمراہ ہو لیے۔ ہم لوگ آپ کے مخالفین میں سے تھے اور زیدہ مسلک سے تعتن رکھتے تھے۔ جب ہم صحرا میں پہونچے تو ہمیں ایک چمک سی نظر آئی۔ آپ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا تو دیکھا کہ ایک ہرن چلا آرہا ہے اور وہ آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ آپ اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ پھر اُسے اپنے غلام کی طرف بڑھا دیا۔ ہرن اپنی چراگاہ کی طرف جانے کے لیے بھڑک اٹھا۔ تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس سے کچھ فرمایا جس کو ہم نہ سمجھ سکے۔ لیکن ہرن کی بھڑک دور ہو گئی۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا، اے عبداللہ کیا اب بھی تم ایمان نہیں لاتے؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں میں ایمان لے آیا کہ آپ اللہ

کی مخلوقات پر اللہ کی حجت ہیں۔ اور اب میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں: پھر آپ نے اُس بہن سے واپس جانے کے لیے فرمایا۔ یہ سن کر اُس بہن کے آنسو بہنے لگے۔ آپ نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اُسے تسلی دی: اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، تمہیں معلوم ہے یہ بہن کیا کہہ رہا تھا؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اُس کے رسول اور فرزند رسول ہی اس کو خوب جانتے ہیں۔ ہمیں کیا معلوم: آپ نے فرمایا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ آپ نے مجھے بلایا تو مجھے اُمید تھی کہ آپ میرا گوشت کھانا پسند فرمائیں گے اسی لیے میں حاضر خدمت ہو گیا۔ اب جب آپ نے فرمایا کہ واپس جاؤ تو مجھے بڑا رنج ہوا۔ (الخروج والجرار ص ۲۰)

۵۷۔ امام نے خواب میں ہدایت فرمائی:

حسن بن علی الوشاء کا بیان ہے کہ مقام مرو میں ایک واقفی سے میں نے کہا کہ: اے بندہ خدا، اللہ سے ڈر اور اپنے دل کو نورِ ایمان سے پر کرے اور اپنے اس عقیدے کو ترک کر دے اور امام رضا علیہ السلام پر ایمان لے آ۔ میں بھی تیری ہی طرح واقفی تھا مگر اللہ نے میرے دل کو نورِ ایمان سے بھر دیا: تم چہار شنبہ، پنج شنبہ اور جمعہ کو روزے رکھو اور اللہ سے دعا کرو کہ وہ تمہاری رہنمائی کرے اور بذریعہ خواب تم کو ہدایت نصیب ہو۔ اس کے بعد جب میں گھر واپس آیا۔ تو حضرت امام رضا علیہ السلام کا حکم نامہ مجھے ملا۔ اس میں تحریر تھا کہ اُس شخص کو میری امامت کی طرف دعوت دو۔ لہذا میں پھر اس کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ سو مرتبہ سورۃ الحجر پڑھو اور استخارہ کرو۔ میں نے اس کو امام رضا علیہ السلام کے حکم نامے کے بارے میں بھی سب کچھ بتا دیا تھا۔ لہذا اب تمہارے لیے ضروری ہے کہ حسبِ ہدایت عمل کرو مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو نورِ ایمان سے مملو کر دے گا۔

چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا اور شنبہ کو علی الصبح میرے پاس پہنچا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام امام ہیں آپ کی اطاعت فرض ہے: میں نے پوچھا کہ یہ تبدیلی کیسے رونما ہوئی: اُس نے بتایا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کل شب خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: اے ابراہیم! تجھے خدا کی قسم! تجھے حق کی طرف ضرور پلٹنا ہے۔ نیز اُس نے کہا کہ اللہ کے سوا کسی کو بھی میرے متعلق کچھ خبر نہ تھی۔ (الخروج والجرار ص ۲۰)

۵۸۔ مسافر کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ذرا اٹھ کر دیکھو کیا اس چشمہ میں مچھلیاں ہیں؟ میں نے اٹھ کر دیکھا تو اس میں مچھلیاں موجود تھیں میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ اس میں مچھلیاں ہیں: آپ نے فرمایا۔ ”میں نے انہیں خواب میں دیکھا تھا

اور حضرت رسول اکرمؐ مجھ سے فرما رہے تھے۔ اے علی! تمہارے لیے وہ چیز بہتر ہے جو ہمارے پاس ہے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد آپ نے وفات پائی (الخروج والبراء)

(۵۹) — فضل بن یونس کا بیان ہے کہ ہم مکہ مکرمہ کے ارادے سے چلے اور مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ وہاں ہارون رشید بھی تھا۔ اس کا بھی حج کا ارادہ تھا۔ حضرت امام رضا علیہ السلام میری قیام گاہ پر تشریف لائے۔ اُس وقت ہمارے ساتھیوں میں سے کافی حضرات میرے پاس تھے دوپہر کا کھانا سامنے تھا باہر سے غلام نے آکر اطلاع دی کہ دروازے پر ایک صاحب جن کی کنیت ابوالحسن ہے۔ وہ آپ سے ملنے کی اجازت چاہتے ہیں: میں نے کہا کہ اگر یہ وہی ہیں کہ جن کو میں جانتا ہوں تو میں تجھے آزاد کر دوں گا: میں باہر نکلا تو دیکھا، حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام ہیں۔ میں نے عرض کیا: حضور! سواری سے اُتریں: آپ اُترے اور اندر داخل ہوئے۔ پھر آپ نے بعد طعام ارشاد فرمایا: اے فضل! سنو! امیر المومنین نے حسین بن زید کو دس ہزار دینار کا حکم دیا ہے اور تمہیں لکھا ہے کہ ان کو دے دو۔ لہذا تم حسین کو یہ رقم دے دو۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ ان کی کوئی رقم میرے پاس نہیں ہے: اگر میں اپنے پاس سے دے دوں تو میرے زاد میں کمی ہو جائے گی اور یہ بھی ہے کہ یہ رقم مجھے واپس نہ ملے۔ اگر آپ کا حکم ہے تو بسر و چشم دے دوں گا: آپ نے فرمایا: اے فضل یہ رقم حسین بن زید کو دے دو۔ تمہیں اپنی منزل پر پہنچنے سے قبل یہ رقم مل جائے گی: میں نے وہ رقم دے دی اور پھر آپ کے ارشاد کے مطابق رقم مجھے مل گئی۔ (الخروج والبراء)

(۶۰) — امام کو سونے کے ذخائر کا علم ہوتا ہے:

احمد بن عمر حلال بیان کرتا ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن ثانی، امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے آپ کے متعلق، اس خطہ زمین کے حاکم سے خطرہ محسوس ہو رہا ہے: آپ نے فرمایا اس کا کوئی خوف نہیں۔ اللہ کا ایک ملک ایسا بھی ہے جہاں سونا پیدا ہوتا ہے اور اللہ نے اس کے حفاظت کے لیے اپنی ایک کمزور مخلوق چوٹی کو مقرر کیا ہوا ہے۔ اگر ہاتھی بھی وہاں جانا چاہے تو وہ بھی زندہ واپس نہیں آسکتا: و شمار کا بیان ہے کہ میں نے آپ سے اُس ملک کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے: آپ نے فرمایا وہ بلخ اور تبت کے درمیان ہے۔ وہاں پر اس سونے کی حفاظت کے لیے کتے کی شکل کی بڑی بڑی چیونٹیاں ہیں۔ اُس وادی کے تنگ راستے پر شہر کی مکھیاں ہیں۔ جہاں سے کوئی چڑیا بھی نہیں گذر سکتی۔ اور وہ چیونٹیاں رات کو اپنے سوراخوں میں رہتی ہیں کبھی کبھی لوگ اُس مقام پر حملہ آور بھی ہوتے ہیں اور ایسی سواریوں پر سوار ہو کر راستہ طے کرتے ہیں جو ایک

میں تین فرسخ سفر کرتی ہیں اور ان سواروں کی قوت برداشت بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ لوگ اپنے اپنے بوجھ لاد کر نکل پڑتے ہیں اور جب وہاں پہنچتے ہیں تو یہ ان چیونٹیوں کے لیے گوشت کے ٹکڑے رکھتے ہیں اور راستہ میں وہ چیونٹیوں کے سامنے ڈالتے ہوئے سفر طے کرتے چلے جاتے ہیں تاکہ وہ اس کے کھانے میں مشغول ہو جائیں۔ ورنہ وہ کسی ایک سوار یا سواری کو بھی باقی نہ چھوڑیں ان چیونٹیوں کی رفتار میں ہوا جیسی تیزی ہوتی ہے۔
(الخراج والخراج ص ۲۰)

(۶۱) — صفوان بن یحییٰ کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ آپ کا گزند ایک جماعت کے قریب سے ہوا ان میں سے ایک شخص بولا، دیکھو! یہ رافضیوں کا امام جارہا ہے۔ میں نے آنحضرت سے عرض کیا، آپ نے سنا نہیں یہ کیا کہہ رہا ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں، یہ مومن اپنے ایمان کی تکمیل چاہتا ہے۔ جب شب ہوئی تو آپ نے اُس کے لیے بد دعا کی۔ اُس کی دکان میں آگ لگ گئی اور جو سامان جلنے سے بچ گیا اُسے چور اٹھا لے گئے۔
دوسرے دن میں نے دیکھا کہ وہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں بڑی عاجزی سے مسکین بن کر حاضر ہوا۔ آپ نے اس کو کچھ دینے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا، اے صفوان! تم نے دیکھا، یہ مومن مستعمل الایمان ہے۔ جو کچھ اس کے ساتھ ہوا یہ اسی کے لائق تھا۔
(الخراج والخراج ص ۲۱)

(۶۲) — امام کی ایک خارجی سے گفتگو

محمد بن زید رازی، راوی ہے کہ جس وقت ماموں رشید نے حضرت امام رضا کو اپنا ولیعہد بنایا، تو اُس روز میں خدمت امام میں حاضر تھا۔ وہاں خوارج میں سے ایک شخص اپنے ساتھیوں سے بولا۔ خدا کی قسم! میں اس شخص کے لیے آیا ہوں جو اس امر کا دعویٰ دار ہے کہ میں فرزند رسول ہوں اور پھر اس ناموں جیسے طاغی اور نافرمان کی ولیعہدی قبول کر رکھی ہے۔ میں اس سے اس کی حقانیت کی دلیل پوچھوں گا اگر اُس نے کوئی معقول دلیل پیش کی تو خیر ورنہ یہ چھرا جو میں نے آستین سے چھپایا ہوا ہے اسی کے ذریعے سے لوگوں کو اُس سے چھٹکارہ دلا دوں گا۔

یہ کہہ کر وہ آیا اور ملاقات کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی: جب وہ سامنے آیا، تو آپ نے فرمایا: دیکھ میں تیرے سوال کا جواب دینے کے لیے ایک شرط پر تیار ہوں: اُس نے پوچھا کہ وہ شرط کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، اگر میں تیرے سوال کا ایسا جواب دے دوں جس سے تو واقعاً مطمئن ہو جائے اور اسے تسلیم کر لے تو پھر یقیناً یہ بھی ہوگا کہ جو چیز تو نے اپنی آستین میں چھپا رکھی ہے اُسے توڑ کر پھینک دے گا: یہ سُن کر اُس خارجی کو بڑی حیرت ہوئی، اُس نے فوراً اپنی آستین سے چھرا نکال کر توڑ دیا، اور بولا، اچھا بتائیے کہ آپ اُس طاغی کی حکومت میں کیوں شامل ہوئے؟

جب کہ آپ کے نزدیک اُس کا شمار کفار میں ہے۔ آپ فرزندِ رسول ہیں۔ آخر اس کا سبب کیا ہے؟ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ تیری رائے میں یہ زیادہ کافر ہے یا عزیزِ مصر اور اُس کے ملک والے؟ کیا ان لوگوں کا یہ حال نہیں ہے کہ یہ موحد ہونے کے دعویدار ہیں جب کہ وہ لوگ نہ اپنے کو موحد کہتے اور نہ اللہ کو جانتے تھے؟ مگر اس کے باوجود حضرت یوسف بن یعقوب جو خود بھی نبی تھے اور نبی کے فرزند بھی تھے اور عزیزِ مصر باوجودیکہ کافر تھا نے اُس سے کہا کہ:-

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۚ إِنِّي حَفِيظٌ عَلَيْكَ ۝

(سورہ یوسف آیت ۵۵ پ ۱۲)

ترجمہ: ”مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے میں اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کروں گا۔“ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ: حضرت یوسف کا اٹھنا بیٹھنا بھی فراعنہ کے ساتھ تھا۔ اور میں تو رسول اللہ کی اولاد کا ایک فرد ہوں۔ مجھے اس ولیعہدی کے لیے مجبور کیا گیا اور زبردستی ولیعہد بنایا گیا ہے۔ پھر تو مجھ پر کیوں ناراض اور غصہ ہو رہا ہے؟ یہ سن کر اُس نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا، اب میں آپ سے خفا نہیں ہوں بلکہ گواہی دیتا ہوں کہ آپ فرزندِ رسول ہیں اور جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا ہے وہ سچ ہے۔ (الخزائن والخراج ص ۲۲۵)

۶۳۔ دعبل کو انعام عطا فرما کر ہدایت فرمائی

روایت میں ہے کہ دعبل خزاعی نے آپ کی طرح میں قصیدہ پڑھا تو آپ نے اپنے نام کے ڈھلے ہوئے کچھ درہم اس کے پاس بطور انعام بھیجے۔ اُس نے وہ درہم واپس کر دیے: تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ انھیں اپنے پاس رکھ لو تمہیں ان کی ضرورت پیش آئے گی: دعبل کا بیان ہے کہ جب میں اپنے گھر واپس آیا تو دیکھا کہ میرا سارا اثاثہ چوری ہو گیا ہے: مومنین کو جب یہ علم ہوا کہ میرے پاس متبرک درہم ہیں تو انھوں نے ان متبرک درہموں کو تبرکاً ایک ایک درہم کے عوض مجھے ایک ایک دینار دیا، اس طرح میں پھر مالدار ہو گیا۔ (اور امام کا قول سچ ہو گیا) (الخزائن والخراج ص ۲۲۵)

۶۴۔ ہارون الرشید کے بار میں پیش گوئی

حضرت امام رضا علیہ السلام کے بعض اصحاب کا بیان ہے کہ جس سال ہارون رشید نے حج کیا، اسی سال حضرت امام رضا علیہ السلام بھی حج کے ارادے سے روانہ ہوئے اور کوہِ فارغ تک پہنچے جو راستے کے بائیں جانب واقع ہے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے اُس پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا کہ فارغ پر تعمیر کرنے والا اور اس کو (عمارت کو) مسمار کرنے والا ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا۔

اُس وقت تو ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اس سے آپ کا مطلب کیلئے ہے۔ مگر جب ہارون رشید اُس مقام پر پہنچا اور وہاں قیام کیا۔ یحییٰ بن جعفر کے ساتھ اُس پہاڑ پر چڑھ گیا اور حکم دیا کہ اس پہاڑ پر ایک نشست گاہ تعمیر کی جائے۔ پھر جب حج کر کے مکہ سے واپس اس مقام پر آیا تو (اُس عمارت کو جو اُس کے حکم سے تعمیر ہو چکی تھی) مسمار کر دینے کا حکم جاری کر دیا۔ وہاں سے پلٹ کر عراق گیا تو وہاں اُس کے (ہارون رشید کے) ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے۔

(ارشاد شیخ مفید ص ۱۲۹، کافی ج ۱ ص ۲۹۱ مناقب ج ۲ ص ۳۳۹)

⑥۵۔ قبل از وقت جنگ کے نتیجے کی پیشگوئی

مسافر کا بیان ہے کہ جب ہارون بن مسیب نے محمد بن جعفر سے جنگ کا ارادہ کیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اس کے پاس جاؤ اور کہہ دو کہ کل جنگ کے لیے نہ نکلنا ورنہ شکست ہوگی اور تمھارے ساتھ قتل ہو جائیں گے۔ اگر وہ تم سے کہے کہ یہ تمھیں کیسے معلوم ہوا، تو کہہ دینا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے: راوی کا بیان ہے کہ میں آپ کے ارشاد کے بموجب اس کے پاس گیا اور کہا، میں آپ پر قربان! کل کی تاریخ میں جنگ کے لیے نہ جانا ورنہ شکست ہوگی اور آپ کے ساتھ قتل ہو جائیں گے۔ اُس نے پوچھا تجھے یہ کیسے معلوم ہوا، تو میں نے کہا، میں نے خواب دیکھا ہے۔ اس نے کہا، معلوم ہوتا ہے تو بغیر بدست لیے ہوئے سو گیا تھا۔ پھر جنگ کے لیے نکلا تو ہزیمت ہوئی اور اس کے ساتھ قتل کر دیے گئے۔

(مناقب آل ابی طالب جلد ۲ ص ۳۳۴)

⑥۶۔ ہارون بن موسیٰ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ ایک صحرا میں تھا کہ یک بیک آپ کی سواری کا گھوڑا ہنہنایا، اور اُس نے آپ کے ہاتھ سے لگام چھڑا لی، چند قدم دور بھاگا، وہاں بول و براز کیا اور پھر واپس آگیا۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کو جو شرف دیا، اس سے کہیں زیادہ محمد و آل محمد کو عطا فرمایا ہے۔

(مناقب آل ابی طالب جلد ۲ ص ۳۳۴)

⑥۷۔ سلیمان جعفری کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس تھا اور آپ کے بیت الشرف پر کافی حضرات جمع تھے۔ آپ ہر سائل کے سوال کا جواب دے رہے تھے کہ معامیرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ان ہستیوں کو تو نبی ہونا چاہیے۔ میرے دل میں یہ خیال آتے ہی آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے سلیمان! ائمہ حلیم ہیں عالم ہیں جاہل لوگ ان کو نبی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ نبی نہیں ہیں۔

(مناقب آل ابی طالب جلد ۲ ص ۳۳۴)

⑥۸۔ محمد بن عبد اللہ بن افسس کا بیان ہے کہ ایک دن میں مامون کے پاس گیا تو اُس

نے مجھے اپنے قریب جگہ دی اور مرحبا کہا۔ پھر اُس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رضا پر رحم کرے اُنھوں نے مجھے ایک تعجب خیز بات بتائی۔ جب عوام الناس آپ کی بیعت کر چکے تو ایک شب میں نے اُن سے کہا۔ میں آپ پر قربان میری رائے یہ ہے کہ آپ عراق تشریف لے جائیں اور میں خراسان میں آپ کی نیابت کروں گا: یہ سُن کر آپ نے تبسم فرمایا، پھر کہا، نہیں میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ (میری موت) خراسان کے علاوہ کہیں اور نہیں آئے گی۔ یہی تو میرا مسکن ہے۔ میں یہاں سے کہیں اور نہیں جاسکتا۔ یہیں مجھے موت آئے گی اور یہیں سے محشر میں اُٹھوں گا۔ میں نے کہا: میں آپ پر قربان آپ کو اس کا کیسے علم ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے اپنی جگہ کا ویسے ہی علم ہے جیسے مجھے تمھاری جگہ کا علم ہے: میں نے دریافت کیا میری جگہ کہاں ہے: فرمایا میرے اور تمھارے درمیان بہت طویل فاصلہ ہوگا: مجھے مشرق میں موت آئے گی اور تجھے مغرب میں پھر میں نے پوری کوشش کی اور اُنھیں خلافت کی طمع دلائی مگر اُنھوں نے انکار کیا۔

④۹ — امام کے سامنے بطائنی کی قبر میں نکیرین کے سوال و جواب

حسن بن علی الوشاء کا بیان ہے کہ مجھے میرے مولا حضرت امام رضا علیہ السلام نے مرو میں طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا اے حسن سنو! آج علی بن ابی حمزہ بطائنی مر گیا ہے میں اس کی قبر میں داخل ہوا تھا۔ میں نے دیکھا دو فرشتے اُس کی قبر میں داخل ہوئے اور اُس سے سوال کیا کہ: تیرا رب کون ہے؟ اُس نے کہا اللہ۔ پھر پوچھا تیرا نبی کون ہے؟ اُس نے کہا، محمد۔ پوچھا تیرا امام کون ہے؟ جواب دیا علی بن ابی طالب۔ پوچھا، اُن کے بعد کون ہے؟ کہا، حسن۔ پوچھا اُن کے بعد کون ہے؟ کہا، حسین۔ پوچھا، اُن کے بعد؟ کہا علی بن الحسین۔ پھر پوچھا، اُن کے بعد؟ کہا، محمد بن علی۔ پوچھا، ان کے بعد؟ کہا، جعفر بن محمد۔ پوچھا، اُن کے بعد؟ کہا، موسیٰ بن جعفر۔ پوچھا، ان کے بعد تیرا امام کون ہے؟ اب اُس کی زبان لڑکھڑائی، اس پر اُنھوں نے اُس کو ڈانٹ کر پوچھا، بتا، اُن کے بعد تیرا امام کون ہے؟ وہ خاموش رہا۔ تو ان دونوں نے کہا۔ کیا موسیٰ بن جعفر نے تجھے یہی حکم دیا تھا۔ پھر اُنھوں نے اس کو ایک گرز آتشیں مارا۔ جس کی وجہ سے اُس کی قبر میں قیامت تک آگ بھڑکتی رہے گی۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر میں آپ کی خدمت سے رخصت ہوا اور اس تاریخ کو یاد رکھا۔ چند دنوں کے بعد اہل کوفہ کا خط آیا کہ بطائنی کا اس ہی تاریخ کو انتقال ہوا۔ اور جو وقت آپ بتایا تھا اُسی وقت وہ قبر میں دفن ہوا تھا۔

⑤۰ — کتاب "روضہ" میں عبداللہ بن ابراہیم غفاری کی ایک طویل روایت ہے جس میں

عبداللہ بن ابراہیم بیان کرتا ہے کہ میرے قرض خواہ نے اپنی رقم کا بجد تقاضا کیا اور بہت پریشان کیا۔ جب وہ چلا گیا تو میں فوراً مقام صریا پہنچی (یہ ایک قریب ہے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے جس کو حضرت امام موسیٰ بن جعفر نے بسایا تھا) تاکہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے اپنے اس قرض خواہ کے بارے میں درخواست کروں آپ اس کو سمجھا دیں: جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ کے سامنے دسترخوان بچھا ہوا تھا: آپ نے فرمایا: آؤ کھانا کھا لو: میں نے کھانا کھایا جب دسترخوان اٹھالیا گیا تو آپ مجھ سے مصروف گفتگو ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: اس مصطفیٰ کے نیچے جو کچھ ہے وہ اٹھا لو: میں نے اٹھا کر گنا تو وہ تین سو دینار بلکہ کچھ زائد تھے ان میں ایک دینار پر یہ عبارت کندہ تھی (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَعَلَىٰ إِبْلِيقِهِ) اور دوسری جانب یہ عبارت تحریر تھی کہ ”یہ تمام دینار لیکر اپنا قرض ادا کرو اور جو بچ جائے ان کو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو۔“ (کتاب مناقب آل ابی طالب ص ۳۲۱)

(۴۱) — محمد بن سنان کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ نے ولیعهدی قبول فرما کے خود کو بدنام کیا: آپ اپنے والد کے جانشین ہیں اور ہارون رشید کی تنوار سے ان کا خون ابھی تک ٹپک رہا ہے: تو آپ نے فرمایا کہ میری طرف سے اس کا جواب وہی ہے جو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا تھا کہ ”اگر ابو جہل میرے سر کا ایک بال بھی بیک کرے تو سمجھ لینا کہ میں نبی نہیں ہوں۔“ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر ہارون میرے سر کا ایک بال بھی بیک کرے تو سمجھ لینا کہ میں امام نہیں ہوں۔

(۴۲) — میری اور ہارون رشید کی قبر برابر ہوگی

مسافر کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس مقام منیٰ میں تھا کہ ادھر سے یحییٰ بن خالد کا گزر ہوا اور اس نے اپنی ناک گرد و غبار سے بچنے کے لیے چھپا رکھی تھی۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ان بیچاروں کو معلوم نہیں کہ اس سال ان پر کیا گزرے گی؟ پھر فرمایا اور اس سے زیادہ تعجب خیز امر تو یہ ہے کہ ہم اور ہارون رشید دونوں اس طرح برابر رہیں گے۔ اور یہ فرما کر آپ نے اپنی دو انگلیاں ملا کر بتایا۔ (مناقب آل ابی طالب ص ۳۲۱، کافی جلد ۱ ص ۲۹۱)

(۴۳) — عامہ کی روایات میں حاکم ابو عبد اللہ حافظ نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا اور فرمایا: اے بندہ خدا! تو وصیت وغیرہ کر لے اور اس امر کے لیے تیار ہو جا جس کا ہونا یقینی ہے: راوی کا بیان ہے کہ وہ شخص تین دن کے بعد مر گیا۔ (مناقب ص ۳۲۱)

(۷۴) — غفاری کا بیان ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ابورافع کی اولاد میں سے ایک شخص کا مجھ پر قرض تھا۔ اُس نے اپنی رقم کا تقاضا کیا، تو میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: فرزند رسول! آپ کے غلاموں میں سے فلاں کا میں مقروض ہوں۔ اُس نے مجھے پریشان کیا ہوا ہے: آپ نے فرمایا، اس فرش پر بیٹھ جاؤ، پھر کھانا کھایا، اس کے بعد آپ نے فرمایا فرش کو اٹھا کر دیکھو اس کے نیچے جو کچھ ہو لے لو: میں نے فرش اٹھایا۔ وہاں کچھ دینار تھے جو میں نے لے لیے اور گھر واپس پہنچ کر انھیں شمار کیا تو ۲۸ دینار تھے اور انہیں سے ایک دینار پر یہ نقش کندہ تھا ”مجھ پر ۲۸ دینار قرض ہیں۔ انھیں ادا کر کے باقی دینار اپنے مصرف میں لے آ۔ اور بخدا مجھے یاد بھی نہ تھا کہ اس شخص کی کتنی رقم مجھ پر قرض ہے۔“ (مناقب آل ابی طالب جلد ۴ ص ۳۵)

(۷۵) جنابِ رسالت مآب کے مومبارک کی شناخت

انصار کی اولاد میں سے ایک شخص آیا، اُس کے پاس ایک چاندی کی ڈبیہ تھی جس پر قفل لگا ہوا تھا۔ اُس نے کہا لیجیے ایسا تحفہ آپ کو کسی نے نہ دیا ہوگا۔ یہ کہہ کر اس نے ڈبیہ کھولی اور اُس میں سے سات عدد بال نکالے اور کہا کہ یہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک ہیں: امام رضا علیہ السلام نے انھیں الٹ پلٹ کر دیکھا اور ان میں سے چار بال چُن لیے اور فرمایا: یہ آنحضرت کے موئے مبارک ہیں اور پھر آپ نے ان کو بوسہ دیا۔ آپ نے اس کے دل کا شبہ دور کرنے کے لیے ان تین بالوں کو آگ پر ڈال دیا وہ جل گئے۔ پھر ان چاروں کو بھی آگ پر ڈالا، وہ نہیں جلے بلکہ سونے کی طرح دمک اُٹھے۔ (مناقب جلد ۴ ص ۳۸)

(۷۶) آبِ رضا، گرمابہ رضا درنشا پور

حضرت امام رضا علیہ السلام جب نیشاپور تشریف لائے اور محلہ فوز میں قیام فرمایا، تو آپ نے حکم دیا کہ یہاں ایک حمام بنایا جائے اور اس کے لیے نہر کھودی جائے اور ایک حوض تیار کرا جائے۔ اس کے اوپر نماز پڑھنے کی جگہ (مسجد) بھی ہو۔ جب یہ سب تیار ہو گیا تو آپ نے حوض میں غسل فرمایا اور مسجد میں نماز پڑھی اور یہ امام کی سنت ہو گئی۔ اب اس جگہ کو ”گرمابہ رضا، یا آبِ رضا اور حوضِ کاہلاں کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک شخص نے حوض کے طاق میں اپنی رقم کی تحصیل رکھ دی اور نہانے کے بعد اٹھانا بھول گیا اور مکہ چلا گیا۔ جب حج سے واپس آیا تو پھر حوض پر غسل کے لیے گیا۔ تو دیکھا کہ وہ تحصیل اسی طرح رکھی ہوئی ہے۔ اس نے لوگوں سے پوچھا، تو انھوں نے کہا کہ

اس میں سانپ رہتا ہے اور وہ اس طاق میں مقیم ہے۔ اس شخص نے حوض کا دروازہ کھولا حوض میں داخل ہوا اپنی رقم کی تھیلی اٹھالی اور کہنے لگا کہ یہ بھی حضرت امام رضا علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ اے کاہلو! تم نے اس کو اٹھا کر نہیں دیکھا (کہ یہ سانپ ہے یا رقم کی تھیلی ہے)۔ اسی وجہ سے اس حوض کا نام حوض کاہلاں بھی پڑ گیا اور اس محلہ کو محلہ فوز اس لیے کہتے ہیں کہ اس کو پہلے فتح کیا تو اس کے ہر ہر حصہ کو دیکھا اور کہا، یہ ہے فوز (کامیابی)۔

④ — آپ کے ہاتھوں کی انگلیاں شمع کی طرح روشن تھیں (مناقب ص ۲۴۸)

حسین بن منصور نے اپنے بھائی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شب کا وقت تھا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بت فرمائے تو ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا دس شمعیں روشن ہو گئی ہوں۔ اسی دوران ایک شخص نے آکر حاضر خدمت ہونے کی اجازت چاہی۔ آپ نے اپنے ہاتھ نیچے کر لیے اور اسے اجازت دی۔ (مناقب ص ۲۴۸)

• کشف الغمہ جلد ۳ ص ۱۳۸ اور کافی جلد ۱ ص ۲۸۷ میں بھی حسین بن منصور سے یہ روایت موجود ہے

④۸ — مفید بن جنید شامی کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کچھ لوگ آپ کی ذات اور آپ کے معجزات کے متعلق بہت بحث کرتے ہیں اگر اجازت ہو تو اس کے بارے میں بیان کر کے آپ سے گفتگو کروں: آپ نے ارشاد فرمایا آخر تو چاہتا کیلے اپنا مطلب بیان کر: میں نے کہا چاہتا یہ ہوں کہ آپ میرے باپ اور ماں کو زندہ کر دیں: آپ نے فرمایا۔ اپنے گھر جا کر دیکھ دوںوں زندہ ہو گئے: اب جو میں گھر واپس آکر دیکھتا ہوں تو وہ دونوں زندہ تھے۔ اس کے بعد وہ میرے ساتھ دس روز اور زندہ رہے اور اس کے بعد اللہ نے ان دونوں کی روحیں قبض کر لیں۔

(کتاب النجوم بحوالہ ابن جریر طبری)

④۹ — محمد ابن طلحہ اپنی کتاب مناقب میں رقمطراز ہیں کہ جب مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تو مامون کے بعض حاشیہ نشینوں نے اس بات کو ناپسند کیا۔ انھیں خوف تھا کہ کہیں خلافت بنی عباس سے بنی فاطمہ میں منتقل نہ ہو جائے۔ اس لیے ان کو حضرت امام رضا علیہ السلام سے نفرت و عداوت ہو گئی۔ حضرت امام رضا علیہ السلام جب مامون کے پاس تشریف لے جاتے تو یہ دستور تھا کہ دارالامارہ پر جو ملازم ہوتا آپ کو سلام کرتا اور دروازہ کا پردہ اٹھاتا تب آپ اندر داخل ہوتے: مگر جب ان لوگوں کی نفرت میں اضافہ ہوا تو انھوں نے آپس میں

مشورہ کر کے طے کیا کہ یہ آئیں تو ان سے منہ پھیر لیا جائے اور دروازے کا پردہ نہ اٹھایا جائے۔ ابھی یہ لوگ مصروف گفتگو تھے کہ دریں اثنا حضرت امام رضا علیہ السلام حسب معمول تشریف لائے ان سے یہ ممکن نہ ہو سکا کہ آپ کو سلام نہ کریں یا دروازے کا پردہ نہ اٹھائیں۔ جب آپ اندر داخل ہو گئے تو ان لوگوں نے آپس میں اپنے طے شدہ مشورے پر تبصرہ شروع کر دیا اور دوبارہ پھر یہی بات طے کی کہ آئندہ اس مشورے پر ضرور عمل کریں گے یعنی نہ امام کو سلام کریں گے اور نہ آپ کے لیے دروازے کا پردہ اٹھائیں گے؛ لیکن دوسرے دن جب آپ تشریف لائے تو سب نے آپ کا استقبال بھی کیا اور سلام بھی کیا مگر دروازے کا پردہ نہ اٹھایا، تاہم اللہ نے ایک تیز ہوا بھیج دی جس نے دروازے کا پردہ اٹھایا، بلکہ معمول سے زیادہ ہی اٹھایا اور آپ اندر داخل ہو گئے۔ ہوا ساکن ہو گئی۔ جب آپ مامون کے پاس سے واپس ہوئے تو پھر ہوانے پردہ اٹھایا آپ وہاں سے بھی گذر گئے۔ پردہ اپنی جگہ پر پہنچ گیا۔

جب آپ تشریف لے گئے تو ان لوگوں نے آپس میں گفتگو شروع کی اور کہا کہ کچھ دیکھا؟ سب نے بیک زبان ہو کر کہا کہ ہاں سب کچھ دیکھا۔ پھر آپس میں ایک دوسرے کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے نزدیک امام کا ایک مقام ہے اور آپ کی طرف اللہ کی خاص توجہ بھی ہے۔ آپ لوگوں نے یہ بھی دیکھا ہے صرف پردہ اٹھانے کے لیے اور امام کے استقبال کی خاطر اللہ نے ہوا کو مسخر فرمایا، جس طرح حضرت سیمان کے لیے ہوا کو مسخر فرما دیا تھا۔ لہذا اب بہتر یہی ہے کہ جس طرح پہلے خدمت کرتے رہے ہیں اسی طرح آئندہ بھی عزت و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے امام کی خدمت کرتے رہیں اس واقعہ کے بعد آپ سے ان کی عقیدت میں اور اضافہ ہو گیا۔ (کشف الغمہ)

۸۰۔ زینب کذابہ کا واقعہ

اسی کتاب میں یہ واقعہ بھی مذکور ہے کہ خراسان میں ایک عورت تھی جس کا نام زینب تھا۔ اُس نے دعویٰ کیا کہ میں نسلِ علی و فاطمہ سے ہوں۔ وہ اہل خراسان پر اپنا اثر جمائے ہوئے تھی۔ یہ بات حضرت امام رضا علیہ السلام نے سنی تو آپ نے اُس کی تکذیب فرمائی۔ جب اُس کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا تب بھی آپ نے اس کو جھٹلایا اور فرمایا کہ یہ جھوٹی ہے۔ اُس نے کہا کہ جس طرح آپ نے میرے نسب میں عیب نکالا ہے میں بھی آپ کے نسب میں عیب نکالتی ہوں۔ یہ سن کر آپ کی علوی غیرت جوش میں آئی۔ آپ نے خراسان کے حاکم سے فرمایا کہ ملک کے مفسدوں کو سزا دینے کے لیے جو درندے ایک وسیع مقام (جس کا نام بکۃ السباع تھا) پر جمع کیے گئے ہیں وہیں اس کو بھی لیجاؤں گا اور یہ فرما کر آپ نے اس عورت کا ہاتھ پکڑا اور کھینچتے

ہوئے بادشاہ خراسان کے پاس لے گئے اور فرمایا۔ یہ عورت جھوٹی ہے اور علی وفاطہ پر بہتان باندھ رہی ہے یہ ان دونوں حضرات کی نسل سے نہیں ہے اور اگر واقعاً یہ نسل علی وفاطہ سے ہے تو اس کا گوشت درندوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔ لہذا اس کو برکتہ السباع میں ڈال دیا جائے تاکہ اس کا کذب سب پر ظاہر ہو جائے۔

جب اس عورت نے یہ سنا تو بولی پہلے آپ ان درندوں کے پاس جائیں اگر آپ سچے ہیں تو ثبوت فراہم ہو جائے گا: یہ سن کر آپ نے اُس عورت سے تو کچھ نہیں فرمایا اور اٹھ کر کھڑے ہوئے سلطان خراسان نے کہا آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ فرمایا، کہ درندوں کے کٹہرے میں اور بجڑا، میں اس میں داخل ہو کر دکھاؤں گا۔ یہ فرما کر آپ اس طرف چلے۔ آپ کو جاتے ہوئے دیکھ کر سلطان اور اس کے مصاحبین اور تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ کٹہرے کا دروازہ کھولا گیا اور حضرت امام رضا علیہ السلام اس میں داخل ہو گئے۔ تمام مجمع اُس کٹہرے کو بلندی سے دیکھ رہا تھا جب آپ ان درندوں کے درمیان پہنچے تو سب کے سب اپنے کانوں کے بل زمین پر لیٹ گئے ان میں سے باری باری ہر ایک درندہ آتا، آپ کے چہرے، سر اور پشت کو بوسہ دیتا اور دم ہلاتا ہوا واپس چلا جاتا۔ یہاں تک کہ سبھی آئے۔ پھر آپ کٹہرے سے برآمد ہوئے۔

اس کے بعد آپ نے سلطان سے فرمایا کہ اب اس جھوٹی عورت کو بھی کٹہرے میں جانے کا حکم دیا جائے تاکہ اس کا جھوٹ یا سچ سب پر عیاں ہو جائے۔ اُس عورت نے انکار کیا تو سلطان نے حکم دیا کہ اس کو کٹہرے میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ اس کو جوں ہی کٹہرے میں ڈالا گیا سب درندے اس پر بڑی تیزی سے جھپٹ پڑے اور اس کی تکتہ بوٹی کر کے کھا گئے۔ اور پھر وہ سارے خراسان میں زینب کذابہ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ اور اس کا قصہ وہاں بہت مشہور ہے

(کشف الغمہ جلد ۲ ص ۷۱-۷۲)

① — ایک کینز کا واقعہ

دلائل جمیری میں سلیمان جعفری سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے لیے ایک کینز ان ان صفات کی خرید لاؤ۔ جب میں نے تلاش کیا تو مجھے ان تمام اوصاف کی کینز اہل مدینہ میں ایک شخص کے پاس ملی۔ میں نے اُسے خرید لیا، قیمت مالک کو ادا کی، اور کینز کو لے کر حضرت کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ کو پسند آئی، مگر چند ہی دن گزرے تھے کہ اس کا مالک میرے پاس روتا ہوا آیا اور بولا: اللہ اللہ میری زندگی تو تلخ ہو گئی۔ نہ چین آتا ہے نہ نیند آتی ہے۔ تم حضرت ابو الحسن علیہ السلام سے بات کرو کہ وہ کینز مجھے واپس کر دیں اور اپنی قیمت لے لیں: میں نے کہا کہ کیا تو پاگل ہوا ہے؟ بھلا مجھ میں یہ جرأت کہاں کہ میں ان سے کینز کی واپسی کے بارے میں کچھ کہہ سکوں۔

تہم میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، لیکن آپ نے میرے بغیر کچھ کہے، خود ہی فرمایا: اے سلیمان! کیا اس کینز کا مالک چاہتا ہے کہ میں اُس کو واپس کر دوں؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں۔ واللہ وہ یہی چاہتا ہے: آپ نے فرمایا۔ اس کی کینز اس کو واپس دے دو اور قیمت واپس لے لو: میں نے ایسا ہی کیا: اس کے چند دن کے بعد اس کینز کا مالک پھر میرے پاس آیا اور کہا: تم حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے درخواست کرو کہ وہ پھر اس کینز کو خرید لیں، اس لیے کہ وہ اب میرے لیے بے سود ہے۔ مجھ میں ہمت نہیں کہ میں اُس کے قریب بھی جاسکوں، میں نے کہا کہ مجھ میں بھی اب اتنی جرأت نہیں کہ اس سلسلے میں مزید امام سے کچھ عرض کر سکوں۔

راوی کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے فرمایا، اے سلیمان! کیا کینز کا مالک یہ چاہتا ہے کہ وہ کینز پھر میں خرید لوں اور قیمت اس کو دیدوں؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں! اس نے مجھ سے یہی درخواست کی ہے: آپ نے فرمایا، اچھا تو وہ کینز مجھے دے کر قیمت لے جائے۔
(کشف الغمۃ ج ۳ ص ۱۳۲-۱۳۳)

۸۲۔ ائمہ طاہرین کیلئے خواب اور بیداری یکساں ہیں

حسن بن علی الوشاء کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام نے فرمایا میرے پدر بزرگوار میرے پاس کل شب تشریف لائے تھے: میں نے تعجب سے عرض کیا، آپ کے پدر بزرگوار؟ آپ نے فرمایا، ہاں میرے پدر بزرگوار: میں نے پوچھا، کیا واقعاً آپ کے پدر بزرگوار؟ آپ نے فرمایا، ہاں ہاں، خواب میں، میرے پدر بزرگوار اور میرے جد حضرت جعفر صادقؑ تو میرے پدر بزرگوار کے پاس برابر آیا کرتے اور ہدایات بھی فرمایا کرتے تھے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے حسن سنو! ہم ائمہ کے لیے خواب اور بیداری دونوں برابر ہیں۔

۸۳۔ علی بن محمد قاشانی کا بیان ہے کہ مجھ سے ایک صاحب نے یہ بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں مال کثیر پیش کیا۔ مگر میں نے دیکھا کہ اس سے آپ کو کوئی مسرت نہیں ہوئی۔ مجھے اس کا بڑا رنج ہوا اور دل میں کہا کہ اتنا مال کثیر پیش خدمت کرنے پر بھی آپ کو کوئی مسرت نہیں ہوئی۔ کہ اسی اشارہ آپ نے غلام کو آواز دی کہ پانی اور طشت لاؤ اور آپ سے پیر بیٹھ گئے اور غلام سے فرمایا، میرے ہاتھوں پر پانی ڈالو۔ اس نے پانی ڈالنا شروع کیا تو آپ کی انگلیوں سے پانی کے بدلے خالص سونا بہہ بہہ کر طشت میں گرنے لگا۔ پھر آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، دیکھو جو شخص ایسا ہے وہ تمہارے اس مال کثیر کی کیا پروا کرے گا؟ (کشف الغمۃ جلد ۳ ص ۱۳۴)

شک کا کوئی علاج نہیں

(۸۲)

علی بن خطاب واقعی کا بیان ہے کہ میں یوم عرفہ مقام وقوف میں تھا کہ اتنے میں حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ آپ کے چچا کی اولاد بھی تھی۔ آپ نے ہمارے ہی سامنے وقوف فرمایا۔ اُس وقت مجھے سخت قسم کا بخار تھا اور شدید پیاس لگی ہوئی تھی۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے غلام سے کچھ کہا جس کو میں نے سمجھ سکا۔ غلام اُترا اور مشربہ سے جا کر پانی لایا۔ آپ نے پانی لیا، تھوڑا پیا اور بقیہ گرمی کی وجہ سے اپنے سر پر ڈالا، پھر فرمایا اسے دوبارہ بھر لاؤ۔ جب وہ بھر لایا تو فرمایا، اسے لیجاؤ اور اس شیخ کو پلاؤ۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے پانی پیا۔ اور فوراً ہی خدا کی قسم میرا بخار جاتا رہا۔ ترجمہ سے یزید بن اسحاق نے کہا، اے علی! وائے ہو تجھ پر اب اس کے بعد تیرا کیا ارادہ ہے اور تجھے کس بات کا انتظار ہے۔ میں نے کہا بھائی مجھے چھوڑو۔

پھر یزید بن اسحاق نے اس سے ابراہیم بن شعیب کا واقعہ بیان کیا۔ جو اسی کی طرح واقعی العقیدہ تھا۔ کہ میں مسجد رسولؐ میں تھا اور میرے پہلو میں ایک بھاری جسم کا آدمی بیٹھا تھا: میں نے پوچھا تمہارا تعلق کہاں ہے؟ کہا کہ میں بنی ہاشم کے غلاموں میں سے ہوں: میں نے دریافت کیا، اس وقت بنی ہاشم میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اس نے جواب دیا، رضا علیہ السلام: میں نے کہا بات کیا ہے کہ جو باتیں ان کے آباء و اجداد سے ظہور میں آتی تھیں وہ ان سے ظہور میں کیوں نہیں آتیں؟ اُس نے کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ یہ کہہ کر وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا، اُس نے تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک خط لا کر مجھے دیا۔ میں نے اُسے پڑھا۔ وہ کوئی زیادہ خوشخط نہیں تھا۔ اس میں یہ لکھا ہوا تھا: اے ابراہیم! تم آباء و اجداد کو یاد کرتے ہو، تو سنو! تمہارے بچوں کی تعداد اتنی ہے، ان میں لڑکے فلاں فلاں ہیں۔ ہر ایک کے نام کے ساتھ ان کی تعداد بتائی۔ پھر لڑکیاں اتنی ہیں اور ہر ایک کے نام کے ساتھ ان کی تعداد تحریر تھی۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے ایک لڑکی کا نام جعفریہ بھی تھا۔ جب میں وہ خط پڑھ چکا تو غلام نے کہا۔ لاؤ مجھے خط واپس کر دو: میں نے کہا۔ اسے میرے ہی پاس رہنے دو۔ اس نے کہا نہیں مجھے یہی حکم ملا ہے کہ تمہیں یہ خط پڑھو اگر تم سے واپس لے لوں: میں نے وہ خط واپس کر دیا: حسن کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ علی بن خطاب اور ابراہیم بن شعیب دونوں کو حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت کا پھر بھی یقین نہ آیا اور اسی عقیدے پر ان کو موت آگئی۔ (ایک دوسری روایت بھی رجال کشی ص ۳۹۹ پر اسی قسم کی نقل ہے جس میں آپ نے اس کی ناجائز اولادوں کے نام بھی تحریر فرمائے۔) (رجال کشی ص ۳۹۸ نمبر ۳۲۱)

(۸۵) — علی بن حسین بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو عریفہ تحریر کیا کہ آپ میری طولِ عمری کے لیے دعا فرمائیں تاکہ جو میں چاہتا ہوں اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں آپ نے جواب میں تحریر فرمایا: تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ جو ار رحمت الہی میں پہنچ جائے اور وہ شخص مقامِ حزمیہ میں انتقال کر گیا۔
(رجال کشی ص ۲۲)

(۸۶) — عبد اللہ ابن طاووس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علیہ السلام سے کہا کہ کیا آپ کے پدر بزرگوار کو یحییٰ بن خالد نے زہر دیا تھا آپ نے فرمایا، ہاں، ان کو تیس رطبوں میں زہر دیا گیا تھا میں نے کہا، کیا انھیں یہ معلوم نہ ہوا کہ یہ زہر آلود نہیں؟ آپ نے فرمایا، اس وقت محدث غائب تھا: میں نے پوچھا محدث کون؟ آپ نے فرمایا۔ وہ ایک فرشتہ ہے جو جبریل و میکائیل سے بھی بڑا ہے جو رسولِ مقبولؐ کے ساتھ رہتا تھا اور آپ کے بعد ائمہ کے ساتھ رہتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ جب کوئی چاہے وہ مل جائے۔ پھر فرمایا تم تو ابھی اور بھی زندہ رہو گے۔ اور وہ سو سال تک زندہ رہا۔
(رجال کشی ص ۵۳)

(۸۷) — حسین بن قاسم کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر علیہ السلام کے کوئی صاحبِ زادے حالتِ احتضار میں تھے۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام کو ان کے پاس پہنچنے میں تاخیر ہوئی۔ آپ کی اس تاخیر پر مجھے بڑا رنج ہوا: راوی کا بیان ہے کہ آپ تشریف لائے لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے: حسین کا بیان ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ اٹھا، اور عرض کیا: میں آپ پر قربان! آپ کے چچا کا یہ حال ہے اور آپ جلد ہی ان کے پاس سے اٹھ کر چل دیے آپ نے انھیں اسی حالت میں چھوڑ دیا۔؟ آپ نے فرمایا۔ میرے چچا تو فلاں شخص کو خود دفن کریں گے۔ (حاضرین سے کسی کا نام لیا): راوی بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم چند ہی دنوں میں آپ کے چچا رو بھت ہو گئے۔ اور انھوں نے اس شخص کو خود دفن کیا۔ حسن بن خثاب کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ حق کو پہچاننے لگے اور وہ اس واقعہ کو اکثر بیان کیا کرتے۔
(رجال کشی ص ۵۱)

(۸۸) — کُنَّا مُحَمَّدَ کے مصداق

حسین بن عمر بن یزید کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت واقعی تھا۔ (امام رضا علیہ السلام کو امام نہیں مانتا تھا) میرے والد نے امام رضا علیہ السلام کے والد بزرگوار (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) سے سات سوالات دریافت کیے تھے ان میں سے چھ سوالات کے جوابات آپ نے دیے تھے اور ساتویں سوال کا جواب نہ دیا تھا: چنانچہ میں نے کہا بخدا میں بھی وہی سات سوالات امام رضا علیہ السلام سے دریافت کروں گا، اگر آنحضرت نے بھی

وہی جوابات دیے جو آپ کے والد بزرگوار نے دیے تھے تو یہی آپ کی امامت کی دلیل ہوگی۔ چنانچہ جب میں نے وہ سوالات امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیے تو آپ نے بھی بعینہ وہی جوابات دیے جو آپ کے والد بزرگوار دے چکے تھے۔ ان میں ذرا سا بھی فرق نہ تھا۔ اور ساتویں سوال کا جواب آپ نے بھی کچھ نہ دیا۔ میرے والد نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے یہ بھی کہا تھا کہ میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے آپ پر دعویٰ کروں گا کہ آپ کا خیال ہے کہ عبد اللہ امام نہیں تھے: آپ نے اپنا ہاتھ انکی گردن پر رکھ کر فرمایا۔ ہاں ہاں، تم اللہ کے سامنے مجھ پر یہ دعویٰ ضرور کرنا اس میں جو گناہ ہوگا وہ میری ہی گردن پر ہوگا۔

جب میں وہاں سے رخصت ہونے لگا تو آپ نے فرمایا، سنو! میرے شیعوں میں سے کوئی شخص اگر کسی آزمائش یا کسی تکلیف میں مبتلا ہو اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک شہید کے برابر ثواب عطا فرمائے گا: یہ سن کر میں نے اپنے دل میں کہا ”بخدا“ اس کا تو کوئی ذکر ہی نہ تھا۔ (یہ بے عمل بات کیوں کہی) غرض میں وہاں سے چلا اور ابھی راستے ہی میں تھا کہ میرے پاؤں میں رشتہ کی بیماری لاحق ہو گئی جس کے باعث مجھے سخت تکلیف برداشت کرنا پڑی۔ مگر چونکہ وہ بیماری ابھی قدرے کم ہی تھی اس لیے میں نے اپنا فریضہ حج ادا کیا اس کے بعد خدمتِ امام رضا علیہ السلام میں پھر حاضر ہوا پاؤں میں تکلیف ابھی تک باقی تھی میں نے عرض کیا ”میں آپ پر قربان“ میرے پاؤں پر کچھ دم فرم دیجیے یہ کہہ کر میں نے اپنا پاؤں آپ کے سامنے پھیلا دیا: آپ نے فرمایا: تو اپنے اس پاؤں سے تو نہ ڈر۔ اب اپنا دوسرا پاؤں جو صحیح ہے دکھا: میں نے دوسرا پاؤں آپ کے سامنے پھیلا دیا۔ آپ نے اس پر غام کی۔ جب میں مکہ سے نکلا تو تھوڑے ہی دنوں میں وہ رشتہ میرے پاؤں سے خود بخود نکل گیا معمولی تکلیف باقی رہ گئی تھی۔

(کافی جلد ۱ ص ۲۵)

۸۹۔ ایک وقت میں دو امام ہونگے تو ایک خائن ہوگا

ابن قیام واسطی جو عقیدۂ واقعی تھا اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کیا ایک وقت میں دو امام ہو سکتے ہیں؟ فرمایا، نہیں۔ اگر ہوں گے تو ایک ناطق اور دوسرا صامت ہوگا: میں نے عرض کیا، مگر آپ کے ساتھ امام صامت تو کوئی نہیں ہے۔ (اُس وقت تک آپ کے صاحبزادے حضرت ابو جعفر تقی جواد علیہ السلام تو زندہ نہیں ہوئے تھے) آپ نے ارشاد فرمایا، خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ مجھے ایک ایسا فرزند عطا فرمائے گا جو حق اور اہل حق کو قائم کرے گا اور باطل اور اہل باطل کو مٹا دے گا: پھر ایک ہی سال بعد حضرت ابو جعفر محمد تقی جواد کی ولادت باسعادت ظہور پذیر ہوئی۔ چنانچہ ابن قیام واسطی سے کہا گیا کہ کیا اب اس علامت پر بھی تم قناعت نہ کرو گے؟

(کیا تمہیں مزید کسی علامت کی ضرورت ہے) : اُس نے جواب دیا، نہیں۔ بخدا، یہ بہت بڑی علامت ہے مگر حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام جو اپنے فرزند کے لیے فرما گئے تھے اس کو کیا کرو؟ (کافی جلد ۱ ص ۲۲۱-۲۵۴)

⑨ — حکیمہ بنت موسیٰ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ بیتِ حطب کے دروازے پر کھڑے ہوئے آہستہ آہستہ کسی سے باتیں کر رہے تھے مگر مجھے وہاں کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آیا: تو میں نے عرض کیا، آپ کس سے مصروفِ گفتگو تھے؟ آپ نے فرمایا۔ یہ ایک زہرائی باشندہ ہے میرے پاس آیا ہے اس نے کچھ دریافت کیا ہے اور مجھ سے اپنا دکھ درد بیان کیا ہے: میں نے عرض کیا: آقا میں بھی چاہتی ہوں کہ اُس کی آواز سنوں: آپ نے فرمایا اگر تم اس کی آواز سنو گی تو ایک سال تک بخاریں مبتلا رہو گی: میں نے عرض کیا جو بھی ہو مگر میں سے سُننا چاہتی ہوں: آپ نے فرمایا، اچھا، لو سنو! میں نے ایک سیٹی جیسی آواز سنی: پھر مجھے بخار آگیا جو ایک سال تک رہا۔ (کافی جلد ۱ ص ۳۹۵)

• مناقب آلِ ابی طالب ج ۴ ص ۳۴۴ میں بھی اسی کے مثل روایت ہے

⑨۱ — حسن بن علی الوشاء کا بیان ہے کہ میں ایک مرقبہ خراسان گیا۔ میرے پاس تجارت کے لیے بیل بوٹے والے چلے تھے۔ وہاں سے شہر مرو پہنچا۔ رات کا وقت تھا (عقیدۃ واقعی تھا۔ یعنی حضرت امام موسیٰ بن جعفر پر توقف کا قائل تھا۔) میں نے وہیں قیام کیا۔ وہاں مجھے ایک حبشی غلام ملا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مدینہ کا باشندہ ہے۔ اُس نے مجھ سے کہا کہ میرے آقا نے تم سے کہلایا ہے کہ میرا ایک غلام مر گیا ہے لہذا وہ ہمینی چادر جو تمہارے پاس ہے بھیج دو تاکہ میں اس کو کفن دیدوں۔ میں نے پوچھا تمہارا آقا کون ہے؟ اُس نے جواب دیا۔ حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام: میں نے کہا، میرے پاس نہ کوئی چادر ہے اور نہ کوئی حلتہ۔ سب میں نے راستے ہی میں فروخت کر دیے: وہ غلام چلا گیا اور پھر واپس آکر لولا کہ چادر تو تمہارے پاس موجود ہے: میں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کوئی چادر بھی ہے: وہ پھر واپس چلا گیا۔ لیکن کچھ دیر کے بعد پھر واپس آیا اور کہا، وہ فلاں ٹوکری میں رکھی ہوئی ہے: میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر واقعاً یہ سچ ہے تو پھر یہ بات آپ کے علمِ امامت کی دلیل ہے بات یہ تھی کہ چلتے وقت میری لڑکی نے مجھے ایک ہمینی چادر برائے فروخت دی تھی اسکی قیمت سے خراسان سے فیروزہ اور منکا سیاہ (ایک قسم کا پتھر ہے) خریدنے کی فرمائش کی تھی مگر میں بھول گیا تھا۔ میں نے اُس غلام سے کہا، اچھا جس ٹوکری کے لیے آپ نے فرمایا ہے اسے تم ہی اٹھا لاؤ۔ وہ میرے سامان میں سے وہی ٹوکری نکال کر لے آیا: میں نے اُسے کھولا تو کپڑوں کی تہہ میں وہ چادر مل گئی: میں نے چادر اس کے حوالہ کر دی۔ اور کہا کہ اپنے آقا سے کہہ دینا کہ میں اس کی کوئی قیمت نہ لوں گا: وہ چلا گیا اور واپس

آیا اور کہا۔ تم وہ چیز یہ کر رہے ہو جو تمہاری نہیں ہے۔ یہ تو تمہاری فلاں لڑکی نے تم کو برائے فروخت دی تھی بس ک قیمت سے فیروزہ اور سپہ منکا خریدنے کی فرمائش کی تھی۔ لہذا جو چیز اس نے منگائی تھی وہ خریدو۔ خرابان میں اس چادر کی جو قیمت ہے وہ غلام کے ہاتھ بھیج دی ہے۔

اس واقعہ نے مجھے حیرت زدہ کر دیا۔ پھر میں نے دل میں کہا، خدا کی قسم اب میں آپ کی آزمائش کے لیے چند وہ مسائل لکھ کر لے جاؤں گا جن میں مجھے شک ہے جو اس سے قبل آپ کے والد بزرگوار سے دریافت کیے گئے تھے۔ لہذا میں نے وہ تمام سوالات تحریر کیے اور ایک ڈبیہ میں بند کر کے اپنی آستین میں رکھ کر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے در دولت پر گیا۔ میرے ساتھ میرا ایک ساتھی بھی تھا جو مخالفین میں سے تھا مگر یہ تفصیل اس کے علم میں نہیں تھی۔ جب در دولت پر پہنچا تو دیکھا کہ بہت سے اہل عرب، سردار اور فوجی بھی وہاں موجود ہیں۔ میں آپ کے بیت الشرف کے ایک گوشے میں جا کر بیٹھ گیا۔ دل میں کہہ رہا تھا کہ دیکھیں ہماری ملاقات کب تک ہوتی ہے۔ جب بیٹھ بیٹھ کافی دیر ہو گئی تو دل برداشتہ ہو کر واپسی کا ارادہ کیا کہ اسی اثنا آپ کا ایک غلام آیا اور ایک ایک کا چہرہ دیکھنے لگا اور بولا دختر ایسا کافر زند کہاں ہے: میں نے کہا میں یہاں حاضر ہوں پس اس نے اپنی آستین سے ایک ڈبیہ نکالی اور کہنے لگا، یہ ہے تمہارے مسائل کا جواب اور ان کی تشریح۔ میں نے اسے کھولا تو ان ہی مسائل کے جوابات اس میں درج تھے جو میری آستین میں تھے۔ میں فوراً بول اٹھا۔ میں اللہ اور اس کے رسول کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ آپ یقیناً حجت خدا ہیں اور میرے اللہ سے معافی چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں اٹھا تو میرے ساتھی نے کہا: کہاں بھاگے جا رہے ہو؟ کیا ملاقات نہ کرو گے؟ میں نے کہا، میرا مقصد پورا ہو گیا۔ اب میں پھر کسی روز آپ سے ملنے کے لیے حاضر ہوں گا۔ (عبود المعجزات)

مناقب آل ابی طالب جلد ۴ ص ۳۲۶ میں بھی وثناء سے اسی کے مثل روایت منقول ہے جس کو عامہ نے بھی آپ کے معجزات کے ذیل میں تحریر کیا ہے۔

⑨ میرے والد بزرگوار کے تبرکات میرے حوالہ کرو

مسافر کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوالبراہیم علیہ السلام کو (مدینہ سے) لے جایا گیا تو آپ نے حضرت ابوالحسن علی رضا علیہ السلام کو ہدایت فرمائی کہ جب تک میری وفات کی اطلاع تم کو نہ ملے اس وقت تک دروازے پر سویا کر۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم ہرات کو حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے لیے دروازے پر بستر لگا دیا کرتے تھے۔ آپ بعد عشا تشریف لاتے اور وہیں سو جایا کرتے۔ صبح ہوتی تب بیت الشرف

واپس تشریف لے جاتے۔ کبھی کبھی ہم آپ سے پوشیدہ طور پر کھانے کی کوئی چیز رکھ دیتے تو آپ اس کو نکال لایا کرتے، صرف یہ بتانے کے لیے کہ ہمیں اس کا علم ہے اور ہم سے چھپانا مناسب نہیں۔

ایک شب آپ کے آنے میں بہت دیر ہوئی تو اہل خانہ کو پریشانی لاحق ہوئی۔ ادھر ہم سب بھی پریشان ہو گئے۔ جب کافرات گزر گئی تب آپ تشریف لائے اور بیت الشرف میں داخل ہو کر اُم احمد کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: ”وہ امانتیں جو میرے والد بزرگوار نے تمہارے پاس بطور امانت رکھ دی تھیں میرے حوالہ کر دو۔“ یہ سن کر وہ چیخنے چلانے اور سر و سینہ پیٹنے لگیں کہ ہائے میرے آقا و فات پاکے: آپ نے فرمایا، جب تک کوئی اطلاع نہ آ جائے گریہ کرنے کی ضرورت نہیں: اُم احمد نے آپ کو امانتوں والی ٹوکری دیدی۔ (المخارج والمراج - کافی جلد ۱ ص ۲۸۱)

(۹۳) — مشارق الانوار میں برسی کی روایت ہے کہ ایک مرد واقعی نے بہت سے مشکل مسائل ایک کاغذ پر قلمبند کیے اور دل میں کہنے لگا کہ اگر حضرت امام رضا علیہ السلام اس کا مطلب سمجھ گئے تو میں مان لوں گا کہ آپ واقعی ولی امر ہیں: یہ لے کر وہ آپ کے در دولت پر آیا اور مجمع کے کم ہونے کا انتظار کرنے لگا کہ اسی اشارہ ایک خادم اندر سے برآمد ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک رقعہ تھا جس میں خود امام کے قلم سے اس کے تمام مسائل کا حل اور جوابات تحریر تھے۔ خادم نے آکر اُس سے کہا، تیرا وہ مسائل کا طومار کہاں ہے۔ اس نے نکال کر خادم کو دکھایا تو اُس نے کہا، کہ امام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس رقعہ میں تیرے اس طومار اور مسائل کا جواب ہے۔ اُس نے وہ رقعہ لیا اور چلا گیا۔

(۹۴) — راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنی مجلس میں فرمایا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فلاں شخص مر گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اب اس کو غسل کفن کے بعد قبر کی طرف لے جایا گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا، اب اسے قبر میں اتار دیا گیا اور اس کے رتبہ کے متعلق سوال کیا گیا، اُس نے جواب دیا۔ پھر نبی کے متعلق سوال کیا گیا، اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار کیا۔ پھر امام کے متعلق سوال کیا گیا تو اُس نے سب کا نام بتایا لیکن جب میری مرتبہ وہ رک گیا (معلوم ہوا کہ وہ شخص واقعی تھا)

(۹۵) — راوی کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام خراسان تشریف لائے تو تمام اطراف کے شیعہ جوق در جوق آپ کے پاس پہنچنے لگے۔ چنانچہ علی بن اسباط بہت سے مخالف لے کر روانہ ہوا مگر راستہ ہی میں ڈاکہ پڑ گیا اور سب کچھ لوٹ لیا گیا۔ خود اُس کے منہ پر بھی چوٹ آئی جس کی وجہ سے اس کے دانت داڑھیں وغیرہ بھی ٹوٹ گئے۔ وہ غریب پاس کے ایک قریہ میں چلا گیا۔ رات کو سویا تو خواب میں حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں تم غم نہ کرو تمہارا تمام مال اور تحلف ہم تک پہنچ گئے ہیں لیکن روگنی تمہارے دانتوں کی فکر، تو اس کے لیے سعد کو سفوف بنا کر

منہ میں بھر لو : علی بن اسباط کا بیان ہے کہ یہ خواب دیکھ کر میں خوش خوش بیدار ہوا۔ فوراً سعد کو سفوت کیا اور اسے اپنے منہ میں بھر لیا اور اللہ تعالیٰ نے دوبارہ دانت اُگا دیے :

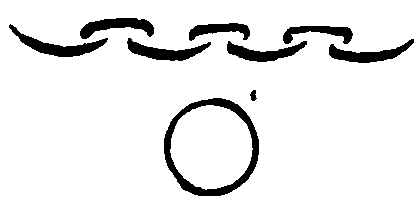
راوی کا بیان ہے کہ جب وہ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا۔ اور اذنِ باریابی پائی تو آپ نے فرمایا کہ سعد کے بارے میں جو کچھ میں نے ہدایت کی تھی وہ تو تم نے سچ پایا۔ اب تم اپنا مال و اسباب اور تحائف بھی دیکھ لو : جب وہ مال خانہ میں داخل ہوا تو تمام سامان نیز تحائف موجود پائے سب کچھ قاعدہ سے رکھے ہوئے تھے۔

⑨۶ موت کی قسمیں

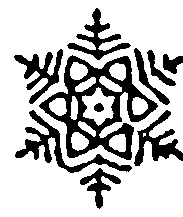
حضرت امام محمد تقی جو اد علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ اصحابِ امام رضا علیہ السلام میں سے ایک شخص بیمار ہوا۔ آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور کیفیتِ حال دریافت فرمایا اُس نے عرض کیا کہ آپ کے پاس سے آنے کے بعد تو سمجھ لیجیے کہ موت کا شکار ہو گیا ہوں (مطلب یہ تھا کہ شدید مرض میں مبتلا ہوں) : آپ نے فرمایا، اس سے بل کر تم نے اس کو کیسا پایا؟ عرض کیا، بہت اذیت ناک۔ آپ نے فرمایا، ابھی تم اُس سے نہیں ملے ہو بلکہ ایسی چیز سے ملے ہو جو تمہارا تعارف موت سے کرا دے۔

یاد رکھو! دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک وہ جو موت میں راحت محسوس کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو موت سے بچ کر راحت محسوس کرتے ہیں۔ انھیں موت سے تکلیف ہوتی ہے۔ لہذا اللہ اور ولایت پر اپنا ایمان تازہ کر لو۔ پھر تمہیں موت میں راحت محسوس ہوگی : اُس شخص نے ایسا ہی کیا۔ پھر لولہ فرزندِ رسول! یہ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو کحفہ درود کے ساتھ آئے ہیں اور آپ کو سلام کہتے ہیں اور آپ کے سامنے کھڑے ہیں انھیں بیٹھنے کی اجازت دیدیں : حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، میرے رب کے ملائکہ بیٹھ جاؤ : پھر آپ نے مریض سے فرمایا، ان فرشتوں سے دریافت کرو، کیا ان کو میرے سامنے کھڑے رہنے کا حکم دیا گیا ہے : مریض نے بتایا کہ یہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ کے پیدا کیے ہوئے تمام فرشتے بھی آپ کے سامنے آجائیں تو وہ کھڑے ہی رہیں گے تا وقتیکہ آپ ان کو بیٹھنے کی اجازت نہ دیں۔ یہی ان کے لیے اللہ کا حکم ہے۔

اس کے بعد مریض نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور عرض کیا، فرزندِ رسول! آپ پر میرا سلام ہو آپ کی شبیہ مجھے اشیاءِ محمد و ائمہ طاہرین سے ملا رہی ہے۔ یہ کہہ کر وہ شخص فوت ہو گیا۔ (دعواتِ راوندی)



جَمَارُ الْاَسْوَارِ



اَب



بصره و کوفه میں ورود

① — امام رضاؑ اپنے آباء و اجداد کی طرح علم غیب جانتے تھے

محمد بن فضل ہاشمی سے روایت ہے کہ جب حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے وفات پائی تو میں مدینہ پہنچا اور حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، سلام عرض کیا اور جو بھی تبرکات میرے ساتھ تھے وہ سب میں نے آپ تک پہنچا دیے اور عرض کیا کہ میں بصرہ جا رہا ہوں کیونکہ وہاں کے لوگوں میں بڑا اختلاف ہے اور وہاں بھی حضرت امام موسیٰ بن جعفر کی وفات کی خبر پہنچ چکی ہے۔ مجھے یقین ہے وہ آپ کے امام ہونے کی دلیل ضرور پوچھیں گے۔ اب اس سلسلے میں آپ کی جواز ہے: حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، تم میرے متعلق فکر نہ کرو۔ بصرہ وغیرہ میں میرے ماننے والوں کو یہ پیغام پہنچا دو کہ میں خود ان کے پاس پہنچنے والا ہوں۔ (اور ہمارے پاس) نہیں ہے کوئی قوت لیکن یہ کہ وہ اللہ سے ملی ہے: اس کے بعد آپ میرے سامنے وہ تبرکات بھی لائے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین کے پاس ہوتے ہیں۔ جیسے آنحضرت کی چادر آپ کا عصا، آپ کے اسلحہ وغیرہ: میں نے عرض کیا، پھر آپ کب تشریف لائیں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تمہارے پہنچنے کے تین دن کے بعد آؤں گا۔

چنانچہ میں پہنچا، لوگوں نے حالات دریافت کیے، میں نے انھیں بتایا کہ میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے آپ کی وفات سے ایک دن قبل ملا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری موت یقینی ہے۔ لہذا جب تم مجھے سپردِ خاک کر دو، تو یہاں ہرگز نہ ٹھہرنا۔ میری ودیعتیں لیکر سیدھے مدینہ چلے جانا اور سب کچھ میرے فرزند علی بن موسیٰ تک پہنچا دینا۔ اس لیے کہ وہی میرے وصی اور میرے بعد صاحب الامر ہیں۔ میں نے وہی کیا جو حکم ہوا تھا۔ امام علی رضا علیہ السلام خود آج سے تیسرے روز یہاں تشریف لائیں گے۔ پھر ان سے جو کچھ دریافت کرنا ہو، پوچھ لینا۔

عمر بن ہدب سارے لوگوں کی نمائندگی کرتے ہوئے بولا (جو درحقیقت نا صبی تھا) اور زید یہ اور معتزلہ کی طرف مائل تھا۔) اے محمد بن فضل سنو! حسن بن محمد زید و تقویٰ، علم اور کردار میں اہلبیت رسالت کے افاضلین میں سے ہیں اور پھر وہ علی بن موسیٰ الرضا کی طرح جوان بھی نہیں ہیں بلکہ عمر رسیدہ ہیں اور غالباً اگر ان سے مشکل مسائل دریافت کیے جائیں تو وہ یقیناً جواب دیں گے: اتفاقاً حسن بن محمد بھی وہی موجود تھے، فوراً بولے۔ اے عمرو! ایسی بات نہ کہہ، علی بن موسیٰ فضائل و اوصاف میں اعلیٰ اور بلند ہیں اور محمد بن فضل نے یہ خبر دی ہے کہ وہ خود تین دن میں یہاں پہنچ جائیں گے وہ تیرے سامنے انبی امامت کی دلیل پیش کریں گے۔

② — راوی کا بیان ہے کہ میرے بھرے میں داخلے کے تیسرے دن حضرت امام رضا علیہ السلام تشریف لائے اور حسن بن محمد کے مکان کا رخ کیا۔ یہی آپ کے اوامر و نواہی کو جاری کرتے تھے۔ ملاقات کے بعد فرمایا: اے حسن بن محمد! عوام الناس بالخصوص ان سب لوگوں کو جمع کرو جو محمد بن فضل کے پاس آئے تھے نیز میرے ماننے والوں کو اور جاثلیق نصرانی اور راس الجالوت یہودی کو بھی بلاؤ۔ اور ان سب سے کہہ دو کہ ہم سے جو پوچھنا چاہیں آکر دریافت کریں: انھوں نے سب کو جمع کیا زیدہ اور معتزلہ بھی آئے مگر کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ یہ کیوں جمع کیے جا رہے ہیں۔ جب کافی جمع ہو گیا تو حضرت امام رضا علیہ السلام کے لیے مسند بچھائی گئی۔ آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اور مجمع کو خطاب کر کے فرمایا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: آپ کو معلوم ہے کہ میں نے پہلے سلام کیوں کیا؟ انھوں نے جواب دیا نہیں: آپ نے فرمایا، اس لیے، تاکہ تمھارے دل مطمئن ہو جائیں: کسی نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے، ذرا آپ یہ فرمائیے آپ کون ہیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا، میں علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں اور فرزند رسول ہوں۔ میں نے آج صبح کی نماز مسجد رسول میں والی مدینہ کے ساتھ ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے مجھے اپنے ایک ساتھی کا خط دکھایا جو اس کے پاس موجود تھا پھر کچھ امور میں اس نے مجھ سے مشورہ چاہا، میں نے مفید مشورہ دیا۔ اس سے میں نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ آج بعد عصر شام کے وقت میرے پاس آئے تاکہ خط کا جواب لکھا جائے۔ جو وعدہ اس سے کیا ہے وہ میں پورا کروں گا: ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

③ — مجمع نے کہا فرزند رسول! ہمیں آپ کے بارے میں کسی دلیل و ثبوت کی ضرورت نہیں ہے آپ ہمارے نزدیک صادق القول ہیں۔ اس کے بعد وہ منتشر ہونے لگے: امام علی علیہ السلام نے فرمایا، ابھی توقف کرو تاکہ میں تمہیں یہاں جمع کرنے کی وجہ سے بھی متنبہ کر دوں، یہ فرما کر آپ نے مزید ارشاد فرمایا کہ مجھ سے آثار نبوت و علامات امامت کے متعلق جن کو ہم اہل بیت کے علاوہ کہیں نہیں پاؤ گے جو چاہو سوال کرو۔

سوال کی ابتداء عمر بن بداب نے کی اور کہا کہ محمد بن فضل نے تو آپ کے متعلق ایسی باتیں کہی ہیں جن کو دل قبول نہیں کرتا: آپ نے فرمایا وہ باتیں کیا ہیں؟ عمرو بن بداب نے کہا کہ انھوں نے آپ کے بارے میں بتایا ہے کہ آپ کو تمام آسمانی صحیفوں کا علم ہے اور آپ دنیا کی ہر زبان اور لغت سے واقف ہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ محمد بن فضل نے سچ کہا: میں سب سے پہلے دنیا کی مختلف زبانوں اور لغتوں کے متعلق تمہیں مطلع کرتا ہوں: دیکھو! اس مجمع میں ایک فلاں شخص رومی ہے۔ فلاں شخص ہندی ہے یہ شخص فارسی ہے اور وہ شخص ترکی ہے ہم نے سب ہی کو یہاں بلایا ہے۔ پھر آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ

وہ اپنی اپنی زبانوں میں جو چاہیں دریافت کریں۔ میں سب کا جواب اُن ہی کی زبانوں میں دوں گا۔ انشاء اللہ
لہذا ان میں سے ہر شخص نے اپنی اپنی زبان میں آپ سے سوالات کیے اور آپ نے اُن ہی
کی زبان میں جواب دیا۔ یہ بہت متعجب ہوئے اور اقرار کرنے لگے کہ آپ نے ہماری زبان میں ہم سے
زیادہ فصیح کلام کیا ہے :

④ — اس کے بعد آپ نے عمرو بن ہذاب کی طرف دیکھا اور فرمایا، اگر میں تجھے یہ تباہیوں کہ تو
عنقریب انہی چند دنوں میں اپنے کسی رشتہ دار کے خون میں آلودہ ہوگا۔ تو کیا تو اسے سچ نہ مان لے گا؟
اُس نے کہا کہ غیب کی باتیں سوائے اللہ کے کوئی اور نہیں جانتا: آپ نے ارشاد فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ
بنے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے: عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ
ارْتَضَىٰ مِنْ رَّسُولٍ (سورہ جن آیت ۲۶)

”وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب کی باتوں پر کسی ایک کو بھی مطلع نہیں کرتا۔ مگر صرف
اُسے جس کو رسولوں میں سے اُس نے اس کے لیے منتخب کر لیا ہے۔“

لہذا جان لو! کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے نزدیک منتخب اور مرتضیٰ ہیں اور
ہم اہل بیت رسول ان کے وارث ہیں۔ ہم ہی ہیں جن کو اللہ نے اپنے غیب پر جتنا چاہا ہے مطلع فرمادیا۔
پس تاقیامت جو کچھ ہو چکا یا ہونے والا ہے سب حالات سے باخبر ہیں؛ اور وہ امر کہ جس کی خبر میں
نے تجھے دی ہے پانچ دن کے اندر ہونے والا ہے۔ اور اگر یہ نہ ہو تو سمجھ لینا کہ اب تک جو کچھ میں نے کہا
ہے وہ سب غلط اور افترا ہے۔ اور اگر صحیح ہو تو پھر یہ جان لے کہ تو اللہ اور اس کے رسول کی باتوں
کو رد کر رہا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ عنقریب تیری آنکھیں آشوب کر آئیں گی پھر تو اندھا ہو جائے گا
ایسا اندھا کہ تو ہموار و ناہموار، سہل و جبل میں سے کچھ نہ دیکھ سکے گا۔ یہ بھی بہت جلد ہونے والا ہے۔ اور
تیرے لیے تیسری دلیل یہ ہے کہ تو جھوٹا حلف اٹھائے گا اور اس کے عذاب میں تو مبرص ہو جائے گا۔
محمد بن فضل کا بیان ہے کہ خدا کی قسم ابن ہذاب پر یہ تمام عذاب نازل ہوئے۔ اُس سے
پوچھا گیا کہ تباؤ حضرت امام رضا علیہ السلام نے سچ فرمایا یا جھوٹ؟ اُس نے جواب دیا۔ خدا کی قسم حقیقت
امام علیہ السلام نے یہ سب کچھ فرمایا تھا اسی وقت میں جان رہا تھا کہ یہ سب ہو کر رہے گا، مگر میں تو اُن
سے صرف الجھ رہا تھا۔

⑤ — اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام جاثلیق کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تباؤ کیا
انجیل نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی کوئی دلیل پیش نہیں کی ہے؟ اُس نے جواب دیا اگر
انجیل میں کوئی دلیل ہوتی تو ہم اُن کی نبوت سے انکار ہی کیوں کرتے: آپ نے ارشاد فرمایا: انجیل کے
سفر سوم میں جہاں تم کو سکتہ کا حکم ہے وہ کیا ہے؟ جاثلیق نے کہا وہ اللہ کے ناموں میں سے ایک

نام ہے اور ہمارے لیے اس کا اظہار جائز نہیں: حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا اگر میں یہ بات کر دوں کہ وہ محمد کا نام اور آپ کا ذکر ہے اور حضرت عیسیٰ نے خود اس کا اقرار فرمایا ہے اور نبی اسرائیل کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی ہے، تو تم اقرار کر لو گے، انکار تو نہیں کر دو گے؟ اُس نے جواب دیا۔ اگر آپ نے ثابت کر دیا تو ہم اقرار کر لیں گے اس لیے کہ ظاہر ہے ہم انجیل کو تو رد نہیں کر سکتے نہ اس کا انکار کر سکتے ہیں: آپ نے فرمایا، اب ہم سے وہ سفر سوم سنو جس میں حضرت محمد کا ذکر ہے اور جس میں حضرت عیسیٰ نے حضرت محمد کے آنے کی بشارت دی ہے: چنانچہ آپ نے انجیل سے سفر سوم کی تلاوت شروع کی جب ذکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہنچے تو جاثلیق سے فرمایا، بتاؤ وہ موصوف کون ہیں جن کے یہ تمام صفات بیان کیے گئے ہیں: جاثلیق نے کہا، آپ ہی بتائیں وہ کون ہیں: آپ نے فرمایا میں اسی کو بتاؤں گا جس کو اللہ نے بتایا۔ یعنی وہ اونٹ پر سوار ہوتا ہوگا، ہاتھ میں عصا ہوگا، دوش پر ردا ہوگی۔ یہ وہی نبی اُمی تو ہیں جن کو یہ لوگ توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ یہ انھیں نیکی کا حکم دیتا ہے بُرائی سے منع کرتا ہے۔ ان کے لیے پاک و طیب چیزوں کو حلال کرتا ہے۔ گندی اور خبیث چیزوں کو حرام کرتا ہے۔ ان کے سر کے بوجھ کو اتارتا، ان کے زنجیروں کو کاٹتا، اور مختصر ترین راستہ عدل و انصاف اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔

اے جاثلیق میں تجھے حضرت عیسیٰ روح اللہ اور حکمتہ اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم اس نبی کی یہ صفت انجیل میں پاتے ہو؟ اُس نے گردن جھکا لی اور کچھ دیر سوچا کہ اگر انجیل سے انکار کروں گا تو کافر ہو جاؤں گا: لہذا، کہا کہ ہاں ہاں یہ صفات تو انجیل میں مذکور ہیں اور حضرت عیسیٰ نے بھی انجیل میں اس نبی کا ذکر کیا ہے مگر نصاریٰ کے نزدیک یہ درست نہیں ہے کہ اُس نبی سے مراد آپ لوگوں کا نبی ہے: حضرت امام رضاؑ نے فرمایا، چلو اتنا تو ہوا کہ تم انجیل کا انکار کر کے کافر نہیں ہوئے اور اس میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو اوصاف مذکور ہیں اس کا بھی تم نے اقرار کر لیا۔ اب مجھ سے انجیل کا سفر دوم بھی سنو! جس میں آنحضرت کے ساتھ آپ کے وحی، آپ کی بیٹی فاطمہؑ اور حسن و حسین تک کا ذکر موجود ہے۔

یہ سن کر جاثلیق اور اس الجالوت کو پتہ چل گیا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام، توریت و انجیل کے بھی عالم ہیں۔ لہذا انھوں نے کہا، بخدا آپ نے ایسی چیزیں پیش کیں کہ جن کا انکار ممکن ہی نہیں۔ بیشک حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے ایک ایسے نبی کی بشارت دی ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے کہ اس سے مراد حضرت محمدؐ ہیں۔ اگرچہ یہ قطعی ہے کہ اس نبی کا نام محمدؐ ہے لیکن یہ ہمارے نزدیک جائز نہیں کہ ہم آپ کے نبی کی نبوت کا اقرار کر لیں۔ اس لیے ہمیں اس میں شک ہے: آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے شک کو دلیل قرار دے رہے ہو۔ اچھا یہ بتاؤ، اللہ تعالیٰ نے

حضرت آدم سے لیکر آج تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے یا آنحضرت کے بعد کوئی ایسا نبی بھیجے جس کا نام محمد رہا ہو یا کتب انبیاء میں سے جس کو اللہ نے ان پر نازل کیا ہو یا کسی تبارِ محمد کے علاوہ کسی اور کا ذکر تم نے پایا ہو؟

جب ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو بولے، ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ ہم اس بات کا اقرار کریں کہ اُس محمد سے مراد آپ کے محمد ہیں۔ اس لیے کہ اگر ہم نے آپ کے محمد کا اور وہی محمد ان کی دختر اور دونوں فرزندوں حسن و حسین کا اقرار کر لیا تو پھر آپ لوگ ہیں جبرائیل اسد میں داخل کر لیں گے۔ امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اے جاثلیق تم مطمئن ہو اللہ اور اس کا رسول امن میں ہیں کہ تم کو امن ہے اور ہماری جانب سے کوئی ایسی بات نہ ہوگی جو تمہیں ناپسند ہو۔ تم جس سے ڈرتے ہو اور بچ رہے ہو: اُس نے جواب دیا: اچھا اگر آپ کی طرف سے امان ہے تو سنئے کہ توریت اور انجیل اور زبور میں اس نبی کا نام محمد اُس کے وھی کا نام علی اُس کی دختر کا نام فاطمہ اور اُس کے نواسوں کے نام حسن و حسین ہیں: حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم نے جو یہ بتایا کہ توریت، زبور اور انجیل میں اُس نبی کا نام یہ ہے، اُس کے وھی کا نام یہ ہے اُس کی دختر کا نام یہ ہے اور اُس کے نواسوں کے نام یہ ہیں، تو یہ سچ ہے یا جھوٹ؟ اُس نے جواب دیا: بالکل سچ ہے۔ ان کتابوں (صحیفوں) میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ حق ہے۔

⑤۔۔۔۔۔ راس الجالوت یہودی سے امام کا خطاب

جب حضرت امام رضا علیہ السلام نے جاثلیق (نصاری) سے اس کا اقرار لے لیا، تب آپ نے راس الجالوت (یہودی) کو مخاطب کیا اور ارشاد فرمایا: اے راس الجالوت! اب تم بھی حضرت داؤد کی کتاب زبور (جو اللہ نے نازل فرمائی ہے) کا فلاں سفر سنو! اُس نے کہا جی ہاں سنائیے، اللہ آپ کو اور آپ کے آباء کو اپنی برکتوں سے نوازے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے زبور کے سفر اول کی تلاوت فرمائی اور جب اس مقام پر پہنچے جہاں حضرات: محمد و علی و فاطمہ اور حسن و حسین کا ذکر ہے تو فرمایا: اے راس الجالوت! تجھے خدا کی قسم بتادے کہ یہ حضرت داؤد کی زبور میں ہے؟ یا نہیں؟ تجھے بھی اسی طرح امان اور ضمانت عہد دیا جاتا ہے جس طرح ہم نے جاثلیق کو دیا ہے: راس الجالوت نے کہا، زبور میں بعینہ یہی ہے۔ اور ان حضرات کے ناموں کے ساتھ ہے: امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، تجھے ان دس آیات کی قسم جو اللہ نے توریت میں حضرت موسیٰ بن عمران پر نازل کی ہیں، کیا توریت میں وہ آیات تو نے دیکھی ہیں، جن میں حضرات: محمد و علی و فاطمہ اور حسن و حسین کو عدل و فضل سے منسوب کیا گیا ہے: اُس نے کہا

جی ہاں، جو اس سے انکار کرے گا وہ اپنے رب سے اور اس کے انبیاء سے انکار کرے گا۔
امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، کہ اب توریت کا فلاں سفر سنو! اور پھر آپ نے توریت کی تلاوت فرمائی؛ اس الجالوت، آپ کی اس تلاوت اور لب و لہجہ و فصاحتِ زبان پر حیرت زدہ تھا۔ جب آپ اُس مقام پر پہنچے جہاں ذکرِ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تو اس الجالوت نے کہا کہ، ہاں یہ احما د اور ایلیا اور بنتِ احما د اور شبث و شبثہ ہے اور عربی زبان میں اس کے معنی محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین کے ہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے اس سفر کی آخر تک تلاوت فرمائی۔

جب آپ تلاوت سے فارغ ہوئے تو اس الجالوت نے کہا، اے فرزندِ محمد! بخدا اگر ہمیں اپنی اس سرداری کے جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو ہمیں تمام قوم یہود پر حاصل ہے تو میں یقیناً احمدؑ پر ایمان لے آتا اور آپ کے حکم کی پیروی کرتا۔ مگر سن لیجئے کہ میں اُس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے موسیٰ پر توریت نازل فرمائی، داؤد پر زبور نازل فرمائی ہے کہ توریت و انجیل و زبور کی آپ سے بہتر تلاوت کرنے والا اور ان کتابوں کی آپ سے بہتر تفسیر بیان کرنے والا آج تک میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔

⑧ — امام کی مدینہ روانگی اور واپسی پر رومی کینز سے گفتگو

حضرت امام رضا علیہ السلام نے وقتِ زوال تک مجمع سے خطاب فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ اب میں مدینہ جا کر، اُس وعدہ کے بموجب جو میں نے والی مدینہ سے کیا ہے کہ میں اُس کے خط کا جواب تحریر کر دوں گا، انشاء اللہ کل صبح پھر واپس آؤں گا۔ (روانگی سے قبل آپ نے نماز ادا فرمائی)۔
راوی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن سلیمان نے اذان دی، اقامت کہی، امام رضا علیہ السلام آگے بڑھے اور سب حضرات نے آپ کی اقتدار میں نماز ادا کی جس میں خفیف سی قرأت کی اور بقدرِ سنت رکوع کیا۔ بعد فراغت نماز آپ مدینہ تشریف لے گئے۔

دوسرے دن صبح آپ کی واپسی ہوئی مجمع آپ کا منتظر تھا آپ مجمع میں پہنچے تو آپ کے سامنے ایک کینز رومی لائی گئی۔ آپ نے اس سے رومی زبان میں گفتگو شروع کی اور جاثلیق بھی بہت غور سے سنتا رہا کیونکہ وہ بھی رومی زبان سمجھ لیتا تھا؛ امام رضا علیہ السلام نے اُس کینز سے دریافت فرمایا؛ تجھے حضرت محمدؐ زیادہ پسند ہیں یا حضرت عیسیٰؑ؟ اُس نے جواب دیا۔ جب تک میں حضرت محمدؐ سے ناواقف تھی، مجھے حضرت عیسیٰؑ زیادہ پسند تھے، مگر جب میں حضرت محمدؐ سے واقف ہو گئی تو اب حضرت محمدؐ ہی مجھے حضرت عیسیٰؑ بلکہ تمام انبیاء سے زیادہ پسند ہیں۔ جاثلیق نے اس سے کہا، یہ جو تو دین

محمدؐ میں داخل ہو گئی، تو کیا حضرت عیسیٰؑ کو ناپسند کرتی ہے؟ اُس نے کہا، 'پناہ بخدا، ایسا نہیں ہے، بلکہ میں حضرت عیسیٰؑ کو پسند کرتی ہوں اور اُن پر ایمان بھی رکھتی ہوں مگر حضرت محمدؐ میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔'

⑨ — امام نے سندھی زبان میں گفتگو فرمائی

امام رضا علیہ السلام نے جاثلیق سے فرمایا، جو کچھ اس رومی کثیر نے کہا، اور جو کچھ تم نے اس سے گفتگو کی ہے وہ سب مجمع عام میں بیان کر دو: جاثلیق نے تمام باتیں سب کے بیان کیں۔ پھر جاثلیق نے کہا، فرزندِ رسولؐ یہاں ایک سندھی شخص بھی ہے جو عقیدۂ نصرانی ہے بڑی دلیلیں اور مباحثے کرتا ہے مگر اس کی زبان سندھی ہے: آپ نے فرمایا اچھا، اُسے بھی بلاؤ: وہ شخص بلایا گیا، تو آپ نے اُس سے سندھی زبان گفتگو شروع کی اور نصرانیت کے متعلق ادھر ادھر کی باتوں سے ہٹا کر اصل موضوع پر لاتے رہے: راوی کا بیان ہے کہ آخر میں نے سندھی کو یہ کہتے ہوئے سنا:-
”ثبطلی ثبطلۃ“ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اُس نے سندھی زبان میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا ہے۔

پھر آپ نے اُس سے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کے متعلق گفتگو شروع کی اور وہ درجہ بدرجہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف آتا رہا، یہاں تک کہ اُس نے سندھی زبان میں بیساختہ کہا،
اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ۔ اس کے بعد اُس نے اپنی کمر کا پٹکا کھول دیا جس کے نیچے زنار (جنیو) ظاہر ہوئی اور عرض کیا فرزندِ رسولؐ آپ اس کو اپنے ہی دستِ مبارک سے قطع فرمادیں: آپ نے چھری منگا کر اُسے قطع فرمادیا اور محمد بن فضل سے فرمایا کہ اس سندھی کو حتام لیجا کر نہلاؤ اور پاک کرو، کپڑے پہناؤ، اس کے عیال کو بھی کپڑے پہناؤ۔ اس کے بعد ان سب کو لے کر مدینہ آؤ۔

جب آپ ان سب سے فارغ ہوئے تو مجمع سے دریافت فرمایا، بتاؤ محمد بن فضل نے جو کچھ میرے بارے میں کہا تھا وہ سب سچ ثابت ہو گیا؟ سب نے بیک زبان عرض کیا، جی ہاں، بلکہ اُس نے جتنا کہا تھا اُس سے کئی گنا زیادہ ثابت ہو گیا۔ اور محمد بن فضل نے تو یہ کہا تھا کہ آپ خراسان طلب کیے جائیں گے: آپ نے فرمایا، اُس نے صحیح کہا مگر یہ طلبی عزت و احترام کے ساتھ ہوگی۔

محمد بن فضل کا بیان ہے کہ وہیں ایک جماعت کثیر نے آپ کی امامت کی گواہی دی۔ او آپ اس شب کو وہیں مقیم رہے۔ جب صبح ہوئی تو سب سے رخصت ہوتے ہوئے ہدایات فرمائیں اور روانہ ہوئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔ جب ہم ایک گاؤں میں پہنچے تو آپ نے اس راستے سے اپنا

رُخ موڑا۔ چار رکعت نماز پڑھی اس کے بعد مجھ سے فرمایا، اے محمد! اب تم یہاں سے واپس جاؤ۔ خدا حافظ۔ ذرا اپنی آنکھیں بند کرو: میں نے آنکھیں بند کیں، پھر فرمایا کھول دو: میں نے آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں بصرہ میں اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا ہوں اور حضرت امام رضا علیہ السلام نظروں سے غائب ہیں۔ پھر میں حج کے موقع پر سندھی اور اس کے اہل و عیال کو لے کر مدینہ گیا۔

⑩ — امام کی کوفہ میں تشریف آوری

محمد بن فضل کا بیان ہے کہ بصرہ سے پلٹتے وقت حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھے بہت سی ہدایات فرمائیں، ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ تم کوفہ جاؤ۔ وہاں ہمارے شیعوں کو جمع کرو، اور ان سے کہہ دو کہ میں وہاں آنے والا ہوں، اور میرا قیام وہاں حفص بن عمیر شکاری کے مکان پر ہوگا۔ حسب ہدایت میں کوفہ گیا اور وہاں شیعوں کو بتا دیا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام تشریف لانے والے ہیں۔ ایک دن میں نصر بن مزاحم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ دیکھا کہ آپ کا خادم سلام ادھر سے گذرا، میں سمجھ گیا کہ امام علیہ السلام تشریف لا چکے ہیں۔ پس میں فوراً حفص بن عمیر کے گھر پہنچا امام علیہ السلام موجود تھے۔ میں نے سلام عرض کیا جواب سلام دے کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہاں جتنے شیعہ ہیں ان کے مطابق طعام کا انتظام کرو: راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس کام کے لیے جن چیزوں کی ضرورت تھی ان کا مکمل انتظام کر لیا: آپ نے فرمایا، الحمد للہ کہ اس نے تمہیں توفیق عطا فرمائی۔

⑪ — غیر مذاہب کے علماء سے امام کی گفتگو

اس کے بعد ہم نے وہاں کے تمام شیعوں کو جمع کیا اور کھانا کھلایا۔ بعد فراغت آپ نے فرمایا، اے محمد! دیکھو کوفہ میں جتنے مشکامین اور علماء ہوں ان کو بھی بلا لاؤ: میں نے حکم کی تعمیل کی۔ جب سب جمع ہو گئے تو امام علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا کہ میں چاہتا ہوں جس طرح اہل بصرہ کو فیض پہنچایا ہے اسی طرح تمہیں فیضیاب کر دوں۔

پھر ارشاد فرمایا، سنو! اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں ہمیں ان سب کا علم عطا فرمایا ہے۔ اس کے بعد آپ جاثلیق کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا (یاد رہے کہ جاثلیق ایک مشہور مناظر اور عالم انجیل تھا) اے جاثلیق! کیا تمہیں حضرت عیسیٰ کے اس صحیفہ کا بھی علم ہے جس میں پانچ نام تحریر تھے اور وہ (حضرت عیسیٰ) اُسے اپنے گلے میں جمائے رکھتے تھے اور جب کبھی مغرب میں ہوتے اور چاہتے کہ مشرق میں پہنچ جاؤں تو اُس صحیفہ کو کھولتے اور اللہ کو ان پانچ ناموں میں سے ایک نام کا واسطہ دے کر

کہتے کہ ان کے لیے زمین سمٹ جائے تو فوراً زمین سمٹ جاتی اور وہ ایک لمحہ میں مغرب سے مشرق میں اور کبھی مشرق سے مغرب میں پہنچ جایا کرتے تھے : جاثلیق نے کہا مجھے تو اس کا علم نہیں ہے، مگر اتنا ضرور ہے کہ ان کے پاس پانچ اسماء تھے اور وہ جب کبھی ان پانچوں اسماء یا ان میں سے صرف کسی ایک اسم کے واسطے سے اللہ سے جو کچھ مانگتے تھے اللہ انھیں عطا فرمادیتا تھا؛ آپ نے فرمایا، اللہ اکبر تمہیں ان اسماء سے تو انکار نہیں صحیفہ کو مانو یا نہ مانو اس سے کوئی نقصان نہیں، اے لوگو! تم جاثلیق کے اس اقرار پر گواہ رہنا۔

①۲ == امام ہر علم و کمال میں سب سے افضل ہوتا ہے

اس کے بعد آپ نے فرمایا، ایتہا الناس ! بتاؤ کہ وہ شخص سب سے زیادہ منصف و عادل نہیں سمجھا جائے گا جو اپنے مد مقابل کو اُسی کے مذہب، اُسی کے نبی، اُسی کی کتاب اور اُسی کی شریعت کے ذریعے سے قائل کرے : سب نے کہا، جی ہاں، درست ہے : آپ نے فرمایا کہ یہ بھی سمجھ لو کہ حضرت محمدؐ کے بعد امام وہی ہوگا جو امامت تفویض ہونے کے بعد وہی موقف اختیار کرے جو موقف حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔ اور امامت کے لائق وہی ہوگا جو تمام قوموں سے اپنی امامت کو علمی دلائل و براہین کے ذریعے سے منوالے : یہ سن کر اس الجالوت نے کہا، بتائیے کہ امام ہونے کی کیا دلیل ہے ؟

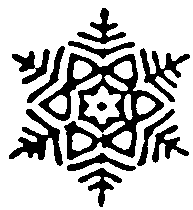
آپ نے ارشاد فرمایا، امام وہ ہے جو توریت، انجیل، زبور اور قرآن سب ہی کا عالم ہو۔ وہ اہل توریت کے سامنے توریت سے دلیل پیش کرے، اہل انجیل کے سامنے انجیل اور اہل قرآن کے سامنے قرآن سے دلیل پیش کرے۔ اُس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دنیا کی تمام زبانوں سے واقف ہو، کوئی ایسی زبان نہ ہو جو اُسے نہ آتی ہو۔ تاکہ ہر قوم کو ان کی زبان میں سمجھا سکے۔ ان اوصاف کے ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ وہ صاحب تقویٰ ہو، ہر بُرائی سے پاک ہو، ہر عیب سے منزہ ہو، عادل اور منصف ہو، صاحب حکمت ہو۔ مہربان ہو، رحم والا ہو، معاف کرنے والا ہو، نرم دل ہو، صادق ہو، مشفق ہو، نیکی کرنے والا ہو، امین ہو، قابلِ وثوق ہو، شجاع ہو، اور صاحبِ بست و کشاد ہو۔ یہ سن کر نصر بن مزاحم اٹھا اور عرض کیا، فرزندِ رسولؐ ! حضرت جعفر بن محمدؑ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔؟ فرمایا، اُس امام کے متعلق میں کیا کہوں جس کے لیے تمام امت محمدیؑ گواہ ہے کہ آنجناب اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے : نصر بن مزاحم نے کہا، پھر آپ حضرت موسیٰ بن جعفر کے متعلق کیا فرماتے ہیں ؟ فرمایا، وہ بھی حضرت جعفر بن محمدؑ کے مثل تھے : اُس نے کہا، مگر لوگ تو ان کی امامت کے متعلق تردد میں ہیں : فرمایا، کہ اول تو حضرت موسیٰ بن جعفر نے عمر بیت

تھوڑی پائی، تاہم آنجناب نبطیوں سے نبطی زبان میں، اہل خراسان سے فارسی زبان میں، رومیوں سے رومی زبان میں اور غیر عرب سے انہی کی زبانوں میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے پاس بھی ہر چہار جانب سے علمائے یہود و نصاریٰ وغیرہ آیا کرتے تھے اور آپ انہی کی کتابوں سے انہی کی زبانوں میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

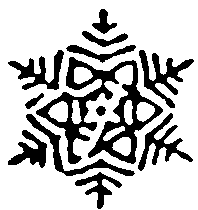
مگر جب آنجناب کی مدتِ حیات ختم ہوئی اور وقتِ وفات قریب آیا تو ایک غلام آپ کا ایک خط لیکر میرے پاس آیا جس میں تحریر تھا کہ ”اے میرے فرزند! میری حیات کی مدت ختم ہو چکی ہے، زندگی دنیائے دن پورے ہو چکے اب تم اپنے باپ کے وصی ہو۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کا وقت جب قریب آیا تو آنحضرت نے حضرت علیؑ کو بلایا، انھیں اپنا وصی بنایا اور وہ صحیفہ آنجناب کے حوالے کیا جس میں وہ اسماء مرقوم تھے جو صورتِ انبیاء اور اوصیاء کے لیے مخصوص ہیں۔ پھر آنحضرت نے فرمایا، اے علیؑ میرے قریب آؤ۔ جب آپ قریب تشریف لے گئے تو آنحضرت نے حضرت علیؑ کا سرِ اقدس اپنی چادر میں داخل کر لیا اور ارشاد فرمایا، اپنی زبان نکالو حضرت علیؑ نے زبان نکالی تو اس پر اپنی انگوٹھی سے مہر لگائی۔ پھر ارشاد فرمایا، اب میری زبان اپنے منہ میں لو اور اس کو اچھی طرح چوسو۔ حضرت علیؑ نے ایسا ہی کیا: پھر ارشاد فرمایا، اللہ نے جو فہم مجھ کو عطا فرمائی تھی وہ ہی تم کو بھی عطا فرمادی ہے۔ جو مجھ کو دکھایا تھا وہی تم کو بھی دکھایا ہے۔ جو علم مجھے عطا ہوا وہی تم کو بھی عطا فرمایا۔ غرض سوائے نبوت کے ہر چیز تم کو مل گئی، اس لیے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (سلسلہ نبوت مجھ پر ختم ہے) : چنانچہ ایک امام کے بعد دوسرا امام آیا اور حضرت موسیٰ بن جعفر کی وفات کے بعد ہر زبان اور ہر کتاب کا علم میری طرف منتقل ہو گیا۔ (الخروج والخراج ص ۲۰۷-۲۰۸)



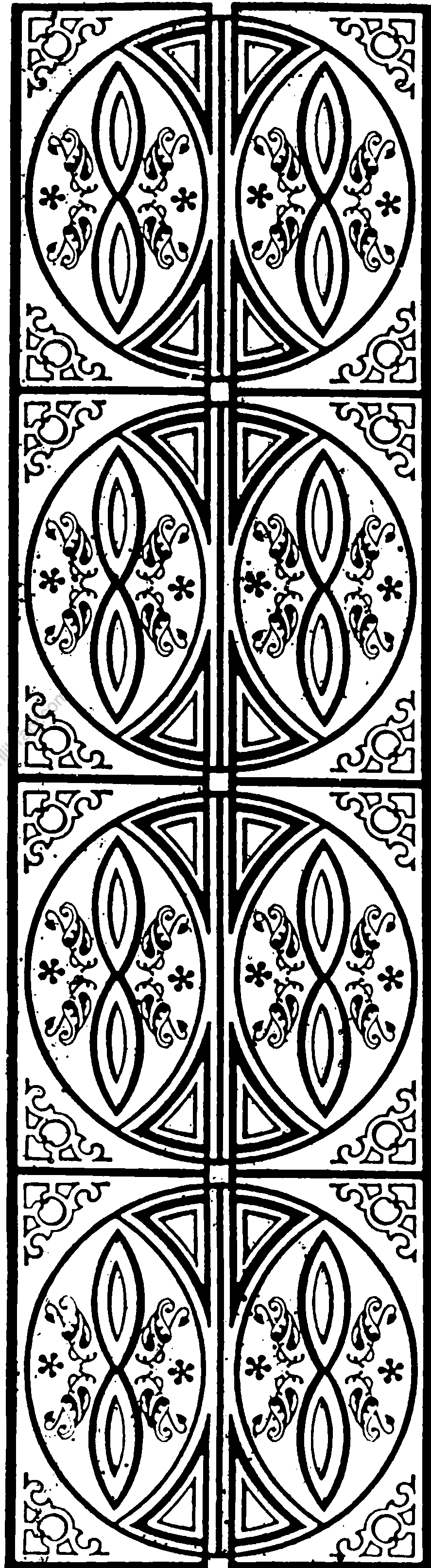
بخار الاخوان



باب



استجابت دُعائے امام علیہ السلام



AN SAR

① — امام کی اہانت کا نتیجہ اور بددعا کا اثر

محمد بن داؤد نہدی نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ ابن ابی سعید مکاری، ایک دن حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اس طرح مخاطب ہوا: اللہ نے تم کو اس منزل پر پہنچا دیا کہ اب تم بھی وہی دعویٰ کرنے لگے جو تمہارے والد کیا کرتے تھے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، یہ تجھے کیا ہو گیا ہے، اللہ تیری شمع حیات گُل کرے اور اپنی نعمتیں سلب کر کے تجھے محتاج کر دے۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ اللہ نے حضرت عمرانؑ کی جانب وحی فرمائی کہ میں تمہیں ایک فرزند عطا کروں گا اور حضرت عمرانؑ کے یہاں حضرت مریمؑ پیدا ہوئیں اور حضرت مریمؑ کے لہتن سے حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔ اس لیے عیسیٰؑ مریمؑ سے اور مریمؑ عیسیٰؑ سے ہیں اور پھر حضرت عیسیٰؑ و حضرت مریمؑ میں کوئی فرق نہیں رہا، دونوں ایک ہی ہیں۔ اسی طرح میں اپنے والد سے ہوں اور میرے والد مجھ سے ہیں لہذا ہم دونوں میں کوئی فرق نہ رہا دونوں ایک ہیں:

پھر ابن ابی سعید نے کہا: اچھا میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں: آپ نے فرمایا مگر میں جانتا ہوں کہ تو میرے جواب کو قبول نہیں کرے گا، تو میرا پیرو نہیں ہے۔ پھر بھی بتا کیا مسئلہ ہے؟ اُس نے کہا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت کہا کہ میرے جتنے قدیمی غلام ہیں وہ سب فی سبیل اللہ آزاد ہیں: آپ نے ارشاد فرمایا، ہاں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے ”حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ“ (سورہ نيس آیت ۳۹) ”(چاند) پلٹ کر پھر ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسے کھجور کی قدیم (پُرانی) شاخ“

لہذا جن غلاموں کو چھ مہینے ہو چکے ہیں وہ قدیم ہیں اور آزاد ہیں: راوی کہتا ہے کہ پھر وہ شخص وہاں سے چلا گیا اور ایسا مفلس ہوا کہ مرتے دم تک نانِ شبینہ کو محتاج رہا۔ اللہ اُس پر لعنت کرے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۳۸)

② — مامون الرشید کیلئے بددعا

ابراہیم بن ہاشم نے ہروی سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مامون الرشید کے پاس اس امر کی شکایت پہنچی کہ حضرت امام علی ابن موسیٰ (رضا) مباحثوں اور مناظروں کی مجلسیں منعقد کرتے ہیں اور لوگ ان کے علم پر فریفتہ ہوتے جا رہے ہیں تو مامون نے

اپنے حاجب محمد بن عمرو طوسی کو حکم دیا۔ اس نے مجلسِ امام رضا سے لوگوں کو درہم و برہم کر دیا اور جو امام علیہ السلام کو مامون کے سامنے پیش کیا۔ جب مامون نے آپ کو دیکھا تو بہت سخت و سست سمجھا اور آپ کی توہین کی: امام علیہ السلام اس کے پاس سے غصے کے عالم میں نکلے تو آپ کے دونوں لبہ مبارک حرکت میں تھے اور آپ فرما رہے تھے۔ محمد مصطفیٰ، علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہرا کے حق کی قسم اللہ کی مدد اور اپنی دعائے بد کے ذریعے سے اس شہر کے کتوں کو اس پر اور اس کے خواص و عوام پر مسلط کر دوں گا جو ان کی پوری توہین کریں گے: اسی حالت میں آپ اپنی منزل پر تشریف لائے وضو کے لیے پانی منگوایا، وضو فرمایا، دو رکعت نماز پڑھی اور دوسری رکعت کے قنوت میں یہ دعا پڑھی :-

اے اللہ! اے ہر طرح کی قدرت رکھنے والے
پے درپے کرم و احسان کرنے والے۔ بڑی
بڑی بخششیں کرنے والے۔ اے وہ ذات
جس کے اوصاف کی کوئی مثال نہیں دی
سکتی۔ اور نہ اس کا کوئی مثل و نظیر
پیش کیا جاسکتا ہے۔ نہ کوئی بڑے سے
بڑا طاقتور اس پر غالب آسکتا ہے۔ اے وہ
ذات کہ جس نے مخلوقات کو پیدا کیا تو ان کو
رزق بھی خود ہی دیا۔ بذریعے الہام انہیں لوہے
کی طاقت دی۔ ہر شے کو خود ایجاد اور پیدا کرنا
شروع کر دیا، بلند ہوا تو خوب بلند ہوا۔ تقدیریں
بنائیں تو بہترین، صورتیں بنائیں تو مستحکم۔ اپنی
قدرت کی دیلیں دیں تو حد سے زیادہ نعمتیں
دیں تو بھر لو۔ بخششیں کیں تو بڑی سے بڑی۔ اے
وہ ذات جو عزت میں اتنا بلند ہوا کہ لوگوں کی
نگاہوں سے گم ہو گیا، اور بندوں پر لطف و کرم کرنے
کیلئے اتنا قریب آیا جو کسی کے وہم و گمان میں بھی
نہیں۔ اے وہ ذات کہ جو ساری کائنات کا تئ تہا

اَللّٰهُمَّ يَا ذَا الْقُدْرَةِ الْجَامِعَةِ
وَالرَّحْمَةِ الْوَاسِعَةِ وَالْمِنَّةِ
الْمُتَابِعَةِ وَالْاِلَاءِ الْمُتَوَالِيَةِ وَ
الْاَيَادِي الْجَمِيلَةِ وَالْوَاهِبِ الْجَزِيلَةِ
يَا مَنْ لَا يُوصَفُ بِمِثْلٍ وَلَا
يُمَثَّلُ بِنَظِيرٍ وَلَا يُغْلَبُ بِظَهِيرٍ يَا
مَنْ خَلَقَ فَرَزَقَ وَالْهَمَّ فَاَنْطَقَ وَ
ابْتَدَعَ فَشَرَعَ وَعَلَا فَارْتَفَعَ وَقَدَّرَ
فَاَحْسَنَ وَصَوَّرَ فَاتَّقَنَ وَاحْتَجَّ
فَاَبْلَغَ وَالْعَمَّ فَاَسْبَغَ وَاَعْطَى
فَاَجْزَلَ يَا مَنْ سَمَا فِي الْعِزِّ فَفَاتَ
خَوَاطِرَ الْاَبْصَارِ وَدَنَا فِي اللُّطْفِ
فَجَانَّ هَوَاجِسَ الْاَفْكَارِ يَا مَنْ تَفَرَّدَ
بِالْمُلْكِ فَلَا نِدَّ لَهُ فِي مَلَكُوتِ
سُلْطَانِهِ وَتَوَحَّدَ بِالْكِبَرِ يَا فَلَاحَ
صِدْقِهِ فِي جَبَرَتِ شَانِهِ يَا مَنْ
حَارَتْ فِي كِبَرِيَاةِ هَيْبَتِهِ دَقَائِقُ
لَطَائِفِ الْاَوْهَامِ وَخَسِرَتْ دُونِ

إِذْ رَأَىٰ عَظَمَتِهِ خَطَائِفُ أَبْصَارِ
الْأَنَامِ يَا عَالِمِ خَطَرَاتِ قُلُوبِ
الْعَالَمِينَ وَيَا شَاهِدَ لَحَظَاتِ
أَبْصَارِ الشَّاظِرِينَ يَا مَنْ عَنَتِ
الْوُجُوهُ لِهَيْبَتِهِ وَخَضَعَتِ الرِّقَابُ
لِجَلَالَتِهِ وَوَجَلَتِ الْقُلُوبُ مِنْ
خِيفَتِهِ وَارْتَعَدَتِ الْفَرَائِضُ
فَرَقِهِ يَا بَدِيءُ يَا بَدِيعُ يَا قَوِيُّ
يَا مَنِيْعُ يَا عَلِيُّ يَا رَفِيعُ صَلِّ عَلَى مَنْ
شَرَفَتِ الصَّلَاةُ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ وَ
انْتَقِمَ لِي مِنْ ظُلْمَتِي وَاسْتَحَفَّتْ
بِي وَطَرَدَ الشَّيْعَةُ عَنِّي بَابِي وَ
أَذِقْنِي هَرَارَةَ الدُّلَى وَالْهُوَانِ كَمَا
أَذَقْنِيهَا وَاجْعَلْهُ طَرِيدَ الْأَرْجَاسِ
وَشَرِيدَ الْأَنْجَاسِ.

مالک ہے۔ اس کی مالکیت اور سلطنت میں
اس کا کوئی شریک نہیں وہ اپنی کبریائی اور بڑائی
میں اکیلا ہے۔ اس کی شان جبروتیت میں کسی
کوئی ضد اور مد مقابل نہیں۔ اے وہ کہ جس کی
ہیبت اور بڑائی کے سمجھنے میں نکتہ رس اوہام و افکار
بھی حیرت زدہ ہیں جسکی عظمت و بزرگی کے ادراک
کی اہل نظر کی نگاہوں کو حسرت رہ جاتی ہے۔ اے
وہ ذات جو تمام عالمین کے دلوں کی باتوں کا جاننے
والا ہے۔ اے دیکھنے والوں کی آنکھوں کی ایک
ایک جھپک کو دیکھنے والے۔ اے وہ ذات کہ جسکی
ہیبت کے سامنے سب کی گردنیں خم اور سرنگوں ہیں۔
جس کے خوف سے لوگوں کے دل لرز رہے ہیں اور جو
وہ بند کاپتے ہیں۔ اے خلقت کی ابتداء کرنیوالے اے
مخلوقات کی ایجاد کرنیوالے۔ اے صاحبِ قوت اے
صاحبِ طاقت۔ اے اعلیٰ و بالا تو اپنی رحمت نازل و ما
اس ذات پر کہ جس پر درود کا نازل ہونا درود کیلئے خود
باعثِ شرف ہے۔ پروردگار! جس نے ہم پر ظلم کیا،
ہماری توہین کی، اور جس نے ہمارے شیعوں اور
دوستوں کو میرے دروازہ سے بھگایا، اُس سے میرا
انتقام تو لے جس طرح اُس نے مجھے ذلت و توہین
کا مزہ چکھایا ہے اسی طرح تو بھی اسے ذلت و توہین کا
مزہ چکھا۔ اور اس کے ساتھ ایسا ہو کہ پسید اور گندے
لوگ اس کو بھگائیں اور نجس و ناپاک لوگ اُسے دھتکاریں۔

ابوصلت عبدالسلام بن صالح ہروی کا بیان ہے کہ ابھی میرے مولانا نے اپنی دعا
ختم نہیں کی تھی کہ شہر میں ایک زلزلہ سا آگیا۔ ساری آبادی لرز اٹھی، ہر طرف چیخ و پکار کی آوازیں
بلند تھیں، لوگ نعرے لگا رہے تھے۔ گرد و غبار اڑ رہا تھا، سارا میدان گونج رہا تھا۔ ابھی میں اپنی جگہ
پر بیٹھا ہی ہوا تھا کہ اسی اثناء حضرت امام رضا علیہ السلام نے نماز تمام کی اور سلام پڑھنے کے بعد مجھ

سے فرمایا اے ابوصلت مکان کی چھت پر جا کر دیکھو! ایک سرکش، بیوقوف اور بوڑھی عورت جو اشرار کو اُبھارے ہوئے ہے اور جوانوں کو گندگی میں آلودہ کیے ہوئے ہے جس کا نام یہاں کے لوگوں نے اُس کی حماقت اور ذلالت کی وجہ سے سمانہ (موٹی) رکھ دیا ہے۔ وہ اپنے کا ندھے پر ایک لکڑی کا چھڑا اٹھائے ہوئے ہے جس کے سر پر اُس نے اپنی سرخ اور ڈھنی کو بطور پھریرہ باندھ رکھا ہے وہ لوگوں کی قیادت کر رہی ہے اور اپنے اُن کینوں کی فوج لیے ہوئے مامون کے قصر اور اُس کے سرداروں کے مکانوں کی طرف جا رہی ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں چھت پر چڑھا تو بس یہ دیکھا کہ لوگ لاٹھیاں چلا رہے ہیں، پتھروں سے سر لوٹ رہے ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ مامون اپنے قصر شاہجہاں سے زرہ پہنے ہوئے فرار ہونے کے لیے نکلا۔ کہ اتنے میں شاجر و حجام نے کسی بلند کو کھٹے سے ایک وزنی اینٹ پھینکی جو مامون کے سر پر گری۔ مامون کے سر کا خود گر گیا اور اس کے سر میں چوٹ آئی۔ جو لوگ مامون کو پہچانتے تھے اُن میں سے ایک شخص نے اینٹ پھینکنے والے سے کہا: 'وائے ہو تجھ پر، ارے یہ امیر المومنین ہیں جب یہ آواز سمانہ نے سنی تو ڈانٹ کر بولی: چپ رہ تیری ماں مر جائے، یہ دن امتیاز برتنے یا طرف داری کرنے کا نہیں ہے اور نہ یہ دن لوگوں کو درجوں اور طبقوں میں بانٹنے کا ہے۔ اگر یہ واقعاً مومنون کا امیر ہوتا تو فاسق و فاجر مردوں کو بیچاری کنواری عورتوں پر سلطنت کرتا: غرض کہ مامون اور اُس کے سپاہی انتہائی ذلت اور بے عزتی کے ساتھ بُری طرح مار کر بھگا دیے گئے۔ (عبون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۳-۱۴۴)

• کتاب مناقب جلد ۴ ص ۲۴۵، ۲۴۶ پر بھی ہر وی سے اسی طرح کی روایت نقل ہے اور آخر میں اتنا اور اضافہ ہے کہ اُن بلوائیوں نے مامون کے تمام مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ اس سلسلے میں مامون نے چالیس غلاموں کو بچانسی دے دی اور مرو کے دہقانوں کو کسی طرح راضی کیا اور حکم دیا کہ ان کی دیواروں کو اونچا کر دیا جائے۔ اور جب اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی توہین کرنے کا نتیجہ ہے تو فوراً اپلٹا، آپ کے پاس آیا اور از روئے حلف کہا کہ آئندہ ایسا نہ ہوگا آپ کی پیشانی کو لبوسہ دیا، اور سامنے ادب سے بیٹھ گیا، اور کہا، ان لوگوں سے تو، اب اس کے بعد میرا دل صاف نہ ہوگا، آپ کی کیارائے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اُمت محمدؐ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! یہ امارت اور یہ حکومت تمہارے سپرد ہوئی مگر تم نے مسلمانوں کے امور کو دوسروں کے حوالے کر کے اسے تباہ کر دیا۔

بگار کے لیے بددعا

== (۳)

علی بن محمد نوفلی کا بیان ہے کہ زبیر بن بکار نے طالبین میں سے کسی شخص سے قبر رسولؐ

اور زبیر رسولؐ کے درمیان حلف اٹھوایا، اُس نے حلف اٹھانے سے اُس کے جسم پر سفید داغ آگئے

راوی کا بیان ہے کہ میں نے خود دیکھا ہے اس کی پٹریوں اور قدموں پر برص کے سفید داغ تھے۔ اور اس کے باپ بٹکار نے امام رضا علیہ السلام پر کسی معاملے میں ظلم کیا تو آپ نے اُس کے لیے دُعاے بد کی اور اسی وقت کسی قمر سے کوئی پتھر اس کی گردن پر گرا اور اس کی گردن بیکار ہو گئی۔ اور اس کے باپ یعنی عبداللہ بن مرصع نے یحییٰ بن عبداللہ بن حسن کا امان نامہ ہارون رشید کے سامنے چاک کر دیا اور کہا، یا امیر المومنین! انھیں بھی قتل کر دیجیے، ان کے لیے کوئی امان نہیں ہے: اس پر یحییٰ نے کہا کہ یہ کل میرے بھائی کے ساتھ گیا تھا اور ان کی شان میں اشعار پڑھے تھے: اُس نے الکار کیا: تو یحییٰ نے اُس سے حلف اٹھوایا کہ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں اور اگر ہو تو جلد سے جلد کسی عقوبت اور سزا میں گرفتار ہو جاؤں: پس فوراً، اُس کو بخار چڑھا اور تین دن میں مر گیا۔ اور اُس کی قبر بار بار زمین میں دھنستی رہی۔ یہ روایت طویل ہے جس کو مختصر کر دیا گیا ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۴)

② — آلِ برمک کے لیے بد دُعا

محمد بن طفیل کا بیان ہے کہ جس سال ہارون رشید نے آلِ برمک پر سختی کی تو سب سے پہلے جعفر ابن یحییٰ سے شروع کیا اور یحییٰ بن خالد کو قید میں ڈال دیا اور آلِ برمک پر جو مصیبت ٹوٹی وہ تو تھی ہی لیکن امام رضا علیہ السلام مقامِ عرفہ میں بھی کھڑے ہوئے آلِ برمک کے لیے بد دُعا کر رہے تھے کہ آپ نے ذرا دیر کے لیے سر جھکا یا۔ جب اس کا سبب پوچھا گیا: تو آپ نے فرمایا: برمک نے جو بد سلوکی میرے پدر بزرگوار کے ساتھ کی تھی اس پر میں ان لوگوں کے لیے بد دُعا کیا کرتا تھا اللہ نے آج وہ میری بد دُعا سن لی۔ اور ابھی واپسی کو چند دن ہی گزرے تھے کہ جعفر اور یحییٰ پر سختی ہوئی اور ان کے حالات منقلب ہو گئے۔ (عیون اخبار الرضا ص ۲۲۵)

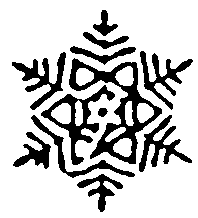
• کشف الغمہ جلد ۲ ص ۱۳ میں دلائل حمیری سے محمد بن الفضیل سے بھی یہی روایت منقول ہے



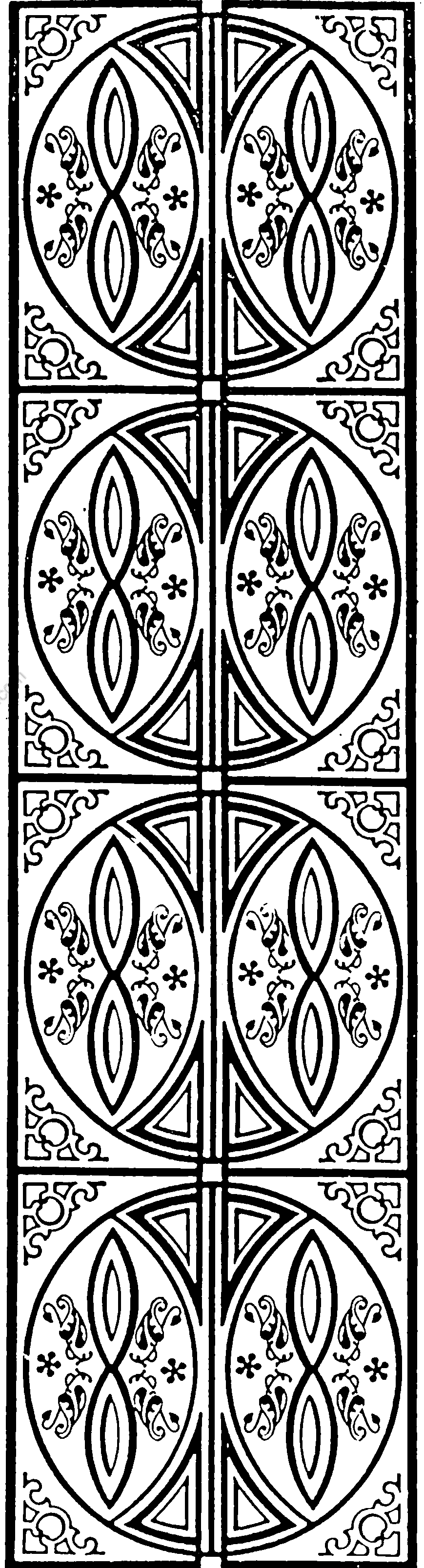
نجات الاخوان



باب



امام ہرزبان سے واقف ہوتا ہے



① — امام کو صقلبی اور رومی زبانوں پر عبور حاصل تھا

یاسر خادم کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے غلاموں میں سے کچھ غلام صقلبی اور رومی بھی تھے اور آپ ان کی زبانوں سے بھی بخوبی واقف تھے۔ ایک مرتبہ شب کو آپ نے سنا کہ وہ غلام صقلبی اور رومی زبانوں میں محو گفتگو تھے امام رضا علیہ السلام ان کی گفتگو سن رہے تھے۔ انھوں نے آپس میں کہا کہ ہم اپنے وطن میں ہر سال فصد کھلوا یا کرتے تھے لیکن یہاں فصد نہیں کھلوا سکے: جب رات گزر گئی اور دن نکلا تو امام ایک طبیب کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میرے فلاں غلام کی فلاں رگ میں فصد کھول دو اور ایک فلاں غلام ہے اس کی فصد فلاں رگ میں کھول دینا اور مجھ سے فرمایا کہ اے یاسر! تم فصد نہ کھلوانا۔ یاسر کا بیان ہے مگر میں نے فصد کھلوائی تو میرا ہاتھ متورم ہو گیا اور سرخ ہو گیا: آپ نے دریافت فرمایا، اے یاسر! تجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ فصد کھلوائی ہے: آپ نے فرمایا، کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا؟ اچھا، اب ادھر آؤ اور اپنا ہاتھ دکھاؤ۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے میرے ہاتھ کو مس کیا اور اس پر اپنا لعاب دہن لگایا، پھر ہدایت فرمائی کہ رات کے وقت کھانا نہ کھایا کرو: میں نے ایک عرصے تک رات کو کھانا نہیں کھایا: مگر ایک دن بھول کر کھالیا تو میری پھر وہی حالت ہو گئی۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۷۷)

• بصائر الدرجات جزء ۷، باب ۳۔ ج ۴ میں محمد بن جنزک سے اور مناقب آل ابی طالب جلد ۲ ص ۳۴۲ میں یاسر سے یہی روایت نقل ہے۔

② — ابوالشتم جعفری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ آپ نے اپنے ایک غلام کو صقلبی اور فارسی زبان میں آواز دی اور کبھی کبھی میں اپنے غلام کو بھی فارسی سیکھنے کے لیے بھیجا کرتا تھا آپ اس طرح تعلیم فرماتے کہ وقت نہ ہوتی اور اگر کبھی وقت پیش بھی آتی تو آپ اس کو مفصل طریقے پر سمجھا دیتے تھے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۸)

③ — فصل الخطاب سے کیا مراد ہے؟

ہروی کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام ہر شخص سے اُس کی ہی زبان میں بات چیت کیا کرتے تھے اور خدا کی قسم آپ ہر زبان کو اہل زبان سے بہتر جانتے تھے اور اُس سے زیادہ فصیح لہجہ

میں گفتگو فرماتے تھے۔ ایک دن میں نے عرض کیا، 'فرزندِ رسول! یہ ساری زبانیں آپس میں مختلف ہیں اور آپ ہر زبان جانتے ہیں مجھے بڑی حیرت ہے؛ آپ نے ارشاد فرمایا، اے ابوصلت میں اللہ کی طرف سے اُس کی مخلوق پر حجت ہوں۔ اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہیں کرتا کہ وہ کسی قوم پر ایسے شخص کو حجت بنائے جو اُس قوم کی زبان نہ جانتا ہو۔ کیا تم نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی نہیں سنا کہ ہم کو فصل الخطاب عطا کیا گیا ہے۔ تو فصل الخطاب اور کیا ہے، یہی تمام زبانوں کا جانتا تو ہے۔' (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۸)

• مناقب ابن شہر آشوب میں بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

④ _____ معاویہ نے وِشام سے روایت کی ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے خراسان میں فرمایا کہ میں نے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے ساتھ رہا۔ (قرب الاسناد ص ۲۰۳)

⑤ ————— چڑھیوں کی زبان واقفیت اور ان کو ہدایت

سلیمان جو اولادِ حضرت جعفر بن ابی طالب میں سے تھے، کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ باغ میں تھا کہ ناگاہ ایک عصفور (چڑیا) آئی اور آپ کے سامنے آکر بیٹھ گئی اور چلانے لگی۔ وہ بہت مضطرب تھی اور اپنی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ آپ نے فرمایا، جانتے ہو یہ چڑیا کیا کہہ رہی ہے؟ میں نے جواب دیا اللہ اور اللہ کے رسول اور فرزندِ رسول ہی بہتر جانتے ہیں؛ آپ نے فرمایا، یہ کہہ رہی ہے کہ گھر میں ایک سانپ ہے جو میرے بچوں کو کھانا چاہتا ہے۔ آپ اٹھیں اپنا عصا لیجیے، گھر میں چلیے اور اسے مار دیجیے؛ راوی کا بیان ہے کہ میں نے فوراً عصا لیا اور گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک سانپ گھر میں چکر لگا رہا ہے۔ میں نے اس کو مار دیا (بصائر الدرجات جزء ۷، ب ۱۲ - ج ۱۹)

• مناقب آل ابی طالب جلد ۴ ص ۳۳۴ اور الخراج والخراج ص ۲۰۶ پر بھی سلیمان جعفری سے اسی کے مثل روایت ہے۔

⑥ _____ وِشام کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ آسمان کی طرف نظر اٹھائے ہوئے ہیں اور کچھ بول رہے ہیں جیسے ابابیل بولتی ہیں۔ مگر میں کچھ نہ سمجھ سکا۔ اور آپ تھوڑی تھوڑی کے بعد بار بار اسی طرح کلام کرتے رہے پھر خاموش ہو گئے۔ (بصائر الدرجات جزء ۱۰، ب ۱۰ - ج ۲۲)

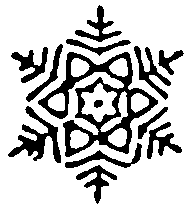
⑦ _____ ایک طویل حدیث میں علی بن مہران سے روایت ہے۔ حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام

نے اُس سے فرمایا کہ ہمارے لیے ایک گھڑی بنا لاؤ۔ جب وہ بن چکی تو میں اٹھا کر آپ کے پاس لے گیا اُس وقت مجھے بیدار پیاس لگی ہوئی تھی۔ ابھی میں بیٹھا ہی تھا کہ ناگاہ بیت الشرف میں سے ایک غلام برآمد ہوا جس کے ہاتھ میں کھنڈے پانی کا کوزہ تھا۔ اس نے کوزہ میری جانب بڑھایا، میں نے سیراب ہو کر پیا پھر امام علیؑ سلام تشریف لائے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ (اس گھڑی میں سے) ایک کنکری گری آپ کے خادم مسرور نے کہا ”ہشت“ یعنی اٹھ۔ پھر آپ نے مسرور سے فرمایا۔ ”در بند“ یعنی دروازہ بند کر دو۔

(مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ ص ۳۳۴)



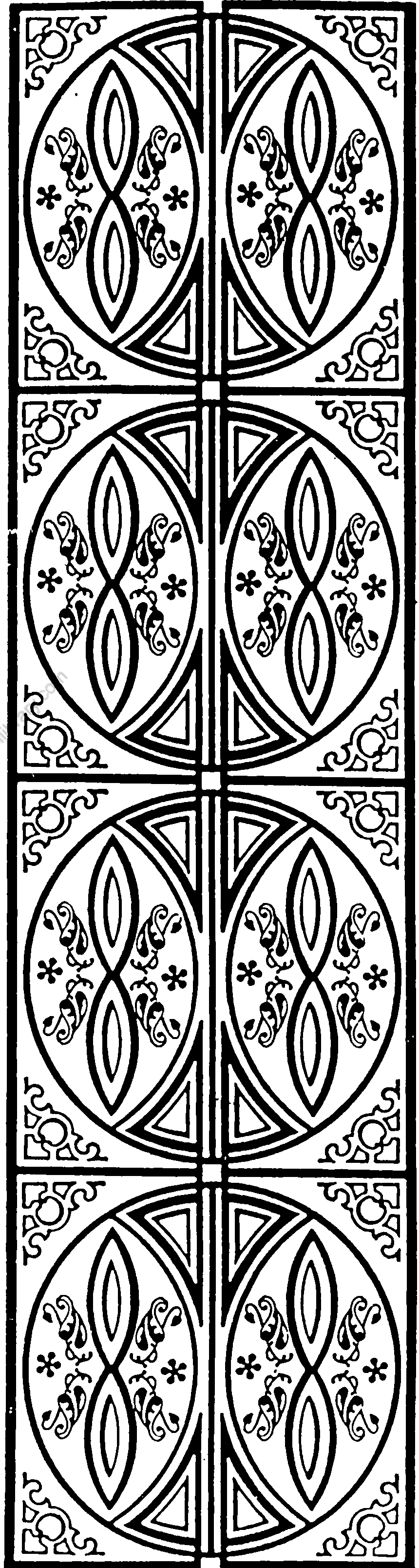
نماز الاخوار



باب



مکام الاخلاق و ریاضتِ امام



ANSAH

① — امام کا لباس

ابو عباد کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام گرمیوں میں چٹائی پر اور جاڑوں میں موٹے کبیل پر بیٹھتے تھے ہمیشہ موٹا لباس پہنتے، مگر جب مجمع عام میں تشریف لے جاتے تو ان کی (عوام کی) خاطر اپنی پوشاک عمدہ قسم کی زیب تن فرمالیا کرتے تھے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۷۸)

② — کنیزوں سے سلوک

صولی کہتا ہے کہ میری دادی نے مجھ سے بیان کیا۔ (جن کا نام عذر تھا) کہ میں بھی کچھ کنیزوں کے ساتھ شہر کوفہ سے خریدی گئی۔ میرا باپ عرب اور ماں غیر عرب تھی۔ یہاں سے مجھے خرید کر مامون کے پاس لے جایا گیا۔ وہاں میں مامون کے گھر میں رہی جو میرے لیے جنت تھا۔ کھانا، پینا، عطریات، درہم و دینار ہر شے با فراغت تھی۔ اس کے بعد مامون نے مجھے حضرت امام رضا کو ہبہ کر دیا۔ جب میں آپ کے بیت الشرف میں پہنچی تو ہر شے مفقود تھی اور وہاں ہم کنیزوں پر ایک داروغہ مقرر تھی جو ہمیں شب کی نماز کے لیے بیدار کرتی۔ یہ بات مجھ پر بہت گراں گذری تھی اور چاہتی تھی کہ کسی طرح یہاں سے نکل جاؤں۔ پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھے تمھارے دادا عبداللہ ابن عباس کو ہبہ کر دیا۔ اور جب ان کے گھر پہنچی تو ایسا معلوم ہوا کہ جنت میں آگئی۔

صولی کا بیان ہے کہ میں نے آج تک اپنی دادی سے زیادہ عقلمند کسی عورت کو نہیں دیکھا اور نہ ان سے زیادہ سخی کسی کو پایا۔ ان کا انتقال شہر میں بعمر سو سال ہوا۔ ان سے حضرت امام رضا علیہ السلام کے بارے میں اکثر لوگ دریافت کیا کرتے تو وہ کہا کرتی کہ مجھے تو بس ان کے متعلق اتنا یاد ہے کہ وہ عود ہندی سلگاتے، اس کے بعد عرق گلاب اور مشک استعمال کرتے اور صبح کی نماز اول وقت پڑھا کرتے تھے، صبح کی نماز کے بعد جب آپ سجدہ کرتے تو جب آفتاب بلند ہو جاتا تب آپ سر اٹھایا کرتے، پھر اٹھتے اور لوگوں سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے یا کہیں جانے کے لیے سواری تیار کراتے۔

یہ ممکن نہ تھا کہ آپ کے بیت الشرف میں کوئی شخص بلند آواز سے بات کرے خود آپ زیادہ بات چیت کرنا پسند نہ فرماتے تھے۔ میرے جد عبداللہ میری دادی کو متبرک خیال کرتے تھے اور جس دن سے یہ ان کو ہبہ ہوئیں اسی دن سے میری دادی کو کنیز بدترہ (چند شرائط پوری کرنے کے بعد آزاد)

بنا دیا تھا۔ ایک دن میرے جد کے ماموں عباس بن اخنف حنفی میرے جد کے پاس آئے اور میری جدہ کی باتوں کو سن کر حیرت زدہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ کینز آپ مجھے دے دیں: میرے جد نے کہا یہ تو مدبرہ ہے۔
(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۱۶۹)

۳۔ امام ہر سوال کا جواب قرآن سے دیا کرتے تھے

صولی نے ابی ذکوان سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم بن عباس کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو بھی ایسا نہیں دیکھا کہ اُن سے کسی نے کوئی سوال کیا ہو اور آپ کو اس کا علم نہ ہو میں نے آنحضرت کے زمانے میں آپ سے بڑا عالم کسی اور کو نہیں پایا، مامون نے بارہا آپ کی آزمائش کی اور ہر طرح کے سوالات آپ سے دریافت کیے جن کا جواب آپ فوراً ہی دیدیتے تھے آپ کی ساری گفتگو اور جوابات قرآن مجید سے ماخوذ ہوتے تھے۔ آپ پورا قرآن مجید تین دن میں ختم کیا کرتے اور فرمایا کرتے کہ اگر چاہوں تو تین دن سے کم میں بھی ختم کر سکتا ہوں لیکن جب بھی کوئی آیت پڑھتا ہوں تو غور کرتا ہوں کہ یہ آیت کس چیز کے بارے میں نازل ہوئی، اور کس وقت نازل ہوئی اس لیے تین دن میں ختم کرتا ہوں۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۱۸)

۴۔ آپ کا طرز زندگی

ابراہیم بن عباس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن الرضا علیہ السلام کو کبھی کسی سے تشریف سے بات کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ نیز کبھی کسی کی بات کاٹ کر خود بات کرتے ہوئے یا کسی محتاج کے سوال کو رد کرتے ہوئے یا کبھی اپنے ہم جلیسوں کے سامنے پیر پھیلاتے ہوئے یا ہم جلیسوں کے سامنے تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے یا اپنے غلاموں میں سے کسی کو سخت کُست کہتے ہوئے یا تھوکتے ہوئے یا ہنستے وقت فہقہ لگاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ کی ہنسی صرف مسکراہٹ ہوتی تھی۔ نیز جب دسترخوان لگایا جاتا تو آپ کے ساتھ غلام، دربان اور سائیس بھی کھانا کھاتے تھے۔ آپ شب کو بہت کم سوتے اور زیادہ بیدار رہتے، اور اکثر راتوں کو تو اول شب سے صبح تک بیدار ہی رہتے۔ آپ اکثر و بیشتر روزہ رکھتے تھے۔ ہر مہینے کے تین روزے آپ کبھی نہیں چھوڑتے اور فرماتے کہ یہ صوم الدھرا ہے۔ آپ پوشیدہ طور پر بہت صدقہ و خیرات کیا کرتے اور یہ عموماً اندھیری راتوں میں کیا کرتے۔ اب اگر کوئی شخص کہے کہ ہم نے آنجناب کے مانند کسی بھی شخص کو فضل و شرف میں دیکھا ہے تو وہ جھوٹا ہے اس کو سچا نہ جانو۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۱۸۴)

⑤ — قید خانے میں عبادت

بہروی کا بیان ہے کہ میں مقامِ سرخس میں اس گھر کے دروازے پر پہنچا جہاں حضرت امام رضا علیہ السلام نظر بند اور قید تھے۔ میں نے قید خانے کے داروغہ سے آپ سے ملاقات کی اجازت چاہی، اُس نے کہا کہ آپ سے ملنے کی کوئی صورت نہیں: میں نے دریافت کیا کیوں؟ اُس نے جواب دیا، وقت ہی کہاں ہے۔ وہ دن رات میں ایک ہزار رکعت تو نمازیں پڑھتے ہیں۔ صرف دن کے ابتدائی حصے میں ذرا دم لیتے ہیں پھر زوال سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے قبل نماز میں مشغول نہیں رہتے مگر اپنے مصیبت پر بیٹھے رہتے ہیں اور اپنے رب سے مناجات میں مصروف رہتے ہیں: میں نے کہا، اچھا تو ان ہی اوقات میں سے کسی وقت ملاقات کی اجازت حاصل کرو؟ اُس نے میرے لیے اجازت مانگی، میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ آپ اپنے مسئلے پر بیٹھے ہوئے کچھ سوچ رہے ہیں۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۸۴)

• سلیمان جعفری کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ خنز کا لباس پہنے ہوئے مشغولِ نماز ہیں۔ (التہذیب)

⑥ — نماز ہائے یومیہ میں فرائض و نوافل کی تفصیل

رجاء بن ضحاک کا بیان ہے کہ مجھے مامون نے حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو مدینہ سے لانے کے لیے بھیجا اور حکم دیا کہ اُنھیں بصرہ، اہواز اور فارس کے راستے سے لے کر آنا۔ تم کے راستے سے نہ لانا۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ دن رات اُن کی نگرانی بذاتِ خود کرتے رہنا۔ جب تک ہمارے پاس نہ پہنچ جاؤ۔ لہذا میں مدینہ سے آپ کو لے کر مرو تک ساتھ ساتھ رہا۔ خدا کی قسم میں نے کسی کو آنجناب سے زیادہ صاحبِ تقویٰ، ذکرِ الہی میں مشغول اور خوفِ خدا رکھنے والا نہیں پایا۔

جب صبح نمودار ہوتی تو نمازِ صبح پڑھ کر سلام پڑھتے، تسبیح و تحمید، تکبیر و تہلیل اور درود میں مشغول رہتے۔ یہاں تک کہ سورج نمودار ہوتا، پھر سجدے میں جاتے تا اینکہ سورج بلند ہو جاتا۔ پھر آپ قبلِ زوال تک لوگوں سے گفتگو کرتے اور اُنھیں وعظ و پند فرماتے۔ اس کے بعد تجدیدِ وضو فرماتے اور اپنے مصیبت پر پہنچ جاتے۔ جب زوال کا وقت آ جاتا تو کھڑے ہو کر چھ رکعت نماز پڑھتے۔ پہلی رکعت میں سورۃ الحمد اور سورۃ کافرون۔ دوسری رکعت میں سورۃ الحمد اور سورۃ اُحد اور اس کے بعد چار رکعات میں ہر رکعت میں سورۃ الحمد اور سورۃ اُحد پڑھتے، ہر دوسری رکعت کے آخر میں

سلام پڑھتے اور ہر دوسری رکعت میں رکوع سے قبل قنوت پڑھتے، اس کے بعد اذان کہتے اور دو رکعات نماز پڑھتے، پھر کھڑے ہو کر نمازِ ظہر ادا فرماتے۔ اور جب نمازِ ظہر کے آخر میں سلام پڑھ لیتے تو دیر تک تسبیح، تحمید و تکبیر میں مشغول رہتے پھر سجدہ شکر ادا فرماتے اور اس میں سو مرتبہ ”شکراً للہ“ کہتے پھر سجدے سے سر اٹھاتے اور نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تو چھ رکعات نماز پڑھتے، ہر رکعت میں سورۃ الحمد اور سورۃ احد پڑھتے اور ہر دوسری رکعت میں رکوع سے قبل قنوت اور ہر دوسری رکعت کے آخر میں سلام پڑھتے۔ جب ان چھ رکعتوں سے فارغ ہوتے تو اذان کہتے اور دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر دوسری رکعت میں قنوت پڑھتے جب سلام پڑھ کر اس سے فارغ ہوتے تو اقامت کہہ کر نمازِ عصر پڑھتے اور جب سلام پڑھ کر فارغ ہوتے تو اپنے مصلے پر بیٹھ جاتے اور دیر تک تسبیح، تحمید و تکبیر و تہلیل ہی میں مشغول رہتے پھر سجدے میں جاتے اور سو مرتبہ حُمداً للہ کہتے۔

پھر آپ غروبِ آفتاب کے بعد وضو کی تجدید فرماتے اور اذان و اقامت کے بعد تین رکعات نمازِ مغرب بجالاتے اور اس کی دوسری رکعت میں دونوں سوروں کی قرأت کے بعد رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے اور جب سلام پڑھ کر نمازِ مغرب سے فارغ ہوتے تو اپنے مصلے پر بیٹھ کر تادیر ”سُبْحَانَ اللَّهِ ، الْحَمْدُ لِلَّهِ ، اللَّهُ أَكْبَرُ اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ پڑھتے رہتے۔ اس کے بعد سجدہ شکر ادا کر کے سجدے سے سر اٹھاتے اور بغیر کسی سے کلام کیے ہوئے اقامت کہہ کر چار رکعات نماز دو سلام کے ساتھ پڑھتے۔ اور ہر دوسری رکعت میں بعد قرأتِ سورہ ہا اور قبل رکوع قنوت پڑھتے اور ان چاروں میں پہلی رکعت میں سورۃ الحمد اور سورۃ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ الحمد اور سورۃ احد پڑھتے اور سلام کے بعد بیٹھ جاتے اور جس قدر اللہ چاہتا تعقیبات پڑھتے۔ جب رات ہو جاتی تو افطار فرماتے۔

پھر تھوڑا دم بیٹے اور جب قریب ایک تہائی رات گزر جاتی تو کھڑے ہو کر چار رکعت نمازِ عشاء بجالاتے جس کی دوسری رکعت میں بعد قرأتِ سورہ ہا اور قبل رکوع قنوت پڑھتے اور جب سلام پڑھ کر نمازِ عشاء سے فارغ ہوتے تو ذکرِ الہی میں مشغول ہو جاتے اور جب تک اللہ چاہتا، تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل کرتے رہتے۔ پھر ان تعقیبات کے بعد سجدہ شکر بجالاتے اور اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تھے۔

جب رات کا ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا تو اپنے بستر سے ”سُبْحَانَ اللَّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ، اللَّهُ أَكْبَرُ ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور اَسْتَغْفِرُ اللَّه“ کہتے ہوئے اٹھتے مسواک کرتے، وضو فرماتے اور نمازِ شب کے لیے کھڑے ہو جاتے اور آٹھ رکعت نمازِ شب پڑھتے اور ہر دوسری رکعت پر سلام کہتے اور ہر پہلی رکعت میں سورۃ الحمد ایک مرتبہ سورۃ احد (توحید)

(جس کو سورۃ اخلاص بھی کہتے ہیں) تینوں مرتبہ پڑھتے۔ اس کے بعد نماز حضرت جعفر طیار چار رکعت اور ہر دو رکعت پر سلام اور ہر دوسری رکعت میں بعد قرأت سورہ ہا اور قبل رکوع سُبحَانَ اللہ کہہ کر قنوت پڑھتے اور اس کو نمازِ شب میں شمار کرتے۔ اس کے بعد باقی دو رکعتیں جن کی پہلی رکعت میں سورۃ الحمد اور سورہ الملک اور دوسری رکعت میں سورۃ الحمد اور سورۃ الدھر پڑھتے اور اس کے بعد نمازِ شفع کی دو رکعات پڑھتے جس کی ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۃ الحمد ایک بار سورۃ احد (قل هو اللہ احد) تین بار اور دوسری رکعت میں قنوت پڑھتے اور بعد سلام کھڑے ہو کر نمازِ وتر ایک رکعت پڑھتے جس میں سورۃ الحمد کے بعد سورۃ احد تین بار اور سورۃ الفلق ایک بار سورۃ الناس ایک بار پڑھتے اور اس میں بھی بعد قرأت سورہ ہا اور قبل رکوع قنوت پڑھتے اور قنوت میں یہ دعا پڑھتے :-

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِیْمَنْ
هَدِیْتَ وِعَا فِنَا فِیْمَنْ عَا فِیْتَ وَ تَوَلَّیْنَا فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَ بَارِكْ
لَنَا فِیْمَا اَعْطِیْتَ وَ قَنَّا شَرَّ مَا قَضِیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَ لَا یَقْضِیْ
عَلَیْكَ اَنْتَ لَا یَزِلُّ مِنْ وَا لِیْتَ وَ لَا یَعْزُ مِنْ عَادِیْتَ تَبَارَكَ
سَرَابْنَا وَ تَعَالِیْتَ ۔

اس کے بعد ستر مرتبہ استغفر اللہ وَاَسْأَلُهُ التَّوْبَةَ کہتے۔ جب سلام پڑھ کر نمازِ وتر تمام کرتے تو تعقیبات کے لیے بیٹھ جاتے اور جب تک اللہ چاہتا پڑھتے رہتے۔ جب نماز فجر کا وقت قریب آتا تو کھڑے ہو کر دو رکعت نماز نافلہ فجر پڑھتے جس کی پہلی رکعت میں سورہ الحمد کے بعد سورۃ قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں سورہ الحمد کے بعد سورۃ قل هو اللہ احد پڑھتے پھر جب فجر طلوع ہوئی تو اذان و اقامت کہہ کر دو رکعت نماز فجر بجالاتے اور سلام کے بعد طلوع آفتاب تک تعقیبات کے لیے بیٹھ جاتے۔ اس کے بعد شکر کے دو سجدے کرتے یہاں تک کہ خوب دن نکل آتا۔

آپ تمام نماز ہائے فریضہ کی پہلی رکعت میں سورۃ الحمد اور سورۃ انا انزلنا اور دوسری رکعت میں سورۃ الحمد اور قل هو اللہ احد پڑھتے تھے سوائے جمعہ کے دن نمازِ صبح اور نمازِ ظہر اور نمازِ عصر کے۔ ان میں آپ سورۃ الحمد اور سورۃ المنافقون کی قرأت فرماتے اور شبِ جمعہ کو نمازِ عشاء کی پہلی رکعت میں سورہ الحمد اور سورۃ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۃ الحمد اور سورۃ الاعلیٰ کی تلاوت فرماتے اور دو شنبہ اور پنجشنبہ کو نمازِ صبح کی پہلی رکعت میں سورۃ الحمد اور سورۃ الدھر (هل اتی علی الانسان) اور دوسری رکعت میں سورۃ الحمد اور سورۃ الغاشیہ

(رہل اتاک حدیث الغاشیة) کی قرأت فرماتے۔

آپ نمازِ مغرب، نمازِ عشاء، نمازِ شب (تہجد) نمازِ شفع، نمازِ وتر اور نمازِ صبح کھلی آواز سے (بالجہر) اور نمازِ ظہر و نمازِ عصر کو ڈھکی ہوئی آواز سے (خفی آواز) پڑھتے تھے اور آخر کی دو رکعتوں میں تسبیحاتِ اربعہ یعنی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر شین مرتبہ پڑھتے اور ہر نماز کے قنوت میں یہ دعا پڑھتے:-

سب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاجل الاکرم
آپ جب کسی شہر میں دس دن قیام فرماتے تو روزہ رکھتے قصر نہ فرماتے اور جب رات تاریک ہو جاتی تو افطار سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔ آپ راستے میں تمام نماز ہائے فریضہ کو دو دو رکعت (قصر کر کے) پڑھتے سوائے مغرب کے۔ اس کی پوری تین رکعات پڑھتے۔ اور خواہ سفر ہو یا حضر نہ مغرب کی نافلہ نماز چھوڑتے نہ نمازِ شب، نہ نمازِ شفع نہ نمازِ وتر۔

آپ دن کی نمازوں کا نافلہ سفر میں نہ پڑھتے اور جن نمازوں کو قصر کر کے پڑھتے ان میں تسبیحاتِ اربعہ یعنی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر تین مرتبہ پڑھتے اور فرماتے کہ یہ تمام نماز کے لیے ہے۔ اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے سفر یا حضر میں نماز الرضیٰ پڑھی ہو۔ نیز آپ سفر میں کوئی روزہ نہیں رکھتے تھے۔ آپ اپنی دعا کو محمد وآل محمد پر درود کے ساتھ شروع فرماتے اور نماز میں بلکہ نماز کے علاوہ بھی کثرت سے درود پڑھا کرتے۔

آپ رات کے وقت اپنے بستر پر کثرت سے تلاوتِ کلامِ پاک کیا کرتے جب کسی ایسی آیت پر پہنچتے کہ جس میں جنت یا جہنم کا ذکر ہوتا تو گریہ فرماتے اور اللہ سے جنت کی دعا فرماتے اور جہنم سے پناہ چاہتے۔ آپ دن کی نمازیں ہوں یا رات کی ان میں بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کھلی آواز سے (بالجہر) پڑھتے۔ جب سورہ قل ہو اللہ احد پڑھتے تو خفی آواز سے کہتے ”اللہُ احد“ اور جب اس کی قرأت سے فارغ ہوتے تو فرماتے ”کذالک اللہ ربنا“ تین مرتبہ۔ اور جب سورہ محمد کی قرأت کرتے تو دل میں کہتے ”یا ایہا الکافرون“ اور جب اس کی قرأت سے فارغ ہوتے تو فرماتے ”سبّی اللہ و دینی الاسلام“ اور جب ”والتین و الزیتون“ کی تلاوت فرماتے تو بعد فراغت فرماتے ”بلی وانا من الشاہدین“ اور جب ”لا أقسم بیوم القیامتہ کی تلاوت فرماتے تو تلاوت کے بعد فرماتے ”سبحانک اللہم بلی“ اور جب سورہ جمعہ کی تلاوت فرماتے تو تلاوت سے فراغت کے بعد فرماتے ”قل ما عند اللہ خیر من اللہو و من التجارۃ للذین اتقوا واللہ خیر الراقیین۔“

اور جب سورہ فاتحہ کی تلاوت فرماتے تو تلاوت کے بعد فرماتے ”الحمد للرب العزیز“

اور جب سورۃ الاعلیٰ (سبح اسم ربك الاعلیٰ) کی تلاوت فرماتے تو دل میں بعد تلاوت کہتے ”سبحان ربی الاعلیٰ“ اور جب قرآن مجید کی ان آیات کی تلاوت فرماتے جن میں ”یا ایہا الذین آمنوا“ ہے تو دل ہی دل میں کہہ لیتے ”لبیک اللہم لبیک“ آپ کے اس سفر کے درمیان جس شہر میں بھی کوئی شخص آپ کے پاس آتا اور اپنے دینی مسائل دریافت کرتا آپ اس کے جوابات اکثر و بیشتر اپنے آباء و اجداد کے سلسلے سے دیا کرتے یعنی سلسلہ کو حضرت علی علیہ السلام اور ان سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان فرماتے۔

الغرض جب میں حضرت امام رضا علیہ السلام کو لیکر مامون کے پاس پہونچا تو اُس نے دورانِ سفر ان حضرت کا حال دریافت کیا، تو میں نے شب و روز میں آپ کے کوچ اور قیام میں جو دیکھا تھا، بیان کر دیا۔ تو اس نے کہا، اے ابنِ ضحاک یہ روئے زمین پر سب سے بہتر ہیں، سب سے زیادہ صاحبِ علم ہیں، سب سے زیادہ عبادت گزار ہیں۔ مگر تم نے جو کچھ دیکھا ہے وہ کسی سے بیان نہ کرنا، تاکہ ان کا فضل و شرف لوگوں پر ظاہر نہ ہو سکے اور آپ کے متعلق جو میری نیت ہے اس میں اللہ سے مدد چاہتا ہوں۔

(عبون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۸۰-۱۸۳)

⑤ — معیار شرف تقویٰ اور اطاعت،

موسیٰ بن نصر رازی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک شخص نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا، خدا کی قسم از روئے آباء و اجداد روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر کوئی صاحبِ شرف نہیں ہے آپ نے ارشاد فرمایا، مگر ہمارے آباء و اجداد کو تقویٰ ہی نے تو صاحبِ شرف بنایا تھا اور اطاعتِ الہی میں ان کو سب سے زیادہ حظ حاصل ہوتا تھا۔ پھر ایک دوسرے شخص نے کہا۔ آپ واللہ تمام انسانوں میں سب سے بہتر ہیں آپ نے فرمایا قسم نہ کھاؤ، مجھ سے بہتر وہ ہو سکتا ہے جو مجھ سے زیادہ متقی اور اللہ کی اطاعت کرتا ہو۔ یاد رکھو! قرآن مجید کی یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی :-

وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ

اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ط (سورہ الحجرات آیت ۱۳)

”اور ہم نے تمہارے کنبے اور قبیلے اس لیے قرار دیے ہیں تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے (نبیون خا جلد ۱ ص ۱۲۶)“

⑧ ابن ذکوان کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے تھے کہ میں نے غلام آزاد کرنے کی قسم کھائی ہے اور جب کبھی بھی میں غلام آزاد کرنے کی قسم کھاتا ہوں تو پہلے ایک غلام کو آزاد کرتا ہوں اس کے بعد اپنے تمام غلاموں کو آزاد کر دیتا ہوں۔ اگر میرے دل میں یہ بات پیدا ہوتی کہ میں رسول مقبولؐ کا محض قرابتدار ہونے کی وجہ سے اس غلام سے بہتر ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے ایک حبشی غلام کی طرف اشارہ فرمایا: "حالانکہ اگر میرا عمل صالح ہوگا تو میں اس سے افضل ہوں لگ" (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۳)

⑨ یقینی کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت میں اختلاف ہوا تو میں نے پندرہ ہزار ایسے مسائل جمع کیے جو آپ سے دریافت کیے گئے اور آپ نے ان سب کے جوابات دیے۔ (کتاب الغیبت طوسی ص ۵۲)

⑩ ————— دسترخوان کی بہترین غذایں مساکین کا حق

معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام غذا تناول فرمانے کا ارادہ فرماتے تو دسترخوان کے قریب ایک بڑا پیالہ لا کر رکھ دیا جاتا۔ اور آپ کے دسترخوان پر جو بہترین غذا ہوتی اُس میں سے کچھ غذا نکال کر اُس بڑے پیالے میں رکھتے، پھر تھوڑا تھوڑا ہر کھانے میں سے نکال کر اس میں رکھتے اور حکم دیتے کہ یہ فقراء و مساکین کو دے آؤ؛ اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرماتے: "فَلَا اقْتَحَمَ الْعُقَبَةَ" (سورة البلد آیت ۱۱)

پھر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہر انسان غلام آزاد کرنے کی مقدرت نہیں رکھتا اس لیے اُس نے ان کے لیے جنت کا یہ راستہ کھول دیا ہے۔ (یعنی کھانا کھلانا فقراء و مساکین کو) (کتاب المحاسن ص ۳۹۲)

• کتاب کافی جلد ۴ ص ۵۲ پر بھی معمر سے اسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔

⑪ ————— مشایعت جنازہ

موسیٰ بن سنیار کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ آپ طوس کے باغات کے قریب پہونچے تو شور و غل کی آواز سنی۔ آپ اس کی طرف بڑھے اور دیکھا۔ ایک جنازہ جا رہا تھا۔ جیسے ہی میرے مولا کی نظر اُس پر پڑی آپ فوراً اپنے گھوڑے سے اتر پڑے اور جنازے کی طرف بڑھے، اُسے کا نہ ہادیا اور مسلسل اُس کے ساتھ ساتھ رہے جیسے ایک بکری کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے موسیٰ بن سنیار! جو شخص ہمارے

دوستوں میں سے کسی دوست کے جنازے کی مشالعت کرے تو وہ اپنے تمام گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسے وہ اپنی ماں کے شکم سے بے گناہ پیدا ہوا ہے۔ اس کے بعد حیب اُس شخص کا جنازہ قبر کے کنارے رکھا گیا تو آپ اُس کے قریب پہنچے، جب میت کو تابوت سے نکالا گیا تو آپ نے میت کے سینے پر ہاتھ رکھا پھر فرمایا: اے فلاں ابن فلاں تجھے جنت کی خوشخبری ہو اب اس وقت کے بعد تجھے کوئی خوف و خطر نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا، مولا! میں آپ پر قربان، کیا آپ اس مرنے والے کو پہچانتے ہیں؟ یہ جگہ تو وہ ہے کہ جہاں آپ کبھی تشریف نہیں لائے: آپ نے فرمایا، اے موسیٰ بن سہیار! کیا تجھے نہیں معلوم کہ ہم ائمہ کے سامنے ہمارے شیعوں کے اعمال روزانہ صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں۔ اگر ان کے اعمال میں کچھ تقصیر ہوتی ہے تو ہم اس کے لیے اللہ سے عفو و درگزر کی دعا کرتے ہیں اور جس کے اعمال کو بہتر دیکھتے ہیں تو اس کے لیے قبولیت کی دعا اللہ سے کرتے ہیں۔ (مناقب آل ابی طالب جلد ۴ ص ۳۲)

۱۲۔ پانی اور روٹی کی افادیت

حضرت امام رضا علیہ السلام سے ایک مرتبہ پانی اور روٹی کے کھانے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ پانی طعام حیات ہے اور روٹی طعام عیش ہے۔ (مناقب جلد ۴ ص ۲۵۳)

۱۳۔ ایک خواب کی تعبیر

آپ کے خادم یا سر کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک پنجرہ ہے جس میں شترہ شیشیاں رکھی ہوئی ہیں کہ ناگاہ وہ پنجرہ گرا اور ساری شیشیاں چور چور ہو گئیں: آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے یہ خواب واقعاً دیکھا ہے تو ہمارے خاندان کا ایک شخص خروج کرے گا اور صرف شترہ دن زندہ رہے گا اس کے بعد مر جائے گا آپ کی تعبیر کے مطابق محمد بن ابراہیم نے کوفہ میں ابی السرایا کے ساتھ خروج کیا اور صرف شترہ دن زندہ رہے اس کے بعد انھیں موت آگئی۔ (مناقب جلد ۴ ص ۳۵۲ روضۃ الکافی ص ۲۵۷)

۱۴۔ کسر نفسی

ایک دن حضرت امام رضا علیہ السلام حمام تشریف لے گئے تو کسی نے آپ سے کہا کہ ذرا میرا بدن تو مل دو: آپ اس کا بدن ملنے لگے مگر حیب اس نے آپ کو پہچانا، تو معذرت چاہنے لگا اور آپ اس کے سینے کو ملتے اور صاف کرتے رہے۔

• کتاب محاضرات میں ہے کہ روئے زمین پر ایسا کوئی نہیں ہے جس کی سات پشتوں سے خاصہ وعائہ سمجھی احادیث نقل کرتے ہوں سوائے علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کے۔
(مناقب آل ابی طالب جلد ۴ صفحہ ۳۶۲)

- (۱۵) — یعقوب بن اسحاق نو بجتی کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت علی ابن موسیٰ رضاؑ کی خدمت میں آیا اور کہا آپ مجھے اپنی حیثیت اور مروّت کے بقدر عطا فرمائیے: آپ نے ارشاد فرمایا کہ اتنی مجھ میں وسعت و استطاعت نہیں: اُس نے کہا اچھا تو پھر میری حیثیت اور مروّت کے بقدر عطا فرمائیے: فرمایا، اگر ایسا ہے تو ”ہاں“ پھر اپنے غلام کو آواز دی کہ اسے دو سو دینار دیدو۔
- (۱۶) — ایک مرتبہ آپ نے خراسان میں بروز عرفہ اپنا سارا مال تقسیم کر دیا۔ تو فضل بن سہیل نے عرض کیا: آپ نے تو یہ بہت نقصان کیا: آپ نے فرمایا، یہ نقصان نہیں نفع ہے۔ جب ہم نے اس سے ثواب اور مکرمات کا سودا کیا ہے تو پھر اس کو تم نقصان میں کیوں شمار کرتے ہو۔
(کتاب المناقب جلد ۴ صفحہ ۳۶۱ - ۳۶۲)

(۱۷) — آپ عالم آل محمد ہیں

ابو صلت عبدالسلام بن صالح ہروی کا بیان ہے کہ مجھے حضرت امام رضاؑ سے بڑا صاحب علم کوئی نظر نہیں آیا، اور صرف یہ میں نہیں کہتا، بلکہ جس عالم نے بھی آپ سے ملاقات کی اُس نے بھی یہی کہا جو میں کہہ رہا ہوں: مامون رشید اپنی مجلس میں مختلف ادیان و مذاہب کے علماء اور فقہائے شریعت اور متکلمین کو آپ سے بحث و مباحثہ کے لیے جمع کرتا اور آپ ایک ایک کے سب پر غالب آجاتے اور کوئی ایسا نہ باقی رہتا جو آپ کی افضلیت اور خود میں علم کی کمی کا اقرار نہ کرتا ہو۔

چنانچہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو بیان فرماتے ہوئے سنا کہ میں روضہ رسولؐ میں بیٹھا کرتا اور علمائے مدنیہ جو بہت وافر تعداد میں تھے جب کسی مسئلہ کا جواب دینے سے عاجز ہوتے تو اُن سب کا اشارہ میری طرف ہوتا، اور وہ اپنے مشکل مسائل کسی آدمی کے ذریعے سے میرے پاس بھیجا کرتے اور میں ان کا جواب دیدیتا۔

ابو صلت کا بیان ہے کہ محمد بن اسحاق بن موسیٰ بن جعفر نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اپنی اولاد سے فرمایا کرتے، کہ یاد رکھو! یہ تمہارا بھائی علی بن موسیٰ عالم آل محمدؑ ہے۔ ان سے اپنے دینی مسائل پوچھا کرو اور جو کچھ یہ کہیں اس کو یاد رکھا کرو اس لیے کہ میں نے حضرت جعفر بن محمد کو فرماتے ہوئے بارہا سنا کہ عالم آل محمد تمہارے صلب سے ہوگا اور کاش میں اتنا زندہ رہتا کہ اسے دیکھ لیتا، اس لیے کہ اس کا نام خود امیر المومنین علیہ السلام نے علی رکھا ہے۔

①۸ ————— عبد اللہ بن صلب نے ایک مرد بلخی سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں خراسان کے سفر میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ ایک دن آپ نے اپنا دسترخوان بچھوایا تو اُس پر اپنے تمام سوڈان کے شیعوں کو بھی بٹھایا : میں نے عرض کیا، مولا ! میں آپ پر قربان، آپ تو یہ دسترخوان ان ہی کے لیے چھوڑ دیتے اور آپ الگ کھانا تناول فرماتے : آپ نے فرمایا، ایسی بات کیوں کرتے ہو؟ سب کا پروردگار ایک اور سب ایک باپ اور ماں سے پیدا ہوئے (یعنی آدم و حوا) اور جزا تو اپنے اپنے اعمال پر ملتی ہے۔ (کافی جلد ۴ ص ۲۳-۲۴)

①۹ ————— پوشیدہ طور پر خیرات دینا

الیسع بن جمرہ کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی مجلس میں موجود تھا اور آپ سے محو گفتگو تھا اور بھی بہت سے حضرات مسائل حرام و حلال دریافت کرنے کے لیے جمع تھے کہ اسی اثناء ایک طویل القامت شخص آیا اور عرض کرنے لگا، فرزند رسول! آپ پر میرا سلام ہو۔ میں نے آپ کے اور آپ کے آباء و اجداد کے دوستوں میں سے ہوں حج سے واپس آ رہا ہوں میرا زادراہ ختم ہو گیا ہے اور اتنا بھی نہیں ہے کہ اپنی منزل تک پہنچ سکوں، اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرے لیے کچھ زادراہ ہتیا فرمادیں تاکہ میں اپنے شہر تک پہنچ جاؤں۔ ویسے تو اللہ نے مجھے بہت کچھ عطا فرمایا ہے وطن پہنچ کر اتنی ہی رقم آپ کی طرف سے تصدق کر دوں گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اچھا بیٹھو! اللہ تم پر رحم فرمائے۔ اس کے بعد آپ کچھ دیر مزید ہم سب سے گفتگو کرتے رہے پھر بڑی دیر کے بعد سب لوگ چلے گئے۔ اب وہ شخص، میں، سلیمان جعفری اور خشمہ رہ گئے، آپ نے فرمایا کہ اگر ناگوار نہ ہو تو میں ذرا اندر ہواؤں؟ سلیمان نے عرض کیا، جی ہاں! بسم اللہ، اللہ تعالیٰ آپ کے کام انجام دلائے حضرت کھڑے ہوئے اور حجرے میں داخل ہوئے، ایک ساعت کے بعد دروازہ بند کیا اور کواڑ (دروازے) کے اوپر سے (کواڑوں کے درمیان سے) ہاتھ باہر نکالا اور مرد خراسانی کو بلایا اور فرمایا، لے یہ دو سو دینار اور خرچ کر ان کو میری طرف سے تبرک جان کر۔ تجھے یہ رقم میری طرف سے تصدق کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اب یہاں سے چلا جا۔ تاکہ ہم ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں۔

وہ شخص رقم لے کر چلا گیا تو سلیمان نے کہا، مولا ! میں آپ پر قربان! آپ نے تو اس پر مہربانی فرمائی اور اسے ایک بڑی خطیر رقم عنایت فرمادی، مگر آپ نے اس سے اپنا چہرہ کیوں چھپایا؟ فرمایا۔ اس ڈر سے کہ میں اس کے چہرے پر سوال کی وجہ سے ندامت کے آثار نہ دیکھوں۔ کیا تو نے رسول مقبولؐ کی یہ حدیث نہیں سنی، کہ درپردہ نیکی کرنے والے کو شترجج کے برابر ثواب ملتا ہے اور بالا اعلان گناہ کرنے والا محذول ہے اور چھپا کر گناہ کرنے والا مغفور ہے۔ کیا تو نے اگلے لوگوں کا یہ قول

نہیں سنا ہے کہ :- میں ایک دن اس کے پاس طلب حاجت کے لیے گیا مگر جب وہاں سے اپنے گھر و مللوں میں واپس آیا تو میرے چہرہ پر آب باقی تھی۔ (کافی جلد ۲ ص ۲۳-۲۴)

• کتاب مناقب جلد ۴ ص ۳۶ پر بھی ایسے سے اسی کے مثل روایت ہے۔

(۲۰) — عبید بن ابی عبد اللہ بخدادی سے روایت ہے کہ اس سے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے یہاں ایک مہمان آیا وہ رات کے وقت بیٹھا ہوا آپ سے باتیں کر رہا تھا کہ اتنے میں چراغ کی لودھی پڑ گئی۔ مہمان نے ہاتھ بڑھایا کہ اس کی لوتیز کر دے۔ امام رضاؑ نے اُسے روکا اور خود بڑھ کر چراغ کی لودھ کو درست کر دیا۔ پھر فرمایا، ہم اُس قوم سے ہیں جو اپنے مہمانوں سے خدمت نہیں لیتے۔ (کافی جلد ۲ ص ۲۸۳)

(۲۱) — حضرت امام رضا علیہ السلام کے غلام یاسر کا بیان ہے کہ ایک دن آپ کے غلاموں نے پھل کھائے چونچ گئے وہ پھینک دیے : حضرت امام رضا علیہ السلام نے دیکھا اور فرمایا، سبحان اللہ یہ بھی خوب رہی۔ بھائی اگر تم کو ان کی ضرورت نہیں تھی تو بہت سے اللہ کے بندے ایسے بھی جن کو یہ میسر نہیں ہیں۔ انھیں لے جاؤ اور ضرورت مند کو دے دو۔ (کافی جلد ۲ ص ۲۹۴)

(۲۲) — حضرت امام رضا علیہ السلام کے غلام یاسر اور نادر کا بیان ہے کہ ہم سے امام رضاؑ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کھانا کھا رہے ہو اور میں پہنچ جاؤں تو کھڑے نہ ہوا کرو جب تک کہ کھانے سے فارغ نہ ہو جاؤ۔ اس کے بعد کبھی کبھی جب آپ ہم میں سے کسی کو طلب فرماتے اور کہہ دیا جاتا کہ سب کھانا کھا رہے ہیں۔ تو آپ فرمادیتے تھے، اچھا انھیں کھالینے دو۔

نیز خادم ہی کا بیان ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام آخر وٹ کی بنی ہوئی مٹھائیوں کی ڈلیاں ہم سب کو عنایت فرمایا کرتے تھے۔ (کافی جلد ۲ ص ۲۹۸)

(۲۳) — ائمہ طاہرین کو کھجوریں بہت پسند تھیں

سلیمان بن جعفر جعفری کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے برنی کھجوریں رکھی ہوئی تھیں جو آپ کو بہت پسند تھیں اور بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ آپ نے فرمایا، اے سلیمان آؤ تم بھی کھاؤ۔ میں قریب گیا اور آپ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوا۔ میں نے عرض کیا، مولا! میں آپ پر قربان، میں دیکھتا ہوں کہ آپ کو یہ کھجوریں بہت پسند ہیں : آپ نے فرمایا، ہاں مجھے بہت پسند ہیں : میں نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کھجور کے شائق تھے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو بھی کھجوریں بہت پسند تھیں حضرت امام حسن علیہ السلام بھی کھجور کے شوقین تھے حضرت ابو عبد اللہ الحسین علیہ السلام کو

بھی کھجور بہت پسند تھیں، حضرت سید الساجدین علی بن الحسین علیہ السلام بھی کھجور کے شائق تھے، حضرت ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام بھی کھجور کے شوقین تھے، حضرت جعفر صادق علیہ السلام بھی کھجور بہت پسند کرتے تھے، میرے والد بزرگوار بھی کھجور کے شائق تھے اور میں بھی شائق ہوں اور ہمارے دوستوں کو بھی کھجور پسند ہوتی ہے، اس لیے کہ وہ ہماری فاضل طینت سے پیدا ہوئے ہیں اور اے سلیمان! ہمارے دشمن (کھجور کی ٹاڑی) نشہ آور چیز کو پسند کرتے ہیں کیونکہ وہ آگ کے شعلوں سے پیدا ہوئے ہیں۔

(کافی جلد ۶ ص ۳۴۵ - ۳۴۶)

۲۴ — حسن بن جہم کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا آپ سیاہ خضاب لگائے ہوئے ہیں۔ (کافی جلد ۶ ص ۴۸۰)

۲۵ — خوشبو کا استعمال

محمد بن ولید کرمانی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر ثانی علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ مشک کے استعمال کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے حکم دیا تھا کہ میرے لیے مشک ڈال کر لوبان تیار کی جائے تو وہ سات سو درہم میں تیار ہوئی۔ تو فضل بن سہیل نے آپ کو اطلاع دی کہ لوگ اس کے متعلق نکتہ چینی اور عیب گیری کر رہے ہیں: آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، اے فضل! کیا تجھے نہیں معلوم کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور سونے کے تاروں سے کام کیا ہوا دیباچہ (ریشمی) لباس پہنتے اور سونے کی کرسی پر بیٹھتے تو ان کی نبوت میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوا: راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے چار ہزار درہم سے آپ کے لیے مشک و عنبر و کافور سے مرکب ایک خوشبو عالیہ تیار کی۔ (کافی جلد ۶ ص ۵۱۶ - ۵۱۷)

۲۶ — محمد بن خلاد کا بیان ہے کہ مجھے حضرت امام رضا علیہ السلام نے حکم دیا تو میں نے آپ کے لیے ایک تیل تیار کیا جس میں مشک و عنبر شامل کیا گیا تھا۔ پھر آپ نے مجھے حکم دیا کہ ایک کاغذ پر آیۃ الکرسی، ام الكتاب (سورہ حمد) معوذتین (اعوذ برب الناس اور اعوذ برب الفلق) اور قوارع القرآن (یعنی قرآن کی وہ آیات جن سے شر شیاطین انس و جن سے حفاظت ہو) لکھوں اور اسے شیشی اور اس کے غلاف کے درمیان رکھوں۔ میں نے تعمیل حکم کی۔ جب آپ کے پاس لایا تو میں نے دیکھا کہ آپ نے (شیشی میں تیل رکھ کر) اس پر غلاف چڑھایا۔ (کافی جلد ۶ ص ۵۱۶)

۲۷ — حسن بن جہم کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں گیا، تو آپ کا لباس خوشبو میں بسا اور دھونی دیا ہوا پایا۔ (کافی جلد ۶ ص ۵۱۸)

۲۸۔ حسن بن جہم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ روغنِ خیری لگائے ہوئے تھے۔
(کافی جلد ۶ ص ۵۲۲)

۲۹۔ بزنطی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ اپنی تحریر کو خشک کرنے کے لیے اس پر مٹی چھڑکتے تھے۔
(کافی جلد ۶ ص ۶۴۳)

۳۰۔ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو

وشار کا بیان ہے کہ میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ کے سامنے پانی کا لوٹا رکھا ہوا تھا اور نماز کی تیاری فرما رہے تھے۔ میں قریب گیا اور چاہا کہ وضو کے لیے لوٹے سے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالوں، آپ نے فرمایا نہیں: میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے پانی ڈالنے سے کیوں منع فرما رہے ہیں؟ میں نے چاہتا ہوں کہ مجھے بھی ثواب ملے: آپ نے فرمایا، تم تو ثواب کماؤ اور مجھے گناہگار کرو: میں نے عرض کیا، یہ کیسے؟ آپ نے ارشاد فرمایا تم نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں سنی ہے کہ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (سورہ کہف آیت ۱۱۰) ”جو شخص رقاہ الہی کی امید رکھتا ہے پس اس کو چاہیے کہ عمل صالح بجالائے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔“

اور میں اس وقت نماز کے لیے وضو کر رہا ہوں یہ بھی عبادت ہے۔ تو مجھے پسند نہیں کہ اس میں کوئی میرے ساتھ شریک ہو۔
(کافی جلد ۳ ص ۶۹)

۳۱۔ اللہ کی سب سے اور کیسا ہے؟ (ایک سوال)

بزنطی کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس وراہ النہر بلخ سے آیا اور بولا۔ میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں اگر آپ نے اس کا جواب دے دیا تو میں آپ کی امامت کا قائل ہو جاؤں گا: آپ نے فرمایا پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو: اُس نے کہا، یہ بتائیے کہ آپ کا رب کہاں ہے کیسا ہے اور اس کا تکیہ کس پر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ابن الاین (موجد وقت) اور کیف الکیف (موجد کیفیات) ہے اور اُس کا تکیہ اپنی ہی قدرت پر ہے۔ یہ جواب سن کر وہ اٹھا اور بڑھ کر آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے محمد اللہ کے رسول ہیں اور علی وصی رسول اور ان کے بعد دین کو قائم رکھنے والے ہیں اور آپ حضرات ہی امت کے سچے امام اور ان ائمہ کے جانشین ہیں۔ (کافی جلد ۱ ص ۱۸)

۳۲۔ جن کے رتبے میں سوا ان کو سوا مشکل ہے

بزنطی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے اپنی کچھ تکالیف بیان کیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا، صبر کرو مجھے اُمید ہے کہ اللہ تمہارے سارے کام بنادے گا (انشاء اللہ تعالیٰ) اس کے بعد فرمایا۔ اس دنیا سے مومنین کا بھیجا ہوا ذخیرہ اللہ جمع کر دیتا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو یہاں فوراً ان کو ملتا ہے۔ پھر آپ نے اس دنیا کو حقیر بتایا اور فرمایا کہ اس کی حقیقت ہی کیا ہے، کہ اس دنیا میں اللہ نے جن کو نعمتیں عطا فرمادی ہیں وہ خطرے میں ہیں اس لیے کہ ان نعمتوں میں سے انہیں حقوق الہی ادا کرنا واجب ہے اور خدا کی قسم مجھے جو نعمتیں اللہ نے عطا فرمائی ہیں ان کی وجہ سے ہمیشہ ڈرتا ہی رہتا ہوں کہ اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ ہو اور اس سے عہدہ برآ ہو جاؤں: میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، اس قدر ومنزلت کے باوجود آپ اس قدر خوتِ حقوق الہی طاری ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں، ڈرتا ہوں اور اللہ کا شکر بھی ادا کرتا ہوں کہ اس نے یہ نعمتیں مجھے عطا فرمائی ہیں۔ (کافی جلد ۳ ص ۵۲)

۳۳۔ عیدین کی حیثیتوں میں فرق

محمد بن فضل نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے عید الفطر کے موقع پر اپنے ایک غلام کو پکار کر فرمایا، اے فلاں! اللہ تعالیٰ تمہارے اور ہمارے عمل کو قبول فرمائے پھر آپ نے عیدِ قربان کے موقع پر فرمایا، اے فلاں! اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے عمل کو قبول فرمائے۔

راوی کا بیان ہے کہ یسُن کر میں نے عرض کیا، فرزندِ رسول آپ نے عید الفطر کے موقع پر تو کچھ اور ہی فرمایا تھا اور آج عیدِ قربان کے موقع پر کچھ اور فرمایا ہے: تو آپ نے ارشاد فرمایا، ہاں، میں نے عید الفطر کے موقع پر کہا تھا کہ اللہ تمہارے اور ہمارے عمل کو قبول فرمائے اس لیے کہ اُس کا عمل بھی وہی تھا جو میرا عمل تھا۔ (یعنی روزہ) ہم دونوں نے ایک ہی طرح کا کام انجام دیا تھا۔ مگر عیدِ قربان کے موقع پر میں نے کہا، اللہ میرے اور تیرے عمل کو قبول فرمائے۔ اس لیے کہ ممکن ہے ہم جانور کی قربانی کر سکیں اور وہ نہ کر سکے۔ اس لیے ہمارے اور اس کے عمل میں فرق ہوگا۔ (کافی جلد ۴ ص ۱۸۱)

۳۲ مزدور سے مزدوری طے کر کے کام لو

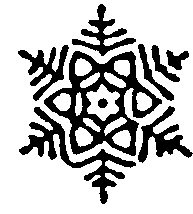
سیمان جعفری کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے بعض کاموں میں آپ کے ساتھ ساتھ تھا۔ جب میں نے اپنے گھر واپسی کا ارادہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ ہی چلنا۔ لہذا میں بھی شب کو وہیں مقیم ہو گیا۔ اور آپ کے ساتھ ہی رہا۔ آپ شام کے وقت اپنے بیت الشرف میں داخل ہوئے تو اپنے غلاموں پر ایک نظر ڈالی جن میں کوئی مٹی کا کام کر رہا تھا، کوئی جانوروں کو باندھ رہا تھا، کوئی اس کے علاوہ دوسرا کام کر رہا تھا اور ان ہی کے ساتھ ایک حبشی بھی تھا جو ان غلاموں کے علاوہ تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا، کہ یہ کون شخص ہے جو تمہارے ساتھ کام کر رہا ہے؟ غلاموں نے عرض کیا کہ یہ ہماری مدد کرتا ہے اور اسے کچھ مزدوری دے دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، کیا اس کی مزدوری طے کر لی ہے؟ غلاموں نے عرض کیا، نہیں۔ بس ہم جو کچھ اسے دے دیتے ہیں اسی پر راضی ہو جاتا ہے۔

یہ سن کر آپ ان غلاموں کی طرف بڑھے اور انھیں کوڑے رسید کیے۔ آپ غیظ میں بھرے ہوئے تھے: میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان یہ آپ کو غصہ کیوں آگیا؟ آپ نے فرمایا، میں نے انھیں بارہا منع کیا ہے کہ کسی مزدور کو اپنے ساتھ کام میں اس وقت تک نہ لگاؤ جب تک کہ اس سے اس کی مزدوری طے نہ کر لو۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی مزدور کو بغیر مزدوری طے کیے ہوئے کام پر لگاؤ گے اور اس کو اس کی مزدوری کا تین گنا بھی دے دو گے تو بھی اسے یہی خیال ہوگا کہ تم نے اس کو مزدوری کم دی ہے۔ اور جب مزدوری طے کر لو گے تو اس کو ہڑ کی اس کی طے شدہ مزدوری دو گے تو وہ مزدوری پوری دینے پر تمہاری تعریف کرے گا اور اگر تم نے اس کی مزدوری سے کچھ بھی زیادہ دے دیا تو وہ مزید خوش ہوگا اور جان لے گا کہ یہ مزدوری سے زیادہ دیا گیا ہے۔

(کافی جلد ۵ ص ۲۸۸)



نظارۃ الآخِر



باب



امام کے چند منتخب اشعار

① — بے ثباتی کائنات

یہ بھی بن عباد نے اپنے چچا سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن حضرت امام رضا علیہ السلام کو مندرجہ ذیل اشعار پڑھتے ہوئے سنا، حالانکہ آپ بہت ہی کم شعر پڑھتے تھے۔

ترجمہ

اشعار

ہم انسانوں میں سے ہر ایک کو یہ امید ہوتی ہے کہ ابھی اُس کی زندگی کی مدت اور آگے بڑھے گی لیکن موت تمام امیدوں کے لیے آفت بن کر آجاتی ہے۔ اے انسان دیکھ! باطل تمناؤں اور خواہشات سے دھوکا نہ کھا، اور میانہ روی اختیار کر اور اپنی کوتاہیوں کو دور کر لے یہ دنیا کیا ہے، جیسے ایک ٹھلتی ہوں چھاؤں ہے جس میں کوئی مسافر آکر تھوڑی دیر آرام کر لے اور پھر روانہ ہو جاتا۔

کلنا نامل مدًا فی الاجل
والمنایا هن افات الا مل
لا تغرنک اباطیل المنی
والنزم القصد ودع عنک العلل
انما الدنیا کظل من اثل
حل فیہا سراكب ثم سرحل

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یہ اشعار کس کے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ یہ تمہارے کسی عراقی شاعر کے ہیں۔ میں نے عرض کیا یہ تو مجھے ابوالعتاہیہ نے سنائے تھے، آپ نے فرمایا، اس کا نام لیا کرو ابوالعتاہیہ نہ کہا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وَلَا تَتَّبِعُوا بِالْأَلْقَابِ“ کسی کو بُرے لقب سے نہ پکارو ممکن ہے اس کو بُرا محسوس ہو۔ (سورہ الحجرات آیت ۱۱)

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۷۸-۱۷۹)

② — حلم کے بارے میں

موسیٰ بن محمد فخرابی نے کسی شخص سے اور اس نے حضرت علی بن موسیٰ رضا سے روایت کی ہے کہ ایک دن مامون نے آپ سے دریافت کیا، کیا آپ کو کچھ اشعار بھی یاد ہیں؟ آپ نے فرمایا، بہت۔ اُس نے کہا اچھا ”حلم“ کے متعلق کچھ اشعار سنائیے۔ آپ نے فرمایا، سنو!

اذا كان دوني من بليت بجهله
ايت لنفسي ان تقابل بالجهل

وان كان مثلي في محلي من النهي
اخذت بحلي كي اجل عن المثل

وان كنت ادني منه في الفضل والحجى
عرفت له حق التقدم والفضل

اگر ہمارا سابقہ کسی ایسے شخص سے پڑے کہ اس کی جہالت
میرے لیے بلا و مصیبت بن جائے تو میں اپنے نفس کو مجبور
کرتا ہوں کہ وہ انتہائی تحمل سے اس کی جہالت کو برداشت کرے
• اور اگر وہ شخص عقل اور سمجھ میں میری مثل اور مرتبہ کا
ہے تو میں بہت تحمل اور برداشت سے اس امر کی کوشش
کرتا ہوں کہ اپنے مثل سے بڑھ جاؤں

• اور اگر میں عقل و دانائی اور سمجھ بوجھ میں اس سے کم
ہوں تو غلطی ہے کہ تحمل اور برداشت کے ساتھ ہمیں
اس کی فضیلت اور بڑائی کو تسلیم ہی کرنا پڑے گا۔

مومن نے کہا بہت اچھے اشعار ہیں۔ کس کے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہمارے ہی بعض
نوجوان نے کہے ہیں: پھر اس نے کہا اچھا اگر جاہل کے جواب میں خاموشی اور اپنے دوست پر
عتاب نہ کرنے کے بارے میں جو بہترین اشعار یاد ہوں وہ سنائیے: آپ نے فرمایا، سنو!

③ — دوست کیلئے ترکِ عتاب ہی عتاب ہے

انی لیہجر فی الصدیق تجنباً
فاریہ ان لہجرہ اسباباً

واسراہ ان غاتبہ اخریتہ
واسری لہ ترک العتاب عتاباً

واذا بلیت بجاہل متحکم
یجد المحال من الامور صواباً

اولیتہ منی السکوت و ربما
کان السکوت عن الجواب جواباً

جب ہمارا کوئی دوست ہم سے ملنے سے گریز کرتا ہے
تو میں خود سمجھ لیتا ہوں کہ اس کے گریز کے کچھ نہ کچھ
اسباب ضرور ہیں۔

• اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر میں اس کے گریز پر عتاب
کروں گا تو وہ مجھ سے اور بھی دور ہو جائے گا اس لیے
ترکِ عتاب ہی کو عتاب فرض کر لیتا ہوں۔

• اگر ہمارا سابقہ کسی ایسے جاہل حاکم سے پڑ جائے
کہ کسی معاملہ میں بھی اس کے لیے صحیح راستہ پر چلنا
محال ہے تو

• میں یہی بہتر سمجھتا ہوں کہ سکوت اختیار کر لوں
اور کبھی کبھی یہ سکوت اختیار کرنے کا جواب نہ دینا
بجائے خود ایک طرح کا جواب ہے۔

مامون نے کہا بہت اچھے اشعار ہیں۔ یہ کس نے کہے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ بھی ہمارے ہی نوجوانوں میں سے کسی نے کہے ہیں : مامون نے کہا اچھا دشمن کو بھی دوست بنانے کے متعلق جو اچھے اشعار یاد ہوں سنائیے : آپ نے فرمایا سنو!

④ بلند اخلاقی

وَذِي غَلَّةٍ سَالِمَةٍ فَقَهْرَتَهُ
فَاَوْقَرْتَهُ مَنِي لَعْفُو الْجَمَلِ

وَمَنْ لَا يَدْفَعُ سِيَّاتِ عَدُوِّهِ
بِأَحْسَانِهِ لَمْ يَأْخُذْ الطُّوْلُ مِنْ عِلِّهِ

وَلَمْ يَرْفُ الْاَشْيَاءَ اسْرَعَ مَهْلِكًا
لَغَمْرٍ قَدِيمٍ مِنْ وَدَادٍ مُعْجَلِ

کچھ دشمنی اور کدورت رکھنے والے ایسے ہیں کہ جنہیں ہم نے صلح صفائی کے ذریعہ سے رام کر لیا اور اپنی طرف سے بہترین عفو کا بوجھ اس پر لا دیا۔

• اور جو شخص دشمن کی بدسلوکی کو اس کے ساتھ نیکی اور احسان کر کے نہیں دفع کر سکتا وہ بلند مقام نہیں حاصل کر سکتا۔

• ہم نے دنیا میں کوئی چیز اتنی جلد ہلاک و فنا کر نیوالی نہیں پائی جتنی جلد نئی دوستی پرانی دشمنی کو فنا کر دیتی ہے۔

مامون نے کہا کیا خوب بہت اچھے اشعار ہیں۔ یہ کس نے کہے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ بھی ہمارے ہی نوجوانوں میں سے کسی نے کہے ہیں : مامون نے کہا، اچھا اپنے راز کو چھپائے رہنے کے متعلق جو بہترین اشعار آپ کو یاد ہوں وہ سنائیں۔ آپ نے فرمایا سنو!

⑤ رازداری

وَانِي لَا نَسِي السَّرَّ كَيْلًا اَذِيْعَهُ
فِيَا مَنْ سَرَايَ سُرَّ اَيُّصَانِ بَانَ بِنْسِي
مَخَافَهُ اَنْ يَجْرِيَ يَبَالِي ذَكَرَهُ
فَيَنْبِذُهُ قَلْبِي اِلَى مَلْتَوَى حَشَا

فِيَوْشَكَ مَنْ لَمْ يَفْشَ سَرًّا وَجَالَ فِي
خَوَاطِرِهِ اَنْ لَا يُطِيقَ لَهُ حَبْسًا

• میں اپنے راز کی باتوں کی بھلا دیتا ہوں تاکہ اس کو فاش نہ کر سکوں، اور کیا کہنا اس شخص کا جو اپنا راز چھپانے کیلئے راز کو بھلا دیتا ہے۔

• صرف اس ڈر سے کہ اگر یہ راز ہمارے ذہن میں چکر لگاتا رہا تو ایک نہ ایک دن وہ کسی کے سامنے اگل دے گا۔

• جس نے ابھی اپنے راز کو فاش نہیں کیا ہے مگر اس کے دل و دماغ میں وہ چکر لگا رہا ہے تو کچھ بعید نہیں جو وہ اسے ضبط نہ کر سکے اور فاش کر دے

اس کے بعد مامون نے غلام کو حکم دیا کہ میرا یہ خط فضل بن سہل کے پاس لے جا اور اس سے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے لیے تین لاکھ دینار لے آ۔

④ — شیخ صدوق علیہ الرحمہ اس روایت کو تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مامون کا ہدیہ قبول فرمایا تو وہ بالکل اسی طرح جیسے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیلم سلاطین کا ہدیہ قبول فرماتے تھے یا جس طرح حضرت امام حسن علیہ السلام معاویہ کی دی ہوئی رقم قبول فرماتے تھے یا جس طرح ہمارے دیگر ائمہؑ اپنے سلاطین وقت و خلفاء کی رقم قبول فرمایا کرتے تھے اور اصولی طور پر اگر ایک شخص ہماری دولت پر زبردستی قبضہ کر کے بیٹھ گیا ہے تو اگر وہ اس میں سے کچھ ہمیں دے دیتا ہے تو اس کا لے لینا جائز ہے۔

⑤ — مروان بن ابوالحفصہ کے اشعار سے اذیت

معمر بن خلاد اور ایک جماعت سے روایت ہے کہ ہم حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم میں سے کسی نے عرض کیا، ہماری جانیں آپ پر قربان، آج آپ کے چہرہ مبارک پر حزن و ملال کے آثار کیوں نمایاں ہیں: آپ نے ارشاد فرمایا کہ آج میں مروان بن ابوالحفصہ کے اس شعر کے متعلق غور کر رہا تھا شب میں نیند بھی نہیں آئی۔ وہ شعر یہ ہے۔

انی یكون وليس ذاك بكائن	• یہ کیسے ہو سکتا ہے اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ
لبنی بنات وراثۃ الاعمام	لڑکی کی اولادیں چچاؤں کو پہنچنے والی سے
	وراثت لے لیں۔

پھر میں سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص میرے دروازے کا بازو تھامے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار پڑھ رہا ہے:-

انی یكون وليس ذاك بكائن	• یہ کیسے ہو سکتا ہے اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ
للمشركين دعائهم الاسلام	جو پہلے مشرک تھے وہ اب اسلام کے ستون بن جائیں۔

لبنی البنات نصيبهم من جداهم	• از روئے شرع نواسوں کو نانا کا ترکہ ملتا ہے اور
والعم متروك بغیر سهام	چچا چھوڑ دیا جاتا ہے اسکا اسمیں کوئی حصہ نہیں۔

ما للطلاق وللثراث وانما	• بھلا آزاد کردہ کا میراث سے کیا تعلق اور وہ بھی وہ آزاد کردہ
سجد الطریق وخافة السب عام	جس نے تلوار کے خوف سے سجدہ کیا ہو۔

قد كان اخبرك القرآن بفضله
فمضى القضاء به من المحكام

ان ابن فاطمة المنوه باسمه
حاضر الوراثة عن ابن الاعمام

وبقي ابن نثلة واقفا مترددا
يرثي ويسعد ذوالالرحام

• قرآن مجید نے تو پہلے ہی اس وارث رسول کے
فضل واستحقاق کی اطلاع دیدی تھی اور اسی بنا
پر سابقہ حکام وقت نے کئی بار ان کے حق میں
فیصلہ دیا ہے کہ

• فاطمہ زہرا کی اولاد جو اپنے اپنے ناموں سے یکاری
جاتی ہے اس نے آنحضرت کے چچا کی اولاد کو دراثہ
سے محبوب کر دیا۔

• اور نسلہ کی اولاد کھڑی ہو کر اس کامرثیہ پڑھ
رہی ہے اور ان کے رشتہ داران کی اس مرثیہ خوانی
میں مدد کر رہے ہیں۔

⑧ موت کا ایک دن معین ہے

ابن مغیرہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کو مندرجہ ذیل
اشعار پڑھتے ہوئے سنا :-

انك في دار لها مودة
يقبل فيها عمل العامل

الا ترى الموت محيطا بها
يكذب فيها امل الامل

تعجل الذنب لما تشتهي
وتأمل التوبة في قابل

والموت يأتي اهله بغتة
ما ذاك فعل الحانم العاقل

• اس وقت تم ایک ایسے گھر میں ہو کہ جس میں رحمت
کی مدت تک ہر عمل کرنے والے کا عمل قبول
کیا جاتا ہے۔

• کیا تم نہیں دیکھتے کہ موت نے اس کو چاروں
طرف سے گھیر رکھا ہے اور وہ ہر امید رکھنے
والے کی امید کا خاتمہ کر دیتی ہے۔

• تم اپنی خواہش کے مطابق گناہ کا ارتکاب کرنے
میں تو تعجیل کرتے ہو اس میں دیر نہیں کرتے
لیکن توبہ کو آئندہ کے لیے ملتوی کر دیتے ہو۔

• حالانکہ موت کہہ کر نہیں آتی بلکہ
یک بیک آجاتی ہے۔ اس لیے
ایک عقل مند اور محتاط آدمی کا یہ کام
تو نہیں ہے کہ توبہ کو ملتوی رکھے۔

⑨ — عیوب کی پردہ پوشی کرو اور ظالم کو اللہ کے حوالہ کرو

احمد بن حسین کاتب ابو فیض نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے اپنے بھائی کا شکوہ کیا، تو آپ نے یہ اشعار پڑھے :-

اعذر اخاك على ذنوبه
واستر وعظ على عيوبه

واصبر على بهت السفیه
وللزمان على خطوبه

ودع الجواب تفضلا
وكل الظلوم على حسیبه

• اگر تمہارے بھائی سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے تو اس کو معذور سمجھو۔ اس کے عیوب کو چھپاؤ اور اُسے نصیحت کرو، سمجھاؤ۔

• اور بے وقوف اور سفیہ کی باتوں پر اور زمانے کے حادثات پر صبر کرو۔

• اور براہِ کرم اس کا جواب نہ دو۔ اور ظالم کو اُس حساب کرنا (اللہ) کے حوالے کر دو۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۶)

• ابوالحسن کاتب الفرائض نے بھی اپنے باپ سے اسی کے مثل روایت کی ہے (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۹۳)

⑩ — سخاوت اور بخل

ہشیم بن عبدالرمانی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے اور آپ نے اپنے آباء کرام سے یہ روایت بیان فرمائی ہے کہ :

حضرت امیر المومنین علیہ السلام مندرجہ ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے :-

• (اے اللہ) تو نے اپنی قدرت سے کسی کیسی مخلوق پیدا کی ہے، انہیں کچھ تو سخی ہیں اور کچھ انہیں بخیل ہیں۔

• پس (اُن میں) جو لوگ سخی ہیں انہیں تو آرام ہی آرام ہے۔ لیکن جو بخیل ہیں وہ ہمیشہ اور متقل مصیبت میں بسر کرتے ہیں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۶)

خلقت الخلائق فی قدراة
فمنهم سخی ومنهم بخیل

فاما السخی ففی راحة
واما البخیل فشوم طویل

⑪ — اشعار حضرت عبد المطلبؑ بزبانِ امام رضاؑ

ریان بن صلت کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے حضرت عبد المطلبؑ کے مندرجہ ذیل اشعار مجھے سنائے :-

- ہم سب لوگ زمانے کو عیب لگاتے ہیں حالانکہ زمانے میں کو عیب نہیں، اگر ہے تو ہم ہی اس کے عیب اور اس کے دامن کا دھبہ ہیں۔
- دراصل عیب ہم لوگوں میں ہے مگر ہم ہیں کہ زمانے کو عیب لگاتے ہیں۔ اگر (اللہ) زمانے کو قوت کو بائی دیتا تو یقیناً ہے کہ وہ ہماری ہجو کرتا۔
- غور تو کرو کہ ایک بھیڑ یا بھی دوسرے بھیڑیے کا گوشت نہیں کھاتا، اور ہم ہیں کہ کھلے عام ایک دوسرے کو کھائے جا رہے ہیں۔
- ہم نے دھوکہ دینے کے لیے پاک و صاف ستھری کھال پہن رکھی ہے اور جب کوئی مرد مسافر و اجنبی آجاتا ہے تو اس کا بُرا حال کر دیتے ہیں

يعيب الناس كلهم زمانا
ومال زماننا عيب سوانا

نعيب زماننا والعيب فينا
ولو نطق الزمان بنا هجانا

وان الذئب يترك لحم ذئب
وياكل بعضنا بعضا عيانا

لبسنا للخداع صوك طيب
فويل للغريب اذا اتانا

(عميون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۷)

⑫ — اپنی خوشحالی پر نہ اتر او

ابراہیم بن عباس کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے

- اگر تم خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے ہو تو اس پر نہ اتر او اور غرہ نہ کرو بلکہ اللہ سے دعا کرو کہ یہ خوشحالی سلامت رہے اور تمام و کمال کو پہنچے۔

اذا كنت في خير فلا تغتور به
ولكن قل اللهم سلم وتمم

(عميون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۸)

⑬ — مندرجہ ذیل اشعار بھی آپ ہی سے سنے گئے ہیں۔

- ہمارا یہ حال ہے کہ جب دولت مندی کا لباس پہن لیتے ہیں تو غرور و تکبر کے ساتھ اپنا سراٹھا کر چلتے ہیں۔
- یہ درست ہے، کہ ہم انسان سے مانوس نہیں ہو سکتے۔ مگر آدمی کو آدمی سے تو انس ہونا چاہیے۔

لبست بالعفة ثوب الغنى
وصرت امشى شامخ الراس

لبست الى الناس مستانسا
لكننى انس بالناس

اذا سريت التيه من ذى الخنى
تحت على التائه بالباس

ما ان تفاخرت على معدم
ولا تضععت لافلاس

• میں جب کسی دولت مند کو غرور و تکبر کرتے ہوئے
دیکھتا ہوں تو اس غرور کرنے والے کے مقابلے
میں اسٹیر پر بھروسہ کر کے میں بھی تکبر کا اظہار
کرتا ہوں۔

• یہ کیا ہے کہ ہم غریبوں اور محتاجوں کے سامنے
فخر سے کام لیتے ہیں۔ اور مفلسوں سے فروتنی
سے پیش نہیں آتے۔ (منافج جلد ۲ ص ۲۷)

۱۳ — مامون الرشید کو نصیحت

مامون الرشید نے آپ کو خط لکھا کہ فرزند رسول آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔
تو آپ نے مندرجہ ذیل اشعار لکھ کر ارسال فرمادیجئے :-

انك في دنيا لها مدة
يقبل فيها عمل العامل

اما ترى الموت محيطا بها
يسلب منها امل الأمل

تعجل الذنب بما تشتهي
وتأمل التوبة من قابل

والموت ياتي اهله بغتة
ما ذاك فعل الحانم العاقل

• تم اس دنیا آباد ہو کہ جس کی ایک مدت مقرر ہے
اور اس میں عمل کرنے والے کا عمل قبول کر لیا
جاتا ہے۔

• کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس پر ہر طرف سے
موت منڈلا رہی ہے جو ہر امیدوار کی امیدوں
کو جھپٹ لے جاتی ہے۔

• تم گناہوں کے ارتکاب میں تو جلدی کرتے
ہو، دیر نہیں لگاتے اور توبہ کو آئندہ وقت
کے لیے ملتوی کر دیتے ہو۔

• حالانکہ موت یک بیک آتی ہے وہ بتا کر نہیں
آتی کہ تم فوراً توبہ کر لو گے۔ لہذا یہ کسی عقلمند
اور ہوشیار آدمی کا کام نہیں کہ توبہ میں
تاخیر سے کام لے۔

(الاختصاص ص ۹۸)



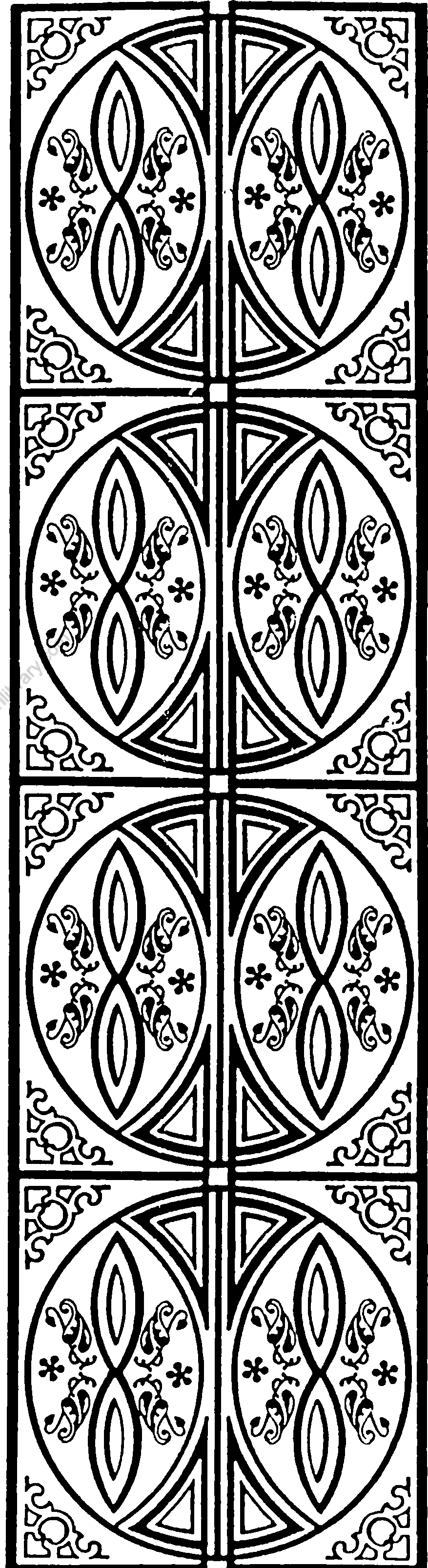
جَمَارُ الْأَخْوَارِ



بَابُ



دَوْرِ اِمَامَتِ وَحَاكِمِ وَقْتِ



① — ہارون الرشید نے کہا کہ ... ؟

جعفر بن یحییٰ کا بیان ہے کہ جب ہارون الرشید مقام رقبہ سے مکہ مکرمہ کو جا رہا تھا، تو میں نے عیسیٰ بن جعفر کو ہارون سے یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ آلِ ابی طالب کے متعلق آپ نے جو کچھ بھلت و بہ قسم کہا تھا اسے یاد کیجیے۔ آپ نے بھلت یہ کہا تھا کہ اب موسیٰ بن جعفرؑ کے بعد اگر ایک نے بھی دعویٰ امامت کیا تو ہاتھ پاؤں باندھ کر میں اُس کی گردن اڑا دوں گا۔ اور یہ اُن کے فرزند علی بن موسیٰ نے اس امر امامت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور ان کے متعلق بھی وہی سب کچھ کہا جاتا ہے جو ان کے باپ کے لیے کہا جاتا تھا۔

یہ سن کر ہارون نے عیسیٰ بن جعفر کی طرف غصہ کی نظر سے دیکھا اور کہا: تیری رائے اور خواہش ہے کہ اب میں ان میں سے سب ہی کو تہ تیغ کر دوں ؟

موسیٰ کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان کیا: آپ نے ارشاد فرمایا ”میرا ان لوگوں سے کیا مطلب، وہ لوگ ہمارا کچھ بھیجے بگاڑ نہیں سکتے۔“

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۶)

• صفوان بن یحییٰ سے بھی یہی روایت نقل کی گئی ہے۔ (کافی جلد ۷ ص ۷۸)

② — ابوالحسن طیب سے روایت ہے کہ جب حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ نے وفات پائی تو حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضاؑ بازار تشریف لے گئے۔ وہاں سے ایک کتا، ایک مینڈھا اور ایک مرغ خریدا۔ جب ہارون کے مخبر نے ہارون کو یہ لکھ کر بھیجا، تو اُس نے کہا، چلو ان کی طرف سے تو اب ہم کو اطمینان ہوا۔ مگر زبیری نے ہارون کو یہ لکھا کہ علی بن موسیٰ الرضاؑ نے اپنا دروازہ کھول دیا ہے اور اپنے لیے دعویٰ امامت کر رہے ہیں۔ تو ہارون نے کہا۔ ایک تو یہ لکھتا ہے کہ اُنھوں نے کتا، مینڈھا اور مرغ خریدا ہے اور دوسرا یہ لکھتا ہے کہ وہ دعویٰ امامت کر رہے ہیں۔ بڑا تعجب ہے !

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۵)

③ — ابی مسروق کا بیان ہے کہ واقفیوں کی ایک جماعت حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی جس میں علی بن حمزہ بطائی، محمد بن اسحاق بن عمار و حسین بن عمران اور حسین بن ابی سعید مکاری تھے۔ علی بن حمزہ نے آپ سے دریافت کیا، بتائیے! آپ کے والد کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا، اُن کا انتقال ہو چکا۔ اُس نے کہا، اچھا اگر ایسا ہے تو عہدہ امامت کس کے پاس ہے؟

آپ نے فرمایا کہ میرے پاس ہے : اُس نے کہا، مگر یہ دعویٰ جو آپ فرما رہے ہیں حضرت علیؓ امیر المومنین علیہ السلام سے لے کر اب تک آپ کے آباء میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کیا تھا۔ آپ نے فرمایا، مگر میرے آباء میں جو سب سے افضل و بہتر تھے انھوں نے تو کیا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے : اُس نے کہا، کیا یہ دعویٰ کر کے آپ کو دشمنوں سے اپنی جان کا خطرہ نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا، اگر میں ڈرتا تو پھر اب تک ان کا معین و مددگار نہ بن جاتا۔ سنو! ایک مرتبہ ابوہب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور دھکیاں دینے لگا، آپ نے فرمایا، سن، اگر میں تیرے سامنے ذرا بھی ڈر جاؤں تو سمجھ لینا کہ میں جھوٹا مدعی نبوت ہوں۔ یہ پہلی پہچان بتا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوت کی طرف سے لوگوں کے شک کو دور کیا۔ اور میں بھی پہلی پہچان بتا کر اپنی امامت کی طرف سے تم لوگوں کے شکوک کو دور کر رہا ہوں، کہ اگر میں ہارون کے سامنے ذرا بھی ڈروں تو سمجھ لینا کہ میں جھوٹا دعویٰ امامت ہوں۔

حسین بن مہران نے کہا، ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ پھر یہ بات بالاعلان کہیں : آپ نے فرمایا، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں خود ہارون کے پاس جاؤں اور اس سے کہوں کہ میں امام ہوں یا کچھ اور۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداءً بعثت میں یہ تو نہیں کیا تھا۔ آنحضرت نے بھی اپنی نبوت کا اعلان ابتداءً میں صرف اپنے اہل خاندان اپنے احباب اور اپنے قابل بھروسہ لوگوں میں کیا تھا۔ عوام الناس میں نہیں کیا تھا۔ تم لوگ تو مجھ سے پہلے میرے آباء و اجداد میں سے ہر ایک کی امامت کے معتقد ہو۔ اب تم یہ کہتے ہو کہ علی ابن موسیٰ الرضا اپنے والد کی حیات سے انکارِ تقیہ کی بناء پر کر رہے ہیں۔ پھر جب میں اس وقت تم سے تقیہ نہیں کرتا اور کہتا ہوں کہ میں امام ہوں۔ اگر میرے والد زندہ ہوتے تو میں ان کو زندہ کہنے میں تم سے تقیہ کیوں کرتا؟

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۳)

④ — حمزہ بن جعفر ارجانی کا بیان ہے کہ ہارون الرشید دو مرتبہ مسجد الحرام سے نکلا اور دو مرتبہ حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام بھی برآمد ہوئے اور آپ نے فرمایا ہم دونوں کے گھر کتنے دور دور ہیں مگر ملاقات کتنی جلد ہونے والی ہے۔ اے طوس! تو مجھے اور اسے دونوں کو جمع کر لے گا۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۳۴۰)

⑤ — محمد بن سنان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابو الحسن الرضا علیہ السلام سے دور ہارون الرشید میں عرض کیا کہ آپ نے دعویٰ امامت کر کے خود کو بدنام کر دیا ہے۔ آپ اپنے پدر بزرگوار کے جانشین بن رہے ہیں اور ہارون کی تلوار سے آپ کے والد کے خون کے قطرے ابھی تک ٹپک رہے ہیں : آپ نے فرمایا : مجھے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول نے

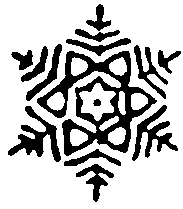
جرات دلائی کہ اگر ابو جہل میرے سر کا ایک بال بھی بیکا کرے تو پھر سمجھ لینا اور گواہی دینا کہ میں نبی نہیں ہوں۔ بس اسی طرح میں بھی کہتا ہوں کہ اگر ہارون میرے سر کا ایک بال بھی بیکا کرے تو سمجھ لینا اور گواہی دینا کہ میں امام نہیں ہوں۔
(روضۃ الکافی ص ۲۵۷)

⑥ ————— مہج الدعوات میں ابوصلت ہروی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے بیت الشرف میں تشریف فرما تھے کہ اسی اثناء ہارون الرشید کافر ستادہ پہونچا اور کہا، چلیے آپ کو امیر المومنین نے طلب کیا ہے۔ یہ سن کر آپ اٹھے اور مجھ سے فرمایا، اے ابوصلت! اس نے مجھ کو اس وقت بلایا ہے تو یقیناً کوئی بڑا معاملہ درپیش ہے مگر وہ دعا جو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مجھ تک پہونچی ہے اس کا اثر یہ ہوگا کہ اس کے لیے یہ ممکن نہیں کہ مجھے کوئی گزند پہونچا سکے۔

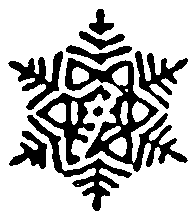
راوی کا بیان ہے کہ میں بھی آنجناب کے ہمراہ ہوا اور دونوں ہارون کے پاس پہونچے جب حضرت امام رضا علیہ السلام کی نظر ہارون پر پڑی تو آپ نے وہ دعا آخر تک پڑھی اور اس کے سامنے جا پہونچے تو اس نے کہا: اے ابوالحسن میں نے تمہیں ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا ہے اور آپ کے گھر کا جو خرچ ہو وہ لکھ بھیجیں: جب حضرت امام رضا علیہ السلام ہارون کے پاس سے واپس ہوئے تو اس نے کہا میں چاہتا تو کچھ اور ہی تھا مگر اللہ نے کچھ اور چاہا۔ اور اللہ نے جو چاہا وہی بہتر ہے۔



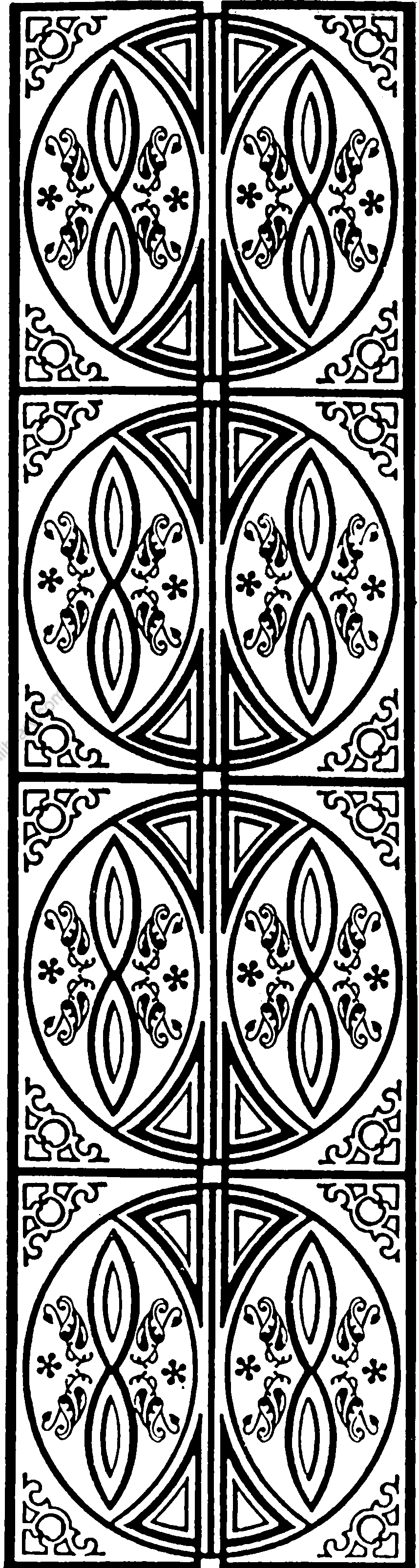
نظارۃ الآخِر



باب



امام کا دربارِ مامون میں
طلب کیا جانا



ANSAR

① — آغازِ سفر سے نیشاپور تک کے حالات

ابو الحسن صالح نے اپنے چچا سے روایت کی ہے، چچا کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ میں بھی خراسان گیا اور میں نے آپ سے رجاء بن ابی ضحاک کے قتل کے لیے مشورہ چاہا۔ وہ آپ کو خراسان لے کر جارہا تھا۔ آپ نے مجھے اس امر سے منع فرمایا اور فرمایا۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ایک کافر کے بدلے مومن قتل ہو جائے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب آپ مقامِ اہواز پر پہنچے تو اہلِ اہواز سے فرمایا کہ میرے لیے گتے تلاش کر لاؤ۔ تو اہلِ اہواز میں سے کسی کم عقل نے کہا کہ یہ بیچارے اعرابی ہرے انھیں نہیں معلوم کہ موسمِ گرما میں گتے نہیں ملتا۔ انھوں نے آپ سے عرض کیا کہ جناب عالی گتے اس موسم میں نہیں ہوتا، سردی کے موسم میں ہوتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ہاں۔ مگر تلاش کرو گے تو مل جائے گا۔ محمد بن اسحاق نے کہا: خدا کی قسم آقا نے فرمائش کی ہے تو یقیناً کہیں نہ کہیں موجود ہے۔ لہذا ہر طرف آدمی بھیجا جائے۔ اتنے میں اہواز کے چند کاشتکار آئے اور انھوں نے بتایا کہ ہمارے پاس تھوڑے گتے ہیں جنھیں ہم نے کاشت کرنے کے لیے محفوظ کر لیا ہے۔

یہ واقعہ بھی آپ کی امامت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔ راوی کا بیان ہے۔ جب آپ ایک قریہ میں پہنچے تو میں نے سنا کہ آپ سجدے میں عرض کر رہے تھے۔ ”پروردگارا! اگر میں نے تیری اطاعت کی ہے تو تیرا شکر گزار ہوں، اگر تیری نافرمانی کرتا تو اس کے جواز کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں، اور تیرے کرم اور احسان میں میری یا غیر کی کسی نیکی یا کارکردگی کو دخل نہیں۔ اس لیے کہ اگر گناہ کیے ہوتے تو اس کے کرنے کے لیے ہمارے پاس عذر ہی کون سا تھا۔ لہذا جو نیکیاں میرے پاس ہیں وہ بھی تیرے فضل و کرم ہی سے ہیں۔ اے کریم! مشرق و مغرب میں جتنے مومنین و مومنات ہیں تو ان سب کو بخش دے۔“

راوی کا بیان ہے کہ ہم نے آپ کی اقتدار میں کئی مہینے نمازیں پڑھیں۔ آپ نمازِ فریضہ میں پہلی رکعت میں سورۃ الحمد اور انا انزلنا، اور دوسری رکعت میں سورۃ الحمد اور قل ہو اللہ سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۵-۲۰۶)

② — قبر رسولؐ سے رخصت ہونا

محول سبستانی کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام کے خراسان منتقل ہونے کے لیے قاصد پہونچا، تو میں مدینہ ہی میں تھا۔ آپ مسجد رسولؐ میں قبر رسولؐ سے رخصت ہونے کے لیے تشریف لائے۔ اس وقت آپ کی حالت یہ تھی کہ بار بار قبر منور سے رخصت ہوتے اور جتنی بار قبر منور پر جلتے باواز بلند زار و قطار روتے۔ یہ دیکھ کر میں آگے بڑھا، آپ کو سلام کیا اور مبارکباد دی۔ آپ نے فرمایا میری زیارت کر لو کہ اب میں اپنے جد کے جوار سے نکالا جا رہا ہوں۔ مجھے عالم غربت و مسافرت میں موت آئے گی اور ہاروں رشید کے پہلو میں دفن ہوں گا۔

راوی کہتا ہے کہ جب آپ مدینہ سے رخصت ہوئے تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے اسی راستے سے چلا اور واقعاً وہی ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔ طوس میں آپ کا انتقال ہوا اور ہاروں کے پہلو میں دفن ہوئے۔
(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۷)

③ — وشار کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ جب میں مدینہ سے رخصت ہونے والا تھا تو میں نے اپنے اہل و عیال کو جمع کیا اور کہا۔ تم لوگ مجھ پر خوب گریہ کرو اور اس طرح کہ تمھارے رونے کی آوازیں میرے کان میں بھی آئیں۔ اس کے بعد میں نے ان میں بارہ لاکھ دینار تقسیم کیے۔ پھر میں نے کہا، اب میری واپسی کی امید نہ رکھنا کیونکہ میں تا ابد یہاں واپس نہ آسکوں گا۔
(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۳۴)

④ — ایک بوٹی کی نشاندہی پر طبیب کو حیرانی

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ جب مامون نے رجاہ بن ابی ضحاک کو بھیجا کہ وہ حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو براستہ اہواز لے کر آئے، کوفہ کے راستے سے نہ لائے تو وہاں کے لوگ آپ کی زیارت سے محروم رہ گئے مگر چونکہ میں موضع ابیدج کے شرقی خطہ میں تھا اور وہاں میں نے یہ خبر سنی تو فوراً اہواز پہونچا اور آپ سے شرف ملاقات و زیارت کے صورت نکالی اور یہ میری آپ سے پہلی ملاقات تھی۔ آپ بیمار تھے گرمی کا موسم تھا آپ نے فرمایا کہ کسی طبیب کو بلایا جائے۔

میں ایک طبیب کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس طبیب سے ایک بوٹی کا نام لیا۔ اُس نے کہا میں نہیں جانتا کہ روئے زمین پر آپ کے سوا کوئی اور شخص اس بوٹی کا نام جانتا ہو، آپ کو اس کا نام کیسے معلوم ہو گیا۔ اور یہ بوٹی اس موسم میں پیدا بھی نہیں ہوتی، آپ نے فرمایا، اچھا میرے

لیے گناے کراؤ: طبیب نے کہا یہ تو پہلے سے بھی زیادہ اچھی تجویز ہے مگر یہ گنے کا بھی موسم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا، یہ دونوں چیزیں اس علاقے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ اچھا، یہ تمہارے ساتھ ہیں۔ تم دونوں نہر شاذرواں کی طرف جاؤ، اس کو عبور کرو گے تو ایک کھلیان (خرمن) دور ہی سے نظر آجائے گا، وہاں پر تمہیں ایک حبشی شخص ملے گا۔ اُس سے دونوں چیزوں کے بارے میں دریافت کرنا اُس بوٹی کا نام ابو ہاشم کو یاد نہیں رہا، آپ نے فرمایا اچھا ابو ہاشم جاؤ۔ میں اٹھا اور روانہ ہوا۔ میں اپنے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ اس حبشی سے ملا، اُس نے بوٹی اور گنے کے متعلق دریافت کیا تو اُس نے اپنی پشت کی طرف اشارہ کیا۔ وہاں گنے کا کھیت موجود تھا حسب ضرورت گنا لیا، اور کھلیان کی طرف گئے تو وہاں مالک موجود نہ تھا۔ لہذا ہم گنا لیکر حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

یہ سب دیکھنے کے بعد اُس طبیب نے مجھ سے پوچھا: یہ کس کے فرزند ہیں؟ میں نے کہا، یہ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں: اُس نے کہا کیا ان کے پاس نبوت کے آثار اور نشانیوں میں سے بھی کچھ موجود ہے؟ میں نے کہا، ہاں۔ میں نے ان نشانیوں میں سے بعض کو دیکھا بھی ہے مگر آپ نبی نہیں ہیں: اُس نے کہا، اچھا نبی نہیں تو وصی نبی تو ضرور ہوں گے: میں نے کہا، ہاں آپ وصی نبی تو ہیں۔

اس واقعے کی خبر جب رجا بن صہاک کو ہوئی تو اُس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ اب ہم یہاں قیام نہیں کریں گے ورنہ تمام لوگ آپ کی طرف جھک پڑیں گے: پھر وہاں سے اُس نے کوچ کیا۔
(الخزاع والخراج ص ۲۳۶)

⑤ — اگر میرے جد نے اور دیا ہوتا تو میں بھی دیتا

ابو حبیب نبا جی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت رسول مقبول کو خواب میں دیکھا اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ مجھ سے محمد بن منصور سرخسی نے اپنے اسناد کے ساتھ محمد بن کعب قرظی سے روایت کی۔ اُس کا بیان ہے کہ جس وقت میں مقام جحفہ میں تھا، میں نے حضرت رسول مقبول کو عالم خواب میں دیکھا تو آپ کے پاس گیا: آپ نے فرمایا، اے شخص تو دنیا میں میری اولاد کے ساتھ جو نیک سلوک کیا ہے اُس سے میں مسرور ہوا: میں نے عرض کیا، یا حضرت اگر میں ان کے ساتھ نیک سلوک نہ کرتا تو کس کے ساتھ کرتا: آپ نے فرمایا، ہاں ہاں تو عقبی میں یقیناً مجھ سے اس کا بدلہ پائے گا: اُس وقت آپ کے سامنے ایک طبق میں صیحانی کھجوریں رکھی ہوئی تھیں: میں نے عرض کیا، یا حضرت اس میں سے کچھ مجھے بھی عنایت ہو۔ آپ نے اس میں سے ایک مٹھی کھجوریں نکال کر دیں

جو تعداد میں اٹھارہ تھیں۔ میں نے اس کی تعمیر یہ اخذ کی کہ میری زندگی کے ابھی اٹھارہ سال اور باقی ہیں۔ (کچھ دنوں کے بعد یہ خواب میرے ذہن میں نہیں رہا)

ایک دن میں نے دیکھا کہ لوگوں کا اژدحام ہے۔ میں نے وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام تشریف لائے ہیں۔ میں بھی امام کی زیارت کے شوق میں گیا تو دیکھا کہ آپ اسی مقام پر تشریف فرما ہیں (جہاں میں نے حضرت رسول مقبول کو خواب میں دیکھا تھا) اور آپ کے سامنے بھی کھجوروں کا طبق رکھا ہوا تھا۔ میں آگے بڑھا زیارت کے آداب بجالایا اور عرض کیا، 'مولا! ان صیغہ کھجوروں میں سے کچھ مجھے بھی عطا فرمادیں۔ آپ نے ایک مٹھی بھر کر ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میں نے جب ان کو گنا تو پوری اٹھارہ تھیں: میں نے عرض کیا مولا! کچھ اور بھی عنایت فرمائیے: آپ نے ارشاد فرمایا، 'اگر میرے جدِ نامدار نے تجھے زیادہ عطا فرمائی ہوتیں تو میں بھی اضافہ کر دیتا۔

• عمر موصلی نے اپنی کتاب "الوسیلہ" میں اس واقعہ کا ذکر ابن علوان کے حوالے سے اس طرح کیا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے لوگ کہہ رہے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بصرہ میں تشریف لاتے ہیں: میں نے پوچھا کہ آنحضرت کا قیام کہاں ہے؟ پتہ چلا کہ فلاں شخص کے باغ میں قیام فرمایا ہے۔ میں فوراً ہی روانہ ہوا اور وہاں پہنچا تو دیکھا کہ آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ کرام بھی ہیں اور آپ کے سامنے ایک طباق میں برنی کھجوریں رکھی ہیں۔ میں بھی زیارت کے لیے آگے بڑھا اور وہیں بیٹھ گیا۔ آپ نے اس میں سے ایک مٹھی کھجوریں مجھے عطا فرمائیں۔ میں نے انتہائی خوشی سے اس تبرک کو لے لیا اور شمار کیا تو وہ اٹھارہ تھیں۔ یہ خواب دیکھ کر میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے وضو کیا، نماز پڑھی اور جا کر اس باغ کو اچھی طرح دیکھا اور اس مقام کو پہچانا جہاں آنحضرت تشریف فرما تھے۔

کچھ دنوں کے بعد میں نے سنا کہ حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور اسی باغ میں مقیم ہیں۔ میں بھی شوقِ زیارت میں خدمتِ امام میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ آپ بھی اسی مقام پر تشریف فرما ہیں جہاں میں نے خواب میں آنحضرت کو دیکھا تھا اور آپ کے سامنے بھی ایک طباق میں کھجوریں رکھی ہوئی ہیں۔ جیسے ہی میں آنجناب کے قریب گیا آپ نے بھی مجھے اس میں سے ایک مٹھی کھجوریں عطا فرمائیں۔ میں نے بخوشی لے کر انھیں شمار کیا تو پوری اٹھارہ کھجوریں تھیں۔ میں نے عرض کیا، 'فرزندِ رسول کچھ اور عنایت فرمائیں: آپ نے ارشاد فرمایا، 'اگر میرے جدِ نامدار نے تجھے ان سے زیادہ عنایت فرمائی ہوتیں تو میں بھی اضافہ کر دیتا۔

پھر آپ نے کچھ دنوں کے بعد میرے پاس ایک آدمی کو بھیجا اور مجھ سے ایک چادر

کے لیے کہلا بھیجا جس کا طول و عرض بھی بتایا۔ میں نے کہا، اس طول و عرض کی چادر تو میرے پاس نہیں ہے : آپ نے کہلایا کہ ہاں موجود ہے تم اپنی فلاں کپڑوں کی گٹھری میں تلاش کرو۔ تمہاری زوجہ نے تمہارے ساتھ اس چادر کو بھیجا ہے : اب مجھے یاد آیا، اور میں نے وہ گٹھری اٹھائی اور اسے کھولا تو وہ چادر موجود تھی۔ (مناقب آل ابی طالب جلد ۴ ص ۲۲۲)

⑥ — بیت اللہ سے امام کی آخری رخصت

دلائل حمیری میں اُمیہ بن علی سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جس سال حضرت امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام نے فریضہ حج ادا فرمایا، میں مکہ میں آپ کے ہمراہ تھا۔ نیز آپ کے ساتھ حضرت ابو جعفر علیہ السلام بھی تھے۔ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام بیت اللہ سے وداع ہو رہے تھے۔ جب آپ طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم کا رخ کیا، وہاں نماز بجالائے اور حضرت ابو جعفر علیہ السلام موفق کے کاندھے پر بیٹھ کر طواف فرما رہے تھے۔ جب حجرِ اسود تک پہنچے تو وہاں بیٹھ گئے اور دیر تک بیٹھے رہے۔ موفق نے عرض کیا: میں آپ پر قربان: اب اُٹھیے: آپ نے فرمایا، نہیں، میں اس مقام سے نہیں اُٹھوں گا لیکن اگر اللہ چاہے (تویہ بات اور ہے) آپ کے چہرے سے حزن و غم کے آثار نمایاں تھے۔ یہ سن کر موفق حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، مولا! میں آپ پر قربان: حضرت ابو جعفر علیہ السلام تو حجرِ اسود کے پاس تشریف فرما ہیں، اُٹھنے سے انکار فرما رہے ہیں یہ سن کر حضرت ابوالحسن علیہ السلام اُٹھے اور حضرت ابو جعفر علیہ السلام کے پاس پہنچے اور فرمایا میرے پیارے اُٹھیے: آپ نے فرمایا، میرا ارادہ تو اس مقام سے اُٹھنے کا نہیں ہے: آپ نے فرمایا، ہاں پیارے اُٹھیے: حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے عرض کیا، کیوں کر اُٹھوں: آپ تو خانہ مکعبہ سے اس طرح وداع ہو رہے تھے جیسے اب یہاں واپس ہی نہیں آنا ہے: حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا، میرے پیارے اب اُٹھیے: تو آپ، باپ کا حکم پا کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ (کشف الغمہ جلد ۳ ص ۲۱۵)



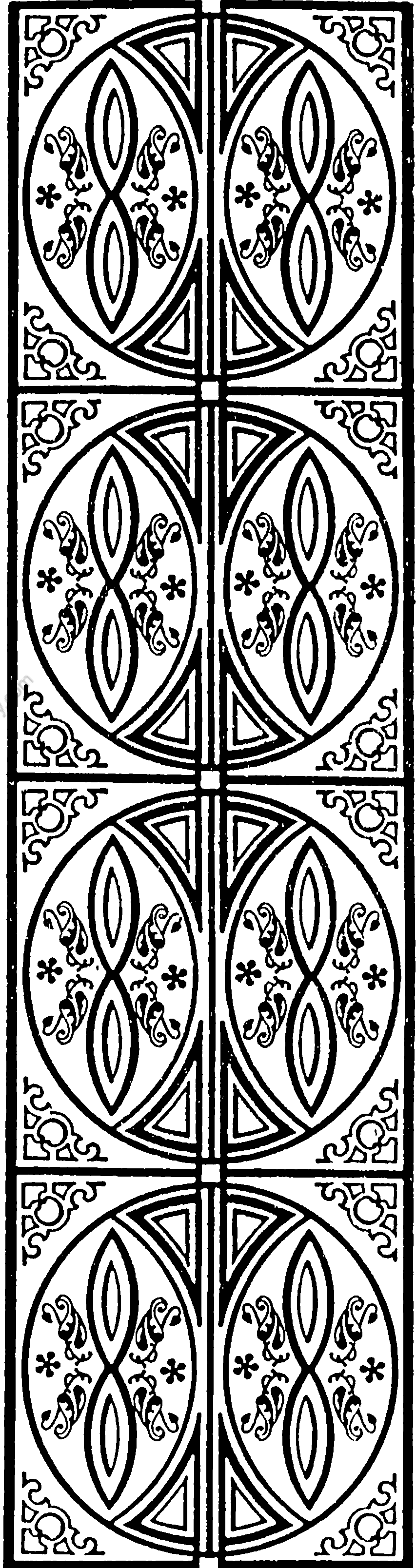
جَمَارُ الْاَنْوَارِ



باب



نیشاپور میں امام کی آمد اور معجزات
کا ظہور



ANSAH

① — لا اِلهَ اِلَّا اللهُ، اللهُ كَاقْلَعِهِ

ابوالفضل ہروی سے منقول ہے کہ جس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام شہر نیشاپور میں داخل ہوئے تو میں آپ کے ساتھ تھا۔ آپ ایک بھورے رنگ کے خستہ پر سوار تھے اور علمائے نیشاپور آپ کے استقبال کے لیے نکلے۔ جب آپ سوار ہو چکے تو علمائے نیشاپور نے آپ کی سواری کی لجام تھام لی اور عرض کیا: فرزندِ رسول! آپ کو اپنے آبائے طاہرین کے حق کی قسم! آپ اپنے آباء سے منقول کوئی حدیث بیان فرمائیے: یہ سن کر آپ نے ہودج سے اپنا سر اقدس باہر نکالا۔ آپ اس وقت ایک اونٹنی کڑھی ہوئی چادر اوڑھے ہوئے تھے:

آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے میرے پدر بزرگوار حضرت موسیٰ بن جعفر نے اور ان سے آنجناب کے پدر بزرگوار حضرت جعفر بن محمد نے اور آنحضرت سے آپ کے پدر بزرگوار حضرت محمد بن علی نے اور ان جناب سے آپ کے پدر بزرگوار حضرت علی بن الحسین نے اور آنحضرت سے آپ کے پدر بزرگوار حضرت حسین بن علیؑ سردارِ جنت نے اور آنجناب سے آپ کے پدر بزرگوار حضرت علیؑ امیر المومنین نے اور ان جناب سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے روح الامین نے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے یہ پیغام پہنچایا کہ ”میں اللہ ہوں اور مجھ واحد کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے، میرے بندو! میری عبادت کرو۔ یہ جان لو کہ تم میں سے جو شخص خلوص دل سے اس امر کی گواہی دیتا ہو میرے پاس آیا، کہ اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے تو وہ میرے قلعے میں داخل ہوا، اور جو شخص میرے قلعے میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہا۔“ لوگوں نے پوچھا، فرزندِ رسول! ”خلوص کے ساتھ اللہ کی وحدانیت کی شہادت سے کیا مراد ہے؟“ آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ کی اطاعت، اس کے رسول کی اطاعت اور آنحضرت کے اہلبیت کی ولایت۔“ مراد ہے۔

(امالی)

• یہی روایت حسن بن علی حریمی، اسحاق بن راہویہ سے بھی منقول ہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۱۲، ۱۳۳، ۱۳۵)

② — امام رضا کے دستِ مبارک کا لگایا ہوا درختِ بابرکات

ابو واسع محمد بن احمد بن محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے اپنی دادی خدیجہ

بنتِ حمدان بن پسندہ سے سنا، انھوں نے بیان کیا کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام نیشاپور تشریف لائے تو محلّہ بلاش آباد میں میری دادی پسندہ کے گھر میں قیام فرمایا۔ (اُن کا نام پسندہ اس لیے پڑ گیا کہ تمام اہل محلّہ میں امام رضا علیہ السلام کو اُن ہی کے یہاں کا قیام پسند آیا) (یہ فارسی کا لفظ ہے جس کو عربی میں مرضیٰ کہتے ہیں)۔

الغرض جب آپ نے میرے گھر میں قیام فرمایا تو گھر کے اندر ایک طرف آپ نے بادام کا ایک بیج ڈال دیا جو بہت جلد روئیدہ ہو گیا اور پورا درخت ہو کر اس میں اُسی سال پھل آنے لگے۔ لوگوں کو جب اس کے بارے میں علم ہوا تو بغرض شفا لے جانے لگے۔ جو شخص کسی مرض میں بھی مبتلا ہوتا، بطور تبرک وہ بادام کھا لیتا اور صحت یاب ہو جاتا، جس کی آنکھیں آشوب کر آتیں وہ اس بادام کو اپنی آنکھوں میں لگاتا تو آشوب چشم سے نجات پاتا۔ زنِ حاملہ کو اگر ولادت میں دشواری پیش آتی، یہ بادام اس کو کھلا دیا جاتا، ولادت آسان ہو جاتی۔ اگر کسی جانور کو مرضِ قویج ہوتا، تو اس درخت کی شاخ اس کے جسم پر پھیر دی جاتی تو مرض دور ہو جاتا۔

کچھ عرصہ کے بعد وہ درخت خشک ہو گیا تو میرے دادا حمدان نے اس کی شاخیں کاٹ دیں، وہ اندھے ہو گئے اور اُن کے صاحبزادے ابو عمر نے پورا درخت ہی کاٹ ڈالا تو بابِ فارس پر ان کا تمام مال و اسباب ضائع ہو گیا جو کتر اسی ہزار درہم کی مالیت کا تھا۔ ابو عمرو کے دو لڑکوں نے جن کے نام ابو القاسم اور ابو صادق تھے۔ ابو صادق نے جو ابو الحسن محمد بن ابراہیم سمجور کے کاتب تھے، بیس ہزار درہم صرف کر کے اس مکان کی از سر نو تعمیر کرائی اور اس درخت کی باقی ماندہ جڑیں بھی نکلوا دیں۔ ان کو معلوم نہیں تھا کہ ان پر اس کے کیا اثرات ہوں گے۔ ان میں سے ایک امیر خراسان کی جاگیر پر کارندہ بن کر نیشاپور واپس ہوا تو محل ہی کے اندر اس کا داہنا پاؤں سیاہ ہو گیا، جب مرض نے شدّت اختیار کی تو پاؤں کاٹ دیا گیا اور اسی میں وہ ایک ماہ کے اندر ہی مر گیا۔

دوسرا بھائی جو اس سے بڑا تھا وہ سلطان نیشاپور کے دربار میں ایک تحریر لکھ رہا تھا اور کچھ لوگ کھڑے اس کے خط کو دیکھ رہے تھے۔ اُن میں سے ایک نے کہا اللہ اس تحریر کے لکھنے والے کو نظر بد سے بچائے۔ یہ کہتے ہی اس کے ہاتھ میں ریشہ پیدا ہو گیا اور قلم اس کے ہاتھ سے گر گیا، اس کے ہاتھ میں ایک پھوٹا نکل آیا اور وہ اپنے گھر واپس آ گیا۔ تو اس کے پاس ابو العباس کاتب چند آدمیوں کے ساتھ گیا اور کہا، یہ کچھ نہیں محض خون کی حدّت کی وجہ سے ہے اس لیے آج ہی فصد کھلواؤ۔ اس نے اُسی دن فصد کھلوا دی جب دوسرے دن ابو العباس پھر آیا اور کہا کہ آج اور فصد کھلواؤ۔ دوسرے دن بھی اس نے فصد کھلوا لی جس کے نتیجے میں تمام ہاتھ سیاہ پڑ گیا۔ بالآخر ہاتھ

کاٹ دیا گیا، اور اسی میں وہ بھی مر گیا۔ یہ دونوں ایک سال کے اندر ہی مر گئے۔

③ حمامِ رضا اور چشمہ کہلان

بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام نیشاپور تشریف لائے تو آپ نے محلہ قزوینی میں قیام فرمایا، وہاں ایک حمام تھا اور اب اس حمام کو "حمامِ رضا" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہاں ایک چشمہ بھی تھا جس کا پانی کم ہو گیا تھا۔ کچھ مقررہ آدمی ہی اس چشمہ سے پانی نکالا کرتے تھے۔ دروازے کے باہر ایک حوض بنا ہوا تھا۔ میٹر می کے ذریعہ سے اتر کر اس چشمہ تک پہنچا جاتا تھا۔ امام رضا علیہ السلام اس حوض میں داخل ہوئے، غسل فرمایا وہاں سے واپس آئے، اس کے عقب میں جا کر نماز پڑھی۔ اُس وقت سے لوگ متبرک سمجھ کر اس حوض میں غسل کرتے ہیں، اُس کا پانی پیتے ہیں اور اُس کے عقب میں جا کر نماز پڑھتے ہیں اور اپنی حاجتوں کے لیے اللہ سے دعا کرتے ہیں۔ اُن کی حاجات پوری ہوتی ہیں۔ اور وہ چشمہ، چشمہ کہلان کے نام سے مشہور ہے۔ آج بھی لوگ وہاں جاتے ہیں۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۳۶-۱۳۵)

④ خواب میں نسخے کی تجویز

عبداللہ بن عبدالرحمن صفوانی سے روایت ہے کہ ایک قافلہ خراسان سے کرمان کے لیے روانہ ہوا۔ راستہ میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ ڈاکوؤں نے اس قافلے کے ایک مشہور و معروف دولت مند شخص کو بیرن مال بنالیا، ایک مدت تک اپنے پاس رکھ کر سختیاں کرتے رہے یہاں تک کہ برف پر کھڑا کر کے باندھ دیتے کبھی اُس کے منہ میں برف بھر دیتے تاکہ وہ اپنے فدیہ میں رقم دے کر خود کو اُن سے نجات دلائے۔ مگر اُن ڈاکوؤں کی ایک عورت کو اس پر رحم آگیا، اس نے اس کو کھول دیا اور وہ وہاں سے بھاگ نکلا۔ مگر برف کی وجہ سے اُس کا منہ اور زبان اس طرح ماؤٹ ہو گئے کہ بات نہیں کر سکتا تھا۔

جب وہ شخص خراسان واپس آیا تو اس نے سنا کہ حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ نیشاپور میں ہیں۔ ایک دن اس نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص اس سے کہہ رہا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام خراسان آئے ہوئے ہیں تو جا کر اپنا مرض بیان کر وہ تیرے لیے کوئی دوا تجویز فرما دیں گے تجھے آرام ہو جائے گا۔ پھر خواب ہی میں اس نے یہ دیکھا کہ وہ امام علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور آپ سے اپنی تکلیف بیان کی تو آپ نے فرمایا، "زیرہ"، پودنیہ اور نمک کو باریک پس کر سفوف کرے اور اس میں سے تھوڑا تھوڑا دو تین مرتبہ اپنے منہ میں رکھ لے صحتیاب ہو جائے گا۔ یہ خواب دیکھ کر وہ

شخص بیدار ہوا، مگر خواب کو کچھ اہمیت نہ دی اور نیشاپور روانہ ہو گیا۔ جب شہر کے دروازہ پر پہنچا تو اسے بتایا گیا کہ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نیشاپور سے تشریف لے گئے ہیں اور اب رباط سعد میں ہیں۔

اُس نے دل میں سوچا کہ وہیں چل کر آپ سے اپنا حال بیان کرنا چاہیے۔ بنا بریں وہ رباط سعد کی طرف روانہ ہوا اور امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا: فرزندِ رسول! مجھ پر یہ مصائب گزرے ہیں جن کی وجہ سے منہ اور زبان ماؤں ہو چکے ہیں بات کرنا بھی دشوار ہے آپ نے ارشاد فرمایا، کیا میں تمہیں اس کی دوا نہیں بتا چکا ہوں، جاؤ اور اسی کو استعمال کرو جو کچھ میں نے تمہیں خواب میں بتایا ہے: اُس نے عرض کیا فرزندِ رسول! اگر مناسب سمجھیں تو دوبارہ بتادیں: آپ نے ارشاد فرمایا۔ تھوڑا سا زیرہ، پودینہ اور نمک لیس کر سفوف بنالو اور اس میں سے تھوڑا تھوڑا دو تین مرتبہ اپنے منہ میں رکھ لو۔ انشاء اللہ صحتیاب ہو جاؤ گے: اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے اس پر عمل کیا اور صحتیاب ہو گیا۔

• ابو حامد احمد بن علی بن حسین ثعالبی کا بیان ہے کہ میں ابو احمد عبداللہ بن عبدالرحمن صفوانی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے خود اُس شخص سے ملاقات کی اور دیکھا ہے اور اسی کی زبان سے یہ سارا قصہ سنا ہے۔
(عمیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۱)

⑤ امام نے اپنا دستِ مبارک زمین سے کس کیا.....؟

احمد انصاری نے ہروی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام شہرِ نیشاپور سے مامون کے پاس جانے کے لیے روانہ ہوئے اور قریۃ الحمراء کے قریب پہنچے تو آپ سے عرض کیا گیا، فرزندِ رسول! دن ڈھل چکا ہے کیا آپ ابھی نمازِ فریضہ ادا نہ فرمائیں گے یہ سن کر آپ اپنی سواری سے اترے اور فرمایا، پانی لاؤ۔ عرض کیا گیا کہ پانی تو ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے دستِ مبارک کو زمین کی طرف بڑھایا اور انگشتِ مبارک سے زمین کی مٹی کو ہٹایا ہی تھا کہ وہاں سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا جس سے آپ نے اور تمام ہمراہیوں نے وضو کیا۔ (اس چشمے کے آثار ابھی تک باقی ہیں۔) پھر آپ سنا باد پہنچے تو ایک پہاڑی پر چڑھے جس کے خزانے سے دیگچیاں بنائی جاتی تھیں: آپ نے دعا کی، پروردگار! اس میں نفع بخش دے اور جو برتن اس سے بنائے جائیں یا چیزیں ان برتنوں میں رکھی جائیں اس میں برکت عطا فرما۔ پھر آپ کے ارشاد کے بموجب چند دیگچیاں آپ کے لیے بھی اس سے بنائی گئیں، آپ نے غذائیں پکانے کا حکم دیا۔ (روایے آپ از خود بہت کم خوراک تھے) اسی دن سے لوگ اسکے بنے ہوئے برتنوں کو استعمال کرنے لگے اور آپ کی دعاؤں

کی وجہ سے ان برتنوں میں برکتیں پیدا ہو گئیں۔

اس کے بعد آپ حمید بن قحطبہ طائی کے گھر تشریف لے گئے۔ پھر آپ اس قبۃ میں داخل ہوئے جس میں ہاروں رشید کی قبر تھی۔ آپ نے اس کی ایک جانب اپنے ہاتھ سے نشان کھینچا اور فرمایا، یہ میری قبر کی جگہ ہے۔ میں یہیں دفن کیا جاؤں گا اور اس مقام پر میرے شیعہ اور میرے محبتیں آئیں گے اور خدا کی قسم ان میں سے جو بھی میری زیارت کو آکر مجھ پر سلام بھیجے گا، تو حتماً (یقیناً) ہم اہلبیت کی شفاعت کے ذریعے سے مغفرت اور اللہ کی رحمت کا مستحق ہوگا۔ اس کے بعد آپ دوبارہ قبۃ کھڑے ہوئے اور کئی رکعت نماز پڑھیں اور مختلف دعائیں پڑھتے رہے۔ بعد فراغت ایک طویل سجدہ کیا جس میں ہم نے شمار کیا تو پانچ سو بار سبحان اللہ کہا۔ پھر آپ وہاں سے واپس ہوئے۔

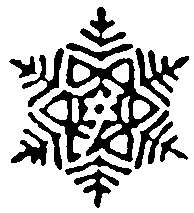
(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۳۶)



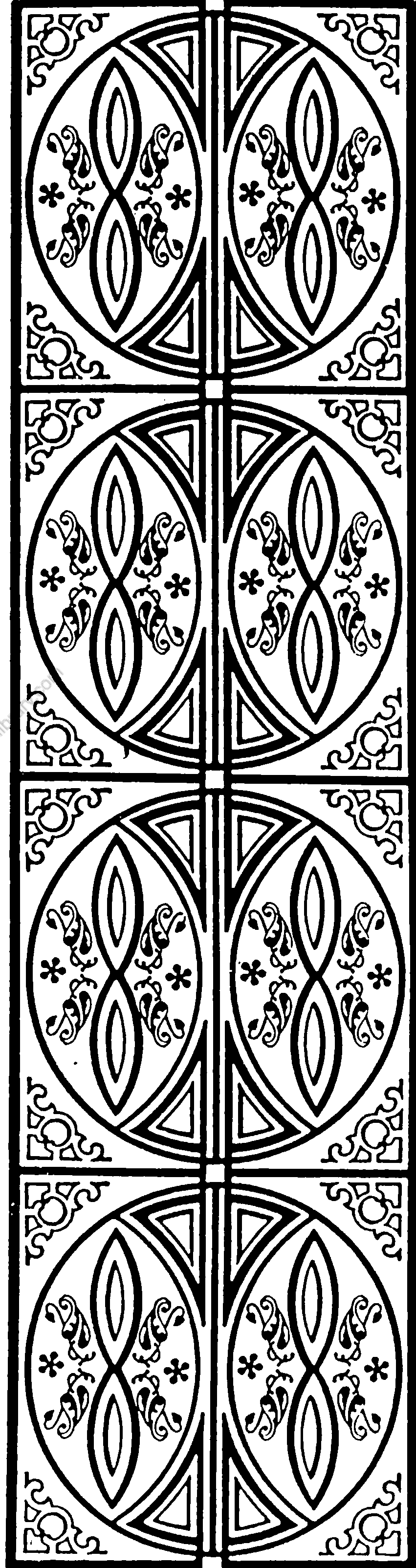
نظارۃ الانوار



باب



امام نے ولعیدی کیوں قبول فرمائی



(یکم ماہ رمضان ۲۰۱۷ء کو حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولید بنی ہاشم کے بیت ہوئی)
(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۱۷۱)

① — ولید بنی ہاشم کو حسد

قاسم بن ایوب علوی کا بیان ہے کہ جب مامون الرشید نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولید بنانے کا ارادہ کیا تو اس نے قبیلہ بنی ہاشم کو جمع کیا اور انھیں بتایا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولید اور اپنے بعد اپنا جانشین مقرر کروں :
یہ سن کر بنی ہاشم کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی، اور بولے، کیا تم ایسے کو ولید بناؤ گے جس نے کبھی کسی سے پڑھا لکھا ہی نہیں اور نہ جس کے پاس ایسی نگاہ ہے جس سے امور سلطنت کی دیکھ بھال کر سکے۔ اچھا، تم آدمی بھیج کر انھیں بلالو۔ ہم ان کے جہل کا ثبوت پیش کریں گے جو تم کو خود نظر آجائے گا۔

مامون نے آدمی بھیجا۔ امام رضا علیہ السلام تشریف لائے تو بنی ہاشم میں سے کسی نے کہا، اے ابوالحسن ! ذرا منبر پر جا کر یہ بتاؤ کہ ہم کن دلائل کی بناء پر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔؟
حضرت امام رضا علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر تو خاموش بیٹھے رہے اور کچھ نہ بولے پھر ذرا جھرجھری لی، اٹھ کر کھڑے ہوئے اور حمد الہی بجالائے، نبی اکرمؐ اور آپ کے اہلبیت پر درود بھیجا۔ اس کے بعد فرمایا ”اول عبادۃ اللہ معرفتہ“ اللہ تعالیٰ کی پہلی عبادت یہ ہے کہ اس کی معرفت حاصل کی جائے اور اس طرح آپ نے اس موضوع پر پورا خطبہ بیان فرمایا جس کی پوری تفصیل ہم نے کتاب توحید میں پیش کر دی ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۵۳-۱۵۹)

② — مامون کی دھمکی

علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے اور انھوں نے ابوصلت سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ مامون الرشید نے حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے کہا :
فرزند رسول ! میں آپ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور آپ کی عبادت سب سے واقف ہو گیا اور میری رائے میں آپ مجھ سے زیادہ اس خلافت کے مستحق ہیں : آپ نے فرمایا کہ عبادت اللہ کے لیے ہوتی ہے اور یہ قابل فخر ہے۔ زہد کی وجہ سے مجھے امید ہے کہ دنیاوی شر سے

محفوظ ہوں گا، تقویٰ اور ورع یعنی محرمات سے احتراز، تو اس کو میں بڑی کامیابی سمجھتا ہوں۔ تواضع اور انکساری یعنی سب سے جھک کر ملنا اور خاطر داری کرنا، اس سے اُمید ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں بلند درجہ حاصل ہوگا۔

مامون نے کہا، مگر میرا خیال ہے کہ میں خود خلافت سے سبکدوش ہو جاؤں اور آپ کو خلیفہ بنا کر آپ کی بیعت کروں : امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اگر واقعاً یہ خلافت تمہارا حق ہے اور اللہ نے تم کو خلیفہ بنایا ہے تو یہ جائز نہیں کہ جو خلعتِ خلافت اللہ نے تم کو پہنایا ہے تم اس کو اتار کر کسی دوسرے کو پہنا دو۔ اور اگر یہ خلافت تمہاری نہیں ہے کسی دوسرے کی ملکیت ہے تو تمہیں جائز نہیں کہ وہ چیز جو تمہاری نہیں ہے تم ہمیں بخش دو۔

مامون نے کہا، فرزندِ رسول! مگر آپ کو تو یہ حکومت و خلافت قبول کرنی ہی پڑے گی : آپ نے فرمایا، زبردستی کی بات تو اور ہے ورنہ اپنی خوشی سے تو میں اسے تا ابد قبول نہ کروں گا۔ الغرض وہ کچھ دنوں تک کوشش کرتا رہا کہ آپ اسے قبول کر لیں۔ مگر جب باطل نا اُمید ہو گیا تو کہنے لگا، اچھا اگر آپ خلافت قبول نہیں فرماتے اور آپ کو یہ پسند نہیں کہ میں آپ کی بیعت کروں، تو آپ میرے ولیعہد بن جائیں تاکہ میرے بعد خلافت آپ کو ملے۔

امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، خدا کی قسم، میرے پدربزرگوار نے اپنے آبائے کرام کے سلسلے سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے اور آنجناب نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان فرمائی ہے (میرے اور تیرے متعلق) کہ میں تجھ سے پہلے زہر سے مقتول ہو کر اس دنیا سے کوچ کر جاؤں گا۔ اور مجھ پر آسمانوں اور زمین کے تمام فرشتے گریہ کریں گے اور عالمِ مسافرت میں بارون کے پہلو میں دفن کیا جاؤں گا۔

یہ سن کر مامون رونے لگا اور بولا۔ فرزندِ رسول! میری زندگی میں بھلا کس میں م ہے کہ جو آپ کو قتل کر دے یا آپ کی شان میں گستاخی کرے : آپ نے فرمایا، اگر میں چاہوں تو یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ مجھے کون قتل کرے گا : مامون نے کہا، فرزندِ رسول! یہ سب کہنے سے آپ کا اصل مقصد یہ ہے کہ آپ یہ بارِ خلافت نہیں اٹھانا چاہتے اور اس لیے یہ خلافت قبول نہیں کرنا چاہتے تاکہ لوگ کہیں کہ امام رضا بڑے ہی تارک الدنیا ہیں۔

امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، سنو! خدا کی قسم حیب سے میرے رب نے مجھے پیدا کیا ہے میں نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ میں نے دنیا اس لیے نہیں چھوڑی تاکہ اس کے ذریعے سے میں دنیا حاصل کروں اور میں خوب جانتا ہوں کہ تم کیا چاہتے ہو : مامون نے کہا بتائیے میں کیا چاہتا ہوں؟ آپ نے فرمایا اگر سچ کہہ دوں تو جان کی امان ہے،

اُس نے کہا ہاں، امان ہے : آپ نے فرمایا، تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ یہ کہیں کہ درحقیقت امام رضاؑ نے دنیا کو نہیں چھوڑا تھا بلکہ دنیا نے ان کو چھوڑ رکھا تھا۔ کیا نہیں دیکھتے کہ خلافت کے لالچ میں ولیعہدی ملی تو کیسے قبول کر لی : یہ سن کر مامون کو غصہ آیا اور بولا، آپ تو ہمیشہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں جو ہمیں ناپسند ہیں، یہ میری ڈھیل اور رعایت کا نتیجہ ہے۔ اچھا، اب خدا کی قسم اگر آپ ولیعہدی قبول کر لیں تو خیرورنہ میں جبراً آپ کو ولیعہد بناؤں گا اور اگر اس پر بھی آپ نے قبول نہ کیا تو گردن اڑا دوں گا۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، ٹھیک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔ لہذا اگر یہ بات ہے تو تیرا جودل چلے سو کر میں اسے قبول کر لوں گا مگر اس شرط پر کہ نہ میں کسی کو مقرر کروں گا، نہ درخواست۔ نہ کوئی دستور منسوخ کروں گا نہ کوئی آئین۔ بس امر خلافت میں دور دور سے تجھے مشورہ دیتا رہوں گا۔ مامون اس پر راضی ہو گیا اور اُس نے آپ کو اپنی ناپسندیدگی کے باوجود ولیعہد بنا دیا۔

(علل الشرائع جلد ۲ ص ۲۲۶، عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۳۹، امالی شیخ صدوق ص ۶۸)

③ — وضاحتِ امامؑ

ربان کا بیان ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، فرزندِ رسولؐ! لوگ کہتے ہیں زهد فی الدنیا کے باوجود آپ نے ولیعہدی قبول فرمائی؟ آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس کو بالکل ناپسند کرتا تھا مگر جب مجھ سے کہا گیا کہ یا تو ولیعہدی قبول کرو یا اپنا قتل ہونا قبول کرو۔ تو میں نے اپنے قتل کے بدلے ولیعہدی کو قبول کر لیا۔ ان لوگوں پر بچہ افسوس ہے، کیا وہ نہیں جانتے کہ حضرت یوسف نبیؑ تھے مگر ضرورت نے مجبور کیا کہ وہ عزیزِ مصر کے خزانے دار (خزانچی) بن جائیں اور انھوں نے خود کہا اَجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ اِنِّي حَافِظٌ عَلَيْهَا۔ (سورہ یوسف)

”زمین کے خزانے میرے حوالے کر دے میں حفاظت کروں گا اور میں جانتا ہوں کہ اس کی کیسے حفاظت کی جائے۔“ :

بس اسی طرح ضرورت نے مجھے بھی مجبور کیا، مجھ پر اتنا جبر کیا گیا کہ ہلاکت سامنے نظر آرہی تھی اس کے باوجود میں نے اس کو اس طرح قبول کیا کہ مجھے اس سے کوئی سروکار بھی نہ ہوگا۔ میں اللہ سے فریاد کرتا ہوں اور وہی میری مدد کرنے والا ہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۳۹۔ امالی شیخ صدوق ص ۶۸، علل الشرائع جلد ۲ ص ۲۲۸)

- ④ — یاسر سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام کو ولیعہد بنایا گیا تو میں نے سنا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے بارگاہِ احدیت میں عرض کر رہے تھے۔ پروردگار! تو جانتا ہے کہ میں بے بس و مجبور ہوں، اس لیے مجھ سے اس کا مواخذہ نہ کرنا۔ جس طرح تو نے حضرت یوسف علیہ السلام سے والی مصر ہونے پر مواخذہ نہیں کیا۔
- ⑤ — حسن بن جہم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ مامونؑ نے منبر پر کیا تاکہ لوگوں سے حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی بیعت لے اور کہا: ایہا الناس اس وقت علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام کی بیعت تمہارے سامنے ہے اور خدا کی قسم یہ وہ اسماء ہیں کہ اگر ان کو کسی بہرے اور گونگے پر بھی پڑھ کر دم کر دیا جائے تو وہ بھی حکیم خدا سے اچھا ہو جائے گا۔ (عیون اخبار حلب ص ۱۲۸)

⑥ — یوم ولادت و شہادت

عتاب ابن اسید کا بیان ہے کہ میں نے اہل مدینہ کی ایک جماعت سے سنا وہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام ۱۱ ربيع الاول ۱۵۳ھ بروز پنجشنبہ مدینہ میں پیدا ہوئے حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے پانچ سال بعد طوس کے ایک قریہ میں جس کو سنا باد کہتے ہیں جو نوقاں کے قریوں میں سے ایک قریہ ہے، وفات پائی اور حمید بن قحطبہ کے مکان میں اس قبہ کے نیچے دفن ہوئے جہاں ہارون رشید دفن ہے۔ اس کی قبر کے ایک طرف قبلہ کی جانب۔

(آپ کی وفات ۲۱ مہر رمضان یوم جمعہ ۲۰۳ھ کو ہوئی وقت وفات آپ کی عمر انتالیس سال چھ ماہ تھی) آپ نے اپنی عمر کے اسی سال دو ماہ اپنے والد بزرگوار حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ساتھ بسر کیے اور اپنے والد کے انتقال کے بعد آپ کی مدتِ امانت بیس سال چار ماہ رہی۔ جب آپ اسی سال دو ماہ کے تھے تو عہدہ امانت پر فائز ہوئے آپ کے عہد امانت میں ہارون رشید کی سلطنت کا آخری دور تھا۔ پھر ہارون کی موت کے بعد محمد امین نے جو زبیدہ کا فرزند تھا تین سال پچیس دن حکومت کی، پھر اس سے حکومت چھین کر اس کے چچا ابراہیم بن شکلہ نے چودہ دن عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں رکھی۔ اس کے بعد امین کو قید سے نکال کر دوبارہ اس کی بیعت کی گئی اور ایک سال چھ مہینے تیس دن تک دوبارہ حکومت کی۔ امین کے بعد عبد اللہ مامون الرشید کی حکومت بیس سال تیس دن رہی اور اپنے دورِ حکومت میں اس نے حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے لیے مسلمانوں سے ولیعہدی کی بیعت لی، جس کو آپ قطعاً پسند نہیں فرماتے تھے

اس نے آپ کو قتل کی دھمکی بھی دی، تو آپ نے بارگاہِ احدیت میں یہ عرض کیا:-
 ”پروردگار! تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے خود کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے
 اور اس وقت میں مامون کے سامنے اس منزل پر پہنچ چکا ہوں کہ اگر میں ولیعہدی
 نہ قبول کروں تو مجھے قتل کر دے گا۔ اس نے مجھے بالکل بے بس و مجبور کر دیا ہے،
 جس طرح حضرت یوسفؑ اور حضرت دانیالؑ کو بے بس و مجبور ہو کر اپنے وقت کے
 کافر بادشاہ کی ولایت قبول کرنا پڑی تھی۔

پروردگار! تیرے عطا کردہ عہدے کے سامنے تمام عہدے بیچ ہیں درحقیقت
 ولایت وہی ہے جو تیری طرف سے ملتی ہے۔ پروردگار! مجھے اس امر کی توفیق
 عطا فرما کہ میں تیرے دین کو قائم رکھوں، تیرے نبیؐ کی سنت کو زندہ کروں۔
 بیشک تو ہی مولیٰ اور نصیر (مددگار) ہے! اور تو بہترین مولیٰ اور بہترین نصیر ہے۔“

اس کے بعد آپ نے مامون کی ولیعہدی غم و اندوہ کے ساتھ روتے ہوئے
 قبول فرمائی اور وہ بھی اس شرط پر کہ وہ نہ کسی کو والی مقرر کریں گے اور نہ کسی کو برخواست کریں گے
 نہ کسی رسم کو بدلیں گے اور نہ کسی سنت میں تغیر کریں گے۔ بس دور ہی دور سے یعنی برائے نام حکومت
 کے مشیر رہیں گے۔ اس کے بعد مامون نے ہر خاص و عام سے آپ کی ولیعہدی کی بیعت لی۔ جب
 مامون پر حضرت امام رضا علیہ السلام کا علم و فضل و حسن تدبیر مزید منکشف ہوا تو وہ آپ سے حد کرنے
 لگا اور اس کے دل میں آپ کی طرف سے اتنا بغض بھر گیا کہ غداری و آزاری پر اتر آیا اور آپ کو زیر
 شہید کر دیا۔ اور آپ حواری رحمت و کرامتِ خداوندی میں پہنچ گئے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۲۰)

④ مامون کا تصنع

بیہقی نے صولی سے اور اس نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن طاہر سے روایت کی
 ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ فضل بن سہل نے مامون کو یہ مشورہ دیا کہ صلہ رحمی سے کام لے اور حضرت علی
 ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنا کر اللہ اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی حاصل کر لے۔ اس طرح
 ان بدسلوکیوں کا دھبہ جو ہارون رشید نے آلِ محمدؐ کے ساتھ کیا تھا وہیں محو ہو جائے گا۔

چونکہ مامون کے لیے ممکن نہ تھا کہ وہ فضل بن سہل کے مشورے کے خلاف کچھ کرے
 اس لیے اس نے رجاء بن ابی ضحاک اور یاسر خادم دونوں کو روانہ کیا کہ وہ محمد بن جعفر اور علی بن موسیٰ بن
 جعفر علیہ السلام کو خراسان سے لیکر آئیں اور یہ سنہ ۲۰۰ھ کا واقعہ ہے۔

الغرض جب حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام مامون کے پاس مرو پہنچے تو اُس نے آپ کو اپنا جانشین و ولیعہد بنایا اور حکم دیا کہ تمام فوج کو ایک ایک سال کی تنخواہیں دے دی جائیں۔ اس نے ہر طرف اس کی اطلاع دیدی اور حضرت علی ابن موسیٰ علیہ السلام کو ”رضا“ سے ملقب کیا۔ آپ کے نام کے درہم جاری کیے، لوگوں کو حکم دیا کہ سیاہ لباس اتار کر سبز لباس پہنیں اور اپنی بیٹی ام حبیبہ سے آپ کا عقد کر دیا۔ مگر درحقیقت وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی و جانشینی اُس کے بعد قائم رہے۔

صولی کا قول ہے کہ عبید اللہ کا یہ بیان ہمارے نزدیک کئی وجوہ کی بنا پر صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ عون بن محمد نے فضل بن ابی سہل نو بختی یا اس کے بھائی سے یہ روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جب مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنانے کا ارادہ کیا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ واللہ میں پرکھوں گا کہ وہ واقعاً امام علیہ السلام کی ولیعہدی کے کام کو اتمام تک پہنچانا چاہتا ہے یا صرف تصنع اور ظاہر داری برت رہا ہے۔ اس لیے میں نے اس کے اس خادم کے ذریعے سے ایک خط بھیجا جو ہمارے اور اس کے درمیان صیغہ راز کے خطوط لایا اور لے جایا کرتا تھا۔ اور ادھر فضل بن سہل ذوالریاستین ولیعہدی کی تقریب کے انتظام میں تھا بنا بر علم نجوم اُس وقت کا طالع سرطان اور اس میں ستیہ مشتری تھا۔ اور اگرچہ مشتری شرف میں تھا لیکن سرطان ایسا طالع ہے جو منقلب ہو جاتا ہے اور جو عہد و معاہدہ ہو وہ پورا نہیں ہوتا۔ اور اس کے علاوہ اُس وقت ستیہ مرتجج برج میزان میں اس کے پچھلے خانے میں تھا۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جس کے لیے یہ عہد و معاہدہ کیا جائے گا وہ اس کے لیے نکتہ و نحوست کا پیش خیمہ ہوگا۔

میں نے یہ تمام باتیں امیر المومنین مامون رشید کو خط میں لکھ کر بھیج دیں تاکہ اگر یہ باتیں میرے علاوہ کسی دوسرے سے اس کو معلوم ہو جائیں تو وہ ہم پر عتاب نازل نہ کرے کہ تو نے کیوں نہ بتایا۔ مامون نے میرے خط کے جواب میں تحریر کیا کہ جب تم میرا یہ خط پڑھ لو، تو اسی خادم کے ہاتھ میرا یہ خط واپس کر دینا۔ اور تم بالکل خاموش رہو۔ ایسا نہ ہو کہ جو کچھ تم نے مجھے لکھا ہے اس سے دوسرا باخبر ہو جائے اور ایسا نہ ہو کہ ذوالریاستین اپنے اردے سے پلٹ جائے اور اب اگر اُس نے ایسا کیا تو میں سمجھ جاؤں گا کہ یہ تمہاری وجہ سے ہوا ہے، ورنہ قصور وار ہو۔

مامون کا یہ خط دیکھ کر تو جیسے میرے لیے دنیا تنگ ہو گئی اور سوچنے لگا کہ کاش میں نے اُس کو اس طرح کا خط ہی نہ لکھا ہوتا۔ پھر مجھے یہ اطلاع ملی کہ فضل بن سہل ذوالریاستین خود اس سے متنبہ ہو گیا ہے اور اس نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے۔ اس لیے کہ وہ خود بھی علم نجوم سے اچھی طرح واقف تھا یہ سن کر مجھے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہوا۔ فوراً میں سوار ہو کر اُس کے پاس گیا۔ اور کہا۔ بتاؤ تمہارے

علم میں کوئی اور ستیارہ ایسا ہے جو مشتری سے زیادہ سعد ہو؟ اُس نے کہا نہیں: پھر میں نے کہا، اچھا تم جانتے ہو کہ ستیاروں میں سے کوئی ستیارہ جب حالت شرف میں ہوتا ہے تو اس سے بہتر اور سعد اس کی اور کوئی حالت بھی ہوتی ہے؟ اُس نے کہا، نہیں: میں نے کہا، پھر اس وقت بحیثیت علم نجوم فلک کی حالت سعد ہے۔ یہ نیک ساعت ہے۔ اپنے ارادے کو ترک نہ کرو اس میں عمل کرو اس لیے کہ یہ بہترین ساعت ہے اور مامون کے خوف کی وجہ سے جب تک ولعیہدی کی تقریب انجام نہ پائی میں سمجھتا رہا کہ میں دنیا ہی میں نہیں ہوں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۳۷-۱۳۸)

⑧ — امام اور نماز عید

بہرانی، مکتب اور وراق سب نے علی ابن ابراہیم سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ امام ابو الحسن رضا علیہ السلام کی وفات کے بعد جب یاسر خادم خراسان سے واپس آیا تو اُس نے مجھے سارے حالات بتائے۔ نیز ریاں بن صلت، محمد بن عرفہ اور صالح بن سعید نے بھی آپ کے تمام واقعات بیان کیے اور کہا، کہ جب محمد امین کی حکومت ختم ہو گئی اور مامون کی حکومت اچھی طرح قائم ہو چکی تو اُس نے حضرت امام ابو الحسن رضا علیہ السلام کو خط لکھا کہ آپ خراسان، تشریف لائیں۔ امام رضا علیہ السلام نے بہت سے عذر اور نہ جانے کے اسباب پیش کیے، مگر مامون مسلسل آپ کو خط لکھتا رہا اور خراسان آنے کی درخواست کرتا رہا۔ جب امام رضا علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ مجھے کسی طرح نہیں چھوڑے گا تو مجبوراً مدینہ سے رخصت ہوئے۔ اُس وقت آپ کے صاحبزادے حضرت ابو جعفر تقی جواد علیہ السلام صرف سات سال کے تھے۔ مامون نے لکھا کہ نجف اور قم کے راستے سے نہیں بلکہ بصرہ، اہواز اور فارس ہوتے ہوئے مرو آئیں۔ جب آپ مرو پہنچے تو مامون نے آپ کے سامنے حکومت اور خلافت کی پیشکش رکھی کہ اسے آپ سنبھالیں۔ امام رضا علیہ السلام نے اس سے انکار کیا اور اس سلسلے میں گفتگو کا رابطہ تقریباً دو ماہ تک قائم رہا۔ مگر حضرت امام رضا علیہ السلام اس سے برابر کارہی کرتے رہے۔

جب اس بارے میں کافی گفتگو کے بعد بھی کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا تو مامون نے کہا، اچھا، اگر آپ خلافت و حکومت قبول نہیں کرتے تو ہماری ولعیہدی و جانشینی ہی قبول کر لیجیے۔ آپ کو یہ تو قبول کرنا ہی پڑے گا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا، اگر بغیر اس کے چارہ نہیں تو میں چند شرائط کے ساتھ ولعیہدی قبول کر لوں گا: مامون نے کہا جو چاہے شرط رکھ لیجیے: امام رضا علیہ السلام نے تحریراً یہ بتایا کہ ولعیہدی ان شرائط پر منظور ہے کہ میں امر و نہی کسی قسم کا حکم جاری نہیں کروں گا، نہ کسی مقدمہ کا فیصلہ کروں گا، اور حکومت کے جو ضوابط و قوانین رائج ہیں وہ بدستور جاری رہیں گے ہم ان میں بھی کوئی تبدیلی نہیں

کریں گے تم ہمیں ان باتوں سے معاف ہی رکھنا۔

مامون نے آپ کی یہ تمام شرائط منظور کر لیں۔ اس کے بعد اُس نے اپنے تمام سرداروں، قاضیوں، ملازموں اور عبا سیوں کو اس امر کی اطلاع دی۔ وہ لوگ یہ سن کر بہت مضطرب ہوئے، مگر مامون نے اس کے لیے زبردستی صرف کیا اور سرداروں کو بہت کچھ عطیات دے دلا کر راضی کر لیا۔ صرف تین آدمی راضی نہ ہوئے اور انھوں نے ماننے سے انکار کر دیا۔ ایک جلودی، دوسرا علی بن عمران اور تیسرا ابن موسیٰ۔ انھوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کے لیے بیعت نہ کریں گے۔ مامون نے انھیں قید میں ڈال دیا۔ اس کے بعد امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی بیعت لی گئی۔ تمام شہروں کو اس کے لیے پروانے جاری کیے۔ آپ کے نام سے درہم و دینار جاری کیے اور نبروں پر خطبوں میں آپ کا نام داخل کر لیا گیا۔ مامون نے ان کاموں کے لیے رقم کثیر خرچ کی۔

بیعت کے بعد جو عید آئی تو مامون نے امام رضا علیہ السلام کے پاس آدمی بھیجا اور درخواست کی کہ عید گاہ تشریف لے جائیں اور عید کا خطبہ آپ ہی دیں تاکہ لوگوں کے دل مطمئن ہو جائیں اور آپ کے فضل و شرف سے واقف ہو جائیں اور اس مبارک سلطنت سے ان کے دل ٹھنڈے ہو جائیں۔ امام علیہ السلام نے مامون کے پاس پیغام بھیجا کہ تمہیں خود بھی معلوم ہے ہمارے اور تمہارے مابین اس بارے میں کیا شرائط طے پائے تھے: مامون نے جواب دیا کہ میرا مقصد امور حکومت میں خلل نہیں ہے بلکہ یہ اس لیے چاہتا ہوں کہ عوام، افواج اور ملازمین حکومت کے دلوں میں آپ جگہ اور قدر و منزلت پیدا ہو، وہ آپ کی ولیعہدی سے مطمئن ہوں اور اللہ نے جو فضل و شرف آپ کو بخشا ہے اس کا اقرار کریں۔ اس سلسلے میں مسلسل گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر جب مامون نے سجدہ اصرار کیا تو امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: امیر المومنین! اول تو میں یہی چاہتا ہوں کہ آپ اس امر سے درگزر کریں لیکن اگر درگزر کی گنجائش نہیں ہے تو پھر میں اس طرح نماز عید کے لیے برآمد ہوں گا جیسے حضرت رسول مقبول اور حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب نماز عید کے لیے روانہ ہوا کرتے تھے: مامون نے جواب دیا۔ آپ کو اختیار ہے جیسے چاہیں تشریف لے جائیں۔ پھر مامون کے اپنے سرداروں وغیرہ کو حکم دیا کہ وہ علی الصبح امام رضا علیہ السلام کے در دولت پر حاضر ہو جائیں۔

لہذا تمام سرداران فوج امام علیہ السلام کے در دولت پر حاضر ہو گئے اور شہر کے مرد و زن اور بچے راستوں اور چھتوں پر اشتیاق دید و زیارت میں بیٹھ گئے۔

ادھر جب آفتاب طلوع ہوا تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے غسل فرمایا، سر پر سوتی سفید عمامہ باندھا جس کا ایک سر اسینہ پر اور دوسرا سر دونوں کاندھوں کے درمیان ڈال دیا اور آستینوں کو چُن کیا۔ پھر اپنے تمام غلاموں سے کہا تم بھی ایسا ہی کرو جیسے میں نے کیا ہے۔

اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ میں عصا لیا۔ ہم سب آپ کے سامنے تھے۔ آپ بیت الشرف سے برآمد ہوئے تو اس شان سے کہ پار برہنہ تھے، شلوار (پانچامہ) کو نصف ساق تک چڑھائے ہوئے اور عبا کے دامن کو گردانے ہوئے۔ جب آپ چلے تو ہم آپ کے آگے آگے تھے؛ آپ نے سر آسمان کی طرف بلند کیا اور چار تکبیریں کہیں تو ایسا معلوم ہوا جیسے ساری فضا اور تمام در و دیوار آپ کی تکبیروں کے جواب میں تکبیریں بلند کر رہے ہیں۔ ادھر تمام سردارانِ فوج اسلحہ سجائے ہوئے اور عوام الناس لباسِ سہائے فاخرہ پہنے ہوئے درِ دولت کے باہر کھڑے ہوئے تھے۔ ہم نے بھی امام علیؑ کی تقلید میں ننگے پاؤں گئے، اپنے اپنے دامن گردانے اور نصف ساق تک شلوار (پانچامہ) چڑھالیے تھے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام باہر نکلے تو محوڑی دیر درِ دولت پر توقف فرمایا، اور پھر ارشاد فرمایا:

اللَّهُ أَكْبَرُ - اللَّهُ أَكْبَرُ - اللَّهُ أَكْبَرُ اس بنا پر کہ اس نے ہماری ہدایت فرمائی، اللَّهُ أَكْبَرُ اس بات پر کہ اس نے ہم کو بہائم اور چوپاؤں کی روزی عطا فرمائی اور اس کی حمد اس بات پر کہ اس نے ہمیں آزمایا۔

آپ کی آواز بلند تھی، ہم نے بلند آواز سے تکبیریں کہیں۔ پھر تو سارا مرو گر یہ کناں اور نالہ شیون و شین سے ملنے لگا۔ آپ نے تین مرتبہ اللَّهُ أَكْبَرُ کہا تو تمام سردارانِ فوج اپنی اپنی سواریوں سے نیچے گر پڑے اور اپنے اپنے جوتوں کے تسمے کاٹ کر جوتے اتار پھینکے اور جب لوگوں کی نظر حضرت امام رضا علیہ السلام پر پڑی تو پورے مرو میں ایک ساتھ مزید گریہ طاری ہو گیا۔ کسی کے لیے گریہ کو ضبط کرنا ممکن نہ تھا۔

اب امام رضا علیہ السلام آگے بڑھے تو ہر دس قدم پر کھڑے ہو کر چار تکبیریں کہتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ تمام ارض و سماوات اور در و دیوار آپ کی تکبیروں کا جواب دے رہے ہیں۔ اس کی اطلاع مامون کو ہوئی تو فضل بن سہل ذوالریاستین نے اس سے کہا: اے امیر المومنین اگر حضرت امام رضا علیہ السلام اسی شان سے عید گاہ تک پہنچ گئے تو سمجھ لیجیے کہ لوگوں میں انقلاب برپا ہو جائے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے کہلا بھیجیں کہ آپ واپس آجائیں عید گاہ جانے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں۔ مامون نے فوراً آدھی بھیجا اور کہلایا کہ سرِ زبیر رسولؐ آپ زحمت نہ فرمائیں واپس آجائیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنی نعلین منگوائی اور اسے پہن کر واپس تشریف لے آئے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۵۰-۱۴۹)

• "ارشاد" شیخ مفید ص ۲۹۲-۲۹۳ پر علی بن ابراہیم کی یا سر اور ریان سے اسی کے مثل روایت موجود ہے۔

⑨ — اور فضل بن سہل نے کہا ؟

موسیٰ بن سلمہ سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں محمد بن جعفر کے ساتھ خراسان میں تھا تو میں نے سنا کہ ایک دن فضل بن سہل یہ کہتا ہوا آیا کہ میں نے ایک حیرت انگیز چیز دیکھی اب پوچھو کہ میں نے کیا دیکھا ؟ لوگوں نے کہا، خدا آپ کا بھلا کرے بتائیے تو، آپ نے کیا دیکھا۔ فضل بن سہل نے کہا، میں نے یہ دیکھا کہ امیر المومنین مامون حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے کہہ رہے تھے کہ میری رائے یہ ہے کہ میں مسلمانوں کی امارت اور خلافت آپ کے سپرد کر کے اپنی گردن کا بوجھ آپ کی گردن میں ڈال دوں۔ اور اس کے جواب میں حضرت ابوالحسن الرضا علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ ”اللہ اللہ میرے پاس اتنی قوت و طاقت نہیں۔“

میں نے خلافت و امارت کو اُس وقت اس سے زیادہ ذلیل و رسوا اور بے وقعت ہوتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ کہ امیر المومنین اس سے دستبردار ہو کر حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے حوالے کرنا چاہتے تھے اور آپ اس سے انکار فرما رہے تھے۔ (الارشاد صفحہ ۲، میون اخبار جلد ۲ ص ۱۴۱)

⑩ — ولیعہدی کا اصل سبب بقول مامون

(علی بن ابراہیم نے ریان بن صلت سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ : حضرت امام رضا علیہ السلام کی بیعت ولیعہدی کے متعلق سرداران لشکر اور عام لوگوں میں اکثر چرمیگوئیاں ہونے لگیں اور کہنے لگے۔ یہ کچھ نہیں ہے مگر یہ کہ فضل بن سہل ذوالریاستین کی کارستانی ہے۔ یہ بات حیب مامون کو معلوم ہوئی تو اس نے شب کے وقت میرے پاس اپنا آدمی بھیجا اور بلایا۔ میں گیا تو اس نے کہا، اے ریان میں نے سنا ہے کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی بیعت یہ سب فضل بن سہل کی کارستانی ہے : میں نے کہا، یا امیر المومنین ! ایسا ہی ہے : مامون نے کہا مگر اے ریان ! اُن کی سمجھ پر افسوس ہے جو یہ کہتے ہیں۔ یہ بتاؤ ؟ ایک وہ خلیفہ جس کی خلافت ہر طرح سے مستحکم ہو رعایا اس کے قابو میں ہو، سرداران لشکر اس کے مطیع ہوں اور کوئی بھی یہ جسارت کرے اور اس سے کہے کہ تم اپنی خلافت سے دستبردار ہو جاؤ اور فلاں شخص کے حوالے کر دو ! کیا عقل اس کو باور کر سکتی ہے ؟ میں نے کہا نہیں ! خدا کی قسم یا امیر المومنین، کسی میں یہ جرأت اور جسارت کیسے ہو سکتی ہے کہ وہ ایسے الفاظ زبان پر جاری کرے : مامون نے کہا۔ خدا کی قسم یہ بات نہیں ہے، بلکہ اس کا اصل سبب میرے بتاتا ہوں سنو !

حیب میرے بھائی محمد امین نے میرے نام حکمنامہ بھیجا کہ فوراً میرے دربار میں حاضر ہو

میں نے انکار کر دیا۔ تو اُس نے علی بن عیسیٰ بن ہامان کو سردار لشکر بنا اُسے دیا کہ وہ اس کو قید کر کے اور گلے میں طوق اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر دربار میں حاضر کرے۔ جب اس کی اطلاع مجھے ملی تو ہرثمہ بن اعین کو سبستان اور کرمان کی طرف روانہ کیا مگر میرا معاملہ خراب ہو گیا، ہرثمہ کو شکست ہوئی اور صاحب سریر نے نکل کر صوبہ خراسان پر ایک جانب سے قبضہ کر لیا۔ یہ ساری مصیبتیں مجھ پر صرف ایک ہفتہ میں نازل ہوئیں۔

ان پے درپے مصائب کو برداشت کرنے کی تاب و طاقت مجھ میں نہ تھی اور میرے پاس اس قدر مال و دولت بھی نہ تھی کہ مقابلے کا سامان ہتیا کروں۔ پھر میں نے یہ بھی دیکھا کہ میری فوج کے سپاہی اور سرداران لشکر سب مایوسی اور بُزدلی کے شکار ہیں۔ تو میں نے ارادہ کیا کہ اپنے ملک سے نکل کر کابل میں پناہ لوں۔ مگر پھر خیال آیا کہ کابل کا بادشاہ کافر ہے۔ اگر محمد امین نے اس کو کچھ رقم دیدی تو وہ مجھے پکڑ کر اس کے حوالے کر دے گا۔ لہذا سب سے بہتر صورت میں نے یہی پائی کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے گناہوں سے توبہ کروں اور اپنے ان امور میں اُس سے مدد چاہوں اور خدائے عز و جل سے دعا کروں کہ وہ مجھے اپنی پناہ میں رکھے۔

یہ سوچ کر میں نے حکم دیا کہ اس گھر کو صاف کیا جائے (یہ کہہ کر مامون نے اُس گھر کی طرف اشارہ کیا۔) جب گھر صاف ہو گیا تو میں نے غسل کیا دو سفید کپڑے پہنے اور چار رکعت نماز پڑھی۔ ہمیں جتنا قرآن یاد تھا وہ پڑھا اس کے بعد اللہ سے دعا کی اس سے پناہ چاہی اور صدق نیت کے ساتھ اللہ سے پختہ عہد کیا کہ اگر اللہ نے ہمیں ان پریشانیوں سے نجات دلائی، میری مدد کی اور میں نے ان مشکلات پر قابو پایا تو اس حکومت و خلافت کو اس جگہ رکھ دوں گا جہاں اللہ نے اس کو رکھا ہے۔

جب یہ عہد کر کے اٹھا تو میرے دل میں قوت آئی اور میں نے طاہر کو علی بن عیسیٰ بن ہامان کی طرف روانہ کیا اور اس کا جو حشر ہوا وہ معلوم ہے۔ پھر ہرثمہ کو رافع بن اعین کی طرف بھیجا اس نے بھی اس پر فتح پائی اور اسے قتل کر دیا۔ اور صاحب سریر کی طرف آدمی بھیجا، اس نے کچھ رقم دے کر صلح کر لی وہ واپس آگیا۔ اب مسل میری حکومت میں طاقت آنے لگی، یہاں تک کہ محمد امین کا جو انجام ہوا وہ بھی سب کو معلوم ہے۔ اس طرح اللہ نے ہمیں تمام مشکلات سے نجات دلائی، اور تمام امور میرے قابو میں آ گئے۔

جب اللہ تعالیٰ نے میری نذر و عہد کو پورا کر دیا تو اب میں نے بھی یہی چاہا کہ اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کروں اور میری نظر میں حضرت ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے زیادہ حق دار اس خلافت و حکومت کا اور کوئی نہ تھا۔ میں نے یہ خلافت اُن جناب کو پیش کی مگر آنجناب نے اسے قبول

نہیں فرمایا، اور جو کچھ قبول فرمایا اور جس طرح قبول فرمایا وہ تمہیں معلوم ہے۔ یہ تھا اصل سبب۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ امیر المومنین کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔ پھر مامون نے مجھ سے کہا، اے ریان! اب، کل جب سردارانِ فوج آئیں تو تم ان کے درمیان جا کر بیٹھنا اور ان سے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل بیان کرنا: میں نے کہا، یا امیر المومنین! حضرت علی علیہ السلام کے فضائل میں بہترین حدیثیں تو وہی ہیں جو میں نے آپ سے سُنی ہیں: مامون نے کہا سبحان اللہ! میں کسی ایک کو بھی اس معاملے میں مدد کرنے والا نہیں پاتا۔ میں نے تو ارادہ محکم کر لیا ہے کہ اہلِ قُم کو اپنے شعار کے سانچے میں ڈھال لوں۔

میں نے کہا، یا امیر المومنین! کیا وہ احادیث جو میں نے آپ سے سُنی ہیں، آپ کے حوالے سے بیان کروں؟ مامون نے کہا، ہاں تم نے فضائل کے بارے میں جو احادیث مجھ سے سُنی ہیں وہ میرے حوالے سے بیان کر دینا۔

الغرض جب دوسرا دن آیا تو میں فوجی سرداروں کے ساتھ ایک گھر میں بیٹھا اور کہا کہ مجھ سے بیان کیا امیر المومنین مامون نے، انھوں نے اپنے والد سے سُننا اور انھوں نے اپنے آباؤ سے سُننا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

” مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلَى مَوْلَاهُ ”

یعنی: ”جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں۔“

• مجھ سے بیان کیا امیر المومنین (مامون) نے انھوں نے روایت کی اپنے والد سے اور انھوں نے روایت کی اپنے آباؤ سے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

” عَلَى مَنِ ابْنُ مَرْثِيٍّ بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ بْنِ مَوْسَى ”

یعنی: علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔

پھر میں نے حدیثِ خیبر اور اسی طرح دوسری حدیثیں بیان کیں۔ تو عبداللہ بن مالک خزاعی نے کہا، ہاں اللہ علی کا بھلا کرے اچھے آدمی تھے۔ اور مامون نے اپنے غلام کو بھی اس نشست میں بھیج دیا تھا جو ان سرداروں کی باتیں سُن رہا تھا۔ ریان کا بیان ہے کہ پھر مامون نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا۔ میں گیا۔ جب اُس نے مجھے دیکھا تو کہا، اے ریان میں تجھ سے بہتر احادیث کا حفظ کرنے والا اور روایت بیان کرنے والا نہیں پاتا۔ اور جو کچھ اس یہودی عبداللہ بن مالک نے کہا کہ اللہ تعالیٰ علی کا بھلا کرے اچھے آدمی تھے۔ میں نے وہ بھی سُننا ہے میں انشاء اللہ اُس کو ضرور قتل کروں گا۔

ہشام بن ابراہیم راشدی حضرت امام رضا علیہ السلام کے عہدہ سنبھالنے سے

پہلے آپ کے مخصوصین میں سے تھا۔ یہ ایک صاحب علم اور ادیب لیب تھا۔ امام رضاؑ کے تمام امور اس کے ذریعے سے انجام پاتے تھے۔ بلکہ اطراف و جوانب سے امام علیؑ کے لیے جو اموال آتے وہ بھی اسی کے پاس آیا کرتے تھے۔ مگر امام علیؑ کے عہدہ ولیعہدی قبول کرنے کے بعد ہشام بن ابراہیم راشدی ذوالریاستین سے وابستہ ہو گیا اور ذوالریاستین نے اس کو اپنے مقربین میں داخل کر لیا۔ وہ حضرت امام رضا علیؑ کے حالات ذوالریاستین اور مامون سے بیان کیا کرتا تھا۔ اور ان دونوں سے فائدہ اٹھایا کرتا تھا۔ اس طرح امام علیؑ کا کوئی حال ان دونوں سے چھپا نہ رہتا تھا۔

مامون نے ہشام بن ابراہیم کو حضرت امام رضا علیؑ کا حاجب مقرر کر دیا تھا۔ وہ جسے چاہتا وہی حضرت امام رضا علیؑ سے ملاقات کر سکتا تھا۔ اس نے حضرت امام رضا علیؑ کے دائرہ احباب و اصحاب کو بالکل تنگ کر دیا، حدیہ ہے کہ آپ کے غلاموں میں سے بھی اگر کوئی چاہتا کہ آپ سے ملے تو وہ بھی آپ سے نہ مل سکتا تھا اور امام علیؑ جو گفتگو بھی اپنے گھر میں کرتے، ہشام بن ابراہیم اس کو بھی ذوالریاستین اور مامون تک پہنچا دیا کرتا تھا۔ پھر مامون نے ہشام کو اپنے بیٹے عباس کا اتالیق بھی بنا دیا تھا۔ اسی بنا پر اس کا نام ہشام عباسی پڑ گیا تھا۔

ذوالریاستین حضرت امام رضا علیؑ سے شدید عداوت اور حسد کرنے لگا تھا۔ اس لیے کہ مامون اُس پر حضرت امام رضا علیؑ کو فضیلت اور ترجیح دیتا تھا اور اظہارِ عداوت کا پہلا سبب یہ ہوا کہ مامون کی چچا زاد بہن کو ذوالریاستین پسند کرتا اور وہ اس کو پسند نہ کرتی تھی جس کے حجرے کا دروازہ مامون کی نشست گاہ میں کھلتا تھا۔ کسی بنا پر مامون کی چچا زاد بہن ذوالریاستین سے نفرت کرنے اور اس کی بُرائیاں کرنے لگی۔ جب ذوالریاستین کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ایک دن مامون سے کہا۔ اے امیر المومنین یہ مناسب نہیں کہ عورتوں کے حجرے کا دروازہ آپ کی نشست گاہ میں کھلے: تو مامون نے اس کے کہنے پر وہ دروازہ بند کر دیا۔

عام طور پر یہ ہوتا تھا کہ مامون ایک دن حضرت امام رضا علیؑ کے یہاں آیا کرتا۔ حضرت امام رضا علیؑ دوسرے دن مامون کے یہاں جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن جب حضرت امام رضا علیؑ مامون کے پاس تشریف لائے تو آپ کی نظر اس بند شدہ دروازے پر پڑی۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ یا امیر المومنین! آپ نے یہ دروازہ کیوں بند کر دیا؟ مامون نے کہا، یہ فضل کی رائے تھی، اس کو پسند نہ تھا: امام رضا علیؑ نے فرمایا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ سٰجِدُوْنَ۔ فضل کو امیر المومنین اور ان کے حرم کے درمیان دخیل

ہونے کا کیا حق : مامون نے دریافت کیا، تو آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا، آپ اسے کھلوادیں اور اپنی چچا زاد بہن کی آمدورفت کا راستہ نہ روکیں اور وہ چیز جو نامناسب ہے اس میں فضل کی بات کو قبول نہ کریں۔ تو مامون نے اس کو گرا دینے کا حکم دے دیا۔ اور پھر اپنی چچا زاد بہن کے پاس گیا۔ یہ خبر جب فضل کو ملی تو اس کو بہت رنج ہوا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۵۱-۱۵۲)

⑪ ————— ولیعہدی سے نجات کیلئے موت کی دعا

یاسر خادم سے روایت ہے کہ جب آپ روزِ جمعہ جامع مسجد سے پلٹ کر آیا کرتے تو پسینہ میں ڈوبے ہوتے اور گرد و غبار میں بھرے ہوئے ہوتے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کیا کرتے کہ: پروردگار! جن حالات میں میں گرفتار ہوں اگر ان سے نجات صرف موت سے ہوگی تو پھر فوراً موت بھیج دے۔ آپ ہمیشہ کرب و غم میں مبتلا رہا کرتے۔ حتیٰ کہ آپ کو موت آگئی۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴)

⑫ ————— محمد بن عرفہ سے روایت ہے۔ اس نے بیان کیا کہ ایک دن میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا۔ فرزندِ رسول! کیا مصلحت تھی جو آپ نے ولیعہدی قبول فرمائی؟ آپ نے فرمایا، یہ بتاؤ کہ کیا مصلحت تھی جو میرے جد امیر المومنین علیہ السلام نے شوریٰ میں شرکت قبول فرمائی؟ پھر آپ نے فرمایا کہ دنیا یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ہم خود ہی اپنے کو خلافت کے لائق نہیں سمجھتے۔ اور مخالفین کے اقرار سے دنیا پر ثابت ہو جائے کہ امرِ خلافت کے ہم ہی حقدار ہیں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴)

⑬ ————— ہروی سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خدا کی قسم حضرت امام رضا علیہ السلام نے بخوشی ولیعہدی کو قبول نہیں فرمایا۔ مدینہ سے جبراً کوفہ لائے گئے اور پھر وہاں سے لبہرہ اور فارس کے راستے سے مرو منتقل کیے گئے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۱)

⑭ ————— ابن ابی عبدون نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جب میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی بیعت لے چکا اور اس نے آپ کو اپنے پہلو میں بٹھایا تو اس وقت دربار میں عباس خطیب اٹھا اور بہترین تقریر کی اور اپنی تقریر کو اس شعر پر ختم کیا۔ ترجمہ شعر:۔ لوگوں کے لیے ایک سورج اور چاند کی ضرورت لازمی ہے۔ آپ لوگوں کے لیے سورج ہیں اور یہ لوگوں کے لیے چاند ہیں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۶)

⑮ خطبہ امام بوقت تہنیت و لیعہدی

محمد بن اسحاق نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی بیعت لی جا چکی تو لوگ آپ کے پاس مبارکباد کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ نے مجمع کو خاموش ہونے کا اشارہ فرمایا، مجمع صامت و ساکت ہو گیا۔ پھر آپ نے ان کے سامنے ایک خطبہ دیا۔

”شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔“
ہر طرح کی حمد کا سزاوار ہے وہ اللہ کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے حکم کو کوئی بھی ٹالنے والا نہیں۔ اس کے فیصلے کو کوئی مسترد کرنے والا نہیں۔ وہ لوگوں کی دُزدیدہ نگاہوں اور دلوں کے چھپے ہوئے بھیدوں سے واقف ہے اور درود ہو حضرت محمدؐ پر اولین و آخرین میں اور آپ کی طیب و طاہر آل پر۔

سنو! میں علی ابن موسیٰ بن جعفر ہوں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ امیر المومنین (امون) اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ مضبوط کرے اور انھیں راہ صواب کی توفیق دے انھوں نے ہمارے اس حق کو پہچانا جس سے دوسرے لوگ انجان بنے ہوئے تھے اور اس صلہ رحمی کا پاس و لحاظ کیا جو منقطع کر دی گئی تھی۔ وہ نفوس جو خوف و ہراس کی زندگی بسر کر رہے تھے انھیں امن کا احساس ہوا۔ بلکہ جو تقریباً مر چکے تھے انھیں زندہ کر دیا، جو افلاس میں مبتلا ہو چکے تھے اُن کے افلاس کو دور کیا، اور یہ سب انھوں نے پروردگارِ عالم کی رضا حاصل کرنے کے لیے کیا اور اُسی سے اس کی جزا چاہتے ہیں۔ غیبر سے نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو یقیناً جزا دیتا ہے۔ اور نیکی کرنے والوں کی نیکیوں کو ہرگز ضائع نہیں ہونے دیتا۔

اور بیشک انھوں نے اپنی عظیم حکومت و خلافت کا مجھے ولیعہد اور جانشین بنایا ہے بشرطیکہ ان کے بعد میں زندہ رہا۔ پس یاد رکھو کہ جس نے اللہ کی باندھی ہوئی گرہ کو کھولا اور جس رستی کو خود اللہ نے مضبوط بنایا، اسے کاٹا تو سمجھ لو کہ اس نے حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام کیا۔ اس طرح اس نے امام کو نظر انداز کیا اور اسلام کی بے حرمتی کی درحقیقت یہ سلسلہ جاری کیا تھا ایک گذرنے والے نے مگر امام وقت نے اس کی اس عہد شکنی پر صبر کیا اور اس کے بعد وہ جو کچھ کرتا رہا اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا محض اس خوف سے کہ اس طرح کہیں دین پارہ پارہ اور مسلمانوں کا شہرہ نہ نکھر جائے کیونکہ زمانہ جاہلیت ابھی غریب

ہی گذرا ہے اور منافقین اسی تاک میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ جانتے تھے کہ وہ وقت دور نہیں، جلد ہی آنے والا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اب ہمارے اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ بس حکومت تو اللہ کے سوا کسی اور کی نہیں ہے حق کا قصہ وہی سنانے والا ہے اور بہترین فیصلہ کرنے والا بھی صرف وہی ہے ﴿

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۱-۱۴۲)

①۶ خطبہ امام بروایت دیگر

بیہقی نے صولی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ سے محمد بن ابی الملوح ابو الحسن رازی نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ کو کہتے ہوئے سنا کہ مجھ سے ایسے شخص نے بیان کیا جس نے اُس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام کو خطبہ دیتے ہوئے سنا تھا۔ آپ نے خطبہ دیا کہ :- ”اس خدا کی حمد جس نے ہمارے حق کی حفاظت فرمائی جبکہ لوگ اس کو ضائع کر چکے تھے اور جس قدر ہماری منقصدت کی اُسی قدر اُس نے ہمیں بلند کیا۔ حدیث تھی کہ کفر کے مندروں سے ہم پر اتنی سال تک مسلسل لعنت کی گئی۔ ہمارے فضائل چھپائے گئے ہم پر بہتان تراشی کے لیے سرمائے خرچ کیے گئے مگر اللہ کو یہ ظور ہی نہ تھا وہ ہمارے ذکر کو بلند اور ہمارے فضائل کو آشکار کرنا چاہتا تھا اور خدا کی قسم دنیا نے یہ سب بدسوکیاں ہمارے ساتھ نہیں بلکہ درحقیقت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کی تھیں۔ ہم تو صرف ان کے قرابتدار ہونے کی وجہ سے زد میں آ گئے۔ اور اس زد میں آ کر ہمارا وہی حال ہوا جو ہم جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ”عنقریب میرے بعد بڑی بڑی نشانیاں اور میری نبوت کی دلیلیں ظاہر ہوں گی۔“

(عیون اخبار الرضا ص ۱۶۴-۱۶۵)

①۷ فضل مامون کو امام کی ولیعہدی کا مشورہ کیوں دیا

بہت سے مورخین نے اس کا ذکر کیا ہے کہ فضل بن سہل نے مامون کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنائے۔ چنانچہ منجملہ ان کے ابو علی الحسین بن احمد السلامی بھی ہے جس نے اپنی کتاب میں جو تاریخ خراسان پر مشتمل ہے تحریر کیا ہے کہ فضل بن سہل ذوالرہاستین مامون کا وزیر اور اس کے تمام امور کا نگران تھا۔ یہ پہلے مجوسی

تھا۔ یحییٰ بن خالد برکی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور اس کی صحبت میں رہا۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ نہیں بلکہ اس کا باپ سہل، مہدی کے ہاتھوں اسلام لایا تھا اور یحییٰ بن خالد برکی نے مامون کی خدمت کے لیے اس کو منتخب کیا تھا۔ وہ مامون سے وابستہ ہو کر اُس پر چھا گیا اور اس میں مطلق الغنائی آگئی۔ ذوالریاستین اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ وہ بیک وقت مامون کا وزیر اور اس کی فوج کا سالار بھی تھا۔ جب مامون نے اپنا ولیعہد اور جانشین اپنے بھائی موتمن کو مقرر کیا تو ایک دن فضل بن سہل نے اپنے ہم نشینوں سے کہا: ابوسلم خراسانی کے کام کے مقابلے میں میرا کام کس درجہ پر ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اس کا کام تو یہ تھا کہ حکومت کو ایک قبیلے سے نکال کر دوسرے قبیلے میں منتقل کر دے اور آپ نے یہ کیا کہ ایک بھائی کے ہاتھ سے حکومت کو دوسرے بھائی کی طرف منتقل کر دیا۔ اور ان دونوں میں جو فرق ہے وہ آپ خود جانتے ہیں۔

فضل نے کہا کہ مجھ میں یہ صفت بھی ہے کہ حکومت کو ایک قبیلے سے نکال کر دوسرے قبیلے میں پہنچا دوں۔ اس کے بعد اُس نے مامون کو مشورہ دیا کہ آپ حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد بنائیں: اس پر مامون نے اپنے بھائی موتمن کو ولیعہد کے عہدہ کا عدم قرار دے کر حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد و جانشین مقرر کیا۔

حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام مامون کے پاس نہج میں رجاء بن ابی ضحاک کے ساتھ براہِ بصرہ و فارس خراسان پہنچے تھے۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام کا عقد مامون کی دختر سے ہو چکا تھا۔ جب آپ کی ولیعہدی کی خبر عباسیوں کو بغداد میں پہنچی تو انھوں نے ابراہیم بن مہدی کو آگے بڑھایا اور خلافت کے لیے اس کی بیعت کر لی۔ دعبل خزاعی نے اسی کے متعلق کچھ اشعار کہے جن کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے :-

ترجمہ: ”اے گروہ افواجِ اسلامی مایوس کیوں ہو، خفگی کی کیا بات ہے۔ تمہیں تو اپنی تنخواہوں سے غرض ہے، تنخواہیں لیے جاؤ۔ اور پھر تمہیں تو یہ ایسے ایسے گانے سنائیں گے کہ جن کو سن کر لوڑھے اور جوان بھی وجد میں جھومنے لگیں گے۔ یہ تمہارے سرداروں کو معبدیات (مشہور نغمہ) سے لطف اندوز کریں گے۔ نیز اپنے اصحاب کو بھی اسی سے نوازیں گے اس لیے کہ یہ وہ خلیفہ بنا ہے جس کا دین و ایمان اور قرآن سب کچھ مربوط ہے۔“

اور دعبل خزاعی نے یہ اس لیے کہا کہ ابراہیم بن مہدی کو عود و بربط بجانے کا بڑا شوق تھا اور ہمیشہ شراب میں غرق رہتا تھا۔ الغرض جب یہ خبر مامون کو پہنچی تو اس کو احساس ہوا کہ فضل بن سہل نے یہ کام غلط کر دیا اور مجھے غلط رائے دی۔ فوراً عراق جانے کے لیے مرو سے نکلا

اور دھیان راہ میں کوئی ایسی تدبیر کی کہ سرخس کے ایک حاتم میں اس قتل کرادیا۔ یہ واقعہ ۲۳ھ کا ہے۔ پھر دوسری تدبیر یہ کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کر دیا۔ اور حکم دیا کہ طوس کے قریہ سنا باد میں ہارون رشید کی قبر کے پہلو میں آپ کو دفن کیا جائے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وقت شہادت آپ کی عمر پچیس سال تھی۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۶۵-۱۶۶)

۱۸۔ ہم دونوں کیلئے شرائط کی پابندی ضروری ہے

معمربن خلاد کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت امام رضا علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ، ایک دن مامون نے مجھ سے کہا، 'فرزند رسول! آپ ذرا دیکھیں کہ اگر آپ کے بھروسے کا کوئی آدمی ہو تو اس کو ان شہروں کا والی بنا دیا جائے جن کا انتظام فاسد و خراب ہو رہا ہے تو آپ کو اختیار ہے اس کی جگہ کسی دوسرے شخص کو متعین فرمادیں۔

میں نے کہا، 'تم میرے ساتھ عہد کی وفا کرو، میں تمہارے ساتھ عہد کو پورا کروں گا اس لیے کہ میں نے ولیعہدی کو اسی معاہدے کے ساتھ قبول کیا تھا کہ میں نہ کوئی حکم جاری کروں گا اور نہ کسی کو کسی کام سے منع کروں گا۔ نہ میں کسی کو معزول کروں گا اور نہ کسی کو والی بناؤں گا، نہ کسی کو شہر بدر کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تم سے پہلے مجھے اپنی بارگاہ میں طلب فرمائے۔ اور بخدا، خلافت ایسی شے ہے کہ میرے دل میں کبھی اس کا خیال بھی نہیں آیا۔ میں تو شہر مدینہ کی گلیوں میں اپنی سواری پر بیٹھ کر چلا پھرا کرتا تھا۔ اہل مدینہ اور غیر اہل مدینہ سب ہی اپنی اپنی حاجات کے لیے میرے پاس آتے تھے اور میں ان کی حاجتوں کو پورا کیا کرتا تھا وہاں کے باشندے ہمارے لیے چچاؤں کے مانند تھے۔ تمام دیار و امصار میں میری تحسیر نافذ العمل تھی۔ اللہ نے جو نعمات مجھے عطا فرمائی تھیں ان میں یہ ولیعہدی دے کر تو نے کوئی اضافہ نہیں کیا ہے: مامون نے اعتراف کیا اور جواب دیا، 'اچھا میں اپنے وعدے پر قائم رہوں گا۔' (الکافی جلد ۸ ص ۱۵۱) عیون اخبار جلد ۲ ص ۱۶۶

۱۹۔ عقد بیعت اور فسخ بیعت کے طریقوں میں فرق

برقی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ معتصم کے ماموں اور مادرہ کے بھائی ریان بن شبیب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب مامون نے اپنے لیے امیر المومنین ہونے اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے لیے ولیعہد ہونے اور فضل بن سہل کے لیے وزیر ہونے کے متعلق بیعت لینے کا ارادہ کیا تو اس نے حکم دیا کہ تین کرسیاں رکھی جائیں۔ کرسیاں رکھ دی گئیں۔ جب یہ تینوں ان پر بیٹھے تو عوام الناس کو داخلے کی اجازت دی گئی۔ لوگ آتے رہے اور ان

تینوں کے داہنے ہاتھ پر اپنے داہنے ہاتھ سے بیعت کرتے رہے مگر اس طرح کہ اپنے ہاتھوں کے انگوٹھے کے سرے سے چھنگلیا کے سرے کی طرف ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے چلے جاتے۔ یہاں تک کہ بالکل آخر میں ایک انصارِ نوجوان آیا وہ اپنے داہنے ہاتھ کو چھنگلیا کے سرے سے انگوٹھے کے سرے کی طرف لے گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت امام رضا علیہ السلام متبسم ہوئے اور فرمایا اب تک جن لوگوں نے بیعت کی ہے وہ بیعت کے توڑنے کے طریقے سے بیعت کی سوائے اس نوجوان کے کہ اس نے وہی طریقہ اختیار کیا جو بیعت کے باندھنے کا ہوتا ہے۔

مامون نے پوچھا کہ فسخِ بیعت اور عقدِ بیعت کے طریقوں میں کیا فرق ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا جس کی نیت بیعت باندھنے کی ہوتی ہے وہ ہاتھ کو چھنگلیا کے سرے سے انگوٹھے کے سرے کی طرف لیجاتا ہے اور جس کی نیت فسخِ بیعت کی ہوتی ہے وہ ہاتھ کو انگوٹھے کے سرے سے چھنگلیا کے سرے کی طرف لیجاتا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر لوگوں میں ایک طوفان برپا ہو گیا۔ اور مامون نے حکم دیا کہ جس طرح حضرت ابوالحسن علی الرضا علیہ السلام نے فرمایا ہے اسی طرح پھر سے بیعت کی جائے۔ اب لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ وہ شخص جس کو بیعت لینے کا طریقہ بھی نہ معلوم ہو اسکو امامت اور امارت کا استحقاق ہی کیا ہے۔ اس سے بہتر تو وہی ہے جسے کم از کم بیعت لینے کا طریقہ تو معلوم ہے۔ اور اسی بات نے مامون کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ امام رضا علیہ السلام کو زہر سے شہید کر دے۔

(علل الشرائع جلد ۱ ص ۲۲۸، عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۳۸)

②۰ — میری آخری منزل تو خراسان ہی ہے

محمد بن عبد اللہ افسطس کا بیان ہے کہ میں ایک دن مامون کے پاس گیا تو اس نے مجھے اپنے قریب جگہ دی خوش آمدید کہا، پھر بولا کہ اللہ تعالیٰ امام رضا علیہ السلام کا بھلا کرے، آپ نے مجھے ایک عجیب بات بتائی۔

صورت یہ ہوئی کہ جب سب لوگ آپ کی بیعت و لعیہی کر چکے تو ایک شب میں نے آپ سے عرض کیا، میں آپ پر قربان، میری رائے یہ ہے کہ آپ عراق تشریف لے جائیں اور میں آپ کے جانشین کی حیثیت سے خراسان میں رہوں۔ یہ سن کر امام رضا علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا، میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اسی خراسان میں تو میری تجہیز و تکفین ہوگی اور یہیں میری آخری قیام گاہ ہے۔ یعنی موت آنے تک مجھے یہیں ٹھہرنا ہے اور یہیں سے مجھے عرصہ محشر میں لامحالہ جانا ہے۔

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟
 آپ نے فرمایا مجھے اپنی قبر کی جگہ کا علم اسی طرح ہے جیسے مجھے تمھاری قبر
 کے متعلق معلوم ہے۔ میں نے عرض کیا، اللہ آپ کا بھلا کرے، بتائیے میری قبر کہاں ہو
 گی؟ آپ نے فرمایا، ہماری اور تمھاری قبروں کے درمیان بہت فاصلہ ہوگا۔ مجھے مشرق
 میں موت آئے گی اور تمھیں مغرب میں: میں نے عرض کیا، آپ نے جو فرمایا وہ درست ہے۔
 اللہ، اُس کے رسول اور آلِ رسول ہی کو اس کا زیادہ علم ہے: پھر میں نے بہت کوشش کی
 اور خلافت وغیرہ کی طرف رغبت بھی دلانی مگر آپ نے مزید کچھ نہ فرمایا اور خلافت وغیرہ کی
 طرف قطعاً راغب نہ ہوئے۔
 (غینۃ الشیخ ص ۵۳ - ۵۲)

۲۱ — تقریب ولی عہدی

اصحاب اخبار و سیرِ خلفاء نے تحریر کیا ہے کہ مامون نے جب حضرت
 امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی بیعت لینے کا ارادہ کیا تو اُس نے فضل بن سہل کو بلا کر
 اپنے ارادے سے مطلع کیا۔ نیز یہ کہا کہ تم اپنے بھائی حسن بن سہل سے اس سلسلے میں مل لو اور اُسے
 اپنے ساتھ لے کر آؤ۔ جب حسن بن سہل آیا تو اُس نے مسئلہ ولی عہدی کے بارے میں اُسے آگاہ
 کیا کہ اپنے خاندان سے حکومت کو نکال کر دوسرے خاندان کے حوالے کرنے کے کیا اثرات مرتب
 ہوں گے؟ مامون نے کہا، کچھ بھی ہو میں نے اپنے معبود سے یہ عہد کر لیا ہے کہ اگر میں نے محمد بن
 پرستج پائی تو اس خلافت کو آلِ ابی طالب میں جو شخص سب سے افضل ہوگا اس کے حوالے
 کر دوں گا۔ اور علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے افضل و بہتر کسی کو نہیں پاتا۔
 جب فضل اور حسن دونوں نے یہ دیکھا کہ مامون نے اس کا عزم مصمم کر لیا ہے
 تو مباحثہ اور معارضہ سے باز آئے۔ پھر مامون نے ان دونوں کو حضرت امام رضا علیہ السلام
 کی خدمت میں روانہ کیا۔ ان دونوں نے مامون کی پیشکش آپ کے سامنے رکھی۔ آپ نے انکا
 فرمایا۔ یہ دونوں برابر اصرار کرتے رہے۔ مجبوراً آپ کو اقرار کرنا پڑا۔ پھر یہ دونوں مامون کے پاس
 آئے اور آپ کے اقرار اور منظوری کی اطلاع دی۔ یہ سن کر مامون خوش ہو گیا اور جلسہ خاص منعقد
 کرنے کے لیے پنجشنبہ کا دن مقرر کر دیا۔ اب فضل مامون کے پاس سے نکلا تو اس نے لوگوں کو
 بتایا کہ حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے لیے مامون کا یہ خیال ہے اور یہ کہ اس نے آپ
 کو اپنا ولیعہد مقرر کر دیا ہے۔ اور ان کو رضا کا خطاب دیا ہے اور سب کے لیے یہ حکم ہے کہ
 پنجشنبہ کے دن سبز لباس پہن کر بیعت کے لیے آئیں اور اپنے سال بھر کا خرچ بطور انعام لے جائیں۔

الغرض جب پنجشنبہ کا دن آیا تو تمام سردارانِ فوج، حاجبین، قضاۃ اور ان کے علاوہ دوسرے مصاحبین اپنے حسبِ مراتب اپنی اپنی سواریوں پر آئے۔ مامون تخت پر بیٹھا اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے لیے دو بڑی بڑی مسندیں بچھا دی گئیں جو مامون کی مسند سے ملی ہوئی تھیں۔ حضرت امام رضا علیہ السلام کو سبز لباس پہنا کر سر پر عمامہ اور ہاتھ میں تلوار دے کر مسند پر بٹھایا گیا۔ پھر مامون نے اپنے بیٹے عباس کو حکم دیا کہ سب سے پہلے تم ان کی بیعت کرو۔ امام رضا علیہ السلام نے بیعت لینے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ آپ نے ہاتھ کی پشت اپنے چہرے کی طرف اور پھیلی عوام الناس کی طرف کر لی۔ مامون نے کہا یہ کیا؟ بیعت لینے کے لیے ہاتھ پھیلائیں: تو آپ نے فرمایا حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اسی طرح بیعت لیا کرتے تھے۔ تو لوگوں نے آپ کی بیعت اسی طرح کی کہ آپ کا ہاتھ لوگوں کے ہاتھ سے اوپر تھا۔ اس کے بعد دراہم کی تھیلیاں رکھی گئیں۔ خطیب اور شعراء کھڑے ہوئے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام کے فضائل بیان کرنے لگے اور مامون کے ساتھ حکومت میں آپ کی شرکت کا ذکر کرنے لگے۔

اس کے بعد مامون نے اپنے بیٹے ابوعبید عباس کو آوازی دی اور وہ فوراً ہی اپنے باپ کے پاس پہنچا۔ ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ مامون نے حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ۔ پھر محمد بن جعفر کو آوازی گئی اور فضل نے کہا کہ اٹھو تو وہ اٹھے اور خراماں خراماں چلے؛ مامون کے قریب آکر کھڑے ہو گئے۔ ہاتھوں کو بوسہ نہیں دیا۔ ان سے کہا گیا، جاسیے اپنا انعام حاصل کر لیجیے۔ مگر مامون نے پکار کر کہا اے ابو جعفر واپس اپنی جگہ جا کر بیٹھ جاؤ۔ تو وہ اپنی جگہ جا کر بیٹھ گئے۔ پھر ابوعبید ہر علوی اور عباسی کو بلاتا رہا اور وہ آکر اپنا اپنا انعام لیتے رہے۔ یہاں تک کہ ساری رقم ختم ہو گئی۔

پھر مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ اب آپ کچھ خطبہ ارشاد فرمائیں اور عوام الناس سے گفتگو کریں۔ آپ اٹھے:

حمد و ثنائے الہی بجالائے اور فرمایا: ایہا الناس! سنو! ہمارا حق تم پر رسول کی وجہ سے ہے اور تمہارا حق بھی ہم پر رسول کی وجہ سے ہے جب تم ہمارا حق ادا کرو گے تو پھر ہم پر بھی واجب ہو گا کہ تمہارے حقوق ادا کریں۔“
اس جلسے میں آپ کی تقریر میں سے صرف اتنے خطبے کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد مامون نے حکم دیا، دراہم ڈھالے جائیں جن پر حضرت امام رضا علیہ السلام کا اسم گرامی نقش کیا جائے حکم کی تعمیل کی گئی۔ پھر مامون نے اسحاق بن موسیٰ بن جعفر کا زکاج ان کے چچا اسحاق بن جعفر بن محمد کی بیٹی سے کیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ لوگوں کے ساتھ حج کیلئے جائیں وہ حج کو گئے۔

پھر اپنے شہر میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ولیعہد ہونے کا ذکر اپنے خطبے میں کیا۔
 احمد بن محمد بن سعید نے یحییٰ بن حسن علوی سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ
 ایک سُننے والے نے مجھے بتایا کہ عبد الحمید بن سعید اُس سال منبرِ رسولؐ پر مدینہ میں خطبہ دے رہا تھا اُس
 نے خطبہ میں آپ کے لیے بھی دعا کی اور کہا ولیعہد سلمین علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی ابن الحسین بن
 علی ابن ابی طالب علیہم السلام۔

(۲۲) ————— مدائنی نے اپنے رجال سے یہ روایت کی ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام
 خلعتِ ولیعہدی پہن کر جلوہ افروز ہوئے تو بہت سے خطباء و شعراء آپ کے سامنے کھڑے ہوئے
 تھے۔ آپ کے سر کے اوپر پرچم لہرا رہا تھا۔ چنانچہ ایک شخص جو حضرت امام رضا علیہ السلام کے
 مخصوصین میں سے وہاں موجود تھا، وہ کہتا ہے کہ اُس روز جو کچھ ہوا تھا اس کی تہنیت کے لیے
 میں آپ کے سامنے موجود تھا۔ آپ نے مجھے اشارے سے بلایا۔ میں قریب پہنچا تو آپ نے
 بہت ہی آہستہ سے فرمایا (جس کو میرے علاوہ دوسرا نہ سن سکا) اس سے بہت خوشدل نہ ہونا
 اور نہ اس کو کوئی مرثدہ سمجھنا، اس لیے کہ یہ جانشینی اتمام تک نہیں پہنچے گی۔

اُس روز جو شعراء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُن میں سے ایک دُعل بن
 علی خزاعی بھی تھے۔ یہ جب آپ کی خدمت میں پہنچے تو عرض کیا کہ میں نے ایک قصیدہ کہا ہے،
 اور دل میں یہ طے کر لیا ہے کہ آپ کو سنانے سے پہلے میں کسی اور کو نہ سناؤں گا: آپ نے
 فرمایا، اچھا بیٹھو۔ جب لوگ چلے گئے اور مجمع کم ہو گیا تو فرمایا سناؤ۔ تو دُعل نے اپنا وہ قصیدہ
 سنایا جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے: ”مدائنیس ایاتِ خلت من تلاوۃ“
 جب وہ پورا قصیدہ سنا چکا تو حضرت امام رضا علیہ السلام اُٹھے، اپنے حجرے میں تشریف لے
 گئے اور ایک ریشمیں رومال میں چھ سو دینار رکھ کر خادم کے ہاتھ بھیجا اور کہلایا کہ یہ تمہارا سفر
 خرچ ہے میں معذرت خواہ ہوں کہ کچھ اور نہ دے سکا: تو دُعل نے خادم سے کہا جا کر عرض
 کرو کہ خدا کی قسم میرا یہ مقصد نہ تھا اور نہ میں اس کے لیے آیا تھا۔ لہذا یہ مولا کو واپس دے دو۔
 اور میری طرف سے یہ عرض کرو کہ اگر ہو سکے تو اپنے ملبوسات میں سے ایک ملبوس مجھے عطا کر دیں۔
 خادم واپس لے کر گیا تو امام علیہ السلام نے پھر بھیجا اور فرمایا کہ اسے لے لو اور اس کے ساتھ ہی اپنا
 ایک جُبہ بھی بھیج دیا: دُعل یہ سب لیکر نکلا اور رقم آیا جب لوگوں نے دُعل کے پاس امام کا جُبہ
 دیکھا تو ایک ہزار دینار دینے کو تیار ہو گئے۔ دُعل نے فروخت سے انکار کیا اور کہا۔ خدا کی قسم
 میں تو اس کا ایک ٹکڑا بھی ایک ہزار دینار میں نہ دوں گا۔ پھر دُعل وہ جُبہ لے کر قم سے نکلے تو لوگ
 اُن کے پیچھے لگ گئے اور راستے میں جُبہ چھین کر لے گئے۔ دُعل قم آئے اور لوگوں سے گفتگو کی

انہوں نے کہا، سنو! اب وہ جبتہ تم کو نہیں ملے گا، البتہ اگر تم چاہو تو ایک ہزار دینار حاضر ہیں۔ دعبل نے کہا، اچھا بھائیو، مجھے اُس جبتہ کا ایک ٹکڑا ہی دے دو۔ تب انہوں نے ایک ٹکڑا جبتہ کا اور ایک ہزار دینار دے دیے۔
(ارشاد شیخ مفید ص ۲۹۳-۲۹۱)

۲۳۔ امام کے ولیعہد ہونے پر عباسیوں کے تاثرات

صاحب مناقب نے بھی تقریب ولیعہدی کے واقعات کچھ اس طرح تحریر کیے ہیں اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی وہ تحریر بھی نقل کی ہے جو عہد نامہ پر ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ معتز باللہ کے بیٹے نے وفاتِ امام رضا علیہ السلام کے بعد اولادِ علیؑ کو خطاب کرتے ہوئے کچھ اشعار کہے۔ جن کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

ترجمہ: ”تمہیں مامون نے خلافت کا حق دے دیا تھا۔ حالانکہ یہ وراثتاً ہمارا حق تھا مگر اُس نے یہ دنیا تمہیں بخش دی تھی۔ پھر جیسا کہ تم سب جانتے ہو کہ امام رضاؑ مر گئے تو وہ خلافت دوبارہ ہماری طرف پلٹ آئیگی۔“

اس کے بعد صاحب مناقب نے تقریب ولیعہدی میں جن شعراء نے قصیدے سنائے اُن میں دعبل کا قصیدہ، ابراہیم بن عباس کا قصیدہ اور ابو نواس کا قصیدہ پیش کیا ہے۔ بلکہ ابو نواس کے قصیدے پر تو امام رضا علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ تو نے تو ہماری ایسی مدح کی ہے جیسی اس قبل کسی نے نہ کی تھی۔ اور اپنے غلام کو بلا کر دریافت فرمایا کہ اخراجات میں سے کچھ باقی ہے؟ اُس نے عرض کیا، جی ہاں، تین سو دینار ہیں: آپ نے فرمایا، اسے دے دو، پھر فرمایا اے غلام! ایک سواری بھی اس کے حوالے کر دو۔
(مناقب آلِ ابی طالب جلد ۴ ص ۳۶۲-۳۶۱)

۲۴۔ عہد نامہ ولیعہدی کی اصل عبارت

بارگاہِ خدادادی کا بھکاری علی بن عیسیٰ کہتا ہے کہ سن ۶۷۷ھ میں مشہد امام رضاؑ سے ایک فوجی سردار آیا اس کے پاس وہ عہد نامہ تھا جو مامون کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور اس کے بن السطور اور پشت پر خود امام رضا علیہ السلام کے ہاتھ کی تحریر تھی۔ میں نے دیکھا تو جہاں جہاں امام علیہ السلام کا قلم چلا تھا، اس کو بوسہ دیا۔ اور آپ کے گلزارِ تحریر سے لطف اندوز ہوا۔ اس حسنِ اتفاق کو میں نے اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم و احسان تصور کیا۔ پھر میں نے اُس کو حرف بہ حرف نقل کر لیا۔ مامون کی تحریر یہ تھی۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ عہد نامہ ہے جو امیر المومنین عبد اللہ بن ہارون الرشید نے اپنے

ولیعہد صلی ابن موسی الرضاؑ کے لیے تحریر کیا ہے۔

اما بعد۔ اللہ تعالیٰ نے تمام ادیان میں دین اسلام کو منتخب فرمایا اور اس دین کے لیے اپنے بندوں میں سے کچھ رسول منتخب فرمائے جو لوگوں کو اس دین کی طرف رہنمائی اور ہدایت کرتے رہے۔ چنانچہ جو پہلے آیا اُس نے بعد میں آنے والے کی بشارت دی اور جو بعد میں آیا اس نے پہلے آنے والے کی تصدیق کی۔ یہاں تک کہ اللہ کی اس نبوت و رسالت کا سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا۔ آپ سے پہلے عرصے تک فترت کا زمانہ تھا کوئی رسول نہیں آیا تھا علم الہی کا درس دینے والا کوئی نہ تھا۔ وحی کا سلسلہ منقطع تھا اور چونکہ قیامت قریب تھی اس لیے اللہ نے آپ پر سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا۔ آپ کو تمام انبیاء پر شاہد اور نگران بنایا اور آپ پر اپنی وہ کتاب عزیز نازل فرمائی کہ جس میں باطل نہ تو سامنے ہی سے داخل ہو سکتا ہے، نہ پیچھے سے۔ اس لیے کہ یہ ایک سزاوارِ حمد اور صاحبِ حکمت ذات کی طرف سے نازل کی ہوئی چیز ہے۔ جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ کن چیزوں کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے اور کن چیزوں کو حرام۔ کن کاموں پر ثواب کا وعدہ ہے اور کن کاموں پر عذاب کی دھمکی دے کر ڈرایا ہے۔ کن باتوں سے پرہیز کیا جائے اور کن کاموں کے کرنے کا حکم ہے اور کن کاموں کے نہ کرنے کا حکم ہے تاکہ تمام مخلوق پر اللہ کی حجت پوری پوری قائم اور تمام ہو جائے اور اب اس کے بعد بھی اگر کوئی ہلاک ہونا چاہے تو ہلاک ہو اور زندہ رہنا چاہتا ہے تو زندہ رہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

پس حضرت رسول مقبولؐ نے اللہ کی طرف سے اُس کے بندوں کو پیغام پہنچایا۔ اور اللہ کے حکم کے مطابق حکمت، موعظہ حسنہ اور بحث و جدال احسن طریقے کے ساتھ اُس کے بتائے ہوئے رستے کی طرف دعوت دی۔ پھر جہاد کیا اور کچھ سختی سے بھی کام لیا۔ یہاں تک کہ اللہ نے آپ کی قبضِ روح فرمائی اور جو نعمتیں آپ کیلئے اُس کے پاس مہیا تھیں ان کے لیے بلالیا۔

اب جبکہ نبوت ختم ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلسلہ وحی و رسالت کو تمام کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے دین کے قیام اور امورِ مسلمین کے انتظام کو ایسی خلافت کے اتمام، اُس کی قوت اور اطاعتِ الہی کے ساتھ قیام حق کی کوشش میں قرار دیا کہ جو اللہ کے فرائض و حدود و اسلامی شریعت و دستور کو قائم کرے اُس کیلئے

دشمنانِ اسلام سے جہاد کرے۔

لہذا خلفاء کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیہ اپنے دین اور اپنے بندوں کا نہیں محافظ اور نگران بنایا ہے تو اس سلسلہ میں بھی اُس کی اطاعت کریں اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ خلفاء کی اطاعت کریں اور حق و عدل کے قیام میں اُن کی مدد کریں، راستہ پر امن بنائیں، خونریزی نہ کریں، آپس میں صلح و آشتی سے رہیں، اگر مخالفت کریں گے تو مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا، ملت میں اختلاف و اختلاف پرورش پائیں گے، اُن کا دین مغلوب ہو جائے گا، دشمن غائب آجائیں، کلمہ کا اتحاد باقی نہ رہے گا، اور اس طرح انھیں دنیا و آخرت دونوں جگہ خسارہ ہی خسارہ ہوگا۔

اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین پر خلیفہ بنایا ہے اپنی مخلوق بطور امانت اُس کے سپرد کی ہے، اُس کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے کو درست رکھنے کی کوشش کرے۔ جن باتوں میں اللہ کی اطاعت اور خوشنودی نظر آئے اُن میں ایثار و قربانی سے کام لے اور اس کام کے لیے تیار رہے جو اللہ کے حکم کے مطابق ہے اور اُس کے متعلق وہ اس سے باز پرس کرنے والا ہے۔ نیز حق کا فیصلہ کرے جو ذمہ داریاں اللہ نے اُس کے سپرد کی ہیں اُن میں عدل سے کام لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا کہ:

• ترجمہ آیت: ”اے داؤد! میں نے تم کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے تو تم میرے بندوں کے درمیان حق کا فیصلہ کرو اور اپنے خواہش نفس کی پیروی نہ کرو ورنہ یہ بات تم کو اللہ کے راستے سے ہٹا دے گی، اور جو لوگ راہِ خدا سے ہٹ گئے اُن کے لیے شدید عذاب ہے اس لیے کہ وہ یومِ حساب کو بھول بیٹھے ہیں۔“
اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

• ترجمہ آیت: ”تمہارے رب کی قسم یقیناً ہم اُن تمام لوگوں سے ہر اُس کام کی باز پرس کریں گے جو وہ کر رہے تھے۔“

نیز ہم تک یہ روایت بھی پہنچی ہے کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر دریائے فرات کے کنارے ایک بکری کا بچہ بھی ضائع ہو جائے تو مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اُس کے متعلق بھی باز پرس کرے گا۔ اور خدا کی قسم غور کرنے کی بات ہے کہ ایک وہ شخص جو صرف اپنی ذات کا جوابدہ ہے اور وہ بھی اپنے اُن اعمال کی بناء پر کہ جن کا تعلق خود اُس کی ذات اور خدا سے ہے (تجھ سے کوئی مطلب نہیں)

اُس کو بھی آخرت میں باز پرس کا بڑا خطرہ ہے، تو پھر اُس شخص کا کیا حال ہوگا جو پوری اُمت کا ذمہ دار اور اُس کا جوابدہ ہے۔ اُس کو تو صرف اللہ پر بھروسہ کرنا ہے، اُسی سے دُعا کرنی ہے، اُسی سے اُمید رکھنی ہے کہ وہ نیکی کی توفیق دے اور گناہوں سے بچائے۔ وہی قوت دے وہی رہنمائی کرے اور کامیابی تو صرف اللہ کی رضا اور اُس کی رحمت پر منحصر ہے۔

درحقیقت اُمتِ مسلمہ میں سب سے زیادہ اپنی ذات پر نظر رکھنے والا اور روئے زمین پر اللہ اور اُس کے دین کی طرف بندگانِ خدا کی سب سے بہتر رہنمائی کرنے والا وہی شخص ہوگا جو اپنے اور اپنے بعد کے ادوار کے لیے حکیم خدا، قرآن اور سنتِ رسول پر عمل کرتے ہوئے پوری کوشش کرے اور بہت سوچ سمجھ کر رائے قائم کرے کہ اپنے بعد کے لیے وہ جانشین اور ولیعہد کس کو مقرر کرے۔ آئندہ مسلمانوں کے لیے کس کو خلیفہ منتخب کرے، اس کے بعد مسلمانوں کا سردار کون ہو، وہ اس کے لیے کس کو معین کرے، لوگ اپنی فریاد کس کے پاس بیکر جائیں گے، اُن میں باہم الفت کون پیدا کرے گا، اُن کی پریشانی اور انتشار کو کون دور کرے گا، اُنھیں آپس کی خوریزی سے کون بچائے گا، حکیم خدا کے مطابق اُن کے گرد ہوں میں امن کون قائم کرے گا اور اُن کے اختلافات کون دور کرے گا، شیاطین کے مکر و فریب سے کون اُن کو بچائے گا۔ ؟

اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے خلافت کے بعد ولیعہدی اور جانشینی کو بھی اُمورِ اسلام کی تکمیل و اتمام اس کے وقار و عزت اور اہل اسلام کی فلاح کا ذریعہ قرار دیا ہے اور اپنے خلفاء کو بذریعہ الہام یہ تاکید کر دی ہے کہ وہ اپنے بعد فلاں شخص کو ولیعہد اور جانشین منتخب کر دیں۔ بھلا اب اس سے بڑھ کر نعمت اور عافیت کیا ہوگی کہ اللہ نے اس طرح اہل شقاق و نفاق کے مکر اور اُن کی تفرقہ پر دازی و فتنہ انگیزی کی آرزوں کو خاک میں ملادیا۔

چنانچہ جب سے امیر المومنین کو خلافت تفویض ہوئی وہ مسلسل اسی فکر میں رہے۔ آپ نے اس خلافت کے جُرمِ تلخ کو خود نوش کر کے دیکھا، اس کا بار خود اٹھا کر محسوس کیا اور یہ کہ جو شخص قلاوۃ خلافت گلے میں ڈالتا ہے اُس کو اطاعتِ الہی سے کس قدر مربوط ہونا واجب و لازم ہے اور حسنِ با اُس کو متحمل بنایا گیا ہے اُس کو اس کی کتنی دیکھ بھال کرنی ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے پوری تندہی اور توجہ سے کام لیا، راتوں کو جاگے، دیر تک غور و فکر کیا کہ وہ کون سے اقدامات ہیں جن سے دین میں قوت آئے، مشرکین کا قلع قمع ہو، امت صلاح پکڑے، عدل پھیلے، کتاب و سنت کا نظام قائم ہو، مسلمان پستی میں نہ رہیں بلکہ خوشحالی سے زندگی بسر کریں، یہ جانتے ہوئے کہ اللہ اس کے متعلق ان سے جواب طلب کرے گا اور اس امر کی تمنا رکھتے ہوئے کہ جب اللہ سے ملاقات کریں تو اُس کے دین اور اُس کے بندوں کے بھی خواہ بن کر اور اپنی ولیعہدی اور اپنے بعد امت کی پاسبانی کے لیے کسی ایسے شخص کو ہی منتخب کر کے ملاقات کریں جو دین و تقویٰ اور علم کے اعتبار سے سب سے افضل ہو اور احکام خدا اور حقوق الہی کے قیام کی سعی بہتر طریقے پر کر سکے۔

اس کے لیے انھوں نے اللہ سے مناجات کی، طلب خیر کیا، دن رات دعائیں مانگیں، کہ پروردگار! جس کا بھی انتخاب ہو وہ تیری مرضی کے مطابق ہو۔ پھر آپ نے اپنے خاندان یعنی اولاد عبد اللہ ابن عباس اور اولاد علی ابن ابی طالب میں سے ایسے فرد کی تلاش میں ایک ایک کے متعلق غور کیا اور جس کے حالات معلوم نہ تھے پوری کوشش اور جدوجہد کے ساتھ حتی الامکان جاننے والوں سے اُس کے حالات معلوم کرتے رہے یہاں تک کہ سب ہی کے حالات سے واقف ہو گئے اور صرف ان کے سُننے ہوئے حالات ہی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ چشم خود بھی دیکھا اور گفتگو و سوالات کر کے اندازہ لگایا کہ کس میں کتنی صلاحیت ہے۔ بالآخر قوم و ملک کے حقوق کی ادائیگی کے لیے اپنی ذاتی جدوجہد اور اللہ سے طلب خیر کے بعد دونوں خاندانوں میں آپ کی نظر انتخاب حضرت علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب پر ٹھہری، اس لیے کہ آپ نے ان حضرت میں فضل و کمال نفع بخش، علم نافع، وایع تقویٰ، پر خلوص زہد، دنیا سے کنارہ کشی اور گوشہ نشینی سب ہی کچھ پایا۔

پھر حضرت علی الرضا علیہ السلام کے متعلق جو مشفقہ خبریں ملی تھیں ان کی تصدیق بھی کر لی۔ ان کے متعلق سب ایک زبان تھے، سب کی زبانی ایک ہی بات سُننی ان میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ نیز عنفوانِ شباب سے لیکر سن رسیدگی تک ان کے فضل و شرف سے خود بھی واقف تھے۔ اس لیے اللہ پر بھروسہ کر کے اپنے بعد کے لیے ان کو اپنا ولیعہد اور جانشین مقرر کر دیا۔ اور یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کی طرف سے دین حق میں ایثار و قربانی ہے۔ مگر آپ کی نظر اسلام اور مسلمانوں کی فلاح

پر تھی، اسی میں ان کی سلامتی تھی، اسی میں قیامت کے دن ان کی نجات تھی۔
پھر امیر المومنین نے اپنی اولاد اپنے گھر والوں، اپنے مخصوص اصحاب، اپنے
سرداران فوج اور اپنے ملازمین سب کو بلایا، ان سب نے بھی یہ جانتے ہوئے
کہ امیر المومنین نے اپنی اولاد اور اپنے قریبی اعزاء پر اطاعت الہی کو ترجیح دی ہے سب
نے بخوشی جلدی جلدی بیعت کر لی۔ پھر امیر المومنین حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو رضا
کا لقب دیا۔ اس لیے کہ خود امیر المومنین ان کی ولیعہدی سے راضی اور خوش تھے۔

لہذا اے امیر المومنین کے خاندان والو! اور اے دارالسلطنت میں تعینات
فوجیو! اور اے سرداران فوج اور اے مسلمانو! تم بھی اللہ کا نام لیکر اللہ کے دین
اور اللہ کے بندوں کے متعلق اس بہترین فیصلے کو تسلیم کرتے ہوئے امیر المومنین کی خلافت
اور ان کے بعد حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی ولیعہدی اور جانشینی پر کھلے
ہاتھوں اور صاف دل سے بیعت کرو، اور یہ سمجھو کہ امیر المومنین کے مقاصد کیا ہیں انھوں
نے کس طرح حکم خدا کی تعمیل کی اور اپنی ذمہ داری محسوس کی اور امیر المومنین کو
بحیثیت امیر اور خلیفہ تمہاری حق ادائیگی کا ثبوت دیا۔ اس سلسلے میں اللہ نے جو بذریعہ
الہام ان کو ہدایت فرمائی اس کا تمہیں شکر گزار ہونا چاہیے۔ سوچو! کہ امیر المومنین کو
تمہاری فلاح و بہبود کا کتنا خیال ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم میں الفت و محبت قائم
رہے، خونریزی نہ ہو، انتشار کاشت کار نہ ہو، تمہاری سرحدیں محفوظ رہیں، تمہارے
دین میں قوت آئے، تمہارے دشمنوں کا قلع قمع ہو، تمہارے سارے امور مستحکم
اور درست ہو جائیں۔ بس تم اللہ تعالیٰ اور امیر المومنین کے حکم کی فوری تعمیل کرو۔ اس
لیے کہ اگر تم نے ان کی فوری تعمیل کی اور یہ محسوس کیا کہ اس تعمیل میں کیا لطف ہے اور
اس پر اللہ کا شکر ادا کیا تو پھر انشاء اللہ تمہارے لیے امن ہی امن ہے۔

یہ عہد نامہ امیر المومنین نے، ۱۲ ماہ رمضان ۳۱۲ھ کو اپنے قلم سے تحریر کیا، اور اس
کی پشت پر حضرت امام رضا علیہ السلام کے ہاتھ سے لکھی ہوئی مندرجہ ذیل تحریر ہے۔

عہد نامہ کی پشت پر حضرت امام رضا کی تحریر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ .

اُس خدا کی حمد جو فاعل مطلق ہے۔ وہ جو چاہے کرے۔ اُس کے حکم کو کوئی
ٹالنے والا نہیں، اُس کے فیصلہ کو کوئی رد کرنے والا نہیں۔ وہ لوگوں کے

دُزدیدہ نگاہوں کو بھی دیکھتا ہے، دلوں کے پوشیدہ اسے بھی خوب اچھی طرح واقف ہے اور درود ہو اللہ کے نبی محمد خاتم النبیین اور اُن کی طیب و طہاں پر۔ میں علی ابن موسیٰ بن جعفر کہتا ہوں کہ امیر المؤمنین مامون، اللہ ان کے بازوؤں کو توانائی بخشے اور ہدایت کی توفیق عطا فرمائے، انھوں نے ہمارے حق کو پہچانا، جبکہ اس سے قبل ہمارے حق سے تجاہل برتا جاتا رہا تھا۔ نیز عزیزیاری اور رشتوں کے وہ رابطے جو ایک عرصے سے منقطع تھے آج انھوں نے اُن کو پھر جوڑ دیا، اور اب تک جو لوگ ایک دوسرے سے خوفزدہ تھے انھیں امن و سکون ملا۔ انھوں نے باہم بیٹے ہوئے تعلقات کو پھر سے زندہ کر دیا۔ جو لوگ فقر و افلاس میں زندگی بسر کر رہے تھے اُن کی غربت و افلاس کو دور کیا۔ یہ سب کچھ انھوں نے رضائے الہی حاصل کرنے کے لیے کیا ہے۔ وہ اس کام میں کسی سے اجر نہیں چاہتے اور سچ ہے کہ اللہ شکر کرنے والوں کو اس کی جزا دیتا ہے اور نیکی کرنے والوں کی نیکیوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔

انھوں نے مجھے اپنی خلافت اور امارت کبریٰ کا ولیعهد اور جانشین مقرر کیا ہے بشرطیکہ میں ان کے بعد زندہ بھی رہوں۔ لہذا اب جس گروہ کو باندھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اُس کو کوئی شخص کھولے گا اور جس رستی کو اللہ مضبوط رکھنا چاہتا ہے۔ اس کو کوئی توڑنے کا ارادہ کرے گا تو وہ سمجھ لے کہ اُس نے حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام کیا۔ اس لیے کہ وہ اس طرح اپنے امام سے رُگردانی کر کے حرمت اسلام کو برباد کرنے کا مرتکب ہو گا۔ جیسا کہ پچھلے لوگوں نے کیا، مگر اُن کے اُس ہنگامی اور فلتتی اقدام پر محض اس لیے صبر کیا گیا اور اُن کے کسی عمل سے فقط اس لیے تعرض نہیں کیا گیا کہ کہیں اس سے دین ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائے اور مسلمانوں کا شیرازہ منتشر نہ ہو جائے، کیونکہ جاہلیت کا زمانہ ابھی ابھی گزرا تھا لوگوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور مصیبتیں و ناہوگنیں۔

مگر میں نے اپنی ذات کی حد تک یہ طے کر لیا ہے کہ اگر مجھے مسلمانوں کی عنان حکومت سنبھالنی پڑے اور خلافت کا قلابہ اپنی گردن میں ڈالنا ہی پڑا تو میرے عہد میں تمام مسلمان بالعموم اور بنی عباس ابن عبدالمطلب بالخصوص حکیم خدا اور حکیم رسول پر عمل کریں گے۔ نہ میں کسی کا خون بہاؤں گا اور نہ کسی کی زن و دولت پر قبضہ کرنے کی کسی کو اجازت دوں گا جب تک کہ شریعت اس کو جائز اور مباح نہ قرار دیدے۔ میں اس سلسلے

میں اپنی پوری کوشش اور طاقت سے کام لوں گا۔ میں نے اپنی ذات کے لیے اللہ سے اس کا عہدِ مؤکد کر لیا ہے وہ مجھ سے اس کی باز پرس کرے گا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”اپنے عہد کو پورا کرو کیونکہ عہد کے متعلق باز پرس کی جائے گی۔“ اور یہ بھی عہد ہے کہ اگر میں دین میں احداث کروں یا اس کے احکام میں کوئی تغیر و تبدل کروں تو اس منصب سے ہٹا دیے جانے اور سخت سزا کا مستوجب ہوں گا۔ اور میں اللہ کے غضب سے پناہ چاہتا ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ مجھے اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی معصیت اور نافرمانی سے دور رکھے۔ اسی میں میرا اور تمام مسلمانوں کی بھلائی اور عافیت ہے۔

یہ عہد نامہ تو مکمل ہو گیا، مگر ہمارا علم جامع اور علمِ جفر اس کے عکس کی نشاندہی کرتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور تم لوگوں کے ساتھ کیا ہوگا۔ اور حاکمیت تو اللہ کے سوا اور کسی کی نہیں ہے وہی حق کا فیصلہ کرے گا اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

میں نے یہ امیر المومنین مامون کے حکم کی تعمیل کی ہے ان کی خوشنودی بجالایا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور انھیں دونوں کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ میں اپنی ذات پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور وہ بہترین گواہ ہے۔

یہ تحریر میں نے خود اپنے قلم سے امیر المومنین (اللہ ان کی زندگی کو طویل کرے) فضل بن سہل، سہل بن فضل یحییٰ بن اکثم۔ عبد اللہ بن طاہر۔ شامہ بن اشرس۔ بشر بن معتمر اور حماد نعمان کے روبرو ماہِ رمضان سن ۲۰۷ھ میں لکھی ہے۔“

دائیں جانب کے گواہ۔

اس عہد نامے کے داہنے جانب کے گواہوں میں مندرجہ ذیل اشخاص ہیں جنہوں نے مندرجہ ذیل عبارت کے ساتھ اپنی گواہیاں ثبت کیں۔

گواہ شد

۱۔ اس عہد نامے کے اندر اور پشت پر جو کچھ تحریر ہے اس کا گواہ یحییٰ بن اکثم ہے اور اللہ سے دعا کرتا ہے کہ اس عہد نامے کی برکات سے امیر المومنین اور تمام مسلمانوں کو فیضیاب کرے۔ یحییٰ بن اکثم نے اپنے ہاتھ سے اسی تاریخ کو لکھا جو اس عہد نامے میں مرقوم ہے۔

- ۲۔ عبد اللہ بن طاہر نے بحیثیت گواہ اسی تاریخ میں دستخط کیے۔
 ۳۔ حماد بن عثمان اس عہد نامے کے اندر اور پشت پر جو کچھ تحریر ہے سارے مضمون کی گواہی دیتا ہے اور اسی تاریخ میں اپنے ہاتھ سے دستخط کیے۔
 ۴۔ بشر بن معتمر بھی انھیں لوگوں کے ساتھ بمضمون واحد گواہی دیتا ہے۔

بائیں جانب کی گواہی

گواہ شد :

بائیں جانب کی گواہی میں خود امیر المومنین (اللہ ان کو طولِ عمر دے) نے تحریر کیا کہ اس تحریر کو جو عہد و میثاق کی تحریر ہے مجھے اُمید ہے کہ اس عہد نامے کے بعد میرے لیے پلِ صراط سے گزرنا آسان ہو جائے گا۔ میں نے اس معاہدے کی پوری تحریر کو مسجدِ رسولؐ کے اندر روضہ اور منبر کے درمیان تمام مجمع کے سامنے جن میں بنی ہاشم کے ذی وجہ بزرگ اور سارے اولیاء و احفاد موجود تھے اور بیعت و بیعتی کے تمام شرائط پوری کرنے کے بعد سنایا، تاکہ تمام لوگ اس سے واقف ہو جائیں۔ اور امیر المومنین کی طرف سے حجت تمام ہو جائے۔ اور جاہلوں کے سارے شبہات ختم ہو جائیں۔ ترجمہ آیت : ”اور اللہ سرگز یہ نہیں کرے گا کہ مومنین کو یونہی چھوڑ دے اور وہ جس حال میں بھی ہیں اسی میں پڑے رہیں۔“

فضل بن سہل نے امیر المومنین کے حکم سے مندرجہ بالا تاریخ میں تحریر کیا۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۱۶۹-۱۷۰)

موتے مبارکِ رسولؐ اور چوپ آبیائے فاطمہؑ زہرا

(۲۲)

صاحبِ کشف الغمہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے سترہ ہجری میں مقام واسط پر حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے ہاتھ کا تحریر کردہ ایک خط دیکھا جو آپ نے مامون کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا اور وہ مندرجہ ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امیر المومنین اطال اللہ بقائہ کا خط ملا جس میں یہ تحریر ہے کہ میں ایک بال کے متعلق اور اس لکڑی کے متعلق جو حضرت فاطمہ الزہراؑ کی چکی کی ہے جو کچھ میرے نزدیک از روئے روایات و نشانات ثابت ہے تحریر کروں تو اطلاقاً تحریر ہے کہ وہ ایک بال جس کے متعلق سوال ہے وہ بلا شک و شبہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کاموے مبارک ہے اور وہ لکڑی بھی بلاریب و بلا شک حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی چکی کی ہے
میں اس کی پوری تحقیق و تفتیش کے بعد آپ کو لکھ رہا ہوں۔ میری بات کو تسلیم کریں۔ اللہ تعالیٰ
آپ کو اس تحقیق اور تفتیش پر اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ اور یہ توفیق اللہ ہی کی طرف سے ملتی ہے۔
یہ تحریر ہے علی بن موسیٰ الرضا بن جعفر کی ۲۰۱ھ جو میرے جد صاحب تنزیلِ قرآن
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد سے شمار کیا جاتا ہے۔

②۵ — مدینہ میں ولیعہدی کا اعلان

ہارون قزوینی کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی
کے لیے بیعت لینے کا حکمنامہ مدینہ پہنچا تو عبد الجبار بن سعید بن سلیمان ساحقی نے لوگوں کو
خطاب کیا اور اپنی تقریر کے آخر میں کہا: تمہیں معلوم ہے اب تمہارا ولیعہدی حکومت کون ہے؟
سنو! وہ علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہیں۔
(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۵)

نجات الاخوان



باب ۱۳



امام رضا علیہ السلام اور دور

ماموں رشید

① — امام علیؑ کا خطاب

حضرت امام رضا علیہ السلام کی کتاب ”الحبار والشرط“ کا ایک نسخہ جو آپ نے عمال حکومت میں سے فضل بن سہیل اور اُس کے بھائی کے متعلق تحریر فرمایا تھا۔ وہ میں ایک کتاب سے نقل کر کے ہدیہ ناظرین کر رہا ہوں۔ یہ کسی راوی نے مجھ سے بیان نہیں کیا ہے اور وہ مندرجہ ذیل ہے۔

اما بعد۔ پس ہر طرح کی حمد کا سزاوار ہے وہ اللہ جو خلق کی ابتداء کرنے والا ہے اور جس نے نئی نئی چیزوں کو ایجاد کیا کیونکہ وہ قادر بھی ہے اور قاهر بھی۔ وہ اپنے بندوں کا خود ہی نگران بھی ہے اور رازق بھی۔ اُس کی مالکیت کے سامنے ہر شے سرفکندہ ہے اُس کی عزت و غلبے کے سامنے ہر شے ذلیل و مغلوب ہے۔ اُس کی قدرت کے آگے ہر شے سرنگوں اور تسلیم و نیاز خم کیے ہوئے ہے۔ اُس کی سلطنت کے آگے ہر شے متواضع و منکسر ہے اُس کا علم ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ ہر شے کی مقدار و شمار کو جانتا ہے۔ بڑی سے بڑی چیز کا سنبھالنا اُس کے لیے گراں نہیں۔ اور چھوٹی سے چھوٹی چیز اُس کی علمی نگاہوں سے اوجھل نہیں۔ دیکھنے والوں کی آنکھیں اُس کی دید سے بے بصارت و در ماندہ ہیں۔ تعریف کرنے والوں کی تعریفیں اُس کے اوصاف کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ خلق و امر صرف اُسی کیلئے ہے آسمانوں اور زمینوں میں اُسی کی اعلیٰ مثالیں ہیں۔ وہ عزت اور حکمت والا ہے۔

نیز، سزاوار اور لائقِ حمد ہے وہ اللہ جس نے اسلام جیسا پسندیدہ دین و شریعت اپنے بندوں کے لیے بنایا، اور پھر اس کو تمام باطل ادیان پر فضیلت، عظمت، شرافت اور کرامت عطا فرمائی۔ اور اس دین کو قسیم اور نگران بنایا کہ جس میں بیدینی کی گنجائش ہی نہیں۔ یہ وہ صراطِ مستقیم ہے کہ جو اس پر گامزن رہا کبھی گمراہ نہ ہوگا، اور جس نے اس کو چھوڑا وہ کبھی ہدایت نہ پائے گا۔

اس دین میں اللہ نے نور، بُرہان، شفا اور بیان سب کچھ ودیعت فرمادیا ہے زمانہ سابق اور گزشتہ اُمّتوں میں وہ اسی دین کو اپنے منتخب شدہ رسولوں کے پاس اور اپنے منتخب کردہ فرشتوں کے ذریعے سے بھیجتا رہا، یہاں تک کہ یہ سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آکر منتہی ہوا۔ اور آپ پر ختم نبوت و رسالت کی مہر ثبت فرمادی اور آپ کو بھی رسولانِ ماضی کے

نقش قدم پر چلایا، سارے عالمین کے لیے رحمت اور آپ کی نبوت کی تصدیق کرنے والوں کے لیے بشیر اور جھٹلانے والوں کے لیے نذیر بنا کر اس لیے بھیجا تا کہ اللہ کی حجت سب پر تمام ہو جائے کسی کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے :-

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيِيَ مَنْ حَيَّ
عَنْ بَيِّنَةٍ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ (سورۃ الانفال آیت ۴۲)

ترجمہ آیت :- ”اب جو خود ہی ہلاک ہونا چاہتا ہے، ہلاک ہو اور جو زندہ رہنا چاہتا ہے زندہ رہے۔ اللہ یقیناً سننے والا اور جاننے والا ہے۔“

پس لائقِ حمد ہے وہ اللہ جس نے آنحضرت کے اہلبیت کو انبیاء کی میراث کا وارث بتایا، انھیں علم و حکمت سے نوازا، ان کو امامت و خلافت کا معدن قرار دیا، ان کی محبت کو واجب گردانا، ان کے شرف و منزلت کو بڑھایا اور اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ اپنی امت سے اپنے اہلبیت کی مودت و محبت کی درخواست کریں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اپنے رسول سے اس طرح خطاب فرماتا ہے :-
”قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ“ (سورۃ شوریٰ آیت ۲۳)
ترجمہ آیت :- ”اے رسول! اپنی امت سے“ کہد کہ میں تم سے اپنی رسالت کا اجر اور کچھ نہیں چاہتا، مگر یہ کہ میرے قریبداروں سے مودت و محبت کرنا۔“

یعنی ان سے دشمنی کا سلوک نہ کرنا۔ نیز اہلبیت کے اوصاف کے بارے میں یہ بتایا کہ ہم نے ان کو جس سے دور اور تمام بُرائیوں سے پاک رکھا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے :-
”إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ
يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝“ (سورۃ الاحزاب آیت ۳۳)

ترجمہ آیت :- ”اے اہلبیت رسول! اللہ کا حتمی ارادہ یہ ہے کہ تمہیں رِجس اور بُرائیوں سے الیا پاک و پاکیزہ رکھے جیسا کہ پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔“

مامون نے دراصل عترت رسول کے معاملے میں رسول مقبول کے سامعینیک سلوک کیا، ان کے اہلبیت سے غریزوں جیسا برتاؤ کیا، باہمی الفتوں کو واپس لایا، بکھرے ہوئے شیرازے کو پھر سے مجتمع کیا، درمیان میں پڑی ہوئی خلیج کو سہوار کیا، تعلقات میں آئے ہوئے شگاف کو پُر کیا۔ اللہ نے اس کے ذریعے سے دلی کدورتیں دور کیں، آپس کی نفرتیں مٹائیں اور اس کی جگہ دلوں میں محبت و مودت، آپس میں میل ملاپ اور ایک دوسرے کی مدد اور ہمدردی

کا جذبہ پیدا کیا۔ ان کی توجہ کی برکت اور حسن سلوک اور میل ملاپ کی بدولت سب ایک ہو گئے سب ایک زبان اور ایک دل بن گئے۔ اس لیے کہ انہوں نے صاحبانِ حق کا لحاظ کیا اور میراث کو اہل وارث کے حوالے کیا۔ احسان کرنے والوں کے احسانات کا بدلہ چکایا، جو لوگ بلا و مصیبت میں گرفتار تھے ان کی مصیبتیں دور کیں۔

اس کے بعد دوسرا کام یہ کیا کہ جو لوگ حکومت کی خدمت اور سعی و کوشش میں بھی پیش پیش تھے۔ ان کو اپنی نوازش اور شرف و منزلت بخشی کے لیے مخصوص کیا۔ چنانچہ ذوالریاستین فضل بن سہل ایسا ہی تھا۔ جب امیر المومنین نے یہ دیکھا کہ فضل بن سہل نے ان کا بوجھ ہلکا کیا، ان کے حق کے لیے لڑا۔ ان کی طرفداری میں بولا، یہ ان کے سرداروں کا سردار اور ان کی فوج کا سالار ہے۔ ان کی جنگوں کا منظم اعلیٰ ہے، اس نے ان کی رعایا کا بہت خیال رکھا اور بہت دیکھ بھال کی، لوگوں کو ان کی خلافت کی طرف دعوت دی جس نے امیر المومنین کی اطاعت کو قبول کیا اُس پر نوازشیں کیں، جس نے روگردانی اور ستابی کی اس سے قطع تعلق کیا۔ وہ امیر المومنین کی نصرت و مدد میں یکتا اور منفرد ہے وہ لوگوں کے دلوں اور نیتوں کا اچھا معالج ہے۔ مال کی کمی یا آدمیوں کی قلت نے کبھی اس کو عمل سے نہیں روکا۔ وہ کبھی کسی کی تحریص و ترغیب میں نہیں آیا۔ اُس نے کسی کے ڈرانے دھمکانے کی پرواہ نہ کی اور اپنے ارادہ پر مستحکم و قائم رہا۔ بلکہ جب ڈرانے والوں نے اُس کو ڈرایا، گرجنے والے گرجے، چمکنے والے چمکے، مجاہدوں سے زیادہ تعداد دشمنوں اور مخالفوں کی ہوئی تو اُس کا عزم اور بھی محکم ہوا، اور اُس کا ارادہ اور پختہ ہوا، اُس کی جرأت و دلیری اور بڑھ گئی، اُس نے بہتر سے بہتر انتظام اور اچھی سے اچھی تدبیر کی اور مامون کی طرف دعوت دینے اور اس کے حق کو ثابت کرنے میں اور زیادہ قوت صرف کی یہاں تک کہ اُس نے گمراہوں کے دانت توڑ دیے ان کی ساری تیزیاں ختم کر دیں ان کے ناخن تدبیر تراش دیے ان کی ساری شان و شوکت خاک میں ملا دی اور انہیں اس طرح زیر کیا جس طرح محدود، بدعہدی کرنے والوں، حکومت کی مخالفت کرنے والوں، اُس کے حق کا استخفاف کرنے والوں اور اُس کا رعب نہ ماننے والوں کو زیر کرتے ہیں۔

پھر ذوالریاستین کی خدمات مشرک اقوام و ممالک میں بھی کافی ہیں۔ اللہ نے اس کے ذریعے سے مسلم ملک کی حدود میں اضافہ کیا جس کی خبریں تم لوگوں تک پہنچ چکی ہیں اور تمہارے منبروں سے اس کا اعلان ہو چکا ہے اور تم لوگوں سے سُن کر یہ خبریں دنیا نے دوسروں تک بھی پہنچائی ہیں۔ واقعاً ذوالریاستین نے مامون کی نوازشوں پر اپنی شکر گزاریوں اور وفا داریوں کی حد کر دی۔ ان کے حق کے لیے جنگ کی، اپنی اور اپنے شریف النفس اور ستودہ صفات و تدبیر بھائی

ابو محمد حسن بن سہل کی جان کی بازی لگادی اور اس سلسلے میں وہ گزشتہ سرفروشنوں اور فاتح افراد سے بھی آگے بڑھ گیا۔ امیر المومنین نے بھی اس کی خدمات کے صلے میں مال جائیداد اور جواہرات بہت کچھ عطا کیے۔ اگرچہ یہ اس کی زندگی بھر کی خدمات میں ایک دن کی خدمت کا بھی صلہ نہیں بن سکتا اور نہ یہ اس کے مرتبے اور منزلت کے مطابق تھا مگر اس نے اپنی بلند تہمتی، حیرت انگیز، اپنے زہد و تقویٰ، ترک دنیا اور شوقِ آخرت میں ان سب کو حقیر سمجھا، اور سب کچھ چھوڑ دیا۔

چنانچہ اس نے امیر المومنین سے درخواست کی اور یہ درخواست وہ برابر ہی کرتا رہا تھا کہ اب ہمیں چھوڑ دیے اور زایدانہ زندگی بسر کرنے دیجیے۔ مگر اس کی یہ درخواست امیر المومنین و نیز ہم لوگوں پر بہت گراں تھی اس لیے کہ ہم واقف تھے کہ اللہ نے اس کے ذریعے سے دین کو عزت بخشی ہے مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور مشرکین سے جہاد کی قوت و طاقت عطا کی ہے۔ اور اللہ نے اس کی صدق نیت، پُر برکت وزارت، اس کی درست تدبیر، حصولِ مقصد کے لیے عزمِ محکم اور حق و ہدایت، نیکی و تقویٰ میں تعاون سب کچھ آشکارا کر دیا ہے۔

مگر جب ہمیں اور امیر المومنین کو پورا یقین ہو گیا کہ یہ جو کچھ کر رہا ہے اس کے پیشِ نظر دین ہے اور یہ سب قربانیاں وہ اپنے اصلاحِ نفس کے لیے دے رہا ہے تو اس کی درخواست منظور کر لی گئی، اور ہم نے اس کے لیے ایک حباب و شرط نامہ تحریر کر دیا جس کی تفصیل سابقہ باب میں دے دی گئی ہے اور اس پر اپنے خاندان میں سے جو لوگ اس وقت موجود تھے ان کی سردارانِ فوج کی، اصحاب و رقاصیوں کی، فقہاء اور دیگر عوام و خواص کی گواہیاں بھی ثبت کرادی گئیں۔

امیر المومنین کی رائے ہے کہ اس تحریر کی نقول ہر طرف روانہ کر دی جائیں تاکہ وہاں کے لوگوں میں اس کا اعلان ہو جائے اور منبروں سے پڑھ کر سُنادی جائیں۔ وہاں کے والی اور قاضی ان کو محفوظ کر لیں، اور امیر المومنین نے مجھ سے فرمایا کہ یہ تحریر میں لکھوں اور اس کے مفہوم کو بھی واضح کروں یہ کتابچہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔

پہلے حصے میں ان تمام خدمات کی تفصیل دی گئی ہے جن کی وجہ سے اس کے حق کی ادائیگی کو اللہ نے ہم سب مسلمانوں پر واجب کر دیا ہے۔

دوسرے حصے میں اس امر کا بیان ہے کہ جن کاموں میں اس نے ہاتھ ڈالا اور جن اُمور کا انتظام سنبھالا، ان میں موانع اور رکاوٹوں کو دور کرنے میں اس کا کیا مقام ہے اور جن کاموں کو اس نے ناپسند کیا ان میں ہاتھ نہیں ڈالا جس کی اس پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ یہ وہ خدمات ہیں کہ امیر المومنین کی بیعت کرنے والوں میں سے ہر شخص اس کا اور اس کے بھائی کا احسان مندر ہے گا۔

اس کے علاوہ جو لوگ ان دونوں کے خلاف ہوئے تھے اور جنہوں نے ہمارے اور تمہارے

مانتے والوں کے خلاف فتنے کھڑے کیے تھے اُن کے متعلق ان دونوں کے فیصلوں پر اعتراضات کا دور کرنا جن فیصلوں کا مقصد یہ تھا کہ آئندہ کوئی ان دونوں کے خلاف اقدام کرنے کی جرأت نہ کر سکے، اُن کے حکم کو نہ ٹال سکے اور ہمارے اور اُن دونوں کے درمیان دخل اندازی کی ہمت نہ کر سکے۔

تیسرے حصے میں ہمارے عطیات کا ذکر ہے۔ اگرچہ انھوں نے حصولِ ثوابِ آخرت کے لیے گوشت نشینی اور جامہ زہد پہننے کی خواہش ظاہر کی ہے مگر ہم پر بہر حال لازم ہے کہ اُسے اور اُس کے بھائی کو کچھ دیں، اُس کی قدردانی اور عزت افزائی کریں۔ اِس لیے کہ ان دونوں نے خود کو ان تمام چیزوں سے بچا یا جن سے ہم اپنے نفس کو بچاتے ہیں اور واقعاً وہ شخص جو دنی اور دنیاوی امور میں محتاط ہوتا ہے وہ یہی سب کچھ کرتا ہے۔

اور یہ ہے اس کتابِ حبار و شطر کی نقل :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ : یہ امیر المومنین عبد اللہ المامون اور اُن کے ولی عہد علی ابن موسیٰ رضا کی طرف سے ایک تحریر ہے جو ذوالریاستین فضل بن سہل کے لیے دو شنبہ ۷، ۸ ماہ رمضان ۳۱۷ھ کو لکھی گئی آج ہی کا دن وہ ہے جس میں امیر المومنین مامون کی حکومت کی تکمیل ہوئی اور اُن کے ولیعہد کے لیے بیعت لی گئی۔ عوام الناس نے سبز لباس پہنے اور اپنی ولیعہدی کے متعلق امیر المومنین کی خواہش پوری ہوئی، وہ اپنے دشمن پر فتیاب ہوئے۔

ہم تمہیں کچھ صلہ دینا چاہتے ہیں، تمہاری اُن خدمات کا جو تم نے اللہ، اُس کے رسول امیر المومنین، اُن کے ولیعہد اور بنی ہاشم کے حق کے لیے انجام دی ہیں جس سے اُمید ہے کہ دین کی فلاح ہوگی، آپس کے مناقشات دور ہوں گے۔ ان ہی خدمات کی وجہ سے ہماری حکومت میں استقامت اور عام مسلمانوں کی نعمتوں میں پائیداری آئی۔

تم نے دین اور سنت کے قیام، دعوتِ ثانیہ کے اظہار و ایثار، نیز شرک کا قلع قمع کرنے، بُت شکنی اور باغیوں کے قتل کرنے میں امیر المومنین کی مدد کی۔ علاوہ ازیں دشمن کے خالی کیے ہوئے شہروں میں اچھی خدمات انجام دیں۔ یہ اس کا صلہ ہے۔

تم نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے مثلاً اصفہان نامی شخص جس کی کنیت ابو سرا یا اور نام مہدی محمد بن جعفر ہے کی سرکوبی کی، ترک و خزلجی، طبرستان اور اس کے مضافات بندار ہرمز بن شروین، دیلم اور اس کے مضافات، کابل اور اس کے مضافات، مہوزین، اصفہد، ابن میسر، کوہ بدار بندہ و غرستان، غور اور اس کے اقسام، خراسان میں خاقان و ملون صاحبِ جبل تبت، کیمان و تغرغزین، آرمینہ دجی، صاحبِ سرری، صاحبِ خزر میں، مغرب اور اس کے غزوات میں جو خدمات

انجام دی ہیں جن کی تفصیل دیوان سیرۃ میں درج ہے، اعترافاتِ خدمات کے صلے میں تم کو دس کروڑ درہم نقد اور دس لاکھ درہم کی قیمت کا غلہ دیتے ہیں اور یہ اس کے علاوہ ہے جو امیر المومنین تم کو اس سے قبل جاگیریں دے چکے ہیں۔ اور یہ دس کروڑ درہم بھی تمہارے استحقاق کو دیکھتے ہوئے کم ہیں۔ اس لیے کہ اتنی رقم تم کو محمد امین مخلوع بھی دے رہا تھا لیکن تم نے چھوڑ دی۔ تم نے اللہ اور اس کے دین کے لیے قربانی دی۔ اس طرح تم نے امیر المومنین اور ان کے ولیعہد کو ممنون کیا، تمہارا یہ سب مسلمانوں کے لیے ایثار تھا جو انہیں بخش دیا۔

تم نے درخواست کی ہے کہ تمہیں زہد اور تخلیہ کی اس منزل پر پہنچنے دیا جائے جس کی تمہیں ہمیشہ خواہش رہی ہے، تاکہ تمہارے ترک دنیا پر لوگوں کا شک دور ہو جائے اور وہ سمجھ لیں کہ یہ جو کچھ تم نے کیا ہے وہ آخرت کے لیے کیا ہے دنیا کے لیے نہیں کیا ہے۔ لیکن مشغل یہ ہے کہ نہ تم جیسے شخص سے بے نیاز ہوا جاسکتا ہے اور نہ درخواست کو رد کیا جاسکتا ہے۔ اگر تم نے اپنی درخواست میں کچھ مال و دولت طلب کیا ہوتا، تو وہ بھی مسترد نہیں کیا جاتا چہ جائیکہ ایسے امر کی درخواست کی ہے جس میں کچھ صرف نہیں۔ اور تم چاہتے ہو کہ ان لوگوں پر اپنی حجت تمام کر دو جو یہ سمجھتے ہیں کہ تم نے ہماری امارت و خلافت کی طرف جو دعوت ہے وہ صرف دنیا کے لیے دی ہے آخرت کے لیے نہیں۔

بہر حال ہم نے تمہاری اس درخواست کو قبول کیا اور ہم تمہارے لیے اللہ سے یہ تاکید و عہد و میثاق کرتے ہیں کہ اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوگا۔ حکومت اور امارت اس وقت بھی تمہارے ہی سپرد ہے۔ خوشدلی کے ساتھ جو کام کرنا چاہو کرو اور جو نہ کرنا چاہو نہ کرو خواہ وہ کوئی نیا بھی کام ہو۔ بہر حال، ہم صرف ان ہی کاموں سے تمہیں روکیں گے جن سے ہم خود کو بچاتے ہیں۔ ہم نے اس تخیلیہ کی درخواست اس لیے قبول کی ہے کہ تمہیں جسمانی طور پر آرام ملے اس لیے کہ تمہیں جسمانی راحت و آرام کی ضرورت ہے۔ اس تحریر میں جو تفصیل دی گئی ہے وہ سب تم کو دیتے ہیں۔ اور جس کو آج تم چھوڑ رہے ہو۔ نیز تمہارے بھائی حسن بن سہل کو بھی اتنی ہی رقم دیتے ہیں جتنی تم کو دی ہے، اس کے علاوہ جو عطیات تم کو دیے ہیں ان کا نصف اس کو بھی دیتے ہیں۔ اس لیے کہ اس نے بھی باغیوں سے جہاد کیا اور دردمربہ فتح عراق اور شیطا طین کے جتھے کو پراگندہ کرنے میں جان کی بازی رگادی تھی جس سے دین میں قوت آئی اور جنگ کے شعلے بجھ گئے۔ ان کا، ان کے گھر والوں کا اور تمام حق کا ساتھ دینے والوں کا بہت بہت شکریہ۔

اس تحریر میں جو کچھ مرقوم ہے ہم اس پر اللہ کو، اس کے ملائیکہ کو، اس کی مخلوقات میں سے منتخب ہستیوں کو اور ہر اس شخص کو جس نے آج بیعت کی ہے یا اس کے بعد کریگا

شاید بناتے ہیں۔ اللہ کو اپنا کفیل قرار دیتے ہیں۔ ہم سب نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے کہ ہم ان تمام شرائط کو بلا استثناء اور بے کم و کاست، درپردہ اور ظاہر میں بھی پورا کریں گے۔ مومنین سے ان کی شرائط اور کیے ہوئے عہد کے لیے باز پرس ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص تمام لوگوں سے وفا کا طالب ہے اُس کو سب سے زیادہ وفا کرنی چاہیے جبکہ وہ صاحبِ قدرت و استطاعت بھی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ
بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا إِنَّ اللَّهَ
يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۝ (سورہ النحل آیت ۹۱)

ترجمہ آیت: ”اور اللہ کے عہد کو جب تم عہد کر چکے ہو، پورا کرو اور قسموں کو اُن کے پختہ کر دینے کے بعد نہ توڑو۔ جس حال میں کہ تم اللہ کو ضامن قرار دے چکے ہو۔ بیشک جو کچھ تم کرو گے (یا کرتے ہو) اللہ اُس سے خوب واقف ہے۔“

حسن بن سہل نے مامون کی طرف سے تحریر کیا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ جو کچھ اس تحریر میں مرقوم ہے ان سب کا پورا کرنا امیر المومنین نے اپنے اوپر واجب و لازم کر لیا ہے اور اس پر اللہ کو داعی اور کفیل و ضامن بنایا۔ اور اس پر اپنے ہاتھ سے حبار اور شرط کی تاکید و تشریف کے لیے ماہِ صفر ۲۰۲ھ میں دستخط کیے

حضرت امام رضاؑ کی تحریر و توثیق بخط خود

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ اس تحریر میں جو شرائط مرقوم ہیں اُن سب کا پورا کرنا علی ابن موسیٰ رضاؑ نے اپنے اوپر لازم و واجب و تاکید قرار دیا۔ آج کے لیے بھی اور کل کے لیے بھی جب تک وہ زندہ ہیں۔ اور اس پر اللہ کو داعی اور ضامن و کفیل بنایا اور اللہ شہادت کے لیے بہت کافی ہے۔ اور یہ تحریر اپنے ہاتھ سے اسی مہینے اور اسی سنہ میں لکھی اور ہر طرح کی حمد اللہ کے لیے ہے جو تمام عالمین کا پروردگار ہے اور درود ہو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر ہمارے لیے اللہ کافی ہے وہ بہترین وکیل ہے۔ (امام رضا علیہ السلام نے اس تحریر کی تصدیق و توثیق کی)

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۵۹-۱۵۴)

۲۔ مجھ پر ولیعہدی کا احسان نہ جتاؤ

شامہ بن اسرث سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک روز مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام پر احسان جتایا کہ اُس نے آپ کو اپنا ولیعہد بنایا: حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے رسول اللہ کی قرابت کے بہانے سے لیا ہے اُس کو رسول اللہ کی قرابت ہی کی وجہ سے دے بھی دینا چاہیے۔ (عیون اخبار الرضا)

۳۔ فضل بن سہل کا امام کو ورغلانا

روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ فضل بن سہل، ہشام بن عمر کو ساتھ لیکر حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس پہونچا اور کہا، 'فرزندِ رسول! میں تنہائی میں آپ سے کچھ بات کرنے آیا ہوں۔ تخلیہ چاہیے۔ جب تخلیہ ہو گیا تو فضل نے آزادی اور طلاق کا ایک ایسا حلف نامہ نکالا جس کا کوئی کفارہ نہ ہو۔ اور ان دونوں نے کہا، ہم لوگ آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ سے حق اور سچی بات کہیں۔'

ہمیں معلوم ہے کہ یہ حکومت آپ کی ہے۔ فرزندِ رسول! یہ آپ کا حق ہے کہ آپ حکومت کریں۔ ہم جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہیں یہی ہمارے دل میں بھی ہے۔ ہم حلفیہ کہتے ہیں کہ ہم مامون کو قتل کر دیں گے اور خالص حکومت آپ کی ہوگی۔ آپ کا حق آپ کو مل جائے گا۔ اگر ایسا نہ کریں، تو ہمارے سارے غلام آزاد اور ہماری ساری عورتوں کو طلاق اور تین سو حج یا پیادہ ہم پر واجب۔ آپ نے اُن کی ایک بات نہیں سنی اور انھیں ڈانٹا، اُن پر لعنت کی اور اُن سے کہا کہ تم لوگوں نے کفرانِ نعمت کیا۔ لہذا اب تمہاری خیر نہیں اور اگر میں اس پر راضی ہو جاؤں تو میری بھی خیر نہیں۔

جب فضل نے ہشام کے سامنے امام رضا علیہ السلام کا یہ جواب سنا تو سمجھ گئے کہ ہم نے غلطی کی تو فوراً امام رضا علیہ السلام سے بولے، ہم نے تو آپ کو آزمانے کے لیے یہ کہا تھا۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، تم دونوں جھوٹے ہو۔ جو تم نے کہا وہی تمہارے دلوں میں بھی تھا، مگر میں تمہارے ارادے سے متفق نہیں ہوا۔ اس کے بعد یہ دونوں مامون کے پاس پہونچے اور بولے۔ یا امیر المؤمنین! ہم دونوں امام رضا علیہ السلام کے پاس اس لیے گئے تھے کہ انھیں آزمائیں۔ اور دیکھیں کہ اُن کے دل میں کیا ہے۔ ہم نے اُن سے یہ کہا۔ اور انھوں نے اس کا یہ جواب دیا۔ مامون نے کہا، اللہ تم دونوں کو توفیقِ خیر دے۔ جب یہ دونوں مامون کے پاس سے واپس ہوئے تو حضرت

امام رضا علیہ السلام، مامون کے پاس تشریف لے گئے اور تخیلے میں مامون کو وہ سب کچھ بتایا جو اُن دونوں نے کہا تھا اور فرمایا کہ آپ اُن سے اپنی جان کی حفاظت کریں۔ جب مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوری تفصیل سنی تو سمجھ گیا کہ حضرت امام رضاؑ سچ فرماتے ہیں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۶۷)

④ ابراہیم بن محمد حسنی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مامون نے حضرت امام رضاؑ کے پاس ایک کنیز بھیجی، مگر آپ نے اُسے واپس کر دیا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۷۸)

⑤ فضل بن سہل کا قتل

علی بن ابراہیم نے یاسر خادم سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ : حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس جب یاسر کا کوئی شخص نہ ہوتا تو آپ اپنے تمام متعلق کو اپنے پاس جمع کرتے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ اُن سب سے محبت و موالست کی باتیں کرتے اور جب دسترخوان پر بیٹھتے تو چھوٹے بڑے سب ہی موجود ہوتے یہاں تک سائیس اور حجام بھی آپ کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے۔

یاسر کا بیان ہے کہ ایک دن ہم آپ کے پاس بیٹھے تھے کہ ناگاہ اُس دروازے کا قفل کھلا جو مامون اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے بیت الشرف کے درمیان تھا۔ آپ نے فرمایا، اب تم لوگ جاؤ۔ ہم اُٹھ کر چلے گئے۔ تو مامون آیا، اُس کے ہاتھ میں ایک طویل خط تھا۔ امام رضا علیہ السلام نے چاہا کہ اُس کی تعظیم کے لیے اُٹھیں کہ مامون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کی قسم دیدی کہ آپ اپنی جگہ سے نہ اُٹھیں۔ وہ خود آپ کے سامنے ایک مسند پر بیٹھ گیا اور وہ خط پڑھ کر سنانے لگا اُس میں کابل کے بعض دیہاتوں کی فتح تحریر تھی کہ ہم نے فلاں فلاں دیہات فتح کر لیے۔ جب وہ سارا خط پڑھ کر فارغ ہوا تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، اے امیر المومنین! آپ کو مشرکوں کے ایک قریے کی فتح نے خوش کر دیا؟ مامون نے کہا، کیا یہ خوشی کی بات نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا، اے امیر المومنین اُمّت محمدیؐ کے سلسلے میں آپ اللہ سے ڈریں۔ اللہ نے آپ کو اُمت کی خبر گیری سے ہٹا کر ملک گیری کی خدمت کے لیے معین نہیں کر دیا۔ آپ نے مسلمانوں کے امور کی ذمہ داریوں کو تو پورا کیا نہیں اس کو دوسرے کے حوالے کر دیا جو اُن لوگوں پر حکم خدا کے خلاف اپنا حکم چلاتا ہے اور آپ ہیں کہ اس ملک میں بیٹھے ہیں۔ آپ نے اُس شہر مدینہ کو چھوڑ دیا جو دارالہجرت تھا، وہاں نزدلِ وحی ہوتا تھا۔ آپ کی عدم موجودگی میں وہاں ہاجرین و انصار پر ظلم ہو رہا ہے وہاں کے مومنین کے پاس کچھ نہیں ہے۔

بلکہ بعض لوگوں پر تو ایسا وقت آجاتا ہے کہ وہ اپنی زندگی سے تنگ آجاتے ہیں۔ وہ دانے دانے کو محتاج ہو جاتے ہیں، وہاں کون ہے جس سے وہ اپنا دکھ درد بیان کریں۔ وہ لوگ یہاں آپ تک نہیں پہنچ پاتے۔

لہذا اے امیر المومنین! امورِ مسلمین کے سلسلے میں اللہ سے ڈریں اور شہرِ نبیٰ اور مہاجرین و انصار کی آبادی میں واپس چلیں۔ اے امیر المومنین! کیا آپ کو نہیں معلوم کہ مسلمانوں کے والی اور خلیفہ کی حیثیت اُس عمود اور چوب کی ہے جو خیمے کے درمیان میں استادہ ہوتی ہے۔ جو چاہے اُس تک پہنچ جائے۔

مامون نے کہا، پھر آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ اس ملک سے نکلیں اور اپنے آباء و اجداد کے وطن میں واپس چلیں۔ وہاں مسلمانوں کی دیکھ بھال کریں۔ وہاں کے لوگوں کو کسی غیر کے سپرد نہ کریں۔ اللہ آپ ہی سے باز پرس کرے گا، اس لیے کہ آپ والی ہیں۔

یہ سن کر مامون اٹھا اور بولا، ہاں آپ کی رائے بالکل درست ہے اور یہ کہہ کر نکلا اور حکم دیا، کوچ کا سامان کرو۔ جب یہ خبر ذوالریاستین کو پہنچی تو اُسے شدید غم ہوا۔ وہ حکومت پر چھپایا ہوا تھا اُس کے سامنے مامون کی رائے بھی اہمیت نہ رکھتی تھی بلکہ اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ اپنے غم کا اظہار کر سکے۔ اس کے بعد جب حضرت امام رضا علیہ السلام نے مزید زور دیا تو ذوالریاستین مامون کے پاس آیا اور کہا، یا امیر المومنین! آپ نے جو حکم دیا ہے یہ کس کی رائے سے دیا ہے؟ مامون نے کہا، یہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی رائے ہے اور یہی درست ہے؛ اُس نے کہا، یا امیر المومنین! یہ رائے درست نہیں ہے۔ ابھی کل کی تو بات ہے کہ آپ نے اپنے بھائی کو قتل کیا ہے اور اُس سے خلافت چھینی ہے۔ آپ کے باپ کی اولادیں آپ کی دشمن ہیں بلکہ عراق، عرب اور آپ کا سارا خاندان آپ کا دشمن ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور بات آپ نے یہ کر دی کہ ابوالحسن الرضا کو اپنا ولیعہد بنادیا اور اپنے خاندان سے خلافت نکال کر دوسرے خاندان کو دے دی۔ اس بناء سارے عوام، علماء، فقہاء اور آلِ عباس آپ سے ناراض ہیں ان کے دل آپ سے نفرت کرتے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ ابھی کچھ دنوں اور خراسان میں قیام کریں تاکہ لوگوں کے دلوں سے یہ بات نکل جائے اور لوگ آپ کے بھائی محمد امین کے واقعے کو بھول جائیں۔ اے امیر المومنین! یہاں چند اور بھی ایسے بزرگ ہیں جنہوں نے آپ کے والد ہارون الرشید کی خدمت کی ہے معاملہ فہم ہیں ان سے بھی مشورہ کر لیجئے اگر ان کا بھی یہی مشورہ ہو تو بسم اللہ۔

مامون نے پوچھا، مثلاً وہ کون لوگ ہیں؟ اُس نے کہا، علی بن عمران، ابنِ مونس اور

جلودی۔ ”یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی ولیعہدی سے انکار کیا تھا“ اس پر رافضی نہ ہوئے تھے۔ اسی بات پر مامون نے انہیں قید میں ڈال دیا تھا۔“ مامون نے کہا اچھا ٹھیک ہے۔ دوسرے دن حضرت امام رضا علیہ السلام پھر مامون کے پاس تشریف لے گئے، اور فرمایا، یا امیر المومنین! آپ نے کیا فیصلہ کیا۔ تو مامون نے وہ سب کچھ بیان کر دیا جو کچھ ذوالریاستین نے مشورہ دیا تھا۔

پھر مامون نے حکم دیا کہ وہ لوگ سامنے حاضر کیے جائیں۔ وہ قید خانے سے نکالے گئے اور پہلا شخص جو مامون کے سامنے آیا وہ علی بن عمران تھا۔ اُس نے مامون کے پہلو میں جب حضرت امام رضا علیہ السلام کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو بولا۔ خدا کی پناہ یا امیر المومنین! وہ حکومت جو اللہ نے آپ کو دی اور آپ کے لیے مخصوص کر دی تھی آپ نے اُسے اپنے خاندان سے نکال کر اپنے دشمنوں کے ہاتھ میں دے دی۔ اور دی بھی اُن ہی کو جن کے آباء واجداد کو آپ کے آباء واجداد نے قتل کیا تھا اور انہیں شہر بدر کیا تھا! مامون نے کہا اے زانیہ کی اولاد ابھی تو بچ گیا ہے۔ یہ کہہ کر اُس نے حکم دیا کہ اس کی گردن مار دی جائے۔ پس اُس کی گردن مار دی گئی۔ اب ابن مونس آیا اور جب اُس نے مامون کے پہلو میں حضرت امام رضا علیہ السلام کو دیکھا تو بولا۔ یا امیر المومنین! یہ آپ کے پہلو میں جو بیٹھے ہیں، خدا کی قسم یہ بُت ہیں بُت۔ خدا کو چھوڑ کر ان کی پوجا کی جاتی ہے: مامون نے کہا۔ اے ولد الحرام، تو بھی بچ گیا تھا۔ اُس نے جلد کو حکم دیا۔ کہ اس کی بھی گردن مار دو۔ چنانچہ اس کی بھی گردن مار دی گئی۔ اس کے بعد جلودی سامنے آیا۔

رواضح ہو کہ جلودی وہ ہے جو باروں رشید کے دورِ حکومت میں تھا۔ جب محمد بن جعفر بن محمد نے مدینے سے خروج کیا تو باروں رشید نے اس کو مدینے بھیجا اور حکم دیا کہ اُن کو پکڑو تو گردن مار دینا۔ نیز اولادِ ابی طالب کے سارے گھروں کو مسمار کر دینا۔ اور اُن کی عورتوں کے جسموں پر صرف ایک کپڑے کے سوا اور کچھ نہ چھوڑنا۔ جلودی نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ وہ تمام گھروں کو لوٹا ہوا حضرت امام ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے دروازے پر پہونچا اور آپ کے گھر پر اپنے فوجیوں کے ساتھ ہجوم کیا۔ جب حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام نے یہ دیکھا تو ساری عورتوں کو ایک مکان میں جمع کر لیا اور خود دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ جلودی نے کہا، امیر المومنین کے حکم کے مطابق لازم ہے کہ میں گھر کے اندر داخل ہو جاؤں اور عورتوں کے جسموں سے کپڑے تک اتار لوں۔ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا۔ میں خود عورتوں کے جسموں سے کپڑے اتار کر تجھے دیے دیتا ہوں اور بے حلف کہتا ہوں کہ ایک چیز بھی بغیر اُتارے نہ رہوں گا۔ آپ مسلسل اُس سے درخواست کرتے رہے اور بے حلف کہتے رہے کہ وہ خاموش ہو گیا۔ حضرت ابوالحسن علیہ السلام اندر تشریف

لے گئے اور عورتوں کے کانوں کے بندے اور پاؤں کے خلیخال وغیرہ سب اُتروا کر اُسے دے دیں اور گھر میں جو چیز بھی تھی خواہ بڑی تھی یا چھوٹی سب اُس کے حوالے کر دی۔“

لیکن آج جب جلودی مامون کے سامنے حاضر ہوا، تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، یا امیر المومنین! اس شیخ کو مجھے بخش دیجیے۔ مامون نے کہا، جناب یہ وہی شخص تو ہے جس نے دخترانِ رسولؐ کے جسموں سے کپڑے اور زیورات تک اُتار لیے تھے۔ جلودی نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ آپ مامون سے مصروفِ گفتگو ہیں، مگر وہ اُس کے لیے عفو کی درخواست کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اس شیخ کو مجھے بخش دیں۔ مگر وہ یہ سمجھا کہ امام رضا مامون کو میرے خلاف بھڑکا رہے ہیں۔ اس لیے کہ وہ مدینے میں آپ کے ساتھ ظالمانہ سلوک کر چکا تھا۔ اُس نے پکار کر کہا، یا امیر المومنین آپ کو اللہ کا واسطہ، میں نے جو آپ کے باپ ہاروں رشید کی خدمت کی ہے اُس کا واسطہ، میرے معاملے میں آپ ان سے کوئی مشورہ قبول نہ کریں: مامون نے کہا، یا ابوالحسن! اب میں معافی چاہتا ہوں۔ میں آپ کی بات نہیں مان سکتا۔ اس نے مجھ کو قسم دے دی ہے: پھر جلودی سے پکار کر کہا۔ خدا کی قسم، میں تمہارے معاملے میں ان کی بات نہیں مانوں گا اور حکم دیا، اے بھی اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچا دو۔ اُس کو بھی لیجا یا گیا اور گردن مار دی گئی۔

ادھر مامون ڈیرے خمیوں کو آگے بڑھانے کا حکم دے چکا تھا۔ ذوالریاستین تو مامون کو اپنا مشورہ دے کر اپنے باپ سہل کے پاس چلا گیا۔ مگر جب مامون نے ان تینوں کو قتل کر دیا تو وہ سمجھ گیا کہ مامون نے جانے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے مامون سے فرمایا۔ یا امیر المومنین! آپ نے ڈیرے خمیوں کے آگے بڑھانے کے لیے کیا کیا؟ مامون نے کہا، یا سیدی! آپ خود رازِ حمت فرمائیں۔ پس امام رضا علیہ السلام نے لوگوں کو پکار کر فرمایا۔ ڈیرے خمیے آگے بڑھائے جائیں۔ یہ سنتے ہی فوراً لوگوں نے ڈیرے خمیے آگے بڑھانے شروع کیے مگر ذوالریاستین اپنے گھر ہی میں بیٹھا رہا۔ مامون نے آدمی بھیج کر اُسے بلایا اور اُس سے پوچھا، تم گھر میں کیوں بیٹھے ہو؟ کیا چلنا نہیں ہے؟ اُس نے کہا، یا امیر المومنین! میں آپ کے خاندان اور عام مسلمانوں کی نظر میں سب سے بڑا مجرم ہوں۔ لوگ مجھے آپ کے بھائی محمد امین کے قتل اور امام رضا علیہ السلام کی ولعیدی پر برا بھلا کہتے ہیں۔ مجھے خطرہ ہے کہ چغلخوار، حاسد اور مخالف آپ سے میرے متعلق رگائی بچھائی کریں گے۔ لہذا مجھے یہیں خراسان میں چھوڑ دیجیے۔ میں آپ کی نیابت کروں گا۔ مامون نے کہا، نہیں ہمیں تو تمہاری ضرورت ہے اور تمہارا یہ خیال کہ لوگ ہم سے تمہارے متعلق چغلیاں کریں گے تو اس کا مجھ پر کیا اثر ہوگا، اس لیے کہ تم ہمارے نزدیک بادِ ثوق اور ناصحِ مشفق ہو اور اگر پھر بھی تمہیں خطرہ ہو تو خود اپنے قلم سے امان نامہ اور ضمانت نامہ لکھ لو جس عبرت میں بھی چاہو، تاکہ تمہیں اطمینان ہو جائے۔

فضل بن سہل گیا، اپنے ہاتھ سے ایک امان نامہ لکھا، علماء کو جمع کیا اور مامون کے پاس آیا، اُسے پڑھ کر سنایا، مامون نے اُس امان نامے کی ہر بات قبول کر لی اور اپنے قلم سے ایک جبار نامہ لکھا کہ میں نے فلاں فلاں جاگیر، نقد اور اختیار فضل کو دیا۔ تو فضل نے کہا، یا امیر المومنین اس امان نامے پر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے بھی دستخط ضروری ہیں اس لیے کہ وہ آپ کے ولیعہد ہیں: مامون نے کہا، تمہیں معلوم ہے کہ اُنہوں نے اپنی ولیعہدی کے لیے یہ شرط رکھی ہے کہ وہ یہ سب کچھ نہ کریں گے۔ لہذا میں اُن سے دستخط کے لیے نہیں کہوں گا، تم خود ہی اُن سے بات کرو وہ تمہاری بات کو نہیں ٹالیں گے۔

فضل بن سہل وہ امان نامہ لیکر حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس گیا۔ یاسر کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، تم سب ہٹ جاؤ۔ ہم وہاں سے ہٹ گئے۔ فضل کو اندر بلایا اور وہ آپ کے سامنے کچھ دیر خاموش کھڑا رہا: امام رضا علیہ السلام نے نظر اٹھائی، اسے دیکھا اور دریافت فرمایا، اے فضل! کیا کام ہے؟ اُس نے کہا، یاسیدی! یہ امان نامہ میرے لیے امیر المومنین نے منظور فرمایا ہے۔ آپ ولیعہد ہیں اس لیے جو مراعات مجھے امیر المومنین نے دی ہیں آپ بھی منظور فرما کر دستخط فرمادیجیے۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، اچھا پڑھو۔ چونکہ امان نامے کی جلد بڑی طویل تھی اس لیے اُس نے کھڑے ہو کر آخر تک پڑھ کر سنا دیا۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا اے فضل! ان سب کی پابندی ہم پر اُس وقت تک لازم ہے جب تک تم اللہ سے ڈرتے رہو: یاسر کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نے فقط اس ایک ہی فقرے پر اُس کا تمام معاملہ ختم کر دیا اور وہ امام علیہ السلام کی خدمت سے نکلا۔ اب مامون نے کوچ کیا، اُن کے ساتھ ہم نے بھی امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ کوچ کیا۔

جب کئی دن کے سفر کے بعد ہم نے ایک منزل پر قیام کیا تو ذوالریاستین اپنے بھائی حسن بن سہل کا ایک خط لیکر آیا۔ جس میں درج تھا کہ ”میں نے از روئے علیم نجوم اس سال کی تحویل پر نظر ڈالی ہے۔ اس میں یہ ملا کہ فلاں مہینے میں چہار شنبہ کے دن تم کو لوہے اور آگ سے گزند پہونچے گا۔ لہذا میری رائے یہ ہے کہ تم اور امیر المومنین اور حضرت امام رضا علیہ السلام اُس دن حمام جا کر فصد کھلو اور خون اپنے اپنے جسموں پر مل لو تاکہ نحوست ختم ہو جائے۔ فضل نے مامون کے پاس آدمی بھیجا اور اس کے متعلق اُسے تحریری اطلاع دی اور درخواست کی کہ آپ بھی میرے ساتھ حمام چلیں اور حضرت امام رضا علیہ السلام سے بھی اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہیں۔ مامون امام کو رقعہ لکھا اور ساتھ چلنے کی درخواست کی۔ امام رضا علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمادیا کہ میں مل جاتا ہوں۔

جاؤں گا اور میری رائے تو یہ ہے کہ یا امیر المومنین آپ بھی کل حمام نہ جائیں، بلکہ میری رائے تو فضل کے لیے بھی یہی کہ وہ بھی کل حمام نہ جائے۔ ”اس سلسلے میں طرفین سے دو مرتبہ رقعے آئے۔“ بالآخر حضرت امام رضا علیہ السلام نے رقعے کے جواب میں لکھا کہ میں تو کل حمام نہیں جاؤں گا، اس لیے کہ میں نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس شب خواب میں دیکھا ہے۔ آپ فرما رہے تھے کہ اے علی کل حمام نہ جانا، اور میری رائے یہ ہے کہ یا امیر المومنین آپ اور فضل دونوں کل حمام نہ جائیں۔ مامون نے رقعے کا جواب لکھا، یا سیدی! آپ نے سچ فرمایا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سچ فرمایا، میں بھی کل حمام نہیں جاؤں گا۔ البتہ فضل اپنے معاملہ میں خود مختار ہے۔

یاسر کا بیان ہے کہ جب شام ہوئی اور سورج غروب ہو گیا تو امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ یہ دعا پڑھتے رہو۔

نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ

”ہم اللہ سے پناہ چاہتے ہیں اُس شر سے جو آج کی شب نازل ہونے والی ہے۔“ ہم سب یہ دعا پڑھتے رہے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے نماز صبح ادا فرمائی اور ہم سے فرمایا، اب بھی یہ دعا پڑھتے رہو۔

نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ فِي هَذَا الْيَوْمِ

”ہم اللہ سے پناہ چاہتے ہیں اُس شر سے جو آج دن میں نازل ہونے والا ہے۔“ پھر جب آفتاب طلوع ہونے کے قریب ہوا تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، ذرا مکان کی چھت پر جا کر سنو کچھ شور و غل سننے میں آرہا ہے۔ جب میں چھت پر گیا تو سنا کہ ہر طرف چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں کہ اتنے میں مامون اُس دروازے میں داخل ہوا، جو امام رضا علیہ السلام اور مامون کے گھروں (کمروں) کے درمیان تھا اور یہ کہتا ہوا آیا، یا سیدی، یا ابوالحسن، فضل کی موت پر صبر کیجیے، اللہ آپ کو اس صبر کا اجر دے گا۔ وہ حمام میں گیا تھا، کچھ لوگ تلواریں لیے ہوئے وہاں پہنچے اور اُسے قتل کر دیا۔ جو لوگ وہاں گئے تھے پکڑے گئے اور وہ تین آدمی تھے۔ ان میں سے ایک فضل کا خالہ زاد بھائی ذو القلمین بھی گرفتار ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر سردارانِ فوج اور تمام فوجی اور ذوالریاستین کے آدمی مامون کے دروازے پر مظاہرہ اور مطالبہ کرنے لگے کہ تم نے دھوکے سے حمام میں بھیج کر فضل کو قتل کرایا ہے ہم اس کے خون کا عوض لیں گے۔

مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا، یا سیدی! آپ زحمت فرمائیں اور اس مجمع کو منتشر فرمائیں۔ یاسر کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام اپنی سواری پر سوار

ہوئے اور مجھے بھی ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ جب ہم دروازے سے نکلے تو حضرت امام رضاؑ نے اُس مجھ پر نظر ڈالی، وہ لوگ آگ لیے ہوئے تیار تھے کہ مامون کے دروازے کو آگ لگائیں گے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجمع سے فرمایا کہ منتشر ہو جاؤ۔ یہ حکم پاتے ہی سب منتشر ہو گئے۔ یا سر کا بیان ہے کہ خدا کی قسم لوگ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ اور آپ نے جس کو چلے جانے کا حکم دیا، وہ فوراً ہی سواری کو ایڑ لگا کر روانہ ہو گیا کوئی بھی وہاں نہیں ٹھہرا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۶۴-۱۵۹)

• ابن قولویہ نے کلینی سے انھوں نے علی ابن ابراہیم سے اور انھوں نے یاسر خادم سے معمول سے اختلاف کے ساتھ قریب قریب اسی کے مثل روایت بیان کی ہے۔

(ارشاد شیخ مفید ص ۲۹۵-۲۹۴) (الکافی جلد ۱ ص ۲۹۱-۲۹۰)

⑥ — آپ حکومت کریں میں دعا کروں

محمد بن ابی عبادہ سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے۔ جب فضل بن سہل کا کام تمام ہوا اور وہ قتل ہو گیا، تو مامون روتا ہوا حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا، اے ابوالحسن! اب اس وقت ہمیں آپ کی ضرورت ہے۔ اب آپ حکومت کا انتظام سنبھالیں اور میری مدد فرمائیں: آپ نے ارشاد فرمایا، اے امیر المومنین! سلطنت کا انتظام تو آپ ہی کریں البتہ میری دعا، آپ کے ساتھ ہے۔ جب مامون چلا گیا۔ تو میں نے حضرت امام رضاؑ سے عرض کیا کہ امیر المومنین نے آپ سے انتظام سنبھالنے کے لیے کہا تو آپ نے انکار کیوں فرمایا؟ آپ کو اس میں کیا پس و پیش ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، اے ہو تجھ پر مجھے اس حکومت سے کوئی لگاؤ نہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد آپ نے مجھے غمگین دیکھا تو فرمایا۔ تمہارا اس میں کیا فائدہ ہے۔ فرض کرو تمہارے کہنے کے مطابق اگر حکومت ادھر لپٹ بھی آئے تو تم کو تو اُس وقت بھی مجھے سے اتنا ہی ملے گا جتنا اخراجات کے لیے اب تمہارے ہاتھ میں ہے اور تم میں اور عام لوگوں میں کوئی فرق تو نہیں ہوگا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۶۴)

⑦ — بندہ نہ بالکل مجبور ہے نہ بالکل مختار

الابی نے اپنی کتاب ”نثر الدر“ میں تحریر کیا ہے کہ فضل بن سہل نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے مامون کے دربار میں سوال کیا، یہ فرمائیے کہ ”کیا بندے مجبور ہیں؟“

آپ نے فرمایا، خدا عادل ہے یہ ممکن نہیں کہ لوگوں سے جبراً گناہ کرائے اور پھر اس پر ان کو سزا دے۔ فضل نے کہا، اچھا تو پھر بالکل آزاد ہیں؟ آپ نے فرمایا، نہیں، اُس کی حکمت سے یہ بعید ہے کہ وہ اپنے بندے کو بالکل آزاد ناقہ بے ہمار بنا کر چھوڑ دے۔

⑧ _____ مامون کے دربار میں ایک نصرانی پیش کیا گیا جو ایک ہاشمیہ سے مرتکب جرم ہوا تھا۔ مامون کو اُس پر طیش آیا مگر جب نصرانی نے اُس کو بید طیش میں دیکھا تو ڈر اور خوف کی وجہ سے کہہ دیا کہ میں اسلام لایا اور مسلمان ہو گیا۔ مامون نے فقہائے دربار سے دریافت کیا کہ اب اس کے بارے میں کیا حکم شریعت ہے؟ انھوں نے کہا کہ اس کے اسلام لانے سے پہلے کے سارے گناہ معاف۔ اس کے بعد مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے یعنی شریعت کا کیا حکم ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ اُس نے جب یہ دیکھا کہ خطرہ سامنے ہے تو ڈر کے مارے اسلام قبول کر لیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ: **فَلَمَّا رَأَوْا بَاسَنَا قَالُوا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَاسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُوْنَ ۝** (سورۃ المؤمن آیت ۸۵-۸۴)

ترجمہ آیت ”پھر جس وقت انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے، اب ہم خدائے یکتا پر ایمان لائے اور جن چیزوں کو اُس کا شریک بنایا کرتے تھے اب ہم ان سب سے منکر ہو گئے۔ مگر جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکیں گے تو اللہ کے اس قاعدے کے مطابق جو اُس کے بندوں میں جاری رہا ہے، ان کا ایمان لانا ان کو کوئی فائدہ نہ پہونچائے گا اور کافروں کو وہاں گھاٹے ہی میں رہیں گے۔“

⑨ _____ عمرو بن مسعدہ کا بیان ہے کہ مجھے مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس بھیجا تاکہ میں اُنہیں بتاؤں کہ اس کتاب کے متعلق جو بجز و تقریظ لکھی گئی ہے مجھے کیا حکم ملے چنانچہ میں نے آپ کو بتایا تو آپ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا، اے عمرو! جس شخص نے رسولؐ کی طرف انتساب کی وجہ سے لیا ہے اُس کو رسولؐ ہی کی نسبت کی وجہ سے دینا بھی چاہیے۔

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۱۴۲)

⑩ _____ عفو کرنے سے عزت بڑھتی ہے

الابی کا بیان ہے کہ مامون کے دربار میں ایک شخص کو حاضر کیا گیا۔ مامون نے

چاہا کہ اس کی گردن زردنی کا حکم دے۔ امام رضا علیہ السلام وہاں موجود تھے: مامون نے دریافت کیا، اے ابوالحسن! آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ اس کو معاف کر دیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی عزت میں اضافہ ہی کرے گا۔ یہ جواب سن کر مامون نے اس کو معاف کر دیا۔
(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۱۴۳)

⑪ حضرت علیؑ قسیم الجنة والنار کیونکر ہیں

ایک مرتبہ مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا۔ اے ابوالحسن! یہ تو بتائیے کہ آپ کے جدِ بزرگوار حضرت علیؑ قسیم الجنة والنار کیسے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا، یا امیر المومنین! کیا آپ نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے آباؤ سے یہ روایت نہیں بیان کی ہے کہ انھوں نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ علیؑ کی محبت ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے: مامون نے کہا جی ہاں۔ امام علیؑ نے فرمایا، پس اس طرح انھوں نے جنت و جہنم کو تقسیم کر دیا۔
مامون نے کہا، اے ابوالحسن! آپ کے بعد اللہ سہیں باقی نہ رکھے۔ سچ ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وارثِ علمِ رسولؐ ہیں۔

ابوالصلت بیرونی کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام مامون کے پاس سے اپنے گھر واپس تشریف لائے تو میں آپ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا، فرزندِ رسول! آپ نے امیر المومنین کو کتنا اچھا جواب دیا: آپ نے ارشاد فرمایا، اے ابوالصلت وہ جس حیثیت کا تھا اسی طرح کامیں نے اُسے جواب بھی دیا۔ ویسے میں نے اپنے پدرِ بزرگوار سے اور انھوں نے اپنے آباؤ سے اور انھوں نے حضرت علیؑ سے یہ حدیث سنی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ مجھ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”اے علیؑ تم بروزِ قیامت قسیم الجنة والنار ہو گے اور جہنم سے کہو گے لے یہ تیرا حصہ ہے اور یہ میرا حصہ ہے۔“

(کشف الغمہ جلد ۳ ص ۱۴۴)

⑫ وارثِ کتاب کون ہیں

ریان بن صلت سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام مامون کے دربارِ مقامِ مرو میں تشریف لے گئے۔ وہاں بہت سے علمائے عراق و خراسان بھی جمع تھے۔ مامون نے ان علماء سے کہا، آپ حضرات ہمیں اس آیت کا مطلب بتائیں کہ اس سے مراد کون لوگ ہیں۔ وہ آیت یہ ہے: ”ثُمَّ أَوْسَرْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ“

اَصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا - (سورہ فاطر آیت ۲۲)

ترجمہ آیت: ”پھر ہم نے کتاب کا وارث اُن لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کیا۔“
 علماء نے کہا، اس سے مراد اللہ نے ساری اُمتِ محمدیؐ کو لیا ہے: مامون، حضرت
 امام رضا علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور بولا۔ یا ابوالحسن! آپ کیا فرماتے ہیں؟
 حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، یہ لوگ جو کہتے ہیں وہ ہم نہیں کہتے
 بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے اس سے مراد رسولؐ کی عترتِ طاہرہ کو لیا ہے۔ اور پھر اس پر آپ نے
 مختلف آیاتِ قرآنی اور روایات سے دلیل پیش فرمائی: تو مامون و نیز تمام علماء بول اُٹھے کہ اے
 اہل بیتِ نبوتؑ آپ حضرات کو اللہ تعالیٰ ساری اُمتِ محمدیؐ کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے،
 واقعاً جو باتیں ہمارے نزدیک مشتبہ ہوتی ہیں اُن کی شرح و تفسیر ہم آپ حضرات کے سوا کہیں اور
 نہیں پاتے۔
 (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۸)

⑬ امام کا علماء سے مناظرہ

حسن بن محمد نوفلی ہاشمی کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام، مامون
 کے پاس تشریف لائے تو مامون نے فضل بن سہل کو حکم دیا کہ تمام مباحثہ کرنے والے مثلاً جاثلیق
 راس الجالوت، صابئین کے رؤسا، ہر بڑا کبر، اصحابِ زردشت و نسطاس رومی اور متکلمین
 کو جمع کرو تاکہ امام رضا علیہ السلام اور اُن لوگوں کی گفتگو اور بحث سُنی جائے۔ بموجب حکم فضل بن
 سہل نے سب کو جمع کیا اور مامون کو اُن کے جمع ہونے کی اطلاع دی۔ مامون نے کہا، اچھا ان سب
 کو میرے پاس لاؤ۔ جب سب حاضر دربار ہوئے تو مامون نے اُن سب کو مرحبا اور خوش آمدید
 کہا، اور ان سے بولا۔

میں نے آپ لوگوں کو ایک امرِ نیک کے لیے جمع کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ میرے
 ایک چچا زاد بھائی مدینے سے میرے پاس تشریف لائے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ ان سے
 مناظرہ اور مباحثہ کریں۔ لہذا کل صبح سویرے ہی ہمارے پاس آجائیں کوئی غیر حاضر نہ ہو جائے۔
 اُنھوں نے ہر چشم قبول کیا اور کہا یا امیر المومنین ہم سب کل صبح ہی حاضر ہو جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔
 حسن بن نوفلی کا بیان ہے کہ ادھر ہم حضرت امام رضا علیہ السلام سے مصروف
 گفتگو تھے کہ یاسر خادم حاضر خدمت ہوا جس کو مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت پر
 مامور کیا تھا۔ اُس نے عرض کیا، یا سیدی! امیر المومنین نے آپ کو سلام عرض کیا ہے اور یہ کہا ہے
 کہ آپ کا بھائی آپ پر قربان، ہمارے پاس مختلف مذاہب کے کچھ علماء اور متکلمین آئے ہوئے ہیں

اگر آپ ان سے گفتگو کرنا پسند فرمائیں تو کل صبح شریف لائیں اور اگر آپ ان سے گفتگو کرنا ناپسند فرمائیں تو زحمت نہ فرمائیں۔ اگر آپ چاہیں تو ہم سب ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ ہمارے آنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، امیر المؤمنین سے میرا سلام کہو اور یہ کہہ دو کہ ہمیں معلوم ہے کہ تمہارا کیا ارادہ ہے۔ ہم کل صبح انشاء اللہ تعالیٰ خود وہاں آئیں گے۔

حسن بن محمد نوفلی کا بیان ہے کہ جب یاسر واپس چلا گیا تو حضرت امام رضا علیہ السلام میری متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے نوفلی! تم عراق کے رہنے والے اور عراقی لوگوں میں رقت ہوتی ہے غفلت نہیں ہوتی۔ جانتے ہو کہ تمہارے ابن عم نے ہمارے لیے یہ جواہل شرک و مناظرین کو جمع کیا ہے ان کا کیا مقصد ہے؟ میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، وہ آپ کا امتحان لینا چاہتا ہے، اور یہ جاننا چاہتا ہے کہ آپ کا مبلغ علم کیا ہے۔ مگر اس کے لیے اُس نے یہ اپنی عمارت سُست اور کمزور بنیاد پر تعمیر کی ہے۔ اور خدا کی قسم اُس نے جو کچھ کیا غلط کیا ہے: آپ نے دریافت فرمایا کس بنیاد پر اُس نے یہ منصوبہ بنایا ہے؟ میں نے عرض کیا، بات یہ ہے کہ اصحاب کلام اور اہل بدعت تو علماء کے خلاف ہیں۔ اس لیے کہ علماء تو صرف اُن ہی باتوں سے انکار کرتے ہیں جو انکار کے لائق ہیں لیکن یہ اصحاب مقالات، مشکائین، اہل شرک، اہل کفر اور اہل بہتان، ان کا تو کوئی ٹھیک نہیں ان کے سامنے اگر اللہ کی وحدانیت کی دلیلیں پیش کی جائیں تو وہ کہیں گے کہ ہاں درست ہے۔ اللہ ایک ہی ہے اور جب کوئی یہ کہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ تو وہ فوراً کہیں گے کہ آپ ان کی رسالت ثابت کیجیے۔ اور اسی میں وہ آدمی کو پریشان کر دیتے ہیں۔ وہ غریب دلیل پر دلیل دیتا ہے اور یہ سب اس کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بالآخر وہ بیچارہ چپ ہو جاتا ہے۔ لہذا میں آپ پر قربان آپ ان لوگوں کے ساتھ مباحثے سے پرہیز فرمائیں۔

راوی کا بیان ہے کہ میری یہ بات سُن کر آپ نے تبسم فرمایا، اور پھر کہا اے نوفلی! کیا تمہیں اس کا خوف ہے کہ وہ میری دلیلوں کو کاٹ کر مجھے لا جواب کر دیں گے؟ میں نے کہا، نہیں خدا کی قسم مجھے آپ سے یہ ڈر نہیں کہ آپ ان کے سامنے لا جواب ہو جائیں گے۔ بلکہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ آپ کو اُن پر فتیاب فرمائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

پھر آپ نے فرمایا، اے نوفلی کیا تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ مامون کب اپنے اس منصوبے پر نام ہوگا؟ میں نے کہا، جی ہاں، آپ نے فرمایا جب وہ میری دلیلوں کو اہل توریت کے سامنے توریت سے سُنے گا، اہل انجیل کے سامنے انجیل سے۔ اہل زبور کے سامنے زبور سے۔ صابین کے سامنے عبرانی زبان میں اہل ہر ابدہ کے سامنے ان کی فارسی زبان میں اہل روم کے

سامنے اُن کی رومی زبان میں بلکہ ان تمام مباحثہ کرنے والوں سے اُن ہی کی زبانوں میں بحث کو سُننے گا اور یہ دیکھے گا کہ میں اُن لوگوں میں سے ہر ایک کی دلیلیں کاٹ کر پھر اپنے مقصد پر آگیا ہوں تب اُسے معلوم ہو جائے گا کہ جس مقام پر وہ بیٹھا ہے اُس کا مستحق نہیں ہے پھر اُس کو شرمندگی و ذلت ہوگی۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ (اور نہیں ہے کوئی قوت و طاقت مگر خدائے بزرگ و برتر کی عطا کردہ)۔

الغرض جب صبح نمودار ہوئی تو فضل بن سہل حاضر خدمت ہوا اور عرض کی کہ میں آپ پر قربان آپ کے ابنِ عم آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور تمام حضرات جمع ہیں۔ وہاں تشریف لیجانے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم چلو، میں انشاء اللہ وہیں آ رہا ہوں۔ اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام نے نماز کے لیے وضو فرمایا اور ستو کا شربت نوش فرمایا اور ہمیں پلایا اور مامون کے دربار میں جانے کے لیے بیت الشرف سے برآمد ہوئے ہم بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ جب مامون کے دربار میں پہنچے تو دیکھا کہ سارا دربار لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ محمد بن جعفر طالبین اور ہاشمیتین کی جماعت میں بیٹھے ہوئے ہیں اور تمام سردارانِ حکومت بھی دربار میں موجود ہیں۔

مامون نے جیسے ہی آپ کو دیکھا، تعظیماً کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی محمد بن جعفر اور تمام بنی ہاشم بھی کھڑے ہو گئے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام مامون کے قریب تشریف فرما ہوئے اور یہ لوگ جب تک ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں ملا، کھڑے رہے۔ پھر کچھ دیر تک مامون حضرت امام رضا علیہ السلام کی جانب متوجہ رہا اور آپ سے گفتگو میں مصروف رہا، اس کے بعد کے وہ جاثلیق کی طرف ملتفت ہوا اور کہا۔ اے جاثلیق! یہ میرے ابنِ عم علی ابنِ موسیٰ بن جعفر ہیں۔ یہ ہمارے نبی اکرمؐ کی دختر، فاطمہ زہرا اور علی ابن ابی طالبؑ کی اولاد ہیں۔ میں چاہتا ہوں تم ان سے انصاف کے ساتھ مکالمہ اور مباحثہ کر لو۔

جاثلیق نے کہا، یا امیر المؤمنین! میں ان سے کیا مباحثہ کروں۔ جو دلیل بھی پیش کریں گے وہ اُسی کتاب سے ہوگی جس کے ہم منکر ہیں اور ایسے نبی کے اقوال پیش کریں گے جن کو ہم نہیں مانتے: امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے نصرانی! اگر میں تیرے سامنے انجیل سے دلائل پیش کروں تو کیا تو اقرار کرے گا؟ جاثلیق نے کہا، ہماری کیا مجال ہے کہ جو انجیل کہے اور ہم اس کو نہ مانیں۔ ہاں خدا کی قسم ہم اسے تسلیم کریں گے خواہ وہ ہمارے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

پھر امام رضا علیہ السلام نے اس کے سامنے انجیل کے بعض حصوں کی تلاوت

کی اور یہ ثابت کیا کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ اس میں موجود ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ کے حواریوں کی تعداد بتائی، ان کے حالات بیان فرمائے اور اس کے علاوہ بہت سی دلیلیں پیش کیں کہ جن کا اُس نے اقرار کیا۔ اس کے بعد آپ نے اُس کے سامنے شعیا وغیرہ کی کتاب کی تلاوت فرمائی، یہاں تک کہ جاثلیق نے لاجواب ہو کر کہا، اچھا اب آپ سے کوئی دوسرے صاحب سوال کریں گے۔ حضرت عیسیٰ مسیح کی قسم مجھے تو یہ وہم و گمان بھی نہ تھا مسلمان علماء میں آپ جیسے عالم بھی ہو سکتے ہیں۔

پھر آپ اس الجالوت کی طرف متوجہ ہوئے اور اُس کے سامنے توریت و زبور اور کتاب شعیا و حنیف سے دلائل پیش کیے، یہاں تک کہ اُس نے بھی آپ کے علم و بیان سے مرعوب ہو کر اپنی شکست تسلیم کر لی اور مزید گفتگو کرنے سے عاری ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے ہر بذاکر کو مخاطب کیا اور اُس کے سامنے بھی دلائل پیش کیے۔ وہ بھی لاجواب ہو کر شرمندہ ہو گیا۔

پھر آپ نے پورے مجمع کو خطاب کر کے فرمایا۔ اَیُّہَا النَّاسُ! اگر تم میں سے کوئی اسلام کا مخالف ہے اور کچھ دریافت کرنا چاہتا ہے تو وہ مجھ سے بلا تکلف سوالات کر سکتا ہے۔

⑫ — عمران صابی کا ایمان لانا

یہ سن کر عمران صابی کھڑا ہوا، جو مشکئین میں سے تھا۔ اُس نے کہا اے عالم زمانہ! اگر آپ نے مجھے دعوتِ سوال نہ دیا ہوتا تو میں آپ سے کوئی سوال نہ کرتا۔ میں کوفہ یجرہ شام اور الجزار و دیگر مقامات پر گیا اور وہاں کے مشکئین سے گفتگو کی مگر ان سے کوئی ایک بھی یہ ثابت نہ کر سکا کہ اللہ وحدہ لا شریک ہے۔ کیا اجازت ہے کہ میں آپ سے سوال کروں؟ آپ نے ارشاد فرمایا، اگر اس مجمع میں عمران صابی ہے تو وہ تو ہے: اُس نے کہا، جی ہاں، میں ہی عمران صابی ہوں: آپ نے فرمایا، اچھا اے عمران سوال کرو مگر گفتگو میں انصاف اور سنجیدگی سے کام لینا، اور بیہودہ گوئی سے احتیاط کرنا: اُس نے عرض کیا: یا سیدی! واقعاً میرا مقصد بحث نہیں بلکہ حقیقت سے آگاہ ہونا ہے لہذا آپ کوئی ایسی دلیل پیش فرمائیں جو میرے دل میں اُتر جائے: آپ فرمایا، اچھا جو چاہو سوال کرو۔

اس اجتماع میں کافی اضافہ ہو چکا تھا جس کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اُس کے سامنے دلیل پیش کی، گفتگو

• انے مباحثے کے تفصیل کیلئے کتاب عیون اخبار الرضا جلد ۱ صفحہ ۱۵۶ تا ۱۷۱، ملاحظہ فرمائیں۔
حسن بن محمد نوفلی کا بیان ہے کہ مجمع میں جتنے متکلمین موجود تھے جب انھوں نے
عمران صابی جیسے مناظر 'جس کو آج تک کوئی شخص اپنی دلیلوں سے قائل نہ کر سکا تھا' جب یہ کہتے
ہوئے سنا تو کسی میں ہمت نہ ہوئی کہ بحث کے لیے حضرت امام رضا علیہ السلام کے قریب آتا۔
اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام سے کسی نے کوئی سوال نہ کیا۔ اب شام ہو چکی تھی، لہذا
مامون اور امام رضا علیہ السلام دربار سے اٹھ کر اندر چلے گئے اور دیگر افراد بھی اپنے اپنے گھروں
کو واپس چلے گئے۔ میں اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ محمد بن جعفر نے مجھے
آدمی بھیج کر بلایا اور مجھ سے کہا، اے نوفلی! دیکھا تم نے کہ تمھارے دوست نے کیسی کیسی دلیلیں
پیش کر کے سب کو لاجواب کر دیا۔ خدا کی قسم میرے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ علی ابن موسیٰ اس قدر
علم میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ مجھے تو اب تک ان کی صحیح معرفت ہی نہ تھی۔ کیا یہ مینے میں بھی اسی طرح
مناظرے اور مباحثے کرتے تھے اور متکلمین و مناظرین ان کے پاس آیا کرتے تھے؟ میں نے کہا
ہاں، کبھی کبھی حاجی لوگ بھی آیا کرتے تھے اور اپنے اپنے مسائل دریافت کیا کرتے تھے اور آپ ان
سب کو اطمینان بخش جواب دیا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی کوئی بحث و مباحثے کے لیے بھی آجاتا تھا۔
محمد بن جعفر نے کہا، اے ابو محمد! مجھے تو ڈر ہے کہ ان سے یہ شخص (مامون) حسد کرنے

لگے لگا۔ پھر یا تو زہر دے کر شہید کرے گا ورنہ کوئی اور بلا نازل کرے گا۔ لہذا ان کو مشورہ دو کہ بس جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا، آئندہ اس طرح کے بحث و مناظرے سے اجتناب کریں اور خاموش رہیں۔ میں نے کہا وہ میرا مشورہ ہرگز قبول نہ فرمائیں گے۔ اور اُس شخص کا (مامون کا) مقصد تو یہ تھا کہ وہ ان کا امتحان لے اور دیکھے کہ ان کے آباء کے علوم میں سے کچھ ان کے پاس بھی ہے یا نہیں: محمد بن جعفر نے کہا کہ تم جا کر یہ کہو کہ تمہارے چچا کو یہ پسند نہیں اور چاہتے ہیں کہ آئندہ تم مصلحتاً اس طرح کے بحث و مناظرے سے احتیاط رکھو اور خاموش رہو۔

اب جب میں وہاں سے پلٹ کر حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس گیا اور محمد بن جعفر نے جو کچھ کہا تھا وہ سب بیان کیا، تو آپ مسکرائے اور فرمایا: اللہ میرے چچا کو سلامت رکھے۔ اگر وہ مجھ کو پہچان گئے ہوتے تو کبھی اس کو ناپسند نہ کرتے۔ اور فرمایا: اے غلام جا کر عمران صابی کو لے آ۔ میں نے کہا، میں آپ پر قربان (شاید اس کو گھر نہ معلوم ہو) اس کا جلے قیام مجھے معلوم ہے۔ وہ شیعوں میں سے ایک کے مکان میں مقیم ہے: آپ نے فرمایا، کوئی حرج نہیں اس کے لیے سواری لے جاؤ۔ پس میں جا کر عمران کو بلا لایا۔ آپ نے اُس کی آمد پر مرحبا اور خوش آمدید کہا آپ نے ایک خلعت منگا کر پہنائی اور دس ہزار درہم اس کو عطا فرمائے۔

میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان آپ نے تو بالکل وہی کام کیا ہے جو آپ کے جد حضرت امیر المومنین کیا کرتے تھے: آپ نے فرمایا، ایسا کرنا واجب تھا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ رات کے طعام کے لیے دسترخوان بچھایا جائے: آپ نے مجھے اپنی داہنی جانب اور عمران کو بائیں جانب بٹھایا۔ جب ہم طعام سے فارغ ہوئے تو عمران سے فرمایا، اب جاؤ۔ کل صبح آنا، ہم تم کو مدینہ کا کھانا کھلائیں گے۔

اس کے بعد عمران کے پاس متکلمین اور مناظرین آیا کرتے اور وہ ان کی ہر بحث کو رد کر دیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ لوگ اُس سے بحث کرنے سے اجتناب کرنے لگے۔ پھر مامون نے بھی اُس کو دس ہزار درہم دیے اور فضل نے بھی اُس کو کچھ مال دیا۔ اور امام رضا علیہ السلام نے اس کو صدقاتِ بلخ کا والی بنا دیا اور وہ خوشحال ہو گیا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۵۲ تا ۱۵۸)

سیمان مرزوی سے مناظرہ

(۱۵)

حسن بن محمد نوفلی سے یہ بھی روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سلیمان مرزوی متکلم خراسان، مامون کے پاس آیا۔ مامون اُس کے ساتھ بہت اکرام و احترام سے پیش آیا اور کہا کہ میرے چچا زاد بھائی علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام حجاز سے ہمارے پاس آئے ہوئے ہیں۔

وہ اور ان کے اصحاب بحث مباحثہ کو بہت پسند کرتے ہیں۔ مناسب ہے کہ آپ ان سے مناظرے مباحثے کے لیے یوم ترویہ یعنی ۸ رذی الحجہ کو ہمارے پاس آجائیں: سلیمان نے جواب دیا۔ یا امیر المومنین مجھے یہ پسند نہیں کہ ان جیسے شخص سے آپ کے دربار میں تمام بنی ہاشم کے سامنے میں کچھ سوال کروں، اور گفتگو میں قوم کے سامنے ان کی کمزوری عیاں ہو اور میں اپنی تحقیق ان کو بتاؤں: مامون نے کہا، میں نے تو تمہاری طرف اس لیے رجوع کیا ہے کہ تمہاری علمی قابلیت مجھے معلوم ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم فقط ایک ہی دلیل سے انہیں لاجواب کر دو۔ اُس نے کہا، بہتر ہے، یا امیر المومنین! پھر آپ میری اور ان کی ملاقات کرائیں اور یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دیں۔

اس کے بعد مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے رجوع کیا اور کہلا بھیجا کہ مرو سے میرے پاس ایک شخص آیا ہے اور وہ خراسان کے سارے متکلمین میں واحد یکتا ہے۔ اگر مناسب ہو تو تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمائیں۔

یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام وضو کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے ہم سے فرمایا، تم سب پہلے ہی پہنچ جاؤ۔ لہذا ہم دربار کی طرف روانہ ہوئے۔ عمران صابی بھی ہمارے ساتھ تھا۔ جب وہاں پہنچے تو یاسر اور خالد نے میرا ہاتھ پکڑا اور دربار میں لے گیا میں نے مامون کو سلام کیا، اُس نے کہا میرے ابن عم ابوالحسن کہاں ہیں اللہ ان کو سلامت رکھے: میں نے کہا آنحضرت لباس تبدیل فرما رہے ہیں۔ آپ نے ہم سے فرمایا تھا کہ تم سب چلو میں بھی آتا ہوں: پھر میں نے کہا یا امیر المومنین! آپ کا غلام عمران بھی ہمارے ساتھ ہے اور وہ دروازے پر کھڑا ہے: مامون نے پوچھا، کون عمران؟ میں نے کہا وہ صابی جو آپ کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا: مامون نے حکم دیا، اُس کو بھی بلالو۔ جب وہ آیا تو مامون نے اُس کو مرجسا کہا۔ اور کہا، اے عمران! اب تو تم بھی بنی ہاشم کے ایک فرد ہو گئے: اُس نے کہا، یا امیر المومنین! اُس خدا کا شکر ہے جس نے آپ حضرات کی وجہ سے مجھے یہ شرف بخشا: مامون نے کہا، اے عمران! یہ سلیمان مرزوی متکلم خراسان ہیں: عمران نے کہا، جی ہاں یا امیر المومنین! ان کا خیال ہے کہ یہ خراسان کے سب سے بڑے متکلم اور عالم ہیں مگر عقیدہ بداء کے منکر ہیں: مامون نے کہا، پھر ان سے مناظرہ کر کے دیکھ لو: عمران نے کہا، یہ تو ان ہی پر منحصر ہے مجھے انکار نہیں۔

اسی دوران حضرت امام رضا علیہ السلام تشریف لے آئے اور دریافت فرمایا ابھی آپ لوگ کیا گفتگو کر رہے تھے؟ عمران نے عرض کیا، فرزند رسول! یہ سلیمان مرزوی ہیں۔ سلیمان نے کہا، اے عمران! کیا تم اس پر راضی ہو کہ حضرت ابوالحسن سے گفتگو کی جائے: عمران نے

جواب دیا۔ ہاں ہاں، حضرت ابوالحسن علیہ السلام جو کچھ عقیدہ بدار پر ارشاد فرمائیں گے وہ مجھے بسر و چشم منظور ہے۔

پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے مسائلِ توحید میں سے عقیدہ بدار اور ارادۂ باری تعالیٰ پر ایسی ایسی دلیلیں پیش کیں کہ سلیمان خاموش ہو گیا اور اُسے جواب کی جرأت نہ ہوئی: مامون نے کہا: اے سلیمان! تمہیں معلوم ہے یہ بنی ہاشم کے سب سے بڑے عالم ہیں؟ گفتگو ختم ہو گئی اور سب لوگ اٹھ کر چلے گئے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مامون کو حضرت امام رضا علیہ السلام سے آپ کے علم و فضل اور قدر و منزلت کی وجہ سے حسد پیدا ہو گیا تھا اسی لیے وہ مختلف ادیان اور فرقوں کے مشکاتین کو تلاش کر کے بلاتا اور ان سے مناظرہ کراتا تھا تاکہ وہ کسی سے اپنی شکست تسلیم کر لیں۔ مگر جو بھی آتا وہ آپ کے علم و فضل کا اقرار کر کے جاتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے کلمے کو بند رکھے گا اپنے نور کو اتمام کی منزل تک پہنچائے گا اور اپنی حجت کی مدد کرے گا۔ اور یہ وعدہ اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ:

إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ
يَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ۝ (سورة المؤمن آیت ۵۱)

ترجمہ آیت: ”ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دُنوی زندگی میں بھی ضرور مدد کرتے ہیں اور اُس دن بھی جب گواہیاں پیش ہوں گی۔“

اس آیت میں وَالَّذِينَ آمَنُوا سے مراد ائمہ طہارین علیہم السلام اور ان کے متبعین اور ان کی معرفت رکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد ان کے مخالفین کے مقابلے میں دلائل کے ساتھ کرتا رہے گا جب تک یہ لوگ دنیا میں ہیں اور اسی طرح وہ قیامت کے دن بھی ان کی مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۹۱ تا ۱۹۲)

۱۶ عصمت انبیاء پر مناظرہ

قاسم بن محمد برمکی نے ہروی سے روایت کی اس کا بیان ہے کہ جب مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے مناظرے کے لیے تمام مسلم و غیر مسلم متکلمین و مناظرین پہنچا دیے و زبانی و محوس و صائبین وغیرہ کو جمع تو ان میں سے جو بھی بحث کے لیے کھڑا ہوتا آپ اس کی دلیل اسی کے گلے میں ڈال دیتے۔

اسی سلسلے میں علی بن محمد بن الجہم کھڑا ہوا اور بولا، فرزند رسول! کیا آپ عصمت

انبیاء کے قائل ہیں؟ آپ نے فرمایا، ہاں : اُس نے کہا، مگر آپ قرآن کی اس آیت کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ :-

”وَعَصَىٰ آدَمَ رَبَّهُ فَخَوَىٰ“ (سورہ طہ آیت ۱۲۱)

آپ نے اس سلسلے میں جو کچھ اُس نے کہا ان سب کا جواب اس قدر مؤثر انداز میں دیا کہ علی بن محمد بن الجہم رونے لگا۔ اور کہا، فرزندِ رسول! میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں کہ میں آئندہ انبیاء کرام کے متعلق وہی کہوں گا جو آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۹۱ تا ۱۹۵)

۱۷۔ مامون اور عصمتِ انبیاء کے متعلق سوالات

حمدان بن سلیمان نے علی بن محمد بن الجہم سے روایت کی ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ مامون کا دربار بھرا ہوا تھا اور وہاں حضرت امام رضا علیہ السلام بھی موجود تھے تو مامون نے آپ سے ان تمام احادیث و روایات کے متعلق دریافت کیا جن سے انبیاء کے غیر معصوم ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ آپ نے ان سب کا جواب دیا۔ اور مامون آپ کا جواب سن کر کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ واقعاً فرزندِ رسول اور وارثِ علمِ رسول ہیں۔ کبھی کہتا کہ فرزندِ رسول آپ کا خدا بھلا کرے، کبھی کہتا، یا ابوالحسن! اللہ آپ کے علم میں اور اضافہ فرمائے، کبھی کہتا، یا ابوالحسن! آپ کو اللہ اپنے انبیاء کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

جب آپ اُس کے تمام سوالات کا جواب دے چکے تو مامون نے کہا، فرزندِ رسول آج آپ نے میرے دل کو شفاء بخشی اور جو چیزیں مشتبہ تھیں ان سب کو واضح فرمادیا اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے انبیاء اور اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

علی بن محمد بن الجہم کا بیان ہے۔ پھر مامون نماز کے لیے اٹھا اور محمد بن جعفر جو اُس وقت وہاں موجود تھے، کا ہاتھ پکڑا اور روانہ ہوا۔ میں بھی ان دونوں کے پیچھے پیچھے تھا۔ مامون نے محمد بن جعفر سے پوچھا، تم نے اپنے بھتیجے کو کیسا پایا۔ انھوں نے کہا واقعاً عالم پایا، مگر ہم نے تو کبھی نہیں دیکھا کہ وہ کسی اہل علم کے پاس تحصیلِ علم کے لیے گئے ہوں : مامون نے کہا، تمہارا بھتیجا اہل بیتِ نبی میں سے ہے جن کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا ہے ”آگاہ رہو کہ میری غترت کے نیک لوگ اور میری نسل کے پاک لوگ بچپن میں سب سے زیادہ حلیم اور بڑے ہو کر سب سے زیادہ صاحبِ علم ہوتے ہیں تم ان کو علم سکھانے کی کوشش نہ کرنا۔ وہ خود ہی تم سب سے زیادہ صاحبِ علم ہیں۔ وہ تمہیں نہ کبھی ہدایت کے دروازے سے نکالیں گے اور نہ گمراہی کے دروازے میں داخل کریں گے۔“

پھر حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے گھر واپس آ گئے۔
 شیخ صدوق علیہ رحمۃ فرماتے ہیں کہ علی بن محمد بن الجہم ناصبی تھا اور اہلبیت
 سے بغض و عداوت رکھتا تھا، اُس سے یہ حدیث مروی ہے جو قابل حیرت ہے۔
 (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۱۹۵ تا ۲۰۴)

①۸ — حضرت امام رضا اور طلبِ باران

مفسر نے حضرت ابو محمد عسکری سے اُنھوں نے اپنے پدر بزرگوار سے اور اُنھوں
 نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ جب مامون نے علی بن موسیٰ رضا کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تو
 اُس سال بارش نہیں ہوئی۔ اور مامون کے بعض حاشیہ نشین اور حضرت امام رضا سے تعصب
 رکھنے والوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ دیکھو! جب سے علی ابن موسیٰ رضا آئے اور ولیعہد
 مقرر ہوئے اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں پر بارش روک دی۔ یہ باتیں مامون تک پہنچیں، تو
 اُس کو بہت گراں گذرا۔ اُس نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ بارش بالکل نہیں
 ہوئی، کاش آپ دعا فرماتے اور بارش ہو جاتی۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، اچھا۔

مامون نے کہا، پھر کب آپ دعا فرمائیں گے۔

یہ گفتگو جمعہ کے دن ہوئی: آپ نے فرمایا کہ دو شنبہ کو۔ اس لیے کہ شبِ
 گذشتہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس خواب میں تشریف لائے تھے آپ
 کے ساتھ حضرت علی امیر المومنین علیہ السلام بھی تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اے فرزند ذرا انتظار
 کرو دو شنبہ کے دن صحرائیں جاؤ اور بارش کے لیے دعا کرو اللہ تعالیٰ پانی برسائے گا، اور یہ
 بھی فرمایا کہ یہ خواب تم سب پر ظاہر کرو تا کہ جو لوگ تم سے ناواقف ہیں ان کو پتہ چل جائے کہ اللہ کے
 نزدیک تمھاری کیا قدر و منزلت ہے۔

الغرض جب دو شنبہ کا دن آیا تو آپ صحرائیں تشریف لے گئے۔ ہجومِ خلایق دیکھنے

کے لیے پہنچا۔ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور اس طرح دعا شروع کی۔

”اے اللہ! ہمارے پروردگار! تو نے ہم اہلبیت کو بڑا حق عطا فرمایا ہے اور

اسی لیے سب لوگ تیرے حکم کے مطابق ہمیں اپنا وسیلہ اور ذریعہ بنا کر تیرے

فضل و کرم کی امید رکھتے ہیں اور تجھ سے احسان و نعمت کی توقع رکھتے ہیں، لہذا تو

ان لوگوں کو سیراب کر دے ایسی بارش دے جو عام اور جلد ہونے والی ہو، غیر مضر

بھی ہو، لیکن یہ بارش اُس وقت شروع ہو جب یہاں سے سب لوگ چلے

جائیں یہاں تک کہ اپنے اپنے گھر اور اپنی اپنی منزلوں پر پہنچ جائیں۔“

راوی کا بیان ہے کہ اُس اللہ کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق

کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ یہ دُعا کرتے ہی فضاؤں میں بادل منڈلانے لگے گرج اور چمک شروع

ہو گئی۔ اور لوگ بارش سے بچنے کے لیے وہاں سے دوڑنے لگے۔ امام رضا علیہ السلام نے

ارشاد فرمایا، ابھی نہ جاؤ، اپنی ہی جگہ پر رہو کیونکہ یہ بادل تمہارے لیے نہیں ہے بلکہ فلاں شہر کے

لیے ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ بادل لوگوں کے سروں سے گزر گیا۔ پھر ایک دوسرا بادل گرج و چمک

کے ساتھ نمودار ہوا۔ لوگوں نے بھاگنا شروع کیا۔ آپ نے فرمایا، ابھی جانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ

یہ بادل بھی فلاں شہر والوں کے لیے ہے۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے بادل آتے اور سروں کو عبور

کرتے رہے یہاں تک کہ دس بار بادل اُٹھے اور ہر مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام یہی فرماتے

رہے کہ ابھی نہ جاؤ، یہ بادل تمہارے لیے نہیں ہے بلکہ فلاں شہر والوں کے لیے ہے۔

بالآخر جب گیارہواں بادل اُٹھا تو آپ نے فرمایا۔ ایتہا الناس! لو یہ بادل اللہ

نے تمہارے لیے بھیجا ہے اُس نے تم پر بھی کرم فرمایا، اُس کا شکر ادا کرو اور اپنے اپنے گھروں اور

اپنی اپنی منزلوں پر پہنچ جاؤ۔ بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے اطمینان سے چلے جاؤ، جب تک تم لوگ

اپنے گھروں تک نہیں پہنچ جاؤ گے یہ بادل یوں ہی تمہارے سروں پر منڈلاتا رہے گا۔ اس کے

بعد ہی برسے گا۔ یہ فرما کر آپ منبر سے اُترے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق وہ بادل اسی طرح سروں

پر منڈلاتا رہا۔ جب یہ لوگ اپنے گھروں کے قریب پہنچے تو بڑی بڑی بوندیں برسنے لگیں اور اتنی

بارش ہوئی کہ سارے گڑھے، تالاب، وادیاں اور صحرا پانی سے پُر باش نظر آنے لگے لوگ کہنے لگے

کہ مبارک ہو یہ فرزندِ رسولؐ کی وجہ سے اللہ کا کرم ہوا ہے۔

پھر حضرت امام رضا علیہ السلام برآمد ہوئے۔ سامنے بہت بڑا مجمع تھا۔ آپ نے

سب کو خطاب کر کے فرمایا۔ ایتہا الناس! جو نعمتیں اللہ نے تم کو دی ہیں اُن کے بارے میں اللہ

سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے گناہوں کی وجہ سے یہ نعمتیں چھن جائیں۔ ان نعمتوں اور بخششوں

پر اُس کا شکر ادا کر کے اور اُس کے احکام کی اطاعت کر کے ان نعمتوں کو ہمیشہ باقی رکھنے کے

کوشش کرو۔ اور یہ جان لو کہ اللہ پر ایمان لانے اور آلِ محمد کے حقوق کا اعتراف کرنے کے بعد

اللہ کا سب سے بہترین شکر، یہ ہے کہ تم اپنے برادرانِ ایمانی میں ایک دوسرے کی مدد اور اعانت

کرو جو ان کو جنت تک پہنچنے کے لیے بطور معبر اور پل کام دے گا، اور جو ایسا کرے گا وہ

اللہ کے مخصوص بندوں میں شمار ہوگا۔

چنانچہ اس سلسلے میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہی فرمایا، جو ایک کہنے والے کو کہنا چاہیے۔ آپ سے کہا گیا تھا کہ یا رسول اللہ! فلاں شخص ایسے ایسے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے وہ تو تباہ ہوا، اُس کی نجات تو نہ ہوگی :

آپ نے ارشاد فرمایا، نہیں، اُس کی نجات ہوگی۔ اور اُس کے اعمال کا اختتام نیکی پر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اُس کے گناہوں کو محو فرما دے گا اور ان کے بدلے اُس کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ شخص راستہ چل رہا تھا کہ اسے ایک مردِ مومن دکھائی دیا جس کی شرمگاہ کھلی ہوئی تھی۔ اُس بیچارے کو پتہ نہ تھا۔ اس نے بڑھ کر اُس کو ڈھانپ دیا اس خیال سے کہ اس مردِ مومن کو شرمندگی نہ ہو۔ اور اس شخص نے مردِ مومن سے کچھ نہیں کہا، مگر اُس کو راستہ چلتے ہوئے پتہ چل گیا، تو اُس نے اس شخص کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے ثواب میں اضافہ فرمائے، تیری بازگشت مکرم ہو، تجھ سے حساب کتاب کرنے میں اللہ تعالیٰ نرمی کرے۔ اللہ نے اُس مردِ مومن کی دعا اس کے متعلق قبول فرمائی ہے اور اُس مردِ مومن کی دعا کی بدولت اُس کا انجام بخیر ہوگا۔

چنانچہ رسول مقبولؐ کا یہ قول جب اُس گنہگار شخص تک پہنچا تو اُس نے توبہ کی اور اللہ کے احکام پر عمل کرنے لگا۔ اور ابھی سات دن بھی نہ گزرے تھے کہ مدینہ کی چراگاہ میں ڈاکہ زنی ہوئی۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ڈاکوؤں کے پیچھے ایک گروہ کو بھیجا جس میں یہ مرد گنہگار بھی تھا اور وہ اس میں شہید ہو گیا۔

حضرت امام محمد تقی ابن حضرت علی ابن حضرت موسیٰ علیہم السلام کا بیان ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی دعا کی برکت سے ملک میں خوشحالی آئی اور مامون کے رشتہ داروں میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو چاہتے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے عوض وہ خود ہی ولیعہد بن جائیں۔ نیز مامون کے دربار میں امام سے حسد کرنے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔ ان ہی میں سے کسی نے مامون سے کہا، اے امیر المومنین! خدا نہ کرے خلفاء کی تاریخ میں آپ وہ ہوں کہ جس نے اس قابلِ فخر اور شرف عام خلافت کو اولادِ عباس سے نکال کر اولادِ علیؑ میں پہنچا دی۔ آپ نے اپنی اور اپنے خاندان کی بنی ہوئی بات بگاڑ دی۔ آپ اس ساحر ابن ساحر کو خلافت میں لے آئے جو گنہگار میں تھا، آپ نے اس کو شہرت دلائی۔ یہ پست تھا آپ نے اسے بلند کیا۔ لوگ انہیں بھول چکے تھے، آپ نے یاد دلایا۔ اس کا کوئی وزن نہ تھا، آپ نے اس کو گمراہ بنا دیا۔ اور اس کی دعا سے یہ جو بارش ہو گئی تو ساری دنیا میں اس کی اور بھی دھوم مچ گئی۔ ہمیں تو سب سے زیادہ خوف اس کا ہے کہ یہ شخص حکومت کو بنی عباس سے نکال کر اولادِ علیؑ میں پہنچا دے گا۔

اور یہی نہیں بلکہ سب سے بڑا خوف یہ ہے کہ یہ آپ سے آپ کی حکومت چھین لے گا۔ مہلا کوئی اپنے اور اپنے ملک کے حق میں ایسی بھی غلطی کرتا ہے جیسی کہ آپ نے کی ہے۔ مامون نے کہا، کیا بتاؤں، یہ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ تھے اور درپردہ اپنی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔ میں نے چاہا کہ انہیں اپنا ولیعہد بنالوں تو بجائے اپنی طرف دعوت دینے کے، یہ ہماری طرف لوگوں کو بلائیں گے اور ہمارے ملک اور ہماری خلافت سے متعارف کرائیں گے اور ان کے معتقدین اور شیعہ انہوں کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ جس امر کا انہیں دعویٰ ہے وہ بات ان میں تھوڑی سی بھی نہیں ہے۔ اور واقعاً خلافت ہمارا حق ہے ان کا نہیں۔ نیز ہمیں ڈرتھا کہ اگر انہیں اسی حال پر چھوڑ دیا گیا تو کہیں یہ ایسا انقلاب نہ لے آئیں جس کا سد باب ہم سے نہ ہو سکے۔ اور ایسی مصیبت ہم نہ نازل کریں جو ناقابل برداشت ہو۔ اب تو جو ہم نے کرنا تھا وہ کر چکے، جو ہم سے غلطی ہونی تھی وہ ہو گئی، اب ان کے معاملہ کو کوئی اہمیت نہ دینا جائز نہیں بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی منزلت کو آہستہ آہستہ گھٹائیں اور رعایا کے سامنے انہیں اس شکل میں پیش کریں کہ رعایا سمجھ لے کہ خلافت کے اہل نہیں ہیں۔ پھر ہم ایسی تدبیر کریں کہ اس بلا و مصیبت کی جڑ کٹ جائے۔

اُس شخص نے کہا، اے امیر المومنین یہ کام آپ میرے حوالے کریں، میں اُن کے اور اُن کے اصحاب کے دانت کھٹے کر دوں گا۔ میں اُن کی قدر و منزلت کو ایسا گھٹا دوں گا کہ آپ بھی دیکھ لیں گے اور واقعاً اگر میرے دل میں آپ کا خوف نہ ہوتا تو میں بہت پہلے یہ کام کر چکا ہوتا۔ اور یہ جو اُن کی وجہ بارش ہوئی ہے اُس کا بھی نقص و قصور لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا۔ مامون نے کہا، میرے لیے اس سے اچھی اور کون سی بات ہوگی: اُس نے کہا کہ آپ اپنے ملک کے تمام سرداروں، قاضیوں، اور فقہائے روزگار کو جمع کریں۔ میں اُن سب کے سامنے اس کا نقص و قصور بیان کر دوں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد مامون نے اپنی رعایا میں سے افاضلین کو جمع کیا اور ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا جس میں حضرت امام رضا علیہ السلام کو افاضلین کے سامنے اُن کے مناسب مقام پر بٹھایا۔ اور اُس شخص نے امام رضا علیہ السلام کی بے حرمتی کرنے کے لیے اس طرح خطاب کرنا شروع کیا۔ ”اے علی بن موسیٰ! لوگ آپ کے بارے میں بہت کچھ بیان کرتے ہیں اور آپ کے اوصاف کو اس قدر بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں کہ اگر آپ انہیں سُنیں تو آپ خود بھی اُن سے برأت کا اظہار کریں گے۔ ان میں سے پہلی صفت تو یہ کہ آپ نے اللہ سے وعاری کی اور بارش ہو گئی۔ حالانکہ اس بارش کا وقت مقرر تھا۔ جب وہ وقت آگیا تو

بارش ہو گئی لیکن لوگوں نے اسے آپ کا معجزہ قرار دے دیا اور طے کر لیا کہ دنیا میں کوئی آپ کا مثل نظیر نہیں۔ حالانکہ یہ امیر المومنین، اللہ ان کو اور ان کے ملک کو سلامت رکھے، دنیا کے ہر شخص سے بہتر اور افضل ہیں۔ انھوں نے آپ کو اس مرتبے پر پہنچا یا ہے، آپ پر ان کا احسان ہے جس کا بدلہ یہ تو نہیں ہے کہ آپ جھوٹوں اور کاذبوں کو چھوڑ دیں کہ وہ آپ کی تعریف اور ان کے خلاف جھوٹی باتیں بیان کرتے پھریں۔

امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، سنو! اللہ تعالیٰ نے جو کرم و احسان مجھ پر فرمایا ہے اگر لوگ اُس کو بیان کرتے ہیں تو ان کو روکا نہیں جاسکتا، اگرچہ میں خود یہ نہیں چاہتا۔ اور تو نے جو یہ کہا کہ امیر المومنین نے مجھے اس عہدے پر فائز کیا، تو انھوں نے مجھے بالکل اسی طرح عہدے پر فائز کیا کہ جس طرح بادشاہِ مصر نے حضرت یوسفؑ کو عہدہ پر فائز کیا تھا (فرق صرف اتنا ہے کہ انھوں نے خود کہا کہ میں فلاں عہدے پر بہت عمدہ کام کر سکتا ہوں اور میں نے از خود کوئی عہدہ حاصل نہیں کیا بلکہ جبراً عہدہ دیا گیا۔) اور اس کی تفصیل بہ تمام و کمال تجھے خوب اچھی طرح معلوم ہے۔

یہ سن کر حاجب کو غصہ آگیا، اُس نے کہا، اے فرزندِ موٹنی! دیکھیے! آپ اپنی حد سے بڑھے جارہے ہیں۔ صرف اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے بارش کر دی جس کا ایک وقت مقرر تھا یہ اس سے پہلے بارش ہو سکتی تھی نہ اس کے بعد۔ اور آپ نے اس کو اپنا معجزہ بنا دیا تاکہ اس سے آپ کی شان بڑھ جائے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آپ نے حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کا معجزہ دکھا دیا ہے جو انھوں نے چڑیلوں کے سراپے ہاتھ میں لیکر ان کے جسم کے ٹکڑے مختلف پہاڑوں پر رکھ دیے اور پھر ہر ایک کو آواز دی تو وہ تیزی سے اُڑتے ہوئے اپنے اپنے سروں سے ملحق ہو گئے۔ اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو آپ اس قالین پر جو دوشیروں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں ان کو مجسم اور زندہ کر دیں اور ان سے کہیں کہ وہ مجھے بچاؤ کھائیں۔ تب میں سمجھوں گا کہ یہ معجزہ ہے ورنہ اس بارش کا تو وقت وہی مقرر تھا آپ کو یہ حق نہیں کہ یہ دعویٰ کریں کہ بارش آپ ہی کی دعا سے ہوئی۔ اُس وقت اگر کوئی انسان بھی دعا کرتا تو بارش کو ہونا ہی تھا۔

شیرِ قالین کا مجسم ہونا

اُس کی یہ بیہودگی سن کر حضرت علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کو غصہ آگیا اور قالین پر منقش شیر کی صورتوں کو حکم دیا۔ ”اٹھو اور اس فاجر و فاسق کو بچاؤ کھاؤ اور اس طرح کھا جائے کہ

اس کی ایک بوٹی بھی نہ باقی رہے۔

یہ حکم سنتے ہی اُن دونوں تصویروں نے ایک مرتبہ ہم بھرا اور محسّم شیروں کی شکل اختیار کر لی اور اُس بیہودہ گوجا جب پر جبت لگا کر حملہ آور ہوئے اور اس طرح اُس کی تیکہ بوٹی کر کے کھا گئے کہ جس طرح کا حکم امام تھا، یہاں تک کہ ہڈیاں بھی چبائیں اور خون تک چٹ کر گئے۔ مجمع حیران و ششدر اور سہما ہوا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

جب یہ دونوں شیر اس سے فارغ ہوئے تو حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر بولے۔ اے روئے زمین پر اللہ کے ولی! اب آپ کا کیا حکم ہے، اگر اجازت ہو تو اس مامون کو بھی اسی طرح صاف کر دیں جس طرح حاجب کو صاف کیا ہے۔

یہ سن کر مامون کو غش آگیا۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، نہیں۔ ٹھہر جاؤ وہ دونوں حکم امام کے منتظر رہے۔

پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ مامون پر عرق گلاب چھڑکا جائے اور خوشبو سنگھائی جائے۔ چنانچہ اُس پر عرق گلاب چھڑکا گیا اور وہ ہوش میں آگیا۔ پھر اُن شیروں نے پلٹ کر کہا کہ اگر اجازت ہو تو اس کو بھی اس کے ساتھی کے پاس پہنچا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں، اللہ کی مصلحت اسی میں ہے اور وہ پوری ہو کر رہے گی۔ اور حکم دیا، تم دونوں اپنی اصلی صورتوں پر پلٹ جاؤ۔ وہ دونوں قالین کی طرف پلٹے اور پھر تصویر بن گئے۔

اس کے بعد مامون نے سکون کی سانس لی اور کہا، شکر ہے اُس اللہ کا جس نے اس موذی حاجب حمید بن فہران (جس کو شیروں نے بچاؤ کر کھالیا تھا) سے ہمیں نجات دلائی۔ اور پھر وہ امام رضا علیہ السلام سے بولا۔ فرزندِ رسول! یہ حکومت آپ کے جد رسول اللہ کی تھی اور اب آپ کا حق ہے۔ آپ چاہیں تو میں حکومت چھوڑ دوں اور آپ سنبھال لیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو مجھے تجھ سے مانگنے کی ضرورت نہیں اللہ نے اپنی ساری مخلوق کو ہمارا مطیع بنایا ہے جیسا کہ تو نے ابھی ابھی دیکھا ہے کہ ان تصویروں نے میری کس طرح اطاعت کی۔ بس صرف چند جاہل انسان ہیں جو نافرمانی اور سرکشی پر تنہ ہوئے ہیں۔ اللہ کی اس میں بھی مصلحت ہے کہ ہمیں صبر کا حکم فرمایا کہ تم پر اعتراض نہ کریں۔ مگر تم نے جو اس سے کہلایا تھا کہ تم نے مجھ و لیجہد اور اپنا نائب بنایا ہے، تو یہ ایسا ہی ہے جیسے فرعون مصر کے نائب حضرت یوسفؑ تھے۔

راوی کا بیان ہے اس واقعہ کے بعد مامون بالکل سُست پڑ گیا اور اس نے حضرت امام رضاؑ کے متعلق وہ فیصلہ (زہر خورانی کا) کیا، جو آپ کو معلوم ہے (میں نے اسے بتا دیا)۔

شکریے کی اہمیت

(۱۹)

احمد بن عیسیٰ بن زید سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ مامون نے مجھے ایک شخص کے قتل کا حکم دیا۔ اُس بیچارے نے مجھ سے کہا کہ مجھے زندہ رہنے دیجیے۔ میں آپ کا شکر گزار رہوں گا۔

مامون نے کہا، تیری اور تیرے شکریے کی کیا حقیقت و اہمیت ہے۔؟
حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، اے امیر المومنین! خدا کا واسطہ کسی کے شکریے کے بعد تو اُسے معاف ہی کر دینا چاہیے۔ چاہے وہ شکریہ تمھاری نظریں بے حقیقت ہی کیوں نہ ہو۔
اس لیے کہ اللہ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ میرا شکریہ ادا کرو اور جب وہ شکر ادا کرتے ہیں تو انھیں معاف فرمادیتا ہے۔
(عبون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۲۵)

امام کے قتل کا ناکام منصوبہ

(۲۰)

ہرثمہ بن اعین سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں مامون کی مجلس میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے ملاقات کو گیا تو وہاں یہ افواہ تھی کہ حضرت امام رضا علیہ السلام وفات پا گئے ہیں مگر اس کی تصدیق نہیں ہوئی تھی۔ میں ملاقات کی غرض سے درِ دولت پر حاضر ہوا۔ صبح دہلی، مامون کے باوثوق غلاموں میں سے ایک غلام تھا۔ وہ حضرت امام رضا علیہ السلام کو بہت زیادہ دوست رکھتا تھا۔ میں نے ناگاہ دیکھا کہ وہی صبح اندر سے برآمد ہوا۔ جب اُس نے مجھے دیکھا تو بولا۔ اے ہرثمہ! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میں مامون کے ہر پوشیدہ و ظاہر باتوں کے لیے اس کا معتمد علیہ ہوں؟ میں نے کہا، ہاں مجھے معلوم ہے؟ اُس نے کہا۔ اے ہرثمہ! سنو! مامون نے مجھے اور مجھ ہی جیسے اپنے تئیں اور معتمد غلاموں کو رات کا ایک تہائی حصہ گزر جانے کے بعد بلایا۔ ہم لوگ پہونچے تو دیکھا کہ اتنی شمعیں روشن ہیں کہ رات گویا دن میں تبدیل ہو گئی ہے اور اس کے سامنے بہت سی برہنہ آبدار اور زہر آلود تلواریں رکھی ہوئی تھیں۔

اُس نے ہم میں سے ایک ایک غلام کو الگ الگ بلایا اور سب سے زبانی عہد و پیمان لیا۔ اُس جگہ ہمارے علاوہ کوئی دوسرا نہیں تھا۔ اور یہ کہا کہ یہ عہد کرو کہ جو کچھ میں کہوں گا وہ کرو گے اور ہرگز اس کے خلاف نہ کرو گے۔ ہم سب نے بہ حلف اس کا اقرار کیا۔ اُس نے کہا، اچھا تو اب تم میں سے ایک ایک تلوار اٹھالے اور حضرت علی ابن موسیٰ رضا کے حجرے میں جائے اور اُن کو جس حالت میں بھی پائے کھڑے ہوں، بیٹھے ہوں یا سو رہے ہوں، اُن سے کوئی بات بھی نہ کرے، سب ایک ساتھ اُن پر تلواریں

برسائیں، اور اُن کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے اور قیمتیہ کر دیں۔ پھر اُن پر اُن کا بستر اُلٹ دیا اور اپنی اپنی تلواروں کا خون اُن کے بستر سے صاف کر کے میرے پاس واپس آجائیں۔ ہم تمہیں اس کام کے کرنے اور اسے صیغہ راز میں رکھنے کے عوض درہموں کی دس دس تھیلیاں اور دس دس جاگیریں دیں گے اور جب تک ہم زندہ رہیں گے تم عیش کرو گے۔

صبح دیلمی کا بیان ہے کہ ہم نے وہ تلواریں اُٹھائیں اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے حجرے میں داخل ہو گئے اور دیکھا کہ آپ لیٹے ہوئے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو اُٹے ہوئے کچھ پڑھ رہے ہیں جسے ہم نہ سمجھ سکے۔ پس سارے غلاموں نے اُن پر تلواریں برسائی شروع کر دیں۔ میں نے اپنی تلوار رکھ دی اور کھڑا ہوا سب کچھ دیکھتا رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اُن کو ہمارے آنے کی اطلاع تھی اور ایسا لباس پہن رکھا تھا جس پر تلوار کا رگرنہ ہو۔ اس کے بعد غلاموں نے اُن کا بستر اُن پر لپیٹ دیا اور وہاں سے نکل کر مامون کے پاس پہنچے مامون نے پوچھا تم لوگ کیا کر کے آئے ہو؟ غلاموں نے جواب دیا: یا امیر المومنین جو حکم آپ نے دیا تھا اس پر عمل کر کے آئے ہیں: مامون نے کہا کہ جو کچھ تم نے کیا ہے ہرگز اُس کا اظہار نہ کرنا۔

الغرض جب سپیدی صبح نوار ہوئی تو مامون اپنی خواب گاہ سے نکل کر اپنی نشست گاہ میں سر بر منہ گریبان چاک کر کے بیٹھا۔ اس حلیے سے اس امر کا اظہار مقصود تھا کہ امام رضا علیہ السلام کی وفات ہو گئی اور وہ تعزیت قبول کرنے کے لیے بیٹھتا ہے۔ مگر پھر اچانک پا بر منہ اٹھا، تاکہ امام رضا کا حال دیکھ کر آئے۔ میں اُس کے پاس موجود تھا۔ جب وہ حجرے میں داخل ہونے لگا تو کچھ گنگناہٹ کی آواز سُنی اور کڑک کر بولا۔ ان کے پاس یہ کون ہے؟ میں نے کہا، یا امیر المومنین! مجھے تو پتہ نہیں: مامون نے کہا، جاؤ اندر جلدی جا کر دیکھو: صبح کا بیان ہے کہ میں فوراً حجرے میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے آقا حرابِ عبادت میں اپنے رستے پر نماز و تسبیح میں مشغول ہیں۔ میں نے باہر نکل کر کہا، یا امیر المومنین! میں نے تو دیکھا کہ ایک شخص حرابِ عبادت میں نماز و تسبیح میں مشغول ہے: مامون یہ سن کر کانپنے لگا، اور بولا، خدام سب پر لعنت کرے۔ تم نے مجھے دھوکہ دیا۔ پھر میری طرف رخ کیا اور کہا۔ اے صبح! تم اُن کو پہچانتے ہو، جا کر دیکھو کون نماز پڑھ رہا ہے۔ صبح کا بیان ہے کہ میں اندر داخل ہوا اور مامون اُلٹے پاؤں پھرا۔ جب میں دروازے کی چوکھٹ پر پہنچا تو حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے آواز دی: یا صبح! میں نے کہا، میرے آقا، میں حاضر ہوں اور یہ کہہ کر میں منہ کے بل گر گیا۔ اور قدم چومے۔ آپ نے فرمایا، اُٹھو، اللہ تم پر رحم کرے۔ اس کے بعد آپ نے سورہ توبہ آیت ۳۲ کی تلاوت فرمائی:۔
يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ

اللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝

ترجمہ آیت :- یہ لوگ چاہتے ہیں کہ نورِ خدا کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ مگر اللہ اپنے نور کو تمام و کمال تک پہنچانے والا ہے خواہ کافر اپنے کتنا ہی ناپسند کریں۔

صبح کا بیان ہے کہ میں مامون کے پاس پلٹا تو دیکھا کہ اُس کا چہرہ بالکل سیاہ پڑ گیا ہے۔ (مثل اندھیری رات کے)۔ اُس نے مجھ سے پوچھا، کہو کیا دیکھ آئے؟ میں نے کہا، یا امیر المومنین! خدا کی قسم وہ تو اپنے حجرے میں بیٹھے ہوئے ہیں بلکہ اُنھوں نے مجھے آواز بھی دی اور یہ سب کچھ کہا بھی۔ یہ سن کر اُس نے اپنے گریبان کے بٹن کھول دیے اور حکم دیا، میرے لیے لباس لاؤ۔ پھر حکم دیا کہ اگر کوئی پوچھے تو کہہ دینا کہ انھیں غش آگیا تھا۔ اب ٹھیک ہیں۔

ہرثمہ کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے اللہ کا بہت بہت شکر ادا کیا۔ اس کے بعد میں اپنے آقا حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا اے ہرثمہ! جو کچھ تم سے صبح نے کہا ہے وہ کسی دوسرے سے نہ بیان کرنا، مگر اس سے بیان کر دینا جس کے دل میں ہم اہلبیت کی محبت ہے۔ میں نے عرض کیا۔ آقا بہتر ہے۔ پھر فرمایا اُن کی کوئی چال ہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی جب تک کہ مدتِ حیات ختم نہ ہو جائے۔

(عمون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۶ - ۲۱۷)

②۱ سادات اور غیر سادات میں بنیادی فرق

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے بیان کیا ہے کہ روایت میں ہے کہ جب مامون خراسان کی طرف روانہ ہوا تو حضرت امام رضا علیہ السلام بھی اُس کے ساتھ تھے۔ درمیانِ راہ میں مامون نے کہا، یا ابوالحسن! میں بہت سوچنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آپ کے اور میرے معاملہ نسب و فضیلت میں ہم دونوں ایک ہیں دونوں میں کوئی امتیاز نہیں۔ ہمارے اور آپ کے شیعوں اور ماننے والوں میں جو اختلاف ہے وہ محض حرص و ہوس اور عصبیت کا نتیجہ ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ تمھاری اس بات کا ایک جواب ہے، اگر کہو تو بیان کروں، ورنہ خاموشی اختیار کروں۔

مامون نے کہا کہ میں نے یہ بات اسی لیے کہی ہے تاکہ پتہ چلے کہ آپ کی معلومات اس سلسلے میں کیا ہیں؟ امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ: یا امیر المومنین! میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر دریافت کرتا ہوں کہ، بالفرض اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پھر سے اس دنیائے میں فانی تشریف لے آئیں اور وہ تمھاری بیٹی سے عقد کرنے کے لیے تم کو

پیغام دیں تو کیا تم اُن سے اپنی بیٹی کا عقد کر دو گے؟ مامون نے کہا، سبحان اللہ! بھلا کوئی شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات ٹال سکتا ہے؟ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، اچھا، اس مسئلے میں تمہاری کیا رائے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے شرعاً کیا یہ بھی جائز ہے کہ وہ ہماری بیٹی سے عقد کا پیغام دیں؟ یہ سن کر مامون خاموش ہو گیا پھر ذرا ٹھہر کر بولا۔ ہاں خدا کی قسم! آپ حضرات کا رسول اللہ سے زیادہ قریبی رشتہ ہے۔
(کتاب عبون والمجاس سید مرتضیٰ علیہ الرحمۃ)

② حضرت علی از روئے قرآن نفس رسول ہیں

اسی کتاب میں یہ بھی ہے کہ ایک دن مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا، آپ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی جو سب سے بڑی فضیلت ہو اُسے قرآن سے ثابت کریں:

آپ نے فرمایا، اُن حضرت کی ایک فضیلت تو آیہ مباہلہ ہی سے ثابت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ... الخ (آل عمران آیت ۶۱) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن و امام حسین علیہما السلام کو بلایا۔ وہ دونوں آنحضرت کے اہلبائتھے حضرت فاطمہ زہرا کو بلایا۔ وہ اس جگہ آپ کی نساء محققین اور حضرت امیر المومنین علی کو بلایا تو وہ بحکم خدا آنحضرت کے نفس قرار پائے۔ اور یہ طے ہے کہ تمام مخلوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے افضل ہیں۔ تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ از روئے قرآن، رسول کے نفس سے بھی مخلوقات میں کوئی افضل نہیں ہو سکتا۔

مامون نے کہا، مگر کیا ایسا نہیں ہے کہ اس آیت میں اللہ نے اہلبائتھے جمع کے صیغہ میں استعمال کیا ہے مگر رسول مقبول نے صرف اپنے دونوں ہی فرزندوں کو بلایا، اور نساء بھی جمع کے صیغہ میں استعمال کیا ہے مگر رسول اللہ نے صرف اپنی اکیلی بیٹی کو بلایا، اسی طرح اَنْفُسَنَا بھی جمع کے صیغہ میں استعمال کیا ہے اور اس سے مراد صرف رسول مقبول کا خود اپنا ہی نفس اور اپنی ذات ہو کوئی دوسرا مراد نہ ہو۔ ایسی صورت میں حضرت علی امیر المومنین علیہ السلام کی کیا فضیلت رہ جاتی ہے۔ جیسا آپ فرماتے ہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ بلانے والا کسی غیر کو بلایا کرتا ہے خود اپنی ذات کو نہیں بلاتا۔ حکم دینے والا کسی اپنے غیر کو حکم دیتا ہے خود اپنی ذات کو حکم نہیں دیتا۔ اس لیے یہ درست نہیں

کہ رسول اللہ نے خود اپنی ذات کو بلایا تھا، اور چونکہ مباہلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوائے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے اور کسی مرد کو نہیں بلایا۔ اس بات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہی از روئے کتاب اللہ (قرآن مجید) آنحضرت کے نفس ہیں اور اُن ہی کے بلانے کا حکم قرآن مجید میں رسول اکرم کو ملا تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر مامون نے کہا کہ جب جواب مل گیا تو سوال بھی خود بخود ختم ہو گیا۔

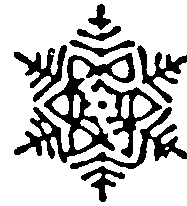
(کتاب عیون و البجاس سید مرتضیٰ علیہ الرحمۃ)



جَنّاتِ الْآخِرَةِ



باب



مامون کا اہل بیت کے مخالفین
سے بحث و مناظرہ

① مامون کے متعلق امام کا ارشاد

اسحاق بن حماد سے روایت ہے کہ مامون صرف حضرت امام رضا علیہ السلام کو خوش کرنے اور قربت جتانے کے لیے اہلبیت علیہم السلام کے مخالفین سے مباحثوں اور مناظروں کی مجالس منعقد کیا کرتا اور ان میں حضرت علی امیر المومنین کی امامت اور تمام صحابہ پر آپ کی فضیلت کے متعلق بحث کیا کرتا تھا۔ مگر حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے معتد اور باوثوق اصحاب سے یہ بتادیا کرتے تھے کہ دیکھو! مامون کی باتوں سے دھوکہ نہ کھا جانا۔ بخدا یہی میرا قاتل ہے لیکن یہیں بھی اُس معینہ اجل تک صبر کرنا ہے۔

② مخالفین اہلبیت سے مامون کا مناظرہ

اسحاق بن حماد بن زید کا بیان ہے میں نے یحییٰ بن اکثم قاضی کو کہتے ہوئے سنا کہ مامون نے مجھے حکم دیا کہ میں محدثین، متکلمین اور مناظرین کی ایک جماعت فراہم کر دوں تو میں نے محدثین و متکلمین دونوں قسم کے تقریباً چالیس افراد جمع کر دیے اور پھر ان سب کو لے کر دربار میں پہنچا اور انھیں دربان کے پاس بیٹھا کر میں اندر گیا تاکہ انھیں یہ بتا دوں کہ یہ لوگ کس مرتبے اور منزلت کے ہیں۔ مامون نے یُن کر کہا اچھا ان سب کو میرے سامنے لاؤ۔ میں نے انھیں دربار میں حاضر کیا، تو مامون نے اُن سے بڑے اخلاق سے گفتگو کی اور کہا، میں چاہتا ہوں کہ آج آپ لوگوں کے سامنے اُس حجت کو تمام کر دوں جو مجھ پر عند اللہ فرض ہے۔ لہذا اب آپ حضرات میں سے جن صاحب کو اپنی ضروریات بشری سے فارغ ہونا ہو وہ فارغ ہو جائیں؛ اپنے موزے اور روئیں اتار کر بے تکلف بیٹھ جائیں۔ چنانچہ جب وہ لوگ اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر اطمینان کے ساتھ بیٹھ گئے تو مامون نے اُن سے خطاب کیا۔

حضرات! میں نے آپ کو آج اس لیے زحمت دی ہے کہ آپ سے ایک اہم مسئلے پر گفتگو کروں اور آپ سے بھی اُمید ہے کہ ہمہ تن گوش ہو کر اس گفتگو کو سنیں۔

مامون: سنیے! میں ایک شخص ہوں جس کا دعویٰ ہے کہ "بعد از نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی خیر البشر اور افضل خلایق ہیں۔ اگر آپ حضرات کے نزدیک بھی میرا یہ دعویٰ سچا ہے تو اس کی تصدیق و تائید کریں ورنہ اسے رد کریں۔ اور اب اس سلسلے میں اگر آپ کہیں تو میں چند سوالات کروں یا آپ حضرات مجھ سے سوالات پوچھ سکتے ہیں

پہلا محدث : ہم آپ سے سوال کریں گے ۔

مامون : بہتر، مگر آپ حضرات اپنے حلقے میں سے ایک کو گفتگو کے لیے منتخب کر لیں تاکہ صرف وہی بات کرے باقی سب سنتے رہیں۔ البتہ اس کے بعد اگر کوئی اور شخص مزید گفتگو کرنا چاہے تو وہ اُس کی کمی کو پورا کر سکتا ہے۔ چنانچہ ایک محدث نے بحث کا آغاز اس طرح کیا۔

محدث : یا امیر المؤمنین ! ایک متفق علیہ روایت کی بناء پر ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ بعد از نبیؐ، اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمت میں سب سے بہتر ابو بکر صدیق ہیں اور وہ روایت یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا، تم لوگ میرے بعد حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کی اقتدار کرنا۔ پس جب خود نبیؐ اُمت نے یہ حکم دے دیا کہ ان دونوں کی اقتدار کرنا، تو پھر بحث ختم۔ آنحضرتؐ اُسی کی اقتدار کا تو حکم دینگے جو لوگوں میں سب سے بہتر ہوگا۔“

مامون : یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ ہمارے پاس روایات ب شمار ہیں۔ لہذا اب اس کی تین ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو ساری روایتیں صحیح تسلیم کر لی جائیں۔ یا ساری روایتیں غلط مان لی جائیں۔ یا بعض روایات کو صحیح تسلیم کیا جائے اور بعض کو غلط۔ اگر ہم ساری روایتوں کو صحیح تسلیم کرتے ہیں تو سب کی سب اپنے آپ ہی باطل ہو جاتی ہیں۔ اس لیے کہ ان میں سے بعض روایتیں بعض کی نقیض اور ضد ہیں۔ اور اگر تمام روایتوں کو غلط کہتے ہیں تو سارا دین ہی غلط ہو جائے گا۔ اس لیے کہ شرعی احکامات کا سارا دار و مدار تو روایات ہی پر ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ بعض روایات صحیح ہیں اور بعض غلط۔ تو اب ضرورت اس بات کی ہوگی کہ کسی محکم دلیل کے ذریعے سے صحیح روایت کو صحیح ثابت کیا جائے اور پھر اس کے خلاف جو روایات ہیں اُن کی نفی کر دی جائے یعنی جو روایات دلیلوں سے صحیح ثابت ہوں اُن پر اپنے عقیدے اور عمل کی بنیاد قائم کی جائے۔

لہذا آپ نے جس روایت کا حوالہ دیا ہے اُس کی صحت کی دلیلیں ہی غلط ہیں اور وہ اس طرح کہ یہ امر مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام صاحبانِ حکمت میں سب سے بڑھ کر صاحبِ حکمت اور تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ سچے ہیں تو یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ کسی ناممکن اور محال امر کا حکم فرمائیں اور لوگوں کو

مجبور کریں کہ وہ دیانتداری کے خلاف عمل کریں اور آپ کی پیش کردہ روایت میں یہی بات نظر آتی ہے۔ اس روایت میں جن دو افراد کا ذکر ہے ان کو چاہیے کہ وہ دونوں ہر جہت سے ایک ہوں یعنی شکل و صورت میں ایک ہوں اور تمام صفات میں ایک ہوں۔ پھر اگر ایسا ہوگا تو دو افراد کو دو کیسے کہا جائے گا وہ تو ایک ہی ہوئے۔ یہ ناممکن اور محال ہے کہ دو چیزیں تمام جہات سے ایک ہوں اور پھر ان کو دو کہا جائے۔ اور اگر وہ دونوں مختلف ہیں تو بیک وقت دونوں کی اطاعت کا حکم کیسے دیا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ ایک کی پیروی دوسرے کی مخالفت پر منتج ہوگی اور ان دونوں میں اختلاف کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اہل ردہ کو قید کا حکم دیا اور حضرت عمر فاروق کی رائے تھی کہ انہیں آزاد کر دیا جائے۔ حضرت عمر فاروق نے مالک بن نویرہ کے قتل کے جرم میں خالد بن ولید کو معزول کرنے کا مشورہ دیا اور حضرت ابوبکر صدیق نے ان کی بات نہ مانی۔ حضرت عمر فاروق نے متعہ کو حرام قرار دیا اور حضرت ابوبکر نے متعہ کو اپنے دور میں جاری رکھا۔ حضرت عمر فاروق نے بیت المال سے لوگوں کے وظیفے مقرر کیے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر نے اپنے بعد کے لیے اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کیا، مگر حضرت عمر فاروق نے ایسا نہیں کیا، بلکہ یہ معاملہ شوریٰ پر چھوڑا۔ اور اس طرح ان دونوں میں اختلاف کی مثالیں بشمار ہیں۔ پھر دونوں کی اقتدار کیسے ممکن ہوگی؟ یہ سن کر وہ محمدؐ تو خاموش ہو گیا۔

دوسرا محدث: مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی تو ارشاد فرمایا ہے کہ اگر میں کسی کو اپنا خلیل منتخب کرتا تو حضرت ابوبکر صدیق کو منتخب کرتا۔

مامون: یہ بھی ناممکن، اس لیے کہ آپ ہی لوگ یہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ میں سے ایک کو دوسرے کا بھائی بنانے کے لیے منتخب فرمایا مگر حضرت علیؓ کو چھوڑ دیا۔ اور جب حضرت علیؓ نے آپؐ سے اس کا سبب معلوم کیا تو آپؐ نے فرمایا: ”اے علیؓ میں نے تمہیں اپنے لیے منتخب کیا ہے پس آپ حضرات کی یہ روایت اور وہ روایت (جو اوپر بیان ہو چکی) دونوں کس طرح صحیح ہو سکتی ہیں؟ ایک ہی صحیح ہوگی اور دوسری غلط۔ چنانچہ یہ جواب سن کر وہ بھی خاموش ہو گیا۔

تیسرا محدث : جناب عالی۔ مگر حضرت علیؑ نے تو برسرِ منبر خود کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس اُمت میں سب سے بہتر ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں۔

مامون : آپ خود سوچیے کہ یہ کیسے ممکن ہے۔ اس لیے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں حضرات کو سب سے بہتر سمجھتے تو ان دونوں کو کبھی عمرو بن عاص کے اور کبھی اُسامہ بن زید کے ماتحت نہ کرتے۔ اور اس روایت کی تکذیب تو حضرت علیؑ کا یہ قول کر رہا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں آنحضرتؐ کی جانشینی کا سب سے زیادہ حقدار تھا، مگر میں نے سوچا کہ یہ لوگ ابھی ابھی تو چند دن پہلے مسلمان ہوئے ہیں۔ اگر میں اُلجھوں گا تو یہ پھر کہیں کافر نہ ہو جائیں۔ نیز حضرت علیؑ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ دونوں ہم سے بہتر کیسے ہو سکتے ہیں۔ میں ان دونوں کے اسلام لانے کے پہلے سے اللہ کی عبادت کرتا رہا اور ان دونوں کی وفات کے بعد بھی اللہ کی عبادت کر رہا ہوں۔ یہ سن کر وہ لا جواب ہوا۔

چوتھا محدث : مگر یہ روایت بھی تو ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنا دروازہ بند کر لیا تھا اور کہتے

تھے۔ کیا کوئی ہے جو مجھ سے یہ عہدہ لے لے اور میں اس کے حق میں دستبردار ہو جاؤں؟ تو اُس موقع پر حضرت علیؑ نے کہا کہ جب آپ کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقدم کیا ہے تو پھر آپ کو مؤخر کون کر سکتا ہے۔

مامون : مگر یہ روایت بھی درست نہیں۔ اس لیے کہ حضرت علیؑ تو حضرت ابو بکرؓ کی بیعت

سے خود ہی کنارہ کش رہے اور آپ ہی لوگوں کی روایات میں ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؓ کی وفات تک حضرت علیؑ بیعت سے کنارہ کش رہے بلکہ حضرت فاطمہ زہراؓ یہ دھیت بھی کہ کے فوت ہوئی تھیں کہ مجھے شب کے اندھیرے میں دفن کرنا تاکہ یہ دونوں میرے جنازے کو نہ دیکھ سکیں۔

اور ایک دوسری دلیل اس روایت کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ اگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کو اپنا خلیفہ بنا گئے تھے تو پھر انھیں جائز نہیں کہ وہ دوسرے کے حق میں دستبردار ہوں۔ اور انھیں کیا حق تھا کہ وہ ایک انصاری سے یہ کہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگوں پر حضرت ابو عبیدہؓ یا حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنا کر خود خلافت سے دستبردار ہو جاؤں۔ جواب معقول تھا اس لیے وہ بھی خاموش ہو گیا۔

پانچواں محدث: ایک روایت میں یہ بھی قس ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا۔ اللہ کے نبی عورتوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ آپ کے نزدیک کون ہے؟ آپ نے فرمایا، عائشہ۔ پھر پوچھا۔ اور مردوں میں؟ آپ نے فرمایا، ان کے باپ۔

مامون: یہ روایت بھی درست نہیں۔ اس لیے کہ آپ لوگوں کے پاس یہ ایک بہت مشہور اور متواتر روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک بھٹنا ہوا طائر رکھا گیا۔ تو آپ نے دعا فرمائی کہ پروردگار! جو تیرے نزدیک ساری مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ شخص ہو اس کو اس وقت بھیج دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کو بھیج دیا۔ آپ ہی بتائیں کہ اس متواتر روایت کے سامنے آپ کی پیش کردہ روایت کو کس طرح قبول کیا جائے۔

چھٹا محدث: حضرت علیؓ نے تو خود ہی کہا ہے کہ جو شخص مجھے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق پر افضلیت دے گا اس کو میں اتنے تازیانے لگاؤں گا جتنی کہ ایک جھوٹے اور مفتری پر حد جاری کی جاتی ہے۔

مامون: یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ ایسا کہیں کہ جس پر از روئے شرع کوئی حد نہیں اس پر میں حد شرع جاری کروں گا۔ اس طرح تو انھوں نے خود حدود الہی سے تجاوز اور حکم خدا کے خلاف کیا۔ اس لیے کہ ان دونوں سے کسی کو افضل سمجھنا کوئی گناہ نہیں ہے۔

اور پھر آپ لوگوں نے تو خود خلیفہ اول سے روایت کی ہے کہ مجھے تم نے اپنا والی تو بنا دیا ہے مگر میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں۔ اب آپ ہی بتائیں کہ ان دونوں میں سے کون سچا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ جو اپنے لیے یہ اعلان کر رہے ہیں یا حضرت علیؓ جو حضرت ابوبکرؓ کے لیے یہ کہہ رہے ہیں (جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے) اور ان دونوں حدیثوں میں جو تناقص و تضاد ہے وہ تو اپنی جگہ ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اپنے اس قول میں سچے ہیں تو کس حد تک؟ اگر سچے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انھیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ بذریعہ وحی؟ تو وحی کا سلسلہ تو منقطع ہو چکا۔ اب یہ کہ وہ خود اپنی ہی نظر میں ایسے تھے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے متعلق مشکوک تھے اور اگر وہ اپنے اس قول میں سچے نہ تھے تو ایسا شخص جو مسلمانوں

کا والی ہو، جو احکام اسلام کے نفاذ کا ذمہ دار ہو، جو مسلمانوں پر حدود اسلامی جاری اور وہ کاذب ہو۔ یہ عجیب بات ہے۔ یہ جواب سن کر وہ بھی خاموش ہو گیا۔

سالتواں محدث : مگر حدیث میں یہ بھی تو آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ، یہ دونوں جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔

مامون : آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا بھی ممکن نہیں۔ اس لیے کہ جنت میں بڑھا پا نہیں ہوگا۔ چند پنجہ حدیث میں ہے کہ ایک ضعیف آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا اے ضعیف تجھے خبر بھی ہے کہ کوئی بوڑھی عورت جنت میں داخل نہ ہوگی۔ یہ سن کر وہ رونے لگی۔ آپ نے فرمایا، کیوں روتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

”إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا عُرْبًا أَشْرَابًا“

(سورہ واقعہ آیت ۳۵ تا ۳۷)

ترجمہ آیت : ہم ان کو خلق کریں گے اور انہیں باکرہ اور آپس میں ہم سن سپیلیاں بنادیں گے۔ یعنی وہاں پر بڑھا پا نہیں ہوگا۔ اب اگر آپ یہ کہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی جوان ہو کر جنت میں جائیں گے تو آپ لوگوں کے یہاں یہ روایت بھی موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حسن و حسینؓ سردار ہیں جو انان جنت کے خواہ وہ اولین میں سے ہوں یا آخرین میں سے۔ اور دونوں کے والدین ان سے افضل و بہتر ہیں۔ یہ مسکت جواب سن کر وہ بھی خاموش ہو گیا۔

آٹھواں محدث : ان کے افضل ہونے کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اے لوگو! اگر میں تمہارے پاس نبی بنا کر نہ بھیجا جاتا تو حضرت عمرؓ کو نبی بنا کر بھیجا جاتا۔

مامون : یہ بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

”إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ“ (سورہ النساء آیت ۱۶۳)

ترجمہ آیت : اے رسول! ہم نے تمہارے پاس بھی تو اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور ان کے بعد والے پیغمبروں پر بھیجی تھی۔

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

”وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ

تَوُجَّ وَابْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ (سورہ الاحزاب ۵۶)

ترجمہ آیت :- ”اور اے رسول! وہ وقت یاد کرو جب ہم نے دیگر پیغمبروں سے اور خاص کر تم سے اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے بیٹے عیسیٰ سے عہد و پیمان لیا۔“
اب آپ ہی بتائیں کہ کیا یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ جس سے خاص طور پر عہد و میثاق لے اُس کو تو نہ بھیجے اور جس سے کوئی عہد و میثاق نہیں لیا گیا اُس کو بھیج دے۔ یہ سن کر وہ بھی لا جواب ہو گیا۔

نواں محدث : یہ وہ لوگ ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ فخر و مباہات کرتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپؐ یومِ عرفہ میں حضرت عمر فاروقؓ کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بالعموم اور حضرت عمرؓ پر بالخصوص فخر و مباہات کرتا ہے۔

مامون : یہ بھی ناممکن اور محال ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں کر سکتا کہ حضرت عمرؓ پر فخر کرے اور اپنے محبوب نبیؐ کو چھوڑ دے۔ حضرت عمرؓ کا شمار خاص بندوں میں ہو اور اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شمار عام بندوں میں ہو۔ اور آپ کی روایات کو دیکھتے ہوئے اس روایت پر کوئی تعجب بھی نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ آپ کے یہاں یہ بھی تو روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں جنت میں داخل ہونے لگوں گا تو مجھے کسی کے پاؤں کے جوتوں کی چاپ سنائی دے گی اور دیکھوں گا کہ حضرت ابوبکرؓ کے غلام حضرت بلالؓ مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہو رہے ہیں۔ اور اسی بنا پر جب شیعہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ، حضرت ابوبکرؓ سے بہتر ہیں۔ تو آپ جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کا تو غلام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہے۔ کیونکہ سابق افضل ہوتا ہے مسبوق سے۔ نیز آپ لگ بھگ روایت کرتے ہیں کہ جب شیطان حضرت عمر فاروقؓ کو آتا ہوا محسوس کرتا تھا تو بھاگ جاتا تھا۔ مگر رسول اکرمؐ کے منہ سے اس شیطان نے انھن

الغرض انیق العلیٰ تک نماز میں کہلا دیا۔ تو بقول آپ کے شیطان حضرت عمرؓ سے تو بھاگ جاتا تھا، مگر حضرت رسول اکرمؐ سے کلمہ کفر تک کہلا دیا کرتا تھا۔ مامون کا جواب معقول تھا، محدث بیچارہ کیا کہتا، خاموش ہو گیا۔

دسواں محدث : سنیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر عذاب نازل ہو تو میری اُمت میں سوائے عمر فاروقؓ کے اور کوئی نہیں بچ سکتا۔ اب اس سے بڑھ کر افضلیت

کی اور کیا دلیل ہوگی۔)

مامون : مگر یہ روایت تو نص قرآنی کے سراسر خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (سورۃ الانفال آیت ۳۲)

ترجمہ آیت : اے رسول! ”جب تک تم ان لوگوں کے درمیان موجود ہو اللہ ان پر عذاب نہیں کرے گا۔“

آپ لوگوں نے تو اس روایت کی بنا پر حضرت عمرؓ کو حضرت رسول اکرمؐ کے مثل بنا دیا۔ (یہ جواب سن کر یہ محدث بھی خاموش ہو گیا۔)

گیارہواں محدث : اچھا، اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود گواہی

دی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ ان دس صحابہ میں سے ہیں جو جنتی ہیں اور جنہیں جنت کی بشارت دے دی گئی ہے ؟

مامون : اگر ایسا ہوتا جیسا کہ آپ لوگوں کا خیال ہے تو حضرت عمرؓ بار بار حضرت حذیفہؓ

یہ نہ کہتے کہ میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، بتاؤ، کیا میں بھی منافقین

میں سے ہوں ؟ غور کیجیے۔ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے

متعلق یہ فرما دیا تھا کہ تم جنتی ہو۔ تو کیا ان کو رسول اکرمؐ کی بات کا یقین نہ تھا اور

وہ حذیفہؓ سے اس کی تصدیق چاہتے تھے ؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ حضرت

حذیفہؓ کو تو سچا جانتے تھے مگر رسول اکرمؐ کو نہیں۔ اگر ایسا ہے تو یہ ان کے اسلام

ہی کی نفی کرتا ہے۔ اور اگر وہ رسول اکرمؐ کو سچا جانتے تھے تو یہ بتائیں کہ پھر انھوں

نے حضرت حذیفہؓ سے بار بار کیوں دریافت کیا۔ بہر حال عشرہ مبشرہ والی روایت

اور حذیفہؓ والی روایت یہ دونوں آپس میں متناقض اور متضاد ہیں۔ محدث کے

پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ وہ خاموش ہو گیا۔)

بارہواں محدث : نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی تو ارشاد فرمایا ہے کہ میری ساری امت

کو ترازو کے ایک پلے میں رکھا گیا اور دوسرے پلے میں مجھے رکھا گیا تو میرا پلہ

بھاری رہا۔ پھر مجھے اتار کر میری جگہ حضرت ابوبکرؓ کو رکھا گیا تو ان کا پلہ بھی بھاری

رہا۔ پھر ان کو اتار کر ان کی جگہ حضرت عمرؓ کو رکھا گیا۔ ان کا پلہ بھی بھاری رہا مگر اس

کے بعد وہ ترازو ہی اٹھالی گئی۔

مامون : جناب یہ ناممکن ہے۔ اس لیے کہ یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یہاں یا تو ان

دونوں کے اجسام کا وزن مراد ہے یا ان کے اعمال کا۔ اگر ان دونوں کے اجسام کا

وزن مراد ہے تو دنیا جانتی ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ ان کے اجسام اتنے وزنی ہوں کہ ساری اُمت کے اجسام سے بھاری ہو جائیں۔ اب رہ گیا اعمال و افعال کا وزن، تو وہ کچھ دنوں کے بعد تو رہے نہیں، ان کے اعمال کا سلسلہ جلد ہی ختم ہو گیا۔ مگر کچھ لوگ ان کے بعد بھی زندہ رہے اور اعمال بجالاتے رہے نیز بہت سے لوگ تو ابھی اُمت کے پیدا بھی نہیں ہوئے پھر ان لوگوں کے اعمال سے توازن کے کیا معنی؟

اچھا، آپ حضرات یہ بتائیں کہ ایک کو دوسرے پر فضیلت کس بنا پر موقی ہے؟ کسی نے کہا اعمالِ صالحہ کی بنا پر: مامون نے کہا، پھر یہ بتائیں کہ زیادہ سے زیادہ عہدِ نبیؐ تک ان کے اعمال کا پتہ بھاری ہو سکتا ہے مگر جن لوگوں کا پتہ ہلکا تھا انھوں نے تو بعدِ نبیؐ بھی اعمالِ صالحہ انجام دیے۔ کیا ان کو بھی اس میں ملا دیا جائے گا؟ اگر آپ کہیں کہ ہاں، تو میں عہدِ حاضر کی مثالیں پیش کروں گا۔ ان میں ایسی ہستیاں ہیں جنھوں نے ان دونوں سے زیادہ جہاد کیے ان سے زیادہ حج کیے ان سے زیادہ نمازیں پڑھیں، ان سے زیادہ صدقات و زکوٰۃ دیے۔ لوگوں نے کہا، یا امیر المومنین آپ نے سچ فرمایا، ہمارے زمانے میں جو لوگ ہیں ان کے اعمالِ صالحہ عہدِ نبیؐ کے زمانے کے لوگوں سے زیادہ ہیں دونوں کا توازن نہیں ہو سکتا۔

مامون نے کہا اچھا ذرا آپ اپنے ان ائمہ کو دیکھیں جن سے آپ نے دین حاصل کیا کہ انھوں نے حضرت علیؑ کے فضائل میں کتنی روایات نقل کی ہیں اور پھر عشرہ مبشرہ کے فضائل میں کتنی روایات منقول ہیں اگر عشرہ مبشرہ میں سے سب کے فضائل مل کر بھی حضرت علیؑ کے فضائل کے برابر بھی ہو جائیں تو ہیں آپ حضرات کی بات تسلیم۔ اور اگر ان ائمہ نے عشرہ مبشرہ کے فضائل سے زیادہ حضرت علیؑ کے فضائل نقل کیے ہوں تو آپ حضرات میرے موقف کو تسلیم کریں: یہ سن کر سب لوگ خاموش ہو گئے۔

مامون نے کہا، کیا بات ہے۔ کیوں خاموش ہو گئے؟ انھوں نے کہا بس اس سلسلے میں ہیں جو کچھ پیش کرنا تھا پیش کر چکے۔ مزید ہم کچھ کہنا نہیں چاہتے۔

مامون کے محدثین سے سوالات

سوال : پہلی بات تو یہ بتائیں کہ بعثتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت کون سا عمل سب سے افضل تھا ؟

جواب : اسلام کی طرف سبقت کرنا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :
 ”وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ“ (سورہ واقعہ آیت ۱)
مامون : کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے پہلے کسی اور نے بھی اسلام کی طرف سبقت کی تھی ؟

جواب : نہیں۔ سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام ہی اسلام لائے۔ مگر وہ ابھی نابالغ تھے اور نابالغ کا اسلام معتبر نہیں۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ بڑھاپے میں اسلام لائے، ان کا اسلام معتبر ہے۔

مامون : خیر ! مگر یہ تو بتائیں کہ حضرت علی علیہ السلام کیوں اسلام لائے ؟ کیا آپ کو الہام ہوا تھا کہ تم اسلام لاؤ۔ یا یہ کہ رسولِ مقبولؐ نے آپ کو دعوتِ اسلام دی تھی۔ اگر آپ یہ کہیں کہ انھیں بذریعہ الہام حکم ملا تھا، تو پھر آپ رسولِ مقبولؐ سے بھی افضل ہوئے۔ اس لیے کہ آنحضرتؐ کو الہام نہیں ہوا تھا بلکہ حضرت جبریلؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے اور انھوں نے آنحضرتؐ کو دعوت دی اور بتایا : اور اگر آپ یہ کہیں کہ رسولِ مقبولؐ نے حضرت علیؑ کو دعوت دی تھی تو پھر یہ بتائیں کہ جناب رسولِ مقبولؐ نے آپ کو یہ دعوت اپنی طرف سے دی یا خدا کے حکم سے دی ؟ اگر آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے دعوت دی تو یہ آیہ قرآنی کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں تو یہ ہے کہ ”وَمَا آتَانَا مِنَ الشُّكُلِ فِينَا“ (سورہ ص آیت ۸۷) اور دوسری جگہ ارشاد ہے : ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ“ (سورہ النجم آیت ۲) رسولِ مقبولؐ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتے جب تک کہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے وحی نہ آجائے۔

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا کہ بچوں میں سے علیؑ کو دعوتِ اسلام دیجیے۔ لہذا آنحضرتؐ کی دعوتِ اسلام اور حضرت علیؑ کا اسلام لانا دونوں لائقِ وثوق اور معتبر ہیں۔ اور یہیں پر ایک سوال ہے اور پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا حکیم کے لیے یہ روا ہے کہ وہ اپنی کسی مخلوق کو ایسے کام کا حکم دے جو اس مخلوق کے

طاقت اور بساط سے باہر ہو؟ اگر آپ کا جواب اثبات میں ہے تو یہ کفر ہے اور اگر آپ کا جواب نفی میں ہے تو پھر یہ کیسے روا ہوا کہ اللہ اپنے رسول کو حکم دے کہ تم ایسے شخص کو دعوتِ اسلام دو جو اپنے بچپن، اپنی کمسنی، اپنی نابالغیت کی وجہ سے دعوت قبول کرنے کے قابل نہیں۔

دوسرا سوال ہے یہ ہے کہ کیا آپ حضرات نے کہیں دیکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے بچوں میں سے کبھی کسی اور بچے کو دعوتِ اسلام دی ہے تاکہ اسی دستور کے مطابق آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو بھی دعوت دی۔ اگر حضرت علیؑ کے سوا کبھی کسی بچے کو آپؐ نے دعوتِ اسلام نہیں دی، تو یہ حضرت علیؑ کی مخصوص فضیلت ہے تمام دنیا کے بچوں پر۔

سوال : اس کے بعد مامون نے کہا۔ اچھا، یہ بتائیں کہ سابق الایمان ہونے کے بعد سب سے افضل اور برتر عمل کیلئے؟
جواب : انھوں نے کہا۔ جہاد فی سبیل اللہ۔

سوال : یہ بتائیے۔ کیا آپ لوگوں نے عشرۃ مبشرہ میں سے کسی ایک کے لیے بھی اُن کے جہاد کے کارناموں کی اتنی حدیثیں روایت کی ہیں جتنی غزواتِ رسولؐ کے سلسلے میں حضرت علیؑ کے لیے نقل کی ہیں؟ مثال کے طور پر آپ دیکھیں، یہ غزوہ بدر ہے کہ جس میں مشرکین میں سے ساٹھ سے کچھ زائد قتل ہوئے جن میں سے حضرت علیؑ نے بیس سے کچھ زائد آدمی قتل کیے اور جبکہ سارے مسلم مجاہدین نے مل کر چالیس قتل کیے۔ یہ سن کر ایک محدث نے کہا:

ایک محدث : مگر حضرت ابوبکرؓ تو غزوہ بدر میں رسولؐ کے ساتھ عرشے (مچان) پر بیٹھے ہوئے جہاد کا انتظام کر رہے تھے۔

مامون : یہ تو آپ نے عجیب بات کہی ہے۔ اچھا، یہ بتائیں کہ کیا وہ نبیؐ کے علاوہ کوئی اور انتظام کر رہے تھے یا نبیؐ کے انتظام میں شریک تھے یا، یہ کہ آنحضرتؐ اپنے انتظام میں حضرت ابوبکرؓ کی رائے اور مشورے کے محتاج تھے؟ آپ حضرات ان تینوں باتوں میں سے کوئی ایک بات تسلیم کریں۔

دوسرا محدث : خدا نہ کرے اگر ہم یہ سمجھیں کہ اُن کا انتظام نبیؐ سے الگ تھا یا وہ انتظام میں نبیؐ کے شریک تھے۔ یا نبیؐ کو اُن کے مشورے کی احتیاج تھی۔

مامون : پھر حضرت ابوبکرؓ کو جہاد (جنگ کا میدان) چھوڑ کر عرشے پر بیٹھے رہنے میں کیا

فضیلت حاصل ہوگئی اور اگر یہی فضیلت ہے تو پھر جو لوگ جنگ کا میدان (جہاد بالتیغ) چھوڑ بیٹھ گئے اُن مجاہدین سے افضل تسلیم کرنا پڑے گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

”لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ (سورة النسا آیت ۹۵)

ترجمہ آیت :- معذوروں کے سوا جہاد سے منہ چھپا کر بیٹھنے والے اور خدا کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنے والے ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اپنے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کو گھر میں بیٹھے والوں پر خدا نے درجہ کے اعتبار سے بڑی فضیلت دی ہے اگرچہ خدا نے ایمان والوں سے خواہ جہاد کریں یا نہ کریں بھلائی کا وعدہ کر لیا ہے مگر غازیوں کو خانہ نشینوں پر عظیم ثواب کے اعتبار سے خدا نے بڑی فضیلت دی ہے

سورہ دھر کی تلاوت :

اسحاق بن حماد بن زید کا بیان ہے کہ پھر مامون نے مجھ سے کہا، ذرا سورہ ہل اتی علی الانسان کی تلاوت تو کرو۔ میں نے تلاوت شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچا ”وَلْيُطْعَمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حَيْثُ مَسْكِنًا وَ يَتِيْمًا وَ اَسِيْرًا۔ اور اس کے بعد وَ كَانَ سَعْيَكُمْ مَشْكُورًا تک تلاوت کرتا ہوا پہنچا تو مامون نے دریافت کیا، بتاؤ یہ آیتیں کس کے لیے نازل ہوئی ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ سب حضرت علیؑ کے لیے نازل ہوئی ہیں : مامون نے کہا۔ بتاؤ تمہارے پاس کوئی ایسی روایت پہنچی ہے جس میں اس کا ذکر ہو کہ جب حضرت علیؑ نے مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلایا تو اُن سے کہا ہو کہ اِنَّمَا نَطْعِمُكُمْ بِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكْرًا“ یعنی ہم تمہیں اللہ کی خوشنودی کے لیے کھانا کھلا رہے ہیں تم سے نہ اس کی جزا چاہتے ہیں اور نہ اس کا شکریہ“ (جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے) میں نے کہا، نہیں : مامون نے کہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے دلی بھید اور اُن کی نیت کو دیکھتے ہوئے اپنی کتاب میں اُن کی تعریف کر رہا ہے۔ مامون نے پھر کہا، اچھا تمہیں یہ بھی معلوم ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں جنت کی تعریف کے لیے جو الفاظ استعمال کیے ہیں وہ کسی اور شے کے لیے بھی استعمال کیے ہیں: (قواریر من فضة) میں میں نے کہا: نہیں: مامون نے کہا پھر یہ دوسری فضیلت ہوئی۔ مگر معلوم رہے کہ چاندی کا شیشہ کیسا ہوتا ہے؟

میں نے کہا: نہیں: مامون نے کہا، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چاندی کی طرح سفید اور شیشے کی طرح لطیف کہ اندر کی چیز باہر سے نظر آئے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں ابو طلحہ کے گھوڑے پر سوار ہوا تو اسے ایسا پایا جیسے سمندر کی موج ہو۔ یعنی اپنی تیز رفتاری میں سمندر کی موج کے مانند تھا۔ یا۔ جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَهِيَ كَالْمُحْتَبِطِ وَمِنْ قَرَارِهِمْ عَذَابٌ غَلِيظٌ ۝ (سورہ ابراہیم آیت ۱۶)

ترجمہ آیت: ”اور اسے موت ہی موت ہر طرف سے آتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ حالانکہ وہ مارنے سے بھی نہ مر سکے گا اور پھر اس کے پیچھے پیچھے سخت عذاب ہوگا۔“ مامون: اے اسحاق! کیا تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ جنتی ہیں؟

اسحاق: جی ہاں۔

مامون: اچھا، تمہاری کیا رائے ہے اس شخص کے لیے جو یہ کہے کہ پتہ نہیں یہ حدیث صحیح بھی ہے یا نہیں۔ تو کیا اس کہنے سے وہ کافر ہو جائے گا؟

اسحاق: جی نہیں، ایسا کہنے سے کافر نہیں ہو سکتا۔

مامون: اچھا، اب اس شخص کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے جو یہ کہے کہ پتہ نہیں کہ یہ سورہ دھر قرآن میں ہے بھی یا نہیں، تو کیا وہ اس طرح کہنے سے کافر ہو جائے گا؟

اسحاق: جی ہاں، وہ کافر ہو جائے گا۔

مامون: اس طرح تو میری رائے میں حضرت علیؑ کی فضیلت اور زیادہ مستحکم اور مؤکد ہو گئی۔

کچھ حدیث طبر کے متعلق:

مامون: اے اسحاق! یہ بتاؤ، حدیث طبر کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

اسحاق : جی ہاں، صحیح ہے۔

مامون : پھر تو خدا کی قسم تمہارا علیؑ سے بغض و عناد ظاہر ہو گیا۔ اس لیے کہ۔ یا تو حضرت علیؑ ایسے تھے جس کی دُعا رسولِ مقبولؐ نے فرمائی تھی یا وہ ایسے نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ مخلوقات میں سب سے افضل کون ہے۔ مگر اس کے باوجود غیرِ افضل اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ تھا۔ یا پھر تمہارا خیال شاید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خود معلوم نہ تھا کہ افضل کون ہے اور غیرِ افضل کون ہے؟ اس لیے اپنی لاعلمی کی وجہ سے غیرِ افضل اُس کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہو گیا۔ بتاؤ۔ ان تمام شکلوں میں سے کون سی شکل تم اختیار کر گے؟ (یعنی حدیثِ طبر کو صحیح تسلیم کرنے کے باوجود حضرت علیؑ کی افضلیت سے انکار کر دینا بغضِ علیؑ کا ثبوت ہے)

”راوی کہتا ہے کہ اسحاق کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں تھوڑی دیر تو خاموش رہا، پھر بولا۔

آیتِ غار (سورۃ توبہ)

اسحاق : یا امیر المومنین! اللہ تعالیٰ، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

”ثَانِي اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُولُ بِصَاحِبِهِ
لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (سورۃ توبہ آیت ۴۰)

ترجمہ آیت: ”دو آدمیوں میں سے دوسرے (یعنی رسولؐ) نے، جبکہ وہ دونوں غار میں تھے اپنے ساتھی سے کہا، 'حزن و ملال نہ کرو اللہ یقیناً ہمارے ساتھ ہے۔'“

تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ابوبکر کو صحبت و مصاحبت کو نبیؐ سے منسوب کیا ہے۔

مامون : لغت اور کتاب اللہ کا علم واقعاً تم کو بہت کم معلوم ہوتا ہے۔ کیا ایک کافر ایک مومن کا مصاحب نہیں ہو سکتا۔ تو اس مصاحبت سے اس کافر میں کیا فضیلت آگئی۔ کیا تم نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھی:

”قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ اَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ
مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاهُ رَجُلًا (سورۃ کہف آیت ۲۱)

ترجمہ آیت: ”اس کا ساتھی (مصاحب) جو اُس سے باتیں کر رہا تھا، کہنے لگا۔ کیا تو اُس پروردگار

کا منکر ہے جس نے تجھے پہلے مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر تجھے بالکل ٹھیک ٹھاک مرد (آدمی) بنایا۔“

تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک کافر کو ایک مومن کا ساتھی اور مصاحب کہا ہے۔ نیز عرب کے شعراء نے تو اپنی سواری کے گھوڑے اور گدھے کو بھی اپنا ساتھی اور مصاحب کہا ہے۔ پھر اگر حضرت ابوبکرؓ کو رسول مقبولؐ کا ساتھی اور مصاحب کہہ دیا تو اس میں کون سی فضیلت آگئی۔

اور سورہ توبہ کی اسی آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد (إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا) بیشک خدا ہمارے ساتھ ہے۔ تو یہ بھی کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ اللہ تو نہر نیکی کار اور بدکار کے ساتھ ہے۔ کیا تم نے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھا؟
مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَاسِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَى مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا (سورہ المجادلہ آیت ۷)

ترجمہ آیت: ”جب تین آدمیوں کا خفیہ مشورہ ہوتا ہے تو وہ (اللہ) ضرور اُن کا چوتھا ہے اور جب پانچ آدمیوں کا مشورہ ہوتا ہے تو وہ (اللہ) اُن کا چھٹا، اور اس سے کم ہوں یا زیادہ اور چاہے کہیں بھی ہوں وہ (اللہ) اُن کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔“
پھر اُسی آیت میں لَا تَحْزَنْ كَالْفُطْرَيْنِ یعنی حضرت ابوبکرؓ سے کہا گیا کہ حُزن و غم نہ کرو۔ تو یہ بتائیے کہ حضرت ابوبکرؓ کے حُزن کو اس موقع پر کیا سمجھا جائے۔ اطاعتِ الہی سمجھا جائے یا معصیتِ الہی؟ اگر آپ اس حُزن کو اطاعتِ الہی سمجھیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول مقبولؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو اطاعتِ الہی سے روکا۔ اور یہ ایک صاحبِ حکمت نبیؐ سے بہت بعید ہے کہ وہ کسی کو اطاعتِ الہی سے روکے۔ اور اگر اُن کا یہ حُزن معصیتِ الہی ہے تو پھر ایک معصیت کار کے لیے کیا فضیلت رہ جاتی ہے۔

اچھا، آگے بڑھیں، اسی آیت میں یہ فقرہ بھی ہے کہ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ، پس اللہ تعالیٰ نے اپنا سکینہ اُن پر نازل کیا۔ تو یہ بتائیں کہ سکینہ کس پر نازل ہوا؟

: حضرت ابوبکرؓ پر۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو سکینہ سے مستغنی ہیں۔ اُن کو اس کی ضرورت نہ تھی۔

اسحاق

مامون : اگر ایسا ہے تو پھر اس آیت کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے :

”وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا
وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحَبَتْ ثُمَّ وَابَتْ لَكُمُ الْيَمِينُ
ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ“

(سورہ توبہ آیت ۲۵-۲۶)

ترجمہ آیت :- جنگِ حنین کے دن جب تمہیں اپنی کثرت و تعداد نے مغرور کر دیا تھا۔ پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم بیٹھ بھر کر بھاگ نکلے، تب اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنین پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی۔ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ مومنین سے کن لوگوں کو مراد لیا؟

اسحاق : مجھے معلوم نہیں۔

مامون : مجھ سے سنو! مسلمانوں نے غزوہ حنین شکست کھائی اور سب فرار ہو گئے۔ پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ بنی ہاشم میں سے صرف سات آدمی رہ گئے۔ ایک حضرت علیؑ جو تلوار چلا رہے تھے۔ دوسرے حضرت عباسؑ جو آنحضرتؐ کے گھوڑے کی لجام تھامے ہوئے تھے اور ان کے علاوہ پانچ آدمی رسول اکرمؐ کو اپنے حلقے میں لیے ہوئے تھے۔ محض اس خوف سے کہ کفار آپؐ کو گزند نہ پہنچا سکیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو فتح و کامرانی عطا فرمائی۔ اس موقع پر مومنین سے حضرت علیؑ اور بنی ہاشم کے چھ اشخاص کو مراد لیا۔ اب بتائیں کہ افضل کون ہے۔ وہ کہ جو رسولؐ کے ساتھ رہا اور سکینہ اُس پر نازل ہوا، یا وہ کہ جو رسول اکرمؐ کے ساتھ غار میں رہا؟

بستر رسول پر شب ببری :

اے اسحاق! تم ہی انصاف سے کہو کون افضل ہے؟ آیا وہ افضل ہے جو پیغمبرؐ کے ساتھ غار میں رہا، یا وہ افضل ہے جس نے پیغمبر اکرمؐ کے بستر پر سو کر اپنی جان کی بازی لگائی اور پیغمبر اکرمؐ کو بچا لیا، یہاں تک کہ پیغمبر اکرمؐ نے اپنے ہجرت کے ارادے کو عملی جامہ پہنایا۔ اور اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ تم علیؑ سے کہہ دو کہ وہ تمہارے بستر پر تم کو خطرہ سے بچانے کے لیے سو رہیں۔ تو حضرت علیؑ نے کہا۔ (بستر و چشم) لیکن یا رسول اللہؐ! میرے بستر پر سونے کی وجہ سے کیا آپؐ کی

جان بچ جائے گی؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ حضرت علیؑ نے کہا پھر تو میں
دل و جان سے سو جاؤں گا، یہ کہہ آپؐ آنحضرتؐ کی خوابگاہ میں پہنچے اور
آپؐ کی چادر اُڑھ کر سو رہے۔

چنانچہ مشرکین شب کی تاریکی میں آئے اور چاروں جانب سے آپؐ
کا محاصرہ کر لیا۔ اُن کو یقین تھا کہ بستر پر پیغمبرؐ سو رہے ہیں۔ اُن لوگوں نے متفقہ طور
پر یہ طے کر لیا تھا کہ قریش کے خاندان کا ہر فرد ایک ساتھ آنحضرتؐ پر تلوار چلائے
تاکہ اُن کا خون تمام قریش میں تقسیم ہو جائے اور بنی ہاشم سارے خاندان قریش
سے اُن کے خون کا بدلہ نہ لے سکیں۔

حضرت علیؑ کی جب آنکھ کھلی تو اُن کی آہٹ سنی اور سمجھ لیا کہ آج میں
حد درجہ خطرے میں ہوں۔ اس کے باوجود آپؐ نے حسبِ وعدہ انتہائی صبر و تحمل
سے کام لیا۔ (جبکہ حضرت ابوبکرؓ غار میں رسولؐ کے ساتھ تھے اور صبر نہ کر سکے
اور رونا شروع کر دیا۔) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ کی حفاظت کے
لیے فرشتوں کو بھیجا۔

جب صبح ہوئی تو حضرت علیؑ بستر سے اُٹھے مشرکین نے جب آپؐ کو
دیکھا تو حیران تھے۔ پوچھنے لگے کہ محمدؐ کہاں ہیں؟ حضرت علیؑ نے جواب دیا
کیا تم نے انھیں میرے سپرد کیا تھا؟ انھوں نے کہا کہ تم نے ہمیں رات بھر دھوکے
میں رکھا۔ اس کے بعد حضرت علیؑ بھی مدینہ جا کر پیغمبر اکرمؐ سے ملاقی ہوئے
چونکہ حضرت علیؑ نے شروع ہی سے ایسے ایسے کارنامے انجام دیے۔ اس لیے
وہ ہمیشہ ہی سے افضل رہے اور پھر اس کے بعد ان کے کارناموں میں اور اضافہ
ہوتا گیا اور وہ افضل ترین ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب آپؐ اس دنیا سے اُٹھے تو
محمود و مغفور اُٹھے۔

حدیث ولایت

مامون : اے اسحاق! کیا تم حدیث ولایت کی روایت نہیں کرتے؟

اسحاق : جی ہاں، کرتا ہوں۔

مامون : اچھا تو بیان کرو۔

اسحاق : سُنئے! ”من كنت مولاه فهذا علي مولاه“

مامون : کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ پر حضرت علیؓ کا حق ولایت واجب ہے۔ مگر حضرت علیؓ پر ان دونوں کا کوئی حق واجب نہیں ہے۔ ؟
اسحاق : مگر لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کے لیے جو بات کہی وہ زید بن حارثہ کے سبب سے کہی۔

مامون : یہ بتاؤ، آنحضرتؐ نے یہ حدیث کس مقام پر فرمائی ؟
اسحاق : غدیر خم پر حجۃ الوداع سے واپسی میں۔

مامون : اور زید بن حارثہ قتل کب ہوئے تھے ؟
اسحاق : جنگ موتہ میں قتل ہوئے تھے۔

مامون : تو کیا یہ ایسا نہیں ہے کہ زید بن حارثہ غدیر خم کے واقعے سے پہلے قتل ہو چکے تھے ؟
اسحاق : جی ہاں۔ ایسا ہی ہے۔

مامون : پھر تو تم پر افسوس ہے کہ تم لوگوں نے یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے علماء و فقہاء کو اپنا رب بنا لیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ :

”اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ“ (سورۃ براءت (توبہ)، آیت ۳۱)

ترجمہ آیت :- ”ان یہود و نصاریٰ نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے احبار و رہبان (علماء و غیرہ) کو اپنا رب بنا رکھا ہے۔“ اور یہ معلوم ہے کہ یہ یہود و نصاریٰ اپنے احبار و رہبان کی عبادت نہیں کرتے تھے یعنی نہ ان کے لیے روزہ رکھتے، نہ نماز پڑھتے بلکہ جو وہ حکم دیتے یہ لوگ ان کی اطاعت کرتے۔ یہی حال تم لوگوں کا بھی ہے کہ جو تمہارے فقہاء نے کہا تم نے ان کی اطاعت کی۔

حدیث منزلت

مامون : اچھا، یہ بتاؤ۔ کیا تم اس حدیث کی بھی روایت کرتے ہو : حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ علیہ السلام کے متعلق فرمایا :
”أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى“

ترجمہ حدیث : ”(اے علیؓ) تم کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی“
اسحاق : جی ہاں، اس کی بھی روایت کرتا ہوں۔

مامون : سمجھا تمہیں نہیں معلوم کہ ہارون حضرت موسیٰ کے حقیقی بھائی، ایک باپ اور ایک ماں سے

اسحاق : جی ہاں، دونوں حقیقی بھائی تھے۔

مامون : کیا علیؑ بھی ایسے ہی رسولؐ کے بھائی تھے ؟

اسحاق : نہیں، ایسے نہیں تھے بلکہ چچا زاد بھائی تھے۔

مامون : مگر ہارونؑ تو نبیؑ تھے اور حضرت علیؑ نبی نہیں تھے۔ پھر، جب نہ یہ منزلت

نہ وہ منزلت، تو اب تیسری منزلت سوائے خلافت و نیابت کے اور کیا باقی

رہ جاتی ہے ؟ جیسا کہ منافقین بھی اس حدیث سے انکار نہیں کرتے، بلکہ

کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ کو ایک بوجھ سمجھ کر چھوڑ

گئے تھے۔ پھر ان کی دلجوئی کے لیے یہ کہہ دیا اور یہ حدیث اس آیت قرآنی

کے مطابق ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

نے حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا :

”وَ اَخْلَقْنِي فِي قَوْمِي وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ

الْمُفْسِدِينَ ۝ (سورۃ الاعراف آیت ۱۷۲)

ترجمہ آیت :- ”اور میری قوم میں میری نیابت اور جانشینی کرو انکی اصلاح کرنا اور

مفسدوں کی پیروی نہ کرنا۔“

اسحاق : جی ہاں حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ کو اپنی قوم میں اپنا جانشین اپنی زندگی

میں بنایا تھا اور پھر میقات رب کی طرف (کوہ طور پر) تشریف لے گئے۔ اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی حضرت علیؑ کو اپنی زندگی میں اپنا جانشین

بنایا۔ جب آپ جنگ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ (یعنی یہ جانشینی

وقت تھی آپ کی وفات کے بعد کے لیے نہ تھی۔)

مامون : اچھا، یہ بتاؤ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وقت حضرت ہارونؑ کو اپنا خلیفہ

اور جانشین بنا کر میقات رب عزوجل کی طرف روانہ ہوئے تو ان کے اصحاب

میں ایسے کوئی حضرت ہارون کے پاس تھا۔؟

اسحاق : جی ہاں۔

مامون : تو کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ان سب پر اپنا خلیفہ نہیں بنایا تھا ؟

اسحاق : جی ہاں، سب پر خلیفہ بنایا تھا۔

مامون : بس اسی طرح حضرت علیؑ کو بھی آنحضرتؐ نے جنگ پر جاتے وقت بوڑھوں،

عورتوں اور بچوں پر اپنا نائب اور خلیفہ بنا دیا تھا۔ اس لیے کہ قوم کی اکثریت تو حضرت

علیؑ کے پاس رہ گئی تھی۔ (سب جنگ پر نہیں گئے تھے) اگرچہ آپؐ نے پوری قوم پر ان کو اپنا خلیفہ بنادیا تھا۔ اب رہ گئی اس امر کی دلیل، کہ آپؐ نے ان کو اپنی زندگی میں اور اپنی وفات کے بعد کے لیے بھی بنایا تھا، تو اس کی دلیل تو خود ہی حدیث ہے کہ ”عَلِيٌّ مِّنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِّنْ مُّوسَىٰ اِلَّا اَنَّهُ لَا شَيْءَ بَعْدِي“

ترجمہ حدیث :- علیؑ کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔“ (البتہ خلیفہ ہوگا)

اور اس حدیث کے مطابق حضرت علیؑ آپؐ کے وزیر بھی ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ :-

وَاَجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِىْ هَارُوْنَ اَخِيْ اَشَدُّ بِهٖ اَزْرِىْ وَاَشْرِكْهُ فِىْ اَمْرِىْ“ (سورہ طہ آیت ۳۲-۳۹)

ترجمہ آیت :- پروردگارا! ”میرے اہل میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر قرار دے اس سے میری پشت کو مضبوط کر دے اور اس کو میرے کاموں میں میرا شریک بنادے۔“

اور جب حضرت علیؑ علیہ السلام حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بمنزلہ ہارون کے ہیں تو پھر یہ بھی آپؐ کے اسی طرح وزیر ہوئے جس طرح حضرت ہارون حضرت موسیٰؑ کے وزیر تھے۔ نیز یہ بھی آپؐ کے اسی طرح خلیفہ ہوئے جس طرح حضرت ہارون حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کے خلیفہ تھے

متکلمین سے گفتگو :

اس کے بعد مامون الرشید مناظرین و متکلمین کے گروہ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا : بتاؤ، میں تم سے کچھ پوچھوں یا تم لوگ مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو ان لوگوں نے کہا، ہم آپ سے پوچھیں گے۔ مامون نے کہا پوچھیے۔

: یہ بتائیے کہ کیا حضرت علیؑ کی امامت بھی اللہ کی جانب سے اسی طرح فرض نہیں ہے جس طرح ظہر کی چار رکعات نماز یا دو سو درہم پر پانچ درہم زکوٰۃ یا مکے میں خانہ کعبہ کا حج ؟ (مامون نے کہا ہاں ہاں) متکلم نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ آخر یہ تمام فرائض بھی رسول اللہؐ ہی نے تعلیم

پہلا متکلم

فرمائے ہیں اور حضرت علیؑ کی امامت بھی رسول اللہؐ کی تعلیم کردہ ہے کہ اللہ کی طرف سے فرض ہے۔ تو پھر کیا بات ہے کہ اُمت نے ان تمام فرائض میں تو کوئی اختلاف نہیں کیا، اور اختلاف کیا تو صرف حضرت علیؑ کی امامت میں۔؟

مامون : اس لیے کہ خلافت میں جو جملہ منفعت اور دنیاوی فائدہ نظر آ رہا تھا وہ دیگر فرائض میں نہ تھا۔

دوسرا مشکلم : آپ کو اس سے کیوں انکار ہے کہ آنحضرتؐ چونکہ اپنی اُمت پر انتہائی مہربان اور شفیق تھے اس لیے آپؐ نے سوچا کہ اگر میں اپنے خلیفہ اور جانشین کا خود انتخاب کروں اور اُمت اُس کی نافرمانی کرے تو وہ معذب ہوگی۔ اس لیے آپؐ نے اُمت کو ہی حکم دے دیا کہ تم جس کو چاہو میرا خلیفہ اور جانشین منتخب کر لو تاکہ نافرمانی سے بچو۔

مامون : ہمیں انکار اللہ کی وجہ سے ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو آنحضرتؐ سے کہیں زیادہ اپنے بندوں پر مہربان اور شفیق ہے مگر اس کے باوجود اُس نے انبیاء اور رسول بھیجے، یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرے بندے میرے منتخب شدہ انبیاء اور رُسل کی نافرمانی کریں گے۔ اور باوجود تجربے کے انبیاء اور رُسل کے بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھا، اور اس سے باز نہ رہا۔

اس کے علاوہ، دوسری بات یہ کہ اگر آپؐ نے اُمت کو خلیفہ منتخب کرنے کا اختیار دیا بھی ہے تو سوال یہ ہے کہ ساری اُمت کو اختیار دیا ہے، یا اُمت میں سے صرف چند لوگوں کو؟ اگر ساری اُمت کو اس کا حق دیا ہے تو بتاؤ وہ کون سا خلیفہ ہے جو تمام اُمت کا منتخب کیا ہوا ہے۔ اور اگر اُمت میں سے صرف چند کو آپؐ نے یہ اختیار دیا ہے تو اُن کی شناخت اور پہچان بھی بتائی ہوتی۔ اگر تم کہو کہ اُمت کے فقہاء کو اختیار دیا ہے تو اُن کی بھی تحدید، پہچان اور شناخت کی ضرورت تھی۔

تیسرا مشکلم : آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ تمام مسلمان جس بات کو اچھا سمجھیں اور پسند کریں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی اور پسندیدہ ہے اور جس بات کو تمام مسلمان ناپسند اور بُرا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی ناپسندیدہ اور بُری ہے۔

مامون : یہ امر بھی وضاحت طلب ہے کہ اس سے مراد تمام مومنین بلا استثناء فرد واحد ہیں یا بعض مومنین؟ اگر تمام مومنین بلا استثناء مراد ہیں، تو اس کا وجود ہی نہیں۔ اس لیے کہ تمام مومنین کا بلا استثناء ایک فرد پر مجتمع ہونا ہی ناممکن اور محال ہے۔ اور اگر بعض مومنین مراد ہے تو یہ اور زیادہ مشکل ہے۔ اس لیے کہ بعض مومنین ایک فرد کو پسند کریں گے اور بعض دوسرے کو مثلاً شیعہ ایک فرد کو پسند کرتے ہیں اور حشویہ دوسرے فرد کو پسند کرتے ہیں تو وہ خلافت جو مقصود ہے وہاں کہاں ثابت ہو سکتی ہے۔

تیسرا متکلم : اس کا مطلب تو یہ ہے کہ یہ سمجھنا کہ اصحاب محمدؐ سے خطا ہوئی، کیا یہ جائز ہے؟
مامون : ہم یہ کیوں سمجھیں کہ اصحاب محمدؐ نے خطا کی جبکہ وہ خلافت کو نہ فرض سمجھتے تھے نہ سنت۔ اس لیے کہ تمہارا تو یہی خیال ہے کہ امامت و خلافت نہ اللہ کی طرف سے فرض ہے اور نہ رسول اللہؐ کی سنت ہے۔ تو وہ چیز جو تمہارے نزدیک نہ فرض ہے نہ سنت، تو اس کے لیے خطا کا کیا سوال ہے؟

چوتھا متکلم : اچھا، اگر آپ کا دعویٰ ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام ہی حقدار خلافت ہیں آپ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں، تو اپنے اس دعوے کی دلیل پیش کیجیے۔

مامون : یہ دعویٰ میرا تو نہیں، میں تو اقرار کرنے والا ہوں اور اقرار کرنے والے پر بار ثبوت نہیں۔ دعویٰ تو اُن کا ہے اور بار ثبوت اُن پر ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ انھیں خلیفہ مقرر کرنے اور معزول کرنے کا اختیار ہے مگر یہ امر بھی خالی از دچسپی نہیں کہ گواہی اور ثبوت میں کس کو پیش کیا جائے گا۔ کیا اُن کو جن کا خود اس میں ہاتھ ہے؟ وہ تو خود ایک فریق اور مدعا علیہ ہیں۔ تو اُن کی گواہی کے کیا معنی یا غیروں کو پیش کیا جائے۔ تو غیر وہاں کوئی تھا ہی نہیں۔ لہذا گواہی اور ثبوت اگر کوئی پیش بھی کرے گا تو کیسے اور کس طرح؟

پانچواں متکلم : اچھا جناب یہ بتائیے کہ بعد وفات رسولؐ حضرت علیؑ کا کیا فریضہ تھا؟

مامون : تم بتاؤ کیا فریضہ تھا؟

متکلم : کیا حضرت علیؑ پر یہ واجب نہ تھا کہ لوگوں کو یہ بتاتے کہ میں خلیفہ و امام ہوں؟

مامون : وہ امام خود نہیں بن گئے تھے کہ سب کو بتلاتے پھرتے کہ میں امام بن گیا ہوں اور

نہ لوگوں نے اُن کو امام بنایا تھا یا منتخب کیا تھا یا انھیں ترجیح دی تھی وغیرہ وغیرہ بلکہ امام بنانا تو اللہ کا کام ہے جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام

کے لیے ارشاد ہے۔ ”إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا

(سورة البقرة آیت ۱۲۷)

اور حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے ارشادِ رب العزت ہے
 ”يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ“ (سورة ص آیت ۱)
 اور حضرت آدم علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے یہ ارشاد فرمایا کہ:
 ”إِنِّي جَاعِلُكَ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً“ (سورة البقرة آیت ۳۰)
 ان تینوں آیات کی روشنی میں دیکھیے تو پتہ چلتا ہے کہ امام ابتداء خلقت ہی
 سے اللہ کا بنایا ہوا ہوتا ہے۔ وہ اپنے نسب میں شریف و نجیب ہوتا ہے وہ
 پیدائشی طاہر ہوتا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے معصوم بنایا جاتا ہے۔ اگر امام بن
 جانا حضرت علی علیہ السلام کا ذاتی فعل ہوتا یعنی اپنے کسی فعل کی وجہ سے
 وہ مستحقِ امامت ہوتے اور جب اس کے خلاف کام کرتے تو معزول ہو جاتے،
 تب کہا جاسکتا تھا کہ امامت اُن کا ذاتی فعل ہے۔ مگر جب اُن کا یہ فعل ہے
 ہی نہیں تو پھر اُن پر اس طرح کا فرض بھی کوئی نہیں۔

چھٹا متکلم : یہ کیا ضروری ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی ہی
 امام ہوں؟

مامون : یہ اس لیے ضروری ہے کہ حضرت علی علیہ السلام بچپن ہی سے صاحبِ ایمان
 تھے۔ بالکل اسی طرح جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن ہی سے
 صاحبِ ایمان تھے۔ اور آپ بھی اپنی قوم کی ضلالت و گمراہی سے کنارہ کش
 رہے تھے اور کفر و شرک و بدعات سے اجتناب کرتے رہے تھے جس طرح
 آنحضرتؐ اپنی امت کی گمراہیوں اور کفر و شرک سے مجتنب رہے تھے کیونکہ
 شرک بقولِ قرآن ظلمِ عظیم اور سب سے بڑا گناہ ہے۔ اور بنصِ قرآنی:
 لَا يَنْتَظِرُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ۔ یعنی کوئی ظالم امامت کا عہدہ نہیں
 پاسکتا۔ اور جس نے بت پرستی کی ہو، وہ بھلا کس طرح اس عہدہ تک پہنچ
 سکتا ہے۔ اس لیے کہ جس نے شرک کیا اس کا شمار اللہ کے دشمنوں میں ہوگا
 اور یہ وہ فیصلہ ہے کہ جس پر ساری امت کا اجماع ہے۔ جب تک کہ اس فیصلے کے
 خلاف امت کا کوئی دوسرا اجماع نہ ہو جائے۔

ساتواں متکلم : اچھا یہ بتائیے کہ حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے

جنگ کیوں نہیں کی، جس طرح انھوں نے حضرت معاویہ سے جنگ کی تھی؟
مامون: تمہارا یہ سوال ہی غلط ہے۔ کسی کام کے کرنے کا سبب ہوتا ہے نہ کرنے کا

کوئی سبب نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ حضرت علی علیہ السلام کے معاملے میں
 لازماً یہ دیکھنا پڑے گا کہ آپ اللہ کے بنائے ہوئے امام تھے یا کسی دوسرے
 کے بنائے ہوئے۔ اگر اللہ کے بنائے ہوئے تھے تو پھر جو کچھ آپ نے
 کیا اس میں نہ تو شک و شبہ کی گنجائش اور نہ چون و چرا کی۔ اور اگر کوئی یہ
 کرتا ہے تو اس پر کفر کا فتویٰ لازم ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ
 بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا
 قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“ (سورۃ النسا آیت ۶۵)

ترجمہ آیت: ”پس نہیں تمہارے پروردگار کی قسم نہیں، یہ لوگ اُس وقت
 تک مومن بن ہی نہیں سکتے جب تک یہ لوگ آپ کے اختلافات میں
 تم کو حکم نہ بنائیں اور پھر جب تم اس کا فیصلہ کر دو تو یہ اس کے
 ماننے میں ہرگز پس و پیش نہ کریں اور اس فیصلے کو اس طرح تسلیم
 کر لیں جیسا تسلیم کرنے کا حق ہے۔“

اس لیے کہ کسی فاعل کا فعل اس کے اصل کا تابع ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ
 نے اُن کو امام بنایا ہے پھر ان کے ہر کام کو بھی اللہ کی طرف سے سمجھنا چاہیے
 اور لوگوں کا فرض ہے کہ اُن کے کام پر راضی رہیں اور اسے تسلیم کریں۔

اور پھر یہ بھی تو دیکھو کہ یوم حدیبیہ پر مشرکین نے آنحضرتؐ کا مناسکِ
 حج بجالانے سے روک دیا تھا۔ اُس وقت آپؐ نے جنگ نہیں کی، مگر حبیب
 کے اعوان و انصار کی تعداد میں اضافہ ہو گیا اور آپؐ کی ظاہری قوت و طاقت بڑھ گئی
 تو جنگ سے گریز بھی نہیں کیا۔ حدیبیہ کے موقع پر اللہ نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا
 فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ (سورۃ الحج آیت ۸۵)

ترجمہ آیت: ”ایک اچھے انداز سے اس موقع کو ٹال دو جنگ نہ کرو۔“

مگر جب دیکھ لیا کہ ہمارے رسولؐ کی ظاہری طاقت بڑھ گئی تو اس کا حکم آپؐ کو
 فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُواهُمْ
 وَاحْصُرُواْ وَهْمٌ وَأَقْعُدُواْ لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ (سورۃ التوبہ آیت ۵)

ترجمہ آیت :- تم لوگ ان مشرکوں کو جہاں بھی پاؤ قتل کرو، انہیں بکڑو، گرفتار کرو اور ہر طرف ان کے لیے پہرے بٹھا دو۔“

اٹھواں متکلم : جب آپ کا یہ خیال ہے کہ حضرت علیؑ کو عہدہ امامت اللہ کی طرف سے عطا ہوا تھا اور لوگوں پر ان کی اطاعت فرض تھی تو پھر انہوں نے انبیاء کی طرح لوگوں کو اپنی طرف دعوت کیوں نہ دی اور یہ پیغام بندوں تک کیوں نہ پہنچایا۔ حضرت علیؑ کے لیے یہ کیسے جائز تھا کہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دینے اور اپنی اطاعت پر خاموش رہیں۔؟

مالمون : میں اس سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ حضرت علیؑ کو تبلیغ اور پیغام رسانی کا حکم تھا۔ اس لیے کہ آپ رسول نہیں تھے بلکہ آپ اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان ایک علم اور ایک نشان بنائے گئے تھے جس نے آپ کی پیروی کی اس کو مطیع کہا جائے گا اور جس نے آپ کی مخالفت کی وہ عاصی اور گنہگار کہلائے گا۔ اور جب آپ کو اعوان و انصار ملے اور قوت جہاد پائی تو جہاد کیا اور جب اعوان و انصار مستیر نہ آئے تو جہاد نہ کرنے کا الزام آپ پر نہیں بلکہ ان لوگوں پر ہے جنہوں نے آپ کی اطاعت اور مدد و نصرت سے اعراض کیا۔ اس لیے کہ لوگوں کو حکم دے دیا گیا تھا کہ وہ بہر حال حضرت علیؑ کی پیروی کریں۔ حضرت علیؑ کو تو یہ حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ بغیر اعوان و انصار کی قوت کے جہاد کریں۔

اس کے علاوہ حضرت علیؑ کی شال بالکل خائے کعبہ جیسی ہے۔ لوگوں کا فرض ہے کہ وہ خائے کعبہ کے پاس جائیں، خائے کعبہ پر فرض نہیں کہ وہ لوگوں کے پاس جائے۔ اگر لوگ خائے کعبہ تک پہنچ کر مناسک حج ادا کرتے ہیں تو وہ اپنا فرض پورا کرتے ہیں اور اگر وہ نہیں پہنچتے تو قابلِ ملامت ہیں وہی لوگ جو وہاں نہیں پہنچے، نہ کہ خائے کعبہ پر کوئی ذمہ داری عائد کی جائے۔

نواں متکلم : یہ بتائیے کہ اگر کسی امام پر مفترض الطاعت ہونا واجب و لازم ہی ہے تو یہ کیا ضروری ہے کہ حضرت علیؑ ہی امام ہوں ان کے علاوہ کوئی دوسرا نہ ہو۔

مالمون : اللہ کی طرف سے کوئی ایسا فریضہ عائد نہیں کیا جاسکتا جو مجہول ہو اور لوگ اس سے ناواقف اور لاعلم ہوں اور یہ بھی یقینی ہے کہ جب اللہ نے ایک فریضہ عائد کیا ہے تو اس کا وجود بھی یقینی ہوگا۔ وہ ممتنع العمل نہیں ہوگا اور ظاہر ہے کہ

مجہول متنبخ العمل ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ رسول اس فرض کی نشاندہی کر دیں، تاکہ اللہ اور اُس کے بندوں کے درمیان کوئی عذر باقی نہ رہے۔

تمہاری اس میں کیا رائے ہے کہ اگر اللہ نے ایک مہینے کے روزے فرض کیے ہوتے اور لوگوں کو معلوم نہ ہوتا کہ وہ کون سا مہینہ ہے اور نہ اللہ نے اُس مہینے کا نام بتایا ہوتا اور لوگوں پر واجب کر دیا ہوتا کہ وہ بغیر کسی نبی یا امام سے دریافت کیے ہوئے خود ہی اپنی عقلوں سے سوچ کر یہ فیصلہ کریں کہ اللہ نے کس مہینے کے روزے فرض کیے ہیں۔ کیا یہ درست ہوتا؟

دسواں متکلم

یہ کہاں سے ثابت ہے کہ جس وقت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلام و ایمان دی تو حضرت علیؑ بالغ تھے۔ اس لیے کہ لوگوں کا تو خیال یہ ہے کہ اُس وقت حضرت علیؑ سن طفولیت میں تھے۔ بلوغیت کی حد تک نہیں پہنچے تھے اس لیے اُن کا اسلام معتبر نہ تھا۔

مامون : یہ امر دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو حضرت علیؑ سلام اُس وقت اُن لوگوں

میں سے تھے جن کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تھے تاکہ انھیں دعوت ایمان دیں۔ اگر اُن میں سے تھے تو مکلف تھے اور اتنی قوت رکھتے تھے کہ فرائض کو ادا کر سکیں اور اگر آپؐ اُن میں سے تھے جن کی طرف نبی مبعوث نہیں ہوئے تھے تو پھر یہ الزام خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آتا ہے کہ آپؐ نے قرآن مجید کے اس حکم کے خلاف کیا۔

”وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ“ (سورۃ الحاقہ آیت ۴۲-۴۴)

ترجمہ آیت :- ”اگر رسولؐ ہماری نسبت کوئی جھوٹ بات بنا لاتے تو ہم اُن کا داہنا

ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر ہم ضرور اُن کی شہ رگ کاٹ دیتے۔“

یعنی آپؐ نے اللہ کی طرف اُن بندوں کو ترکلیف دی جو ابھی مکلف نہ تھے ابھی وہ غیر مکلف تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات سے یہ امر ناممکن اور محال ہے اور ایک حکیم ایسا حکم کبھی نہ دے گا، اور نہ اللہ کا رسولؐ یہ کلام کرے گا۔ اللہ اس سے کہیں بالاتر ہے کہ وہ کسی امر محال کا حکم دے اور اُس کا رسولؐ اس سے بالاتر ہے کہ وہ ایسے امر کا حکم دے جو خدا کے حکیم کی حکمت کے خلاف ہو۔ مامون کے یہ جوابات سن کر سارے فقہاء خاموش ہو گئے۔ اور مزید کسی

نے کوئی سوال نہ کیا۔

مامون نے کہا کہ تم سب اپنے اپنے سوالات کر چکے اور مجھ پر اعتراضات کر چکے۔ اب اگر کہو تو میں بھی تم سے چند سوالات کروں؟ سب نے کہا جی ہاں۔
پوچھیے آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟

محدثین و متکلمین سے مامون کے سوالات

سوال : بتاؤ، کیا ساری امت نے بالا جماع یہ روایت نہیں کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص عداً کوئی جھوٹ بات میری طرف منسوب کرے گا وہ اوندھے منہ جہنم میں جائے گا؟

جواب : جی ہاں، یہ حدیث صحیح ہے۔

سوال : اور یہ بھی تو لوگوں نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کوئی گناہ صغیرہ یا کبیرہ کرے اور پھر اس گناہ کو اپنا دین بنالے اور اس پر اصرار کرے، تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم کے پخلے طبقوں میں رہے گا۔

جواب : جی ہاں، بیشک یہ بھی روایت درست ہے۔

سوال : اچھا، اب یہ بتاؤ کہ ایک شخص کو عوام نے منتخب کیا، اور اسے اپنا خلیفہ بنایا تو کیا یہ جائز ہے کہ رسول اللہ کا خلیفہ کہا جائے یا یہ کہ وہ اللہ کی طرف سے خلیفہ ہے۔ حالانکہ نہ اس کو رسول اللہ نے خلیفہ بنایا، اور نہ اللہ تعالیٰ نے؟ اگر تم کہو کہ ہاں جائز ہے تو پھر یہ مکابرہ اور بلا وجہ کی بات ہوگی۔ اور اگر کہو گے کہ نہیں تو یہ لازمی بات ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نہ خلیفہ رسول تھے اور نہ اللہ کی طرف سے وہ خلیفہ بنائے گئے تھے اور تم لوگ ان کو خلیفہ رسول کہہ کر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹا اتہام لگاتے ہو اور وہ کام کرتے ہو جس کے مرتکب ہونے پر آنحضرتؐ نے جہنم کا مستحق ٹھہرایا ہے۔

اچھا یہ بتاؤ کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی ایک بات سچ ہے؟

یہ کہ رسول مقبولؐ نے انتقال فرمایا اور کسی شخص کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا۔ یا یہ کہ حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ رسول اللہ کہہ کر مخاطب کرنا؟

اگر کہو گے کہ دونوں باتیں سچ ہیں، تو یہ ناممکن ہے۔ اس لیے کہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اگر ان دونوں میں سے ایک بات سچ ہے،

تو دوسری لازماً جھوٹ ہے۔

لہذا تم لوگ اللہ سے ڈرو اور اپنے دل میں سوچو، دوسروں کی تقلید مت کرو اور شک و شبہ میں نہ پڑو! خدا کی قسم، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے صرف اُسی عمل کو قبول فرماتا ہے جس کو وہ سوچ سمجھ صحیح انجام دیتا ہے اور اس کام میں ہاتھ ڈالتا ہے جس کو وہ سمجھتا ہے کہ یہ حق ہے۔ اور سنو! شک و شبہ اور اس کا تسلسل کفر باللہ ہے اور ایسا شخص جہنم میں جائے گا۔

بتاؤ، کیا یہ درست ہے کہ تم میں سے کوئی شخص ایک غلام خریدے اور وہ غلام مالک و آقا بن جائے اور مالک و آقا غلام بن جائے؟

نہیں، یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

جواب

سوال

پھر یہ کیسے درست ہو گیا کہ تم نے اپنی حرص و ہوائے نفس کی خاطر ایک فرد پر اجماع کر کے خلیفہ بنایا، لہذا وہ تم لوگوں پر خلیفہ اور حاکم ہو گیا۔ حالانکہ تم ہی نے اُس کو اپنا والی اور خلیفہ بنایا تھا اور اُس کے خلیفہ ہونے پہلے تم لوگ اُس پر والی اور حاکم تھے اور اب وہ تم پر حاکم ہو گیا۔ تم لوگ اُس کو خلیفہ رسول کے نام سے یاد کرنے لگے جب تم اُس سے خفا و ناراض ہوئے تو اُسے قتل بھی کر دیا۔ جیسا کہ حضرت عثمان کے ساتھ ہوتاؤ کیا گیا۔

بات یہ ہے کہ امام درحقیقت مسلمانوں کا وکیل ہوتا ہے۔ جب تک مسلمان اُس سے راضی رہے، اُس کو اپنا والی اور امام بنائے رکھا اور جب ناراض ہوئے تو اُس کو معزول کر دیا۔ اس میں بُرائی کیا ہے؟

جواب

یہ بتاؤ کہ، یہ سارے مسلمان، یہ سارے بندے اور یہ سارا ملک کس کا ہے؟

سوال

اللہ تعالیٰ کا۔

جواب

تو پھر اللہ تعالیٰ کسی اور سے زیادہ حق دار و سزاوار ہے کہ وہ اپنے بندوں اور اپنے ملک پر وکیل بنے۔ کیونکہ ساری اُمت کا اس امر پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص کسی غیر کی ملکیت میں کوئی امر حادث کرے تو وہ اس کا ذمہ دار ہے۔ اس کو کوئی حق نہیں کہ کسی غیر کی ملکیت میں کوئی امر حادث و صادر کرے، اگر کرے گا تو وہ گنہگار ہوگا اور اُسے نواوان دینا پڑے گا۔

اور یہ بھی بتاؤ کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دنیا سے رخصت ہونے لگے تو آپ نے کسی کو اپنا جانشین اور خلیفہ بنایا تھا یا نہیں؟

جواب : نہیں، کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا۔
سوال : آنحضرتؐ نے اپنی اُمت کو ہدایت پر چھوڑا تھا، یا، گمراہی پر؟

جواب : ہدایت پر۔
سوال : تو پھر لوگوں (اُمت) پر لازم تھا کہ اُسی ہدایت پر قائم رہتے جس پر رسولِ مقبولؐ چھوڑ کر گئے تھے، گمراہی میں مبتلا نہ ہوتے۔

جواب : اُمت نے ایسا ہی تو کیا۔
سوال : پھر اُمت نے خلیفہ کیوں بنایا، جبکہ رسولؐ اس کام کو ترک کر کے گئے تھے۔
 اور جس کام کو رسولؐ نے ترک کر دیا تھا اُس کام کو کہنا تو گمراہی ہے (جبکہ رسولؐ کا ایک کام کو ترک کرنا عین ہدایت ہو) اس ہدایت کے خلاف کرنا بھی ہدایت ہی ہو۔ یہ ناممکن اور محال ہے۔ اب بتاؤ کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تھا تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ کیوں بنایا؟ اور حضرت عمرؓ نے اپنے پچھلے خلیفہ کی سیرت کے خلاف استخلاف کے کام کو شوریٰ کے حوالے کیوں کر دیا؟

تمہارے خیال کے بموجب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو کسی کو خلیفہ نہیں بنایا، مگر حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ بنایا۔ اور حضرت عمرؓ نے بھی استخلاف کو نہیں چھوڑا حالانکہ تمہارے خیال کے بموجب آنحضرتؐ نے استخلاف کو ترک کر دیا تھا، اور اس طرح بھی خلیفہ نہیں بنایا جس طرح حضرت ابوبکرؓ نے بنایا تھا بلکہ اس کے لیے ایک تسیری صورت اختیار کی۔ بتاؤ ان تینوں صورتوں میں سے کونسی صورت درست ہے؟ اگر تمہاری رائے میں وہ صورت درست ہے جو نبی اکرمؐ نے اختیار کی۔ یا۔ یہ صورت درست ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ حضرت ابوبکرؓ خطا کے مرتکب ہوئے۔ اور اسی طرح وہ دیگر باتوں میں بھی خطا کار ثابت ہوئے۔

- بتاؤ تمہارے خیال کے بموجب رسول اکرمؐ نے استخلاف کو ترک کیا تو آنحضرتؐ کا یہ فعل افضل ہے یا ان لوگوں کا استخلاف کرنا افضل ہے؟
- اور یہ بھی بتاؤ کہ اگر ایک کام کو رسولؐ کا ترک کرنا ہدایت ہے اور اسی کام کو دوسرا کرے تو وہ بھی ہدایت ہو تو، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہدایت کی ضد بھی ہدایت ہے اور یہ بھی بتاؤ کہ وفاتِ سرورِ کائنات کے وقت سے لیکر آج تک کیا کوئی

شخص تمام صحابہ کا انتخاب کیا ہوا ولی اور خلیفہ ہوا ہے؟ اگر تم کہو گے کہ نہیں، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے تسلیم کر لیا کہ بعد نبی اکرمؐ سب لوگوں نے گمراہی پر عمل کیا۔ اور اگر کہو گے کہ ہاں، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم ساری امت کو جھوٹا بنا رہے ہو۔

• اور یہ بھی بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ”قُلْ لِّمَنۢ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلُّ لِّلّٰہِ“ (سورۃ الانعام آیت ۱۰۲)

ترجمہ آیت: ”کہو، آسمانوں اور زمین کے اندر جو کچھ ہے وہ کس کا ہے، کہو کہ اللہ کا۔“

سوال: بولو! سچ ہے یا جھوٹ؟

جواب: سچ ہے۔

سوال: تو کیا ایسا نہیں ہے کہ اللہ کے سوا جتنی چیزیں ہیں وہ اللہ کی ہیں، اس لیے کہ اُنہی ان سب کو پیدا کیا ہے اور وہی ان سب کا مالک ہے۔

جواب: جی ہاں۔

سوال: پھر تو تمہارا واجب الاطاعت خلیفہ منتخب کرنا، اُس کو خلیفہ رسولؐ کے نام سے یاد کرنا، اُس سے ناراض ہونا، اگر وہ تمہاری مرضی کے خلاف عمل کرے تو اُس کو معزول کر دینا اور اگر وہ معزول ہونے کو قبول نہ کرے تو قتل کر دینا، یہ سب کا سب باطل ہے۔

مأمون نے پھر کہا۔ وائے ہو تم پر تم اللہ پر یہ جھوٹا اتہام تو نہ رکھو، ورنہ جب تم کل قیامت

کے دن اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو گے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عداوت جھوٹ بول کر اُن کے سامنے جاؤ گے تو اس کی سخت سزا پاؤ گے۔ اس لیے کہ آنحضرتؐ

نے فرمایا ہے ”جو شخص مجھ پر عداوت جھوٹ منسوب کرے گا وہ او اندھے منہ جہنم میں جاگا۔“

اس کے بعد مأمون نے قبلہ کی طرف رخ کیا اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور یہ

کہا۔ پروردگارا! میں ان لوگوں کو پوری نصیحت کر چکا، پروردگارا! میں ان لوگوں

کی پوری پوری ہدایت کی کوشش کر چکا، میں نے اپنا فرض پورا کر دیا، اور اپنی گردن سے ذمہ داری کا

کالو جھڑا تار چکا۔ پروردگارا! تو جانتا ہے کہ میں خود کسی شک و شبہ میں مبتلا رہ کر ان لوگوں کو حق

کی دعوت نہیں دے رہا ہوں۔ پروردگارا! میں حضرت علی علیہ السلام کو بعد نبی اکرمؐ تمام مخلوق میں

سب سے افضل مان کر تیرا مقرب چاہتا ہوں جیسا کہ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر تمام علماء کا مجمع منتشر ہو گیا اور اس کے بعد ایسا کوئی اجتماع

نہ ہو سکا، حتیٰ کہ مامون مر گیا۔

محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری کا بیان ہے کہ ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ مامون کی باتیں سن کر علم و خاموش رہے۔ مامون نے پوچھا کیوں؟ خاموش کیوں ہو؟ انہوں نے کہا، سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا کہیں: مامون نے کہا، بس یہی کافی ہے حجت تو تمام ہو گئی۔ اس کے بعد ہمیں چلے جانے کا حکم دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم سب حیرت زدہ اور شرمندہ شرمندہ وہاں سے نکلے تو مامون نے فضل بن سہل کی طرف دیکھا اور کہا ان علماء میں بس یہی دم خم تھا۔ میں نے ان کو بے جھجک گفتگو کا موقع دیا اور کوئی گمان کرنے والا یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ لوگ میرے رعب میں آکر حضرت علی علیہ السلام پر اعتراض سے باز رہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۰ - ۱۸۵)

مامون کا بنی ہاشم کو جواب

۳

حضرت علی علیہ السلام اور اہلبیت رسول کی مدح میں مامون نے جو نادر اور پُر لطف حقائق پیش کیے ہیں اس کا ذکر مسکویہ نے اپنی تاریخ ”ندیم الفرید“ میں کیا ہے اور اس میں ایک خط نقل کیا ہے جو بنی ہاشم نے مامون کو تحریر کیا تھا اور اس سے اس خط کا جواب طلب کیا تھا مامون نے اس خط جواب مندرجہ ذیل الفاظ میں دیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . ہر طرح کی حمد سزاوار ہے اُس اللہ کے لیے جو عالمین کا پروردگار ہے اور درود ہو محمد و آل محمد پر، ناک رگڑتے ہوئے اُن لوگوں کی جو اس درود کو ناپسند کرتے ہیں۔

اما بعد۔ مامون تمہارے خط کے مندرجات سے مطلع ہوا۔ تمہارے امور تمہاری تدابیر اور تمہاری اصل نیت سے آگاہ ہو گیا۔ اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تمہارے ہر چھوٹے، بڑے امیر غریب کے دلوں میں کیا ہے۔ وہ تمہارے اس خط کے آنے سے پہلے ہی جانتا تھا کہ تم سب حق کو اس کی جگہ سے ہٹا کر باطل کی شادابی و سرسبزی چاہتے ہو۔ تم لوگوں نے کتابِ خدا، احادیثِ رسول بلکہ ہر اُس چیز کو جو رسولِ صادق و امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیکر آئے تھے، چھوڑ بیٹھے ہو اور اُن سابق امتوں کی منزل پر پہنچ گئے ہو جو زمین شق ہونے، غرق ہونے، آندھی طوفان آنے، بجلی گرنے اور آسمان سے پتھر برسنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئی تھیں۔

کیا تم لوگ قرآن مجید پر غور و فکر نہیں کرتے یا تمہارے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟ اُس ذات کی قسم جو مامون کی ریشہ رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے کہ اگر اس کا خیال

نہ ہوتا کہ کہنے والے کہیں گے کہ مامون سے اس خط کا جواب بن نہ پایا تو میں تمہاری بد اخلاقیوں، کوتاہ اندیشیوں، کم عقلیوں اور رائے کی سنا فتوں کو دیکھتے ہوئے ہرگز جواب نہ دیتا، مگر اب سُننے والے سُنیں اور یہ سُن کر دوسروں تک بھی پہنچادیں۔

اما بعد۔ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس وقت رسول بنا کر بھیجا جب کہ صدیوں سے کوئی رسول نہ آیا تھا۔ زمانہ فترت تھا اور اس عرصے میں قبیلہ قریش اس منزل پر پہنچ چکا تھا کہ وہ اپنی ذات اور اپنے مال و دولت کے سامنے کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ ہمارے نبی امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جس کو دولت مند نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اعلان نبوت کے بعد حضرت خدیجہ بنت خویلد ان پر ایمان لائیں اور اپنے مال سے آپ کی مدد کی۔ پھر حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب جن کا سن ابھی سات سال کا تھا آنحضرت پر ایمان لائے اور چشمِ زدن کے لیے بھی کبھی مشرک نہ رہے نہ کبھی کسی بت کو سجدہ کیا نہ کبھی سود کھایا، نہ کبھی ایامِ جاہلیت کے عربوں کی جہالت میں اُن کے شریک رہے۔ حالانکہ آنحضرت کے چچاؤں میں سے کچھ مسلم تھے مگر کمزور تھے، کچھ کافر تھے جو آپ کے سخت دشمن تھے سوائے حضرت حمزہ کے کہ جنہیں نہ اسلام سے کوئی روک سکا اور نہ اسلام کو ان کے قبول کرنے سے کوئی باز رکھ سکا۔ اور انھوں نے اسی طرح اپنے رب کے مہریت پر قائم رہتے ہوئے عدم کی راہ لی۔

لیکن آپ چچاؤں میں صرف ابو طالب تھے جنھوں نے آنحضرت کی کفالت اور آپ کی پرورش کی۔ وہ ہمیشہ آپ کی حفاظت اور دشمنوں سے آپ کا دفاع کرتے رہے مگر جب حضرت ابو طالب کا بھی انتقال ہو گیا تو ساری قوم اس بات پر آمادہ اور متفق ہو گئی کہ آنحضرت کو قتل کر دیا جائے۔ یہ دیکھ کر آنحضرت نے ترکِ وطن اور ہجرت اختیار کی اور ان لوگوں کے پاس (مدینہ) چلے گئے جو اس سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے۔ کفار مکہ کے ظلم سے تنگ آکر جو ان کے پاس ہجرت کر کے جاتا، یہ لوگ اُس کے ساتھ محبت سے پیش آتے اور ان کو کچھ دینا اور مدد کرنا، ان پر گراں نہ گزرتا، بلکہ ایشاد سے کام لیتے۔ اپنی ضرورتوں کو ترک کر کے اُن کی مدد کرتے اور حقیقت یہ ہے کہ جس نے اپنے نفس کو بخل سے بچا یا وہی فلاح یافتہ ہے۔

مگر مہاجرین میں سے کوئی بھی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کے لیے اس طرح کھڑا نہ ہوا جس طرح حضرت علی علیہ السلام کھڑے ہوئے۔ انھوں نے آپ کی اکثر ذمے داریاں سنبھال لیں۔ جان کی بازی لگا کر آپ کا دفاع کیا۔ شربِ ہجرت آپ کے بستر پر سوئے۔ اس کے بعد فتح کرنے کے لیے مختلف قلعوں کے گرد چکر لگاتے رہے، بڑے بڑے

پہلوانوں اور بہادروں کے سر قلم کرتے رہے۔ کسی مد مقابل سے پیچھے نہیں ہٹے، اگر مقابلہ پر دشمن کا پورا لشکر بھی ہوتا تب بھی منہ نہ موڑتے (جیسا آپ نے خود فرمایا تھا کہ میں نے بچپن اور اپنی کمسنی کے باوجود عرب کے بہادروں کے گھٹنے زمین پر ٹکوا دیے تھے) آپ اپنی ساری فوج کے سردار اور امیر ہوتے۔ ان پر کوئی سردار و امیر نہ ہوتا۔ مشرکین کی صفوں کو پامال کرنے میں سب سے بڑھ کر صف شکن، اللہ کی راہ میں سب سے بڑے مجاہد، دین الہی کے سب سے بڑے عالم، کتاب خدا کے سب سے بڑے قاری، حلال و حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے سب سے زیادہ عبادت گزار، متقیوں کے امام، مومنوں کے امیر، مقام غدیر میں رسول اکرمؐ نے آپؐ ہی کی ولایت کا اعلان کیا، آپؐ ہی کے متعلق رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ :-

أَنْتَ هُنِي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

مقام طائف میں آیہ نجویٰ پر تنہا عمل کرنے والے۔ آپؐ کے علاوہ اس آیت پر عمل کوئی نہ کر سکا اللہ اور اس کے رسولؐ کے نزدیک تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب، مسجد رسولؐ میں سب کے دروازے بند ہوئے لیکن آپؐ کا دروازہ کھلا رہا۔ فتح خیبر کے دن رسولؐ سے عسلم پانے والے۔ جنگ خندق میں عمرو بن عبدود کو قتل کرنے والے، مواخات کے موقع پر رسول اللہؐ نے آپؐ ہی کو دنیا و آخرت میں اپنا بھائی بنایا تھا۔

آپؐ بڑے صاحب قوت و طاقت و کرامت تھے۔ سورہ دھر کی آیت ۱۷ آپؐ کی شان میں نازل ہوئی۔ (وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا) آپؐ ہی حضرت خاتون جنت سیدۃ النساء العالمین فاطمہ زہراؑ کے شوہر نامدار اور حضرت خدیجہ علیہا السلام کے داماد تھے۔ آپؐ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ حقیقی چچا زاد بھائی تھے جن کی تربیت اور کفالت خود رسول مقبولؐ نے اپنے ذمے لی تھی آپؐ ہی حضرت ابوطالبؓ کے وہ فرزند تھے جو جہاد اور نصرت رسولؐ میں بالکل اپنے پیر و بزرگوار کے نقش قدم پر تھے۔ آپؐ ہی مباہلہ کے موقع پر نفس رسولؐ قرار پائے۔ آپؐ وہ ہیں کہ جن کے مشورے کے بغیر حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کوئی حکم یا فتویٰ نافذ نہ کرتے۔ آپؐ وہ ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بنی ہاشم میں سے مجلس شوریٰ کے لیے انہی کو منتخب کیا۔

اور میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس طرح آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کی طرف سے دفاع کیا، اگر حضرت علیؓ کے اور اصحاب میں قدرت ہوتی تو وہ بھی حضرت علیؓ کا یقیناً دفاع کرتے اور ساتھ دیتے۔

اب تم لوگوں کا یہ کہنا کہ حضرت عباسؓ جو رشتے میں چچا تھے وہ حضرت علیؓ سے افضل تھے

تو اس کے متعلق تو قرآن مجید کی نص موجود ہے یہ فیصلہ قرآن مجید نے اس طرح کر دیا ہے کہ
 أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ
 آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ
 عِنْدَ اللَّهِ ۗ (سورة التوبہ آیت ۱۹)

ترجمہ آیت: ”کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے پانی پلانے اور مسجد حرام کی تعمیر کو اس شخص کے عمل کے برابر سمجھ لیا ہے جو ایمان لایا اللہ پر اور یوم آخرت (قیامت) پر اور اس نے راہِ خدا میں جہاد کیا؟ یہ اللہ کے نزدیک ہرگز برابر نہیں ہے“

اور خدا کی قسم قرآن مجید میں امیر المومنین کے جس قدر مناقب و فضائل کا تذکرہ ہے ان میں سے اگر کوئی ایک فضیلت بھی تمھارے مردوں میں سے کسی ایک کو یا کسی غیر کو مل جاتی تو یقین کرو کہ وہ صرف اسی ایک فضیلت پر خلافت کا حقدار بن جاتا اور تمام صحابہ میں اس کا حق سے سب سے مقدم سمجھا جاتا۔ مگر حضرت علیؑ کو اس حق سے محروم رکھا گیا، پھر امور خلافت مسلسل آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ حضرت علیؑ کو اس حق سے محروم رکھا گیا، پھر امور خلافت مسلسل عبداللہ ابن عباس کو اپنا رشتہ دار اور قابلِ وثوق سمجھتے ہوئے انتظامی امور خلافت میں شامل کر لیا ان کے علاوہ بنی ہاشم میں سے کسی سے بھی مدد نہیں لی۔ اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ ابن عباس کی مغفرت فرمائے، انھوں نے جو امور انجام دیے وہ سب کو معلوم ہیں۔ پھر ہم بنی عباس اور وہ یعنی آلِ محمدؐ یک دل ہو کر چلے، جیسا کہ تم لوگوں نے بھی تحریر کیا ہے۔ یہاں تک کہ حکومت بنی عباس کو اللہ نے عطا کی اور حکومت پاتے ہی ہم بنی عباس نے آلِ محمدؐ کی اہمیت کو گھٹانا انھیں تنگ کرنا اور انھیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ اور ہم نے دور بنی اُمیہ سے بھی زیادہ آلِ محمدؐ کو قتل کیا۔

تم پر وائے ہو، کیوں نہیں سمجھتے کہ بنی اُمیہ نے تو آلِ محمدؐ میں سے صرف اسی کو قتل کیا جس نے ان کے مقابلے میں تلوار کھینچی۔ اور ہم گردہ بنی عباس نے تو سبھی کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اور قیامت کے دن ہم بنی عباس سے یقیناً یہ سوال ہوگا کہ بنی ہاشم میں سے فلاں فلاں کو کس جرم میں قتل کیا گیا۔ فلاں فلاں کو کس جرم میں دجلہ و فرات کی لہروں کے حوالے کیا گیا، فلاں فلاں نفوس کو بغداد اور کوفہ میں کس جرم میں زندہ دفن کیا گیا۔ افسوس۔ قرآن مجید کا یہ کھلا ہوا فیصلہ ہے کہ جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا اس کو اس نیکی کی جزا ملے گی اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا اس کو اس بدی کی سزا ملے گی۔

تم نے اپنے خط میں مخلوع الخلافت امین اور اس کی حکومت کی تعریف کی ہے اور اس کی خلعِ خلافت میں اشتباہ ظاہر کیا ہے۔ تو سنو! کہ اس سے خلعِ خلافت میں تم لوگوں کے

سوا اور کسی کو بھی اشتباہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ اُس نے پوری طرح بدعہدی کی اور غداری سے کام لیا۔ مگر تم لوگوں نے اُس کی اس غداری کی تعریف کی اور اُس سے کہا کہ اُمید نہیں کہ تمہارے بھائی (مامون) کی حکومت قائم ہو۔ اس لیے کہ وہ دارالحکومت سے دور ہے اور جلاوطن ہے۔ اس کے پاس خزانہ بھی ہے اور فوج بھی۔ ہم فوج بھیجیں گے جو اُسے پکڑ لائے گی۔ یہ تم نے غلط کہا اور بلاوجہ دھکی دی۔ تم اللہ تعالیٰ کے اس قول کو بھول گئے کہ :

ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لِيَنْصُرْتَهُ (سورۃ الحج آیت ۶)

ترجمہ آیت ”جس شخص پر زیادتی کی جائے گی ہم اُس کی ضرور مدد کریں گے۔“

حضرت ابوالحسن رضا کی ولیعہدی کو جو تم نے مامون کی بے بصیرتی پر محمول کیا ہے تو ایسا نہیں ہے، بلکہ مامون نے فیصلہ خوب سوچ سمجھ کر اور یہ جان کر کیا ہے کہ روئے زمین پر اُن سے بڑھ کر نہ کوئی صاحب فضل ہے اور نہ صاحب عفت۔ نہ اُن سے بڑھ کر کوئی صاحب ورع ہے نہ صاحب زہد۔ نہ اُن سے بڑھ کر کوئی نفسانیت سے آزاد اور راضی بہ رضائے الہی ہے نہ اُن سے زیادہ کوئی اللہ کے معاملے میں سخت۔ خواہ وہ عوام ہوں یا خواص۔ اُن کی بیعتِ ولیعہدی رضائے رب کے مطابق ہوئی ہے۔ میں نے اس کے لیے بڑی کوشش کی اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی پروا نہیں کی۔ اور میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر یہ ولیعہدی میری طرف سے کوئی عطیہ ہوتی تو میرے دل کو سب سے زیادہ پسند اور میری نظریں سب سے زیادہ اہمیت خود میرے فرزند عباس اور میری دوسری اولاد کی تھی لیکن میری پسند کچھ اور اللہ کی پسند کچھ اور۔ میں اپنی پسند کو اللہ کی پسند پر ترجیح نہ دے سکا۔

تم لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میرے دورِ حکومت میں تم پر بڑے مظالم ہوئے تو میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ جو کچھ ہوا وہ خود تمہاری وجہ سے ہوا۔ اُس کو (امین کو) فتیاب کرانے کی کوشش اور اُس کا ساتھ دینے کی وجہ سے ہوا۔ اور جب وہ میرے ہاتھوں قتل ہو گیا تو تم لوگ گروہوں میں بٹ گئے۔ تم نے کبھی ابن ابی خالد کی اتباع کی، کبھی اعرابی کی پیروی کی، کبھی ابن شکہ کے پیچھے چل پڑے۔ غرض جس نے ہمارے خلاف تلوار اٹھائی تم لوگ اُسی کے ساتھ ہو لیے۔ یاد رکھو! کہ اگر میری عادت درگزر کی نہ ہوتی اور طبیعت میں ظلم و زیادتی ہوتی تو میں روئے زمین پر تم میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑتا، اس لیے کہ تم سب کا خون حلال اور تم سب ہی مستحقِ قتل ہو۔

نیز تمہاری یہ استدعا کہ میں حضرت ابوالحسن رضا کی ولیعہدی کو ختم کر کے اپنے بیٹے عباس کو ولیعہد بنالوں، تو کیا تم سب ایک بہتر فرد کو ایک کمتر فرد سے بدل لینا چاہتے ہو؟

وائے ہو تم سب پر۔ عباس ابھی بچہ اور کم سن ہے۔ اس کو تنہا نہیں چھوڑا جاسکتا کیونکہ نا تجربہ کار ہے، عورتوں کی تربیت میں رہا ہے کینزوں کی گودیوں میں پلا بڑھا ہے پھر یہ کہ ابھی دینی تعلیم بھی حاصل نہیں کی ہے۔ حرام و حلال کی پہچان بھی نہیں۔ اور اگر کچھ جانتا بھی ہے تو رعایا کو نہیں سنبھال سکتا۔ نہ اُن پر حجت قائم کر کے انھیں مطمئن کر سکتا ہے۔ اور بالفرض وہ اس لائق بھی ہوتا، یعنی اُسے تجربہ بھی ہوتا، دینی معلومات بھی ہوتیں، زہد و تقویٰ اور دنیا سے بے رُخی بھی ہوتی، بلکہ یوں کہوں کہ وہ ایک عادل حکمراں بھی ہوتا، تو خلافت کے لیے اس کی حیثیت میرے نزدیک قبیلہ عک و حمیر کے کسی آدمی کے برابر ہی ہوتی (یعنی ناقابلِ خلافت) لہذا اس سلسلے میں میری زبان نہ کھلواؤ، ورنہ میں ایسی ایسی پیشین گوئیاں اور خبریں بیان کر دوں گا کہ اللہ تعالیٰ ایک نہ ایک دن اپنی بات پوری کر کے، جو طے کر لیا ہے اُس کو ظاہر کر کے رہے گا؛ تو لوگ میری باتوں کو سنہی اور مذاق سمجھیں گے۔ اور اگر تم ان باتوں سے پردہ چاک کر آئے بغیر نہ مانو گے تو پھر سنو! ہارون الرشید نے اپنے آباء کے سلسلے سے یہ روایت مجھ سے بیان کی اور کتاب حکومت میں اُس نے یہ بھی پایا کہ بنی عباس کی ساتویں پشت پر زوال آئے گا۔ اس کے بعد بنی عباس کی حکومت ختم ہو جائے گی۔ بس اس کی زندگی تک یہ حکومت رہے گی۔ ادھر وہ رخصت ہوا اور ادھر یہ حکومت بھی رخصت ہوئی۔ لہذا خبردار! حیب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو تم لوگ اپنے لیے جائے پناہ تلاش کر لینا۔ افسوس اُس وقت تم سب تہہ تیغ ہو گے۔ ایک حسنی شخص تم سے انتقام کے لیے آئے گا، وہ کسی کی رعایت نہ کرے گا اور تمہیں اتنا کاٹے گا جتنا وہ کاٹ سکے گا۔ یا سفیانی آئے گا جو تمہیں ذلیل و خوار کرے گا۔ اور قائم مہدی آئے گا جو تمہارا ناحق خون بہنے سے بچائے گا۔

میں بتاؤں کہ میں نے علی ابن موسیٰ رضا کو ولیعہد کیوں بنایا؟ اول تو وہ فی نفسہ اس کے مستحق تھے دوسرے ہم نے جو اُن کو ولیعہد کے لیے منتخب کیا تو اس لیے کہ تمہارا خون بہنے سے بچاؤں اور اپنے اور آل محمد کے درمیان رشتہ مودت کو مسلسل باقی رکھ کر (اُس نے وائے وقت پر) تم لوگوں کا تحفظ کر جاؤں۔ یہی وجہ ہے کہ میں آل ابی طالب کا اکرام کرتا ہوں اور مالِ غنیمت میں سے کچھ دے کر اُن کے ساتھ مواسات اور حسن سلوک سے پیش آتا ہوں۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ میں نے عافیت اور منفعت ان لوگوں کے حوالے کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو ایسا نہیں ہے۔ میں تمہاری بہبود اور نفع رسانی کی تدبیر میں ہوں۔ میری نظر تم پر تمہاری اولاد اور آئندہ نسلوں پر ہے کہ تمہارے بعد اُن کا حشر کیا ہوگا؟ تم لوگ تو انجہام کو بھولے ہوئے ہو، لہو و لعب میں مبتلا ہو، غفلت کے سمندر میں ڈوب رہے ہو، گمراہی کے

صحرا میں پھٹکے ہوئے پھر رہے ہو۔ تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور کون سا عذاب تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ یہ عیش و عشرت، یہ نعمت و دولت سب سلب ہونے والی ہے۔ تم میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ شام کو سوار یوں پر سوار ہو سیر و تفریح میں وقت گزاریں اور صبح کو مخمور اور نشے میں چور اٹھیں۔ تم گناہوں کا ارتکاب کر کے ایک دوسرے پر فخر کرتے ہو اور بہت خوش ہوتے ہو۔ ہر بطن تمہارا خدا بن گیا ہے۔ تمہارے اندر نسوانیت اور زنانہ پن رچ بس گیا ہے۔ تم میں کوئی ایسا سوچ بچار اور غور و فکر کرنا بھی نہیں جو اپنی معیشت کی اصلاح و درستی کے لیے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی حفاظت اور بقا کے لیے کوشش کرے۔ نہ حصولِ کرامت و شرف کی فکر، نہ کارِ خیر اور اعمالِ حسنہ انجام دینے کا ارادہ جس سے اس دن (قیامت کے روز) سرفرازی اور بلندی نصیب ہو اور گردن اٹھا کر چل سکیں، جس دن مال اور اولاد کوئی کام نہ آئے گا۔

تم لوگوں نے نماز ترک کر رکھی ہے، شہوات و خواہشات کی پیروی میں لگے ہوئے ہو۔ نعمات و لذات پر منہ کے بل گرے پڑ رہے ہو اور گمراہی میں مبتلا ہونے والے ہو۔ خدا کی قسم میں اکثر تمہارے حالات پر غور کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ سابق اُمتوں میں سے جو اُمت بھی موردِ عذابِ الہی ہوئی وہ اپنی ہی بدکرداری و بد اعمالی کی وجہ سے اور تمہارے اندر بہت سی بدکرداریاں موجود ہیں اور وہ ایسی کہ میرا تو خیال ہے کہ شاید ابلیس کو بھی شرم آئے۔ قومِ صالح کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ اُن میں نو گروہ تھے جو زمین پر فساد پھیلا رہے تھے اور اصلاح قبول نہیں کر رہے تھے۔ مگر تم میں سے کون ایسا ہے کہ جس کے ساتھ ننانوے مفسدین نہ ہوں۔ تم لوگوں نے معاد اور آخرت کا استخفاف اور مذاق اڑانا اپنا شعار اور دستور بنا لیا ہے۔ حساب و کتاب پر یقین نہ ہونے کے برابر ہے۔

سوچو! کہ تم میں کوئی ایک بھی ایسا صاحبِ رائے نہیں ہے کہ جس کی پیروی کی جائے یا اس کے کردار سے استفادہ کیا جائے؟ تم لوگوں کی شکلوں پر پھٹکار، تمہارے چہروں پر خاک۔ کدھر بھٹکے جا رہے ہو۔

تم لوگوں نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نور اللہ وجہ کی ولی عہدی کا معاملہ غلط رہا۔ تو میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے نزدیک یہ وہ بہترین اقدام ہے کہ جس کے ذریعے سے مجھے اُمید ہے کہ میں صراط سے آسانی کے ساتھ گذر سکوں گا۔ اور قیامت کے ہولناک دن مجھے خوف سے امن و نجات ملے گی۔ میرا تو خیال ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کوئی کام اس سے بہتر انجام نہیں دیا اور نہ آئندہ انجام دے سکوں گا۔ اور اگر کبھی

سکوں گا تو وہ اسی کے مثل کوئی دوسرا کام ہو گا مگر بھی میرے لیے کہاں ممکن ہے اور تم یہ سعادت بھلا کیسے حاصل کر سکتے ہو۔

تمہارا یہ کہنا کہ میں نے یہ قدم اٹھا کر تمہارے بزرگوں اور تمہارے آبا و اجداد کو بے عقل اور کج رائے ثابت کر دیا ہے۔ یہی تو مشرکین قریش بھی کہا کرتے تھے کہ ہم نے اپنے آبا و اجداد کو جس مسلک پر پایا ہے ہم بھی اسی مسلک پر چلیں گے اور انہی کی پیروی کریں گے وئیل ہو تم پر، دین ہمیشہ سے صرف انبیاء کرام ہی کے ذریعے سے لیا جاتا رہا ہے۔ سوچو اور سمجھو! مگر مجھے اُمید نہیں کہ تم سمجھ سکو گے۔

تمہیں اس کی بھی شکایت ہے کہ میرا برتاؤ تمہارے ساتھ مجوسیوں جیسا ہے تو میرا خیال ہے کہ اگر میں تمہارے ساتھ بندروں اور خنزیروں جیسا سلوک کروں تب بھی تمہاری اکڑ نہیں جائے گی جو تم امیر المومنین کو دکھا رہے ہو۔ میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس طرح ہمارے ماں باپ اسلام لائے اسی طرح یہ مجوسی بھی اسلام لائے تھے تو وہ مجوسی بیچارے تو اب بھی مسلمان ہیں مگر تم مسلمان ہو کر مرتد ہو گئے۔ اور وہ مجوسی جو مسلمان ہو گئے، اس مسلمان سے بہتر ہیں جو مرتد ہو گیا ہے۔ وہ بیچارے گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ اچھائیوں کے قریب اور بُرائیوں سے دور رہتے ہیں مسلمانوں کی عزت و حرمت کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہ شرک و اہل شرک کی بُرائیوں سے پاک ہو کر خوش ہیں۔ اسلام نے جو خوبیاں دی ہیں اُن کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ اُن میں سے بعض تو اپنی مدتِ حیات پوری کر کے جا چکے اور بعض اس کا انتظار کر رہے ہیں اُنھوں نے اپنے اس عنوانِ زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

اور ایک تم ہو کہ تم میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو لہو و لعب میں مبتلا نہ ہو۔ اُس کی عقل و تدبیر ماؤف نہ ہو چکی ہو۔ تم میں سے کوئی یا تو گویا (گلانے والا) ہو گا با طبعی یا بانسری بجلانے والا۔ خدا کی قسم وہ بنی اُمیہ جن کو تم نے کل تہ تیغ کیا ہے کہ وہ پھر سے زندہ کیے جائیں اور اُن سے کہا جائے کہ جس قدر بُرائیاں تم کر سکتے ہو کر گذرو۔ تو وہ بھی اس سے زیادہ نہیں کر سکیں گے جتنی بُرائیوں کو تم لوگوں نے اپنا شعار و کردار بنا رکھا ہے۔

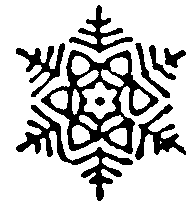
تم میں ہر ایک کی یہ فطرت ہے کہ جب بد حالی میں مبتلا ہوا تو چیخنے لگا۔ اور جیسے ہی خوشحالی آئی پھر کسی کی بات بھی سُنتا گوارا نہیں کرتا۔ اور جب تک ڈرایا نہ جائے، نہ تو وہ باز آتا ہے اور نہ پرہیز گار بنتا ہے۔ اور کیسے باز آئے گا وہ شخص جس کی رات مرکوب (سواری پر سیر و تفریح میں) بسر ہوتی ہے اور جب صبح کو (تمام رات عیش و طرب کی لذت و تھکان کے بعد) اٹھتا ہے

تو اپنے گناہوں پر نازاں اور فرحاں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے کوئی بہت ہی قابلِ تعریف کام کیا ہے۔ اُس کی زندگی کا مقصد شکم پروری یا شہوت رانی ہے۔ اور اگر اس کو اپنی شہوت کی تسکین کے لیے ایک ہزار نبی پیغمبر یا ملکِ مقرب کو بھی قتل کرنا پڑے تو وہ اس کی بھی پروا نہیں کرے گا۔

اُس کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ شخص وہ ہے جو اُس کو معصیت پر اُبھارے اور فواحش میں اس کی مدد کرے۔ مگر اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ اگر تم لوگ اب بھی بُرائیوں اور بدکاروں سے باز نہ آئے تو تمہیں اختیار ہے۔ میرے پاس جو بھی قوت ہے وہ اللہ کی دی ہوئی ہے اور میں اُسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور وہی میرے لیے کافی ہے۔



نظارۃ الآخِر



باب



آپ کی ازواج و اولاد

زید النصار

①

ابن ابی جعدون نے اپنے باپ سے روایت کی ہے ۱۹۹ھ میں زید بن موسیٰ (حضرت امام رضا علیہ السلام کے بھائی) نے بصرہ میں خروج کیا اور عباسیوں کے گھروں کو نذر آتش کر دیا جس کی بنا پر انہیں زید آتشین کہا جانے لگا تھا۔ جب یہ گرفتار کر کے مامون کے سامنے لائے گئے تو مامون نے ان سے کہا: اے زید اگر تمہیں آگ لگانی ہی تھی تو ہم لوگوں کے دشمن بنو امیہ۔ وثقیف وغنی و باہلہ اور ال زیاد ہیں ان کے گھروں سے شروع کیا ہوتا۔ یہ کیا کہ تم نے انہیں تو چھوڑا اور اپنے چچا کی اولادوں کے گھروں کا رخ کر دیا؟ زید بھی بہت پر مزاج آدمی تھے انھوں نے برستہ جواب دیا۔ یا امیر المومنین غلطی ہو گئی اب جب آگ لگاؤں گا تو پہلے انہی لوگوں کے گھروں سے شروع کروں گا۔ مامون یہ سن کر ہنسنے لگا۔ پھر انہیں ان کے بھائی حضرت ابوالحسن الرضا کے پاس بھیج دیا اور کہلایا کہ زید کے جرم کا میں نے آپ کو اختیار دیا۔ جب لوگ ان کو لے کر امام کی خدمت میں آئے تو آپ نے انہیں بہت جھڑکا اور ہلکا کر دیا۔ مگر حلف کہہ دیا کہ میں تا عمر ان سے بات نہ کروں گا۔

ابوالخیر علی بن احمد تساہیہ نے اپنے مشائخ سے روایت کی ہے کہ حضرت زید بن موسیٰ علیہ السلام منتقر کے ندیم و مصاحب تھے اور بڑے خوش گفتار تھے۔ یہ زید یہ خیالات کے حامل تھے اور بغداد میں نہر کرخ یا پر قیام کیا کرتے تھے۔ یہی وہ زید ہیں جو البوسریا کے دور میں کوفہ کے اندر تھے اور اس نے ان کو کوفہ کا والی بنا دیا تھا مگر جب البوسریا قتل ہو گیا تو طالبن منتشر ہو گئے کچھ بغداد جا کر چھپ رہے کچھ کوفہ اور کچھ مدینہ واپس چلے گئے۔ اور انہی روپوش ہونے والوں میں زید بن موسیٰ بھی تھے۔ حسن بن سہل نے ان کو تلاش کرنے کا حکم دیا جب مل گئے تو انہیں حسن بن سہل کے سامنے پیش کیا گیا اس نے ان کو قید کا حکم دے دیا چند دن بعد انہیں گردن زدنی کے لئے پیش کیا گیا جلاد نے ان کے قتل کے لئے تلوار کھینچ لی۔ جب قریب پہنچا تو انھوں نے پکار کر کہا۔ ایہا الامیر اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرے قتل میں اتنی جلدی نہ کریں ٹھہر جائیں۔ مجھے آپ سے ایک بات کہنی ہے۔ حسن بن سہل نے حکم دیا جلاد نے تلوار روک لی۔ یہ حسن بن سہل کے قریب پہنچے اور اس وقت وہاں حجاج بن یثیمہ بھی موجود تھا۔ انھوں نے کہا ایہا الامیر یہ جو آپ نے میرے قتل کا ارادہ کیا ہے تو کیا اس کے متعلق امیر المومنین کا کوئی حکم آپ کے پاس آیا ہے؟ حسن بن سہل نے کہا۔ نہیں۔ زید بن موسیٰ نے کہا تو پھر آپ امیر المومنین کے چچا زاد بھائی کو بغیر ان کی اجازت بغیر ان کے حکم اور بغیر ان کی رائے لئے ہوئے کیوں قتل کر رہے ہیں۔ پھر انھوں نے ابو عبد اللہ بن افسس کا واقعہ بیان کیا کہ ہارون رشید نے ان کو جعفر بن یحییٰ کے پاس قید میں ڈال دیا تھا۔ مگر رشید کے حکم کے بغیر جعفر نے ان کو قتل کر دیا۔ اور نوروز کے مذاروں اور ہڈیوں کے ساتھ ان کا سر بھی رشید کے پاس بھیجا تھا۔ مگر جب ہارون رشید نے مسرور کبیر کو جعفر بن یحییٰ کے قتل کرنے کا حکم دیا تو یہ کہا کہ اگر جعفر تم سے یہ پوچھے کہ مجھے کس جرم کی پاداش میں قتل کیا جا رہا ہے تو کہہ دینا کہ تو نے

میرے چچا زاد بھائی ابن افسس کو بغیر میرے حکم کے قتل کیا تھا اس کے بدلے میں مجھے قتل کر رہے ہوں۔
یہ سن کر حجاج بن یثیمہ نے حسن بن سہل سے کہا ایسا الایمیر کیا آپ کو پورا اطمینان ہے؟ کہیں ایسا
نہ ہو کہ کبھی آپ کے اور امیر المومنین کے درمیان کوئی تلخی پیدا ہو اور آپ بھی اس شخص کو بغیر اجازت کے قتل
کر چکے ہوں اور وہ آپ کے لئے وہی بہانہ پیش کرے جو رشید نے جعفر بن یحیٰ کے قتل کے لئے پیش کیا تھا۔ یہ سن کر
حسن بن سہل نے حجاج سے کہا اللہ تمہیں اس کی اچھی جزا دے تم نے ہمیں خطرہ سے بچایا۔ پھر زید کے قتل کے
حکم کو واپس لے لیا اور انہیں قید میں واپس کر دیا پھر یہ مسلسل قید میں رہے یہاں تک کہ ابراہیم بن مہدی کا
دور آیا اور اہل بغداد نے جسارت کر کے حسن بن سہل کو بغداد سے نکال دیا۔ مگر زید اسی طرح قید میں پڑے
رہے بالآخر انہیں مامون کے پاس بھیج دیا گیا۔ اور مامون نے ان کو ان کے بھائی امام رضاؑ کے پاس بھیج دیا
امام رضا علیہ السلام نے انہیں رہا کر دیا۔ زید بن موسیٰ خلافت متوکل کے آخر دور تک زندہ رہے بالآخر سرسبز
میں ان کا انتقال ہو گیا۔ (یعنی اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۳۳-۲۳۲)

یاسر کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے بھائی زید بن موسیٰ نے مدینہ میں خروج کیا
لوگوں کے گھر جلائے اور انہیں قتل کیا اور اسی بنا پر ان کو زید النار کہا جانے لگا۔ مامون نے ان کی گرفتاری
کے لئے آدمی بھیجے اور جب انہیں گرفتار کر کے مامون کے سامنے پیش کیا گیا تو مامون نے حکم دیا انہیں حضرت
ابوالحسن علیہ السلام کے پاس لے جاؤ۔

یاسر کہتا ہے کہ جب یہ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ نے ان سے
کہا۔ اے زید تم نے پست فطرت اہل کوفہ کے اس قول سے دھوکا کھایا کہ "حضرت فاطمہؑ ہر اسلام اللہ علیہا
چونکہ صاحب عصمت و عفت ہیں اس لئے اللہ نے ان کی ذریت پر جہنم کو حرام کر دیا ہے" حالانکہ یہ بات
صرف امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے لئے مخصوص ہے۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی
کر و گے پھر بھی جنت میں جاؤ گے اور موسیٰ بن جعفر اللہ کی اطاعت کریں گے اور جنت میں جائیں گے تو پھر اللہ
کے نزدیک موسیٰ بن جعفر سے تم ہی اچھے ٹھہرے۔ سن لو خدا کی قسم اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ بغیر اس کی اطاعت
کے حاصل نہیں ہو سکتا اور تمہارا خیال ہے کہ تم اللہ کی محصیت کر کے اسے حاصل کر لو گے تو تمہارا خیال غلط ہے۔
زید نے کہا میں آپ کا بھائی اور آپ کے باپ کا فرزند ہوں۔ حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام نے
فرمایا ٹھیک ہے تم میرے بھائی اس وقت تک ہو جب تک اللہ کی اطاعت کرتے رہو گے حضرت نوح
علیہ السلام کا واقعہ یاد کرو جو قرآن مجید میں مذکور ہے کہ حضرت نوح نے کہا۔ رَبِّ اِنِّ ابْنِیْ مِنْ
اَهْلِیْ وَاِنِّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحَاکِمِیْنَ

۳۔ اولاد قاطمہ اور ناز جہنم

حسن و شاکا بیان ہے کہ پھر آپؐ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے حسن بتاؤ تم لوگ اس آیت کو کس طرح پڑھتے ہو۔ **يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ** میں نے عرض کیا کچھ لوگ اس کو **اِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ** پڑھتے اور کچھ لوگ اس کو **اِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ** پڑھتے ہیں وہ حضرت نوح کے باپ ہونے ہی سے انکار کرتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا نہیں نہیں وہ حضرت نوح کا ہی بیٹا تھا مگر چونکہ اس نے اللہ کی نافرمانی کی اس لئے اللہ نے اس کو حضرت نوح کا بیٹا ہونے سے انکار کر دیا۔ پس اس طرح ہم میں سے بھی جو شخص اللہ کی اطاعت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے اور تم اگر اللہ کی اطاعت کرتے ہو تو تم اہل بیت میں سے ہو۔ **عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۳۲ معانی الاخبار شیخ صدوق ص ۱۰۸-۱۰۷**

(۴) — اصل شے تقویٰ ہے

۲۴۴

حسن بن جہنم سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور وہاں ان کے بھائی زید بن موسیٰ بھی موجود تھے اور حضرت امام رضاؑ زید سے کہہ رہے تھے کہ اے زید تقویٰ اور خوفِ خدا اختیار کرو اس لئے کہ ہم لوگ جس مرتبہ اور منزلت پر پہنچے ہیں وہ تقویٰ اور خوفِ خدا سے پہنچے ہیں۔ پس جس میں تقویٰ اور خوفِ خدا نہیں وہ نہ ہم میں سے ہے اور نہ ہم اس میں سے ہیں۔ اے زید ہمارے شیعوں میں سے تم جس سے ملو اس کی توہین نہ کیا کرو ورنہ تم سے نورا یاں رخصت ہو جائے گا۔ اے زید تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے شیعوں سے لوگ بغض و عداوت رکھتے ہیں۔ ان کا خون بہانا، ان کا مال لوٹ لینا لوگ حلال اور جائز سمجھتے ہیں محض اس لئے کہ وہ بیچارے ہم سے محبت کرتے ہیں ہماری ولایت و امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں لہذا اگر تم نے ان بیچاروں سے بدسلوکی کی تو خود اپنے اوپر ظلم کرو گے اور اپنے حق سے محروم ہو جاؤ گے۔

حسن بن جہنم کا بیان ہے کہ زید کو ہدایت کرتے کے بعد آپؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابن جہنم جو شخص بھی دینِ خدا کا مخالف ہے میں اس سے برائت اور لاتعلقی کا اظہار کرتا ہوں خواہ وہ کوئی ہو اور کسی قبیلہ کا ہو۔ اور جو شخص اللہ کا دشمن ہو اس سے دوستی نہ رکھو خواہ وہ کوئی ہو اور کسی قبیلہ کا ہو۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول خدا کا دشمن کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا جو اس کی معصیت اور نافرمانی کرے۔ (عیون الاخبار جلد ۲ ص ۲۳۵)

حسین بن جعفر

۵

بزنطی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور اکثر کہا کرتا کہ میں ان سے یعنی ابو جعفر سے باتیں اخذ کیا کرتا ہوں تو ایک دن میں نے ان سے پوچھا۔ آپ کے ساتھ آپ کے چچاؤں میں سے کس کا سلوک سب سے زیادہ اچھا ہے تو انھوں نے جواب دیا "حسین کا" تو آپ کے والد نے فرمایا کہ انھوں نے سچ کہا خدا کی قسم وہ واقعا ان کے لئے سب سے بہتر اور سب سے زیادہ اچھا سلوک کرتے ہیں۔ اللہ ان سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ قرب الاسناد ص ۲۲۳

محمد بن جعفر

۶

عمیر بن برید سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ وہاں محمد بن جعفر کا تذکرہ چھڑ گیا۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ میں نے تو اپنے متعلق یہ طے کر لیا ہے کہ ہم اور وہ دونوں کبھی ایک گھر میں ایک چھت کے نیچے جمع نہ ہوں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ ہمیں تو حسن سلوک اور اعزاء کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیتے ہیں اور خود

اپنے چچا کے لئے ایسا کہہ رہے ہیں۔ میرے دل میں یہ خیال آتے ہی انھوں نے میری طرف دیکھا اور فرمایا یہ بھی ایک طرح کا حسن سلوک اور صلہ رحمی ہی ہے اس لئے کہ یہ بزرگ جب میرے پاس آتے ہیں اور تجھ سے ملنے میں تو یہاں سے جا کر میرے متعلق طرح طرح کی باتیں کہا کرتے ہیں اور لوگ ان کو سچا سمجھنے لگتے ہیں مگر جب نہ وہ میرے پاس آئیں گے اور نہ میں ان کے پاس جاؤں گا تو وہ میرے متعلق جب بھی کوئی بات کہیں گے کسی کو یقین نہ آئے گا۔ (یعون اخبار الرضا ص ۲۰۲)

④ — محمد بن سلیمان علوی

محمد بن اثرم کی روایت ہے وہ یہ کہ مدینہ میں ابو سریا کے دور میں محمد بن سلیمان علوی کے سپاہیوں پر تعینات تھا۔ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ محمد بن سلیمان علوی کے پاس ان کے خاندان والے اور دوسرے لوگ جمع ہوئے اور ان کی بیعت کی اور یہ کہا کہ اگر آپ حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کو پیغام بھیجیں کہ وہ بھی ہمارے ساتھ ہو جائیں تو بڑا اچھا ہوا اس لئے کہ ہمارا اور ان کا معاملہ ایک ہے۔ محمد بن سلیمان علوی نے مجھ سے کہا۔ ان کے پاس تم جاؤ میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ آپ کا سارا خاندان متحد اور یک رائے ہو گیا اور وہ یہ چاہتا ہے کہ آپ بھی ان لوگوں کے ساتھ ہو جائیں لہذا اگر آپ مناسب سمجھیں تو ایسا کر لیں اور آجائیں۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام اس وقت مقام حمرائیں میں تھے میں نے جا کر محمد بن سلیمان کا پیغام آپ تک پہنچایا۔ آپ نے جواب دیا۔ تم میرا بھی سلام ان سے کہنا اور یہ کہنا کہ میں بیس دن کے بعد آؤں گا۔ الغرض میں نے واپس آکر آپ کا جواب محمد بن سلیمان کو پہنچایا۔ اور اس کے بعد ہم لوگ چند دن کسی اقدام کے بغیر ٹھہرے رہے جب اٹھارواں دن آیا تو ورقاً قائد جلودی آپ پہنچا۔ ہم لوگوں نے اس سے جنگ کی بالآخر شکست کھائی اور میں صورتیں کی طرف بھاگ نکلا کہ اتنے میں پیچھے سے کسی نے آواز دی اے اثرم، میں نے مڑ کر دیکھا تو حضرت ابوالحسن امام رضا تھے اور فرما رہے تھے بتاؤ ابھی بیس دن گزرے یا نہیں۔ محمد بن سلیمان کا پورا سلسلہ نسب یہ ہے۔ محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام۔

یعون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۸

⑧ — جعفر بن عمر علوی

حسین بن موسیٰ بن جعفر بن محمد علیہم السلام سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ ہم چند جوانان بنی ہاشم حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام کے گرد جمع تھے کہ اتنے میں ادھر سے جعفر بن عمر علوی کا گذر ہوا وہ اس وقت بالکل بوسیدہ اور پھٹے پرانے کپڑوں میں تھے۔ ان کی یہ ہنیت جو نظر آئی تو ہم لوگوں

نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ہنسنے لگے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا مگر عنقریب تم ان کو دیکھو گے کہ یہ بہت دولت مند اور صاحب حشم و خدم ہوں گے آپ کے اس ارشاد کو ابھی چند ہی مہینے گزرے تھے کہ وہ مدینہ کے حاکم بن گئے اور خوشحالی آگئی اور اس کے بعد جب بھی ہمارے سامنے سے گزرتے تو پورے حشم و خدم کے ساتھ گزرتے۔

مذکورہ جعفر کا سلسلہ نسب یہ ہے جعفر بن محمد بن عمر بن الحسن بن عمر بن علی بن الحسین ابن علی ابن ابی طالب علیہم السلام۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۰۹)

۹۔ رشتہ اخوت

ایک مرتبہ زید موسیٰ بن جعفر مامون کے پاس گئے اس نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی اور وہیں حضرت امام رضا علیہ بھی موجود تھے زید نے ان کو بھی سلام کیا مگر آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تو زید نے کہا میں آپ کا بھائی اور آپ کے باپ کا فرزند ہوں اور آپ میرے سلام کا جواب تک نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا تم اس وقت تک میرے بھائی ہو جب تک تم اللہ کی اطاعت کرو اور جب تم نے اللہ کی نافرمانی کی تو ہمارے تمہارے درمیان کوئی برادری نہیں۔ (مناقب ال ابی طالب جلد ۲ ص ۳۲۱)

۱۰۔ تعداد اولاد

محمد بن طلحہ کا بیان ہے کہ آپ کی چھ اولادیں تھیں جن میں پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ ان کے نام یہ ہیں۔ محمد القانع۔ حسن۔ جعفر۔ ابراہیم۔ حسین۔ عائشہ۔ اور عبد العزیز انصاری کا بیان ہے کہ آپ کے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ امام محمد تقی۔ ابو محمد حسن۔ جعفر۔ ابراہیم۔ حسین۔ عائشہ۔

دلائل حمیری میں حنان بن سدر سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا۔ کیا کوئی لاولد شخص امام ہو سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ میرے صرف ایک لڑکا ہو گا اور اسی سے اللہ میری نسل کو بہت پھیلائے گا۔ ابو خدائش کا بیان ہے کہ میں نے اس حدیث کو تیس سال پہلے سنا تھا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۳ ص ۱۳۶)

ابن خشاب کا بیان ہے کہ آپ کے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ امام محمد تقی۔ ابو جعفر ثانی۔ ابو محمد الحسن۔ جعفر۔ ابراہیم۔ حسین۔ اور عائشہ۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۳ ص ۱۱۲) مناقب ابی طالب جلد ۲ ص ۳۶ پر درج ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے صرف ایک فرزند حضرت ابو جعفر محمد بن علی الجواد تھے اور کوئی دوسرا نہ تھا۔ کتاب الدرر میں مرقوم ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام

کا انتقال ہوا آپ نے صرف ایک فرزند چھوڑا جن کا نام ابو جعفر محمد بن علی ہے جن کی عمر اپنے والد کی وفات کے وقت صرف سات سال اور چند ماہ تھی۔

۱۱۔ احمد بن محمد بن جعفر

محمد بن احمد بن اسید سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جب حضرت ابو الحسن موسیٰ بن جعفر کے ساتھ جو ہونا تھا ہو چکا۔ تو ابو سماں کے دونوں فرزندوں ابراہیم و اسماعیل نے کہا کہ ہم اب ان کے بیٹے احمد کو لائیں گے اس کے بعد ان لوگوں نے احمد کے پاس آمد و رفت شروع کر دی اور ایک عرصہ تک آتے جاتے رہے۔ مگر جب ابو سراہان نے خروج کیا تو اس کے ساتھ احمد نے بھی خروج کیا۔ اس کی اطلاع کے بعد میں ابراہیم و اسماعیل کے پاس آیا اور ان سے دریافت کیا کہ انھوں نے تو ابو سراہان کے ساتھ خروج کر لیا۔ اب تم دونوں کیا کہتے ہو؟ راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر دونوں نے اس اقدام کو ناپسند کیا اور اپنی عقیدت و ارادت ان سے ختم کر لی اور بولے حضرت ابو الحسن موسیٰ بن جعفر تو زندہ ہیں۔ (اور غلبت اختیار کر لی) لہذا ہم (کسی اور کو امام نہ مانیں گے بلکہ) انہی پر ثابت قدمی سے توقف کریں گے۔ راوی کہتا ہے کہ میرا تو خیال ہے کہ اسماعیل اسی اپنے شک پر قائم رہتے ہوئے مر گیا۔ (رجال کشتی ص ۴۰ روایت نمبر ۳۴۲-۳۴۳)

۱۲۔ علی بن عبید اللہ

سیمان بن جعفر سے روایت ہے کہ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ علی بن عبید اللہ بن الحسین بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ کسی دن حضرت ابو الحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی خدمت میں سلام کے لئے چلوں۔ میں نے کہا تو پھر تمہارے لئے اس میں رکاوٹ کیا ہے۔ انھوں نے کہا اور تو کچھ نہیں صرف ان کا رعب و جلال مانع ہے ان کے سامنے جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔

راوی کا بیان کہ اسی اثناء میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی ذرا طبیعت ناساز ہو گئی اور لوگ ان کی عیادت کو جانے لگے تو میں نے علی بن عبید اللہ سے جا کر کہا۔ تو تم ملاقات کا موقع چاہتے تھے وہ موقع آگیا حضرت امام رضا علیہ السلام کی طبیعت کچھ ناساز ہے لوگ عیادت کے لئے جا رہے ہیں۔ اگر تمہارا ارادہ ہو تو آج چلے جاؤ۔ راوی کا بیان ہے کہ علی بن عبید اللہ اسی دن حضرت امام رضا کی عیادت کو گئے تو آپ ان سے بہت مکرم و تعظیم سے پیش آئے یہ سلوک دیکھ کر علی ابن عبید اللہ بہت خوش ہوئے اور اس کے کچھ دنوں بعد خود علی ابن عبید اللہ بیمار ہو گئے تو حضرت امام رضا علیہ السلام ان کی عیادت کو ان کے گھر گئے میں آپ کے ساتھ تھا۔ ہم ان کے پاس اتنی دیر تک بیٹھے کہ سارے عیادت کرنے والے چلے گئے۔ پھر ہم جب وہاں سے واپس آئے تو میری ایک کینز نے مجھ سے بیان کیا کہ علی بن عبید اللہ کی زوجہ ام سلمہ پس پردہ امام کو دیکھ رہی تھیں جوں ہی حضرت امام رضا علیہ السلام

۲۴۸

وہاں سے نکلے وہ فوراً پردے سے نکل آئیں اور اس مقام پر جہاں حضرت امام رضا علیہ السلام بیٹھے تھے جھک
اُبڑیں اور اس مقام کو بوسہ دینے لگیں اور ہاتھوں سے مسح کرنے لگیں۔

سلیمان کا بیان ہے کہ اس کے بعد پھر جب میں علی بن عبید اللہ کے پاس گیا تو انھوں نے بھی ام سلمہ کی
حقیقت کو بیان کیا۔ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا اے سلیمان اگر اولاد
علی وفاطمہ کو امام کی صحیح معرفت عطا کر دے تو وہ پھر عام لوگوں کی طرح نہیں رہ جاتے۔

(رجال کشی ص ۴۹۵ روایت نمبر ۲۸۵ = اختصار ص ۱۹)

حضرت موسیٰ بن جعفر کا وصیت نامہ

۱۳

یزید بن سلیط سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ جب حضرت ابو ابراہیم (موسیٰ بن جعفر علیہ السلام
نے اپنا وصیت نامہ مرتب فرمایا تو اس پر مندرجہ ذیل اصحاب کو شہاد اور گواہ بنایا۔

- ۱۔ ابراہیم بن محمد جعفری۔ ۲۔ اسحاق بن محمد جعفری۔ ۳۔ اسحاق بن جعفر بن محمد۔ ۴۔ جعفر بن صالح
- ۵۔ معاویہ جعفری۔ ۶۔ یحییٰ بن زید بن علی۔ ۷۔ سعد بن عثمان انصاری۔ ۸۔ محمد بن حارث انصاری
- ۹۔ یزید بن سلیط انصاری۔ ۱۰۔ محمد بن جعفر بن سعد (سلمی)۔ اور سابق میں وصیتوں کے یہی کاتب
ہوا کرتے تھے۔ وصیت نامہ کی عبارت مندرجہ ذیل تھی۔

”میں ان لوگوں کو گواہ بناتا ہوں اس امر کی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کے
سوا کوئی اللہ نہیں ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ قیامت آنے والی
ہے اس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں ان کو پھر سے اٹھائے گا۔
اور یہ کہ موت کے بعد پھر اٹھایا جانا اور دوبارہ زندہ ہونا حق ہے اور یہ کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ حساب حق
ہے۔ قضا حق ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا حق ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ بھی لے کر آئے وہ
سب حق ہے۔ روح الامیں جبریل جو کچھ لے کر نازل ہوئے وہ سب حق ہے انہی اعتقادات کے ساتھ میں نے
زندگی بسر کی اور ان ہی اعتقادات کے ساتھ میں مرون گا اور انشاء اللہ ان ہی اعتقادات کو لئے ہونے
میں قبہ سے اٹھوں گا۔

اور میں ان لوگوں کو اس امر کا بھی شاہد بناتا ہوں کہ یہ خود میرے ہاتھ کا لکھا ہوا وصیت نامہ ہے۔
میں نے اس میں اپنے جد امیر المومنین علی ابن ابی طالب اور محمد بن علی اور جعفر ابن محمد کے وصایا کو عرف جوف
شامل کیا ہے۔

میں نے اپنا وصی بنایا علی کو اور پھر اگر یہ چاہیں اور محسوس کریں کہ میری دیگر اولادیں معیہ و رشیہ
ہیں تو اپنے ساتھ لے لیں یہ ان کو اختیار ہے اور اگر ناپسند کریں اور خارج کر دینا چاہیں تو یہ بھی ان کی

مرضی ہے۔ اور اس امر میں میری باقی اولاد کو کوئی اختیار نہیں۔ یہ وصیت میں نے ان کو (یعنی علی کو) اپنے صدقات (کار خیر) اموال۔ غلاموں۔ بچوں (جو میرے پسند گان ہیں) اور اپنی اولاد ابراہیم، عباس، قاسم، اسماعیل، احمد اور ام احمد تک کے لئے کی ہے۔ میری ازواج کے معاملات کا اختیار صرف علی کو ہے میری اولاد میں سے کسی دوسرے کو نہیں ہے۔ میرے متروکات میں سے ایک تہائی صدقہ اور کار خیر کے لئے ہے اور دو تہائی وہ جیسے چاہیں استعمال کریں۔ اس پر انہیں وہی حق ہے جو ایک صاحب مال کو اپنے مال پر ہوتا ہے۔

اگر وہ چاہیں تو اسے فروخت کر دیں، کسی کو بخش دیں۔ کسی کے لئے چھوڑ دیں یا ہم نے جن لوگوں کا نام لیا ہے یا ان لوگوں کے علاوہ جس پر چاہیں صرف کریں یہ ان کو اختیار ہے۔ وہ میری وصیت کی رو سے میرے مال میرے اہل و عیال اور میری اولاد پر وہی اختیار رکھتے ہیں جو مجھے ان پر تھا اگر وہ مناسب سمجھیں تو ہم نے اس تحریر میں جن جن کے نام لئے ہیں انہیں اس وصیت میں برقرار رکھیں اور اگر نہ چاہیں تو انہیں حق ہے کہ وہ بے روک ٹوک ان لوگوں کو خارج کر دیں۔ اگر وہ محسوس کریں یہ لوگ جیسا میں ان کو چھوڑ کر جا رہا ہوں اس میں فرق آ رہا ہے تو اگر چاہیں تو اپنی ولایت اور سرپرستی میں لے لیں یہ ان کو اختیار ہے۔ اور اگر ان میں سے کوئی مرد یہ چاہے کہ اپنی بہن کا نکاح کسی سے کر دے تو اسے یہ حق نہیں کہ بغیر ان کی اجازت اور بغیر ان کے حکم کے ایسا کرے۔ اس لئے کہ یہ بہتر جانتے ہیں کہ قوم میں مناکحت کے قابل کون ہے اور کون نہیں۔

اور کسی صاحب اقتدار یا کسی اور شخص کو یا ان لوگوں کو جن کا ذکر میں نے اس تحریر میں کیا ہے۔ ان کو کوئی حق نہیں کہ ان کو (یعنی علی کو) ان تمام باتوں سے باز رکھے یا درمیان میں حائل ہو جن کا ذکر میں نے اس تحریر میں کر دیا ہے۔ اور اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ اللہ اور اس کے رسول سے بری ہے اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہے۔ اس پر اللہ کی لعنت اور اس کا غضب نازل ہوگا۔ اور ملائکہ مقربین، انبیاء و مرسلین نیز جماعت مومنین اس پر سدا لعنت کرتے رہیں گے۔ سلاطین و صاحبان اقتدار میں سے کسی کو حق نہیں کہ انہیں اس سے باز رکھے۔ اور جو کچھ ان کے پاس ہے وہ اب میرا نہیں خواہ اس کا نفع ہو خواہ اس کا نقصان اور نہ میری کسی اولاد کا۔ میرے پاس جو مال ہے وہ سب ان کا ہے اور وقف ہے اس میں شامل ہے جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ اگر کم ہے تو اس کا بھی ان کو علم ہے اور زیادہ تو اس کے متعلق بھی وہ سچ ہی کہیں گے۔ اور میں نے ان کے نام کے ساتھ جو اور لوگوں کے نام لئے ہیں تو صرف اس لئے کہ ان لوگوں کی عزت افزائی ہو ان کو شرف حاصل ہو۔

میری وہ کنیزیں کہ جن کے بطن سے میرا کوئی لڑکا ہے (امہات اولاد) تو ان میں سے جو اپنے گھر میں اقامت کرے اور چار دیواری میں رہے تو میری زندگی میں جو اس کو ملتا تھا جاری رہے گا بشرطیکہ وہ (علی) اس کو مناسبت سمجھیں۔ اور ان میں سے جو اپنے گھر سے نکل کر دوسرا شوہر کرے تو پھر اسے کوئی حق نہیں کہ ہمارے گھروں کی طرف رجوع کرے الا یہ کہ علی اس کو مناسب خیال کریں اور اسی طرح میری بیٹیاں بھی۔ اور میری لڑکیوں کا نکاح کوئی ان کا ہم بطن بھائی۔ یا سلطان و حاکم یا چچا بھی بغیر علی کے مشورے اور رائے کے نہیں کر سکتا اگر کسی نے ایسا کیا تو

۲۵۰

گویا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت اور اس سے جنگ کی۔ اس لئے کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ قوم میں سے کون کون منافقت کے لائق ہے۔ یہ سب علی کی مرضی پر ہے اگر وہ نکاح کر دینا چاہیں تو کر دیں اور اپنی مرضی ترک کرنا چاہیں تو ترک کر دیں۔ اس وصیت نامہ میں جو کچھ میں نے لکھا ہے اس کی مثل میں نے اپنی غورتوں، کنیزوں وغیرہ کو بھی وصیت کی ہے اور اس پر اللہ کو علی کو، اور امام احمد گواہ بنایا ہے۔

وہ لوگ کہ جن کا ذکر یا حن کا نام میں نے اپنی تحریر میں کیا ہے، ان میں سے کسی کے لئے یہ جائز نہیں اس وصیت نامہ کو غیروں پر ظاہر کرے اور اس کو نشر کرے۔ جو بدی کرے گا اس کو اس کی سزا ملے گی اور جو نیکی کرے گا اس کو اس کی جزا ملے گی۔ تمہارا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ اور اللہ اپنی رحمتیں نازل کرے محمد اور ان کی آل پر۔ اور کسی سلطان و صاحب اقتدار وغیرہ کے لئے اس کی اجازت نہیں کہ وہ اس وصیت نامہ کے آخری حصہ کو جسے بتدکر کے ہم نے اپنی مہر ثبت کر دی اس مہر کو نہ توڑے اور بولسا کرے گا اس پر اللہ کی لعنت اللہ کا غضب اور ملایکہ مقربین و گروہ مرسلین و مسلمین اور لعنت کرنے والوں کی لعنت جو میرے اس وصیت نامہ کی مہر توڑے۔ اس وصیت نامہ کو لکھا اور اس پر مہر لگائی ابو ابراہیم اور گواہوں نے اللہ تعالیٰ درود نازل کرے محمد پر اور ان کی آل پر۔

یزید بن سلیط کا بیان ہے کہ اس وقت مدینہ کے قاضی ابو عمران طلحی تھے جب حضرت موسیٰ بن جعفر کا انتقال ہو گیا تو امام رضا علیہ السلام کے سب بھائی قاضی کے پاس پہنچے اور عباس بن موسیٰ نے کہا اللہ آپ کو سلامت رکھے اور بھلا کرے اس وصیت نامہ کے آخر میں کسی خزانے اور جو اہرات کا پتہ معلوم ہوتا ہے غالباً میرے والد یہ چاہتے تھے وہ ہم سے پوشیدہ رہے اور ہمارے علاوہ کوئی اور شخص اس سے نہ فائدہ اٹھائے میرے والد اللہ ان پر رحم کرے انھوں نے تو ہم لوگوں کو علی کا محتاج بنا کر چھوڑا۔ اور ہمیں تنگدست بنا گئے۔ بس میں ضبط کئے ہوئے ہوں ورنہ کچھ باتیں تم کو سب کے سامنے بتاتا۔

یہ سن کر ابراہیم بن محمد ان کی طرف لپکے اور بولے۔ خدا کی قسم اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تم ایسی باتیں کہنے والے ہو کہ جو ہمیں قبول نہیں۔ اور نہ ہم اس کی تصدیق کریں گے اور پھر تم ہمارے نزدیک قابل ملامت و نفرت بن جاؤ گے اور ہم تو تمہیں پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ تم ہر بات جھوٹی اور بڑی جھوٹ ہی کہتے ہو۔ اور تمہارے والد تو تم کو ہم سے زیادہ جانتے تھے اگر تمہارے اندر ذرا بھی بھلائی ہوتی خواہ ظاہر یا باطن میں تو وہ اس سے واقف ہوتے تو کم از کم دیر انداز کھجوریں ہی تمہارے سپرد کر کے جاتے۔

پھر ان کے چچا اسحاق بن جعفر ان کی طرف بڑھے تو عباس نے ان کا گریہ بان تھام لیا اور بولے تم بوڑھے سفیہ اور احمق ہو۔ جو کام تم کل کر چکے تھے وہی آج بھی کر رہے ہو۔ سب نے بیچ بچاؤ کیا۔ اس کے بعد قاضی ابو عمران نے حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے کہا یا ابا الحسن میں آپ کے پدر بزرگوار کی لعنت کا مستحق ہوں۔ آپ لوگوں کے معاملہ میں پڑ کر جو ہوا وہی میرے لئے کافی ہے۔ آپ تشریف لے جائیں۔ آپ کے والد نے تو خود آپ کو

ہر طرح کا اختیار دے دیا ہے (مزید فیصلے کی ضرورت ہی نہیں) اور خدا کی قسم باپ اپنے بیٹے کے متعلق سب زیادہ جانتا ہے کہ وہ کیسا ہے اور لا واللہ ہماری نظر میں تو آپ کے پدر بزرگوار نہ کم عقل تھے اور نہ سست رائے تھے۔ اس کے بعد عباس نے قاضی سے کہا خدا تمہارا بھلا کرے اس مہر کو توڑ کر دیکھو کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔ قاضی ابو عمران نے کہا نہیں میں ہرگز یہ غم نہ توڑوں گا۔ آج جو آپ کے والد نے مجھ پر لعنت بھیج دی ہے وہی میرے لئے کافی ہے۔ عباس نے کہا اچھا آپ نہیں توڑتے تو میں توڑتا ہوں۔ قاضی نے کہا ہاں تم کو اختیار ہے عباس نے مہر توڑی تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ ان سب کو تولیت اور وصایت سے خارج کر دیا جائے اور حضرت علی ابن موسیٰ رضاؑ انہما متولی اور وصی رہیں۔ اور ان سب کو ان کی ولایت اور سرپرستی میں دے دیا جائے خواہ یہ لوگ اسے پسند کریں یا نہ کریں اور ان لوگوں کو وقت و غیرہ تولیت اور ملکیت سے خارج کر دیا جائے۔ وصیت نامے کے اس حصے کا کھلنا ان لوگوں کے لئے بلا و مصیبت اور رسوائی و ذلت کا سبب بنا اور حضرت علی ابن موسیٰ رضاؑ کے لئے بہتری ہی بہتری رہی۔ اور وصیت نامہ کے اس دوسرے حصے پر جس کی مہر کو عباس نے توڑا تھا اس پر ان لوگوں کی گواہیاں تھیں۔ ابراہیم بن محمد و اسحاق بن جعفر و جعفر بن صالح اور سعید بن عمران۔

اور ان لوگوں نے حد یہ کر دی کہ قاضی کے دربار میں ام احمد کا چہرہ کھنوا یا۔ اس لئے کہ ان لوگوں نے یہ دعویٰ کیا برقعہ میں ام احمد نہیں ہے کوئی دوسری عورت ہے اس لئے نقاب ہٹا کر اس کا چہرہ دیکھا گیا اور پہچانا گیا۔ اور اس وقت ام احمد نے کہا خدا کی قسم میرے آقا نے سچ کہا تھا کہ تم کو عنقریب جہر یہ مجلسوں میں بکڑ کر بلایا جائے گا۔ یہ سن کر اسحاق بن جعفر نے کہا خاموش رہ کم عقل عورت۔ اور غالباً خیال ہے کہ اس سے آگے کچھ نہیں کہا۔

جب یہ سب کچھ ہو چکا تو آپ حضرت امام رضا علیہ السلام عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں جانتا ہوں کہ یہ باتیں جو تم نے کہیں کہ تم کو تنہا رہا ہے اور تم پر قرض ہو گیا ہے۔ اچھا سعید جاؤ اور معلوم کرو کہ ان پر کس کس کا کتنا کتنا قرض ہے اس کو ادا کرو اور ان سب سے فارغ الخطی (ادا ینگ کی رسید) لکھو لاؤ۔ اور سنو جب تک میں زندہ ہوں اور اس زمین پر چل پھر رہا ہوں تمہارے ساتھ موافقات اور حسن سلوک سے خدا کی قسم باز نہ آؤں گا۔ خواہ لوگ میرے متعلق کچھ کہتے رہیں۔

عباس نے کہا۔ یہ تو آپ صرف اصل سرمایہ کی آمدنی میں سے دے رہے ہیں۔ ہمارا حق تو آپ کے پاس اس سے بھی زیادہ بنتا ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا تم جو چاہو کہو جو کچھ ہے وہ تم لوگوں کے سامنے ہے۔ اگر نیکی کرو گے اللہ سے اس کی جزا پاؤ گے اگر بدی کرو گے اللہ غفور و رحیم ہے۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ میرے اب تک کوئی اولاد نہیں تمہارے سوا میرا کوئی وارث نہیں اگر تمہارے خیال کے مطابق میں نے کچھ بچا رکھا ہے یا جمع کر رکھا ہے تو وہ سب تم ہی لوگوں کے لئے ہے اور تم ہی لوگوں تک پلٹ کر جائے گا۔ خدا کی قسم جب سے پدر بزرگوار کا انتقال ہوا تم لوگوں نے دیکھا کہ میں نے سب صرف کر دیا۔

عباس نے پلٹ کر جواب دیا۔ خدا کی قسم ایسا نہیں ہے اللہ نے آپ کو اس کا حق نہیں دیا ہے کہ آپ ہم پر اپنی کوئی رائے تھوپیں۔ بات یہ ہے کہ ہمارے باپ ہی نے ہمارے ساتھ حسد سے کام لیا اور جو نیت ان کی تھی وہی نیت آپ کی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو یا آپ کو اس کا حق نہیں دیا ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ میں کونذ کے اس پار چہ فروش صفوان بن یحییٰ کو خوب پہچانتا ہوں میں یہ چیز اس کے گلے میں بھی اٹکا دوں گا اور آپ بھی اس کے زرد میں آئیں گے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم میرے بھائیو اللہ جانتا ہے کہ میں تم لوگوں کی خوشحالی اور شادمانی کا خواہشمند ہوں۔

پروردگار اگر تیرے علم میں ہے کہ میں ان کی بھلائی چاہتا ہوں، ان کے لئے نیکی کرتا ہوں ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہوں۔ ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہوں۔ اور دن رات ان کے امور میں ان کی مدد کرتا ہوں تو مجھے اس کی اچھی جزا دے۔ اور اگر میں ایسا نہیں کرتا تو تو اعلام الغیوب مجھے اس کی وہ جزا دے جس کا میں اہل و مستحق ہوں۔ اگر برائی کی ہے تو بُری جزا دے اور اگر نیکی کی ہے تو نیک جزا دے۔ پروردگار تو ان کی اصلاح کر ان کے حالات کو درست کر مجھے اور ان کو شر شیطان سے دور رکھ ان کو اپنی اطاعت میں مدد دے اور ہدایت کی توفیق عطا فرما۔

اور سنو اے میرے بھائی یقین کرو کہ میں تمہاری خوشحالی اور شادمانی چاہتا ہوں تمہارے حالات کی درستی کی کوشش کر رہا ہوں اور یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر اللہ شاہد ہے۔

عباس نے جواب دیا۔ بس بس زیادہ باتیں نہ بنائیے اب آپ کے پیلچہ کے لئے میرے پاس کوئی کوئی نہیں (آپ کا جیلہ نہیں چلے گا) بس اس گفتگو کے بعد سب لوگ متفرق و منتشر ہو گئے درود بر محمد و آل محمد۔
(یعنی اخبار الرضا جلد ۱ ص ۳۳-۳۴۔ الکافی جلد ۱ ص ۳۱۹-۳۱۶)

۱۴۔ علی بن عبد اللہ اور ان کی زوجہ جنتی ہیں

سلیمان بن جعفر سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ علی بن عبد اللہ بن حسین بن علی ابن الحسن ابن علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کی زوجہ اور ان کی اولاد اہل جنت میں سے ہیں۔

۱۵۔ حضرت موسیٰ بن جعفر کی وفات میں اختلاف

علی بن اسباط سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص کو آپ کے بھائی ابراہیم نے بتایا کہ آپ کے پدر بزرگوار بقید حیات ہیں مگر اس کے

متعلق آپ کو جو علم ہوگا وہ ان کو نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ، عجیب بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تو موت آئے اور موسیٰ بن جعفر کے لئے موت نہ آئے۔ خدا کی قسم جس طرح رسول اللہ نے انتقال فرمایا اسی طرح موسیٰ بن جعفر نے بھی انتقال کیا لیکن بعد وفات رسول اللہ تعالیٰ نے مسلسل اولاد عجم کو اس دین سے نوازا شروع کر دیا۔ اور نبی کے قرا بتداروں کی دین کی توفیق سلب کرنی شروع کر دی اور مسلسل ان کو یہ توفیق دیتا جاتا ہے اور ان سے یہ توفیق سلب کرتا جاتا ہے۔ ابھی ماہ ذی الحجہ میں میں نے ان کی طرف سے ایک ہزار دینار ادائے، اور اس سے قبل ان کو اپنی عورتوں کے طلاق دینے اور غلاموں کو آزاد کر دینے سے بچا چکا ہوں لیکن تم نے تو سنا ہی ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کے ہاتھوں کیا کیا مصیبتیں جھیلیں۔

۱۶۔ نصیحت، ہمیشہ تلخ ہوتی ہے

ریان بن الصلت سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ کچھ لوگ خراسان میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ کے گھرانے کے کچھ لوگ امور قبیلہ میں مبتلا ہیں، اگر آپ منع کر دیتے تو اچھا تھا۔ آپ نے فرمایا میں ایسا نہیں کروں گا۔ لوگوں نے پوچھا کیوں؟ آپ نے فرمایا میں نے اپنے پدر بزرگوار کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ نصیحت ہمیشہ تلخ غسوس کی جاتی ہے (کسی کو اچھی نہیں لگتی)

۱۷۔ سفیان بن عیینہ

وثنائے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر ذی الحجہ کا چاند نظر آجائے اور ہم مدینہ میں ہوں تو ہمیں یہ جائز نہیں کہ حج کے سو کسی اور قسم کا احرام باندھیں اس لئے کہ ہم مقام شجرہ سے احرام باندھیں گے اور یہ وہ مقام ہے جسے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات بنایا ہے اور تم جب عراق سے آؤ اور ذی الحجہ کا چاند نظر آجائے تو تم لوگ عمرہ کی نیت کرو اس لئے کہ تمہارے آگے مقام ذات عرق وغیرہ ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میقات قرار دیا ہے۔ تو فضل نے کہا اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابھی میں طواف کعبہ کر چکا ہوں اب تمتع کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ تو محمد بن جعفر اس کو (یعنی فضل کو) سفیان بن عیینہ اور ان کے اصحاب کے پاس لے گئے اور ان لوگوں سے کہا فلاں صاحب ایسا ایسا کہتے ہیں اور حضرت امام رضا علیہ السلام پر طعن و تشنیع کی۔

نوٹ۔ صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

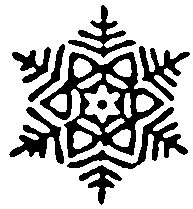
سے ملاقات کی ہے اور آپ سے روایت بھی کی ہے۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے دور تک زندہ رہے۔

عباس بن الحسن کی فصاحت و بلاغت (۱۸)

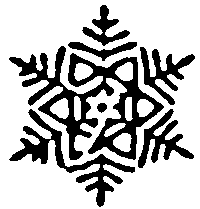
حضرت عباس بن الحسن امیر المومنین علیہ السلام کی نسل میں سے ایک بزرگ تھے جن کا نام عباس بن الحسن بن عبید اللہ ابن العباس بن امیر المومنین علیہ السلام تھا۔ جن کا ذکر خطیب نے تاریخ بغداد میں کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ آپ ہارون رشید کے عہد میں بغداد تشریف لائے اور اس کی صحبت میں شامل رہے رشید ان کا بڑا اکرام کیا کرتا تھا۔ پھر اس کی وفات کے بعد مامون کے اصحاب میں داخل رہے اور یہ نہ صرف ایک مرد فاضل و شاعر و فصیح شخص تھے بلکہ علوی خاندان تو ان کو آل ابی طالب میں سب سے بڑا شاعر سمجھتا تھا۔ خطیب کا بیان ہے کہ ایک دن آپ مامون کے پاس آئے اور اس سے بہت فصیح و بلیغ گفتگو کی۔ تو مامون نے کہا کہ آپ بولتے ہیں اور خوب بولتے ہیں۔ ہماری مجلس میں آتے ہیں تو مجلس کی زینت بن جاتے ہیں غائب رہتے ہیں تو کبھی اعتماد کو ٹھیس نہیں لگاتے۔

خطیب کا یہ بھی بیان ہے کہ ایک دن آپ مامون کی ڈیوڑھی پر آئے تو حاجب نے نگاہ اٹھا کر ان کی طرف دیکھا اور گردن جھکالی۔ عباس بن حسن نے کہا۔ اگر (مامون) اجازت دیں گے تو ہم اندر جائیں گے۔ اگر نہ ملنے کا عذر پیش کریں گے تو ہم قبول کر لیں گے اگر وہ واپس کر دیں گے تو واپس ہو جائیں گے پھر یہ تمہاری ترچھی نگاہ یہ گردن کا جھکانا کیا ہے۔ حاجب یہ سن کر شرمندہ ہو گیا۔ تو آپ نے یہ شعر پڑھا سنو۔
ترجمہ۔ کوئی شخص گدھے پر سوار ہوتا قبول نہیں کرتا مگر جو بیچارہ پیدل چل رہا ہے اس کو جو سواری مل جائے وہی قبول ہے۔

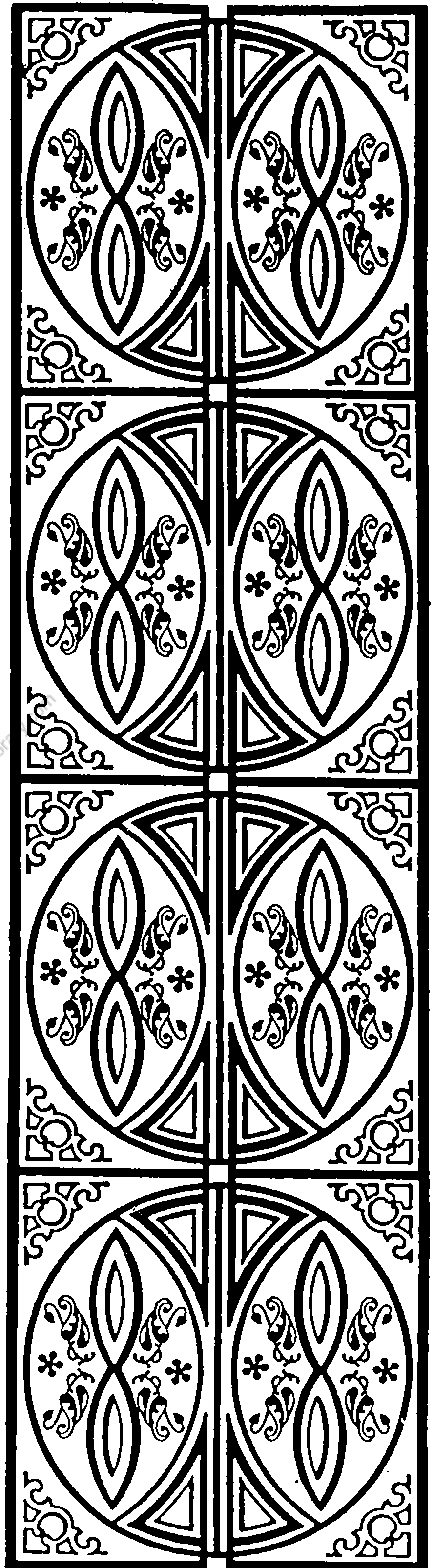
نظارۃ الانوار



باب ۱۶



ولیعہدی اور شعراء کا نذرانہ عقیدت



ANSAR

① — شہداء کی خدمتِ امام میں حاضری

احمد بن اسماعیل بن خضیب سے روایت ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام ولیمہ دینا دیتے گئے تو ابراہیم بن عباس اور عیسیٰ بن علی (یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے تھے) اور عیسیٰ کے بھائی زین بن علی یہ تینوں آپ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ مگر راستہ ہی میں ڈاکوؤں نے ان کا سب کچھ لوٹ لیا۔ ان لوگوں نے بڑی التجا کی تو آخر ڈاکوؤں نے انہیں اگلی منزل تک کے لئے چند ایسے گدھے دے دیئے جن پر خار و خاشاک لادے جاتے تھے۔

(عیون الاخبار جلد ۲ ص ۱۴۱)

② — ہارون بن عبد اللہ مہلبی کی روایت ہے کہ جب ابراہیم بن عباس اور عیسیٰ بن علی حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو آپ کی ولیمہ بیعت ہو چکی تھی۔ عیسیٰ نے حضرت کی مدح میں اپنا یہ مشہور قصیدہ پڑھا۔

مدارس آیات خلت من تلاوة ومنزل وحی مقرر العرصات
پھر ابراہیم بن عباس نے اپنا مندرجہ ذیل قصیدہ پیش کیا۔

ازال عزاء القلب بعد التجلّد مصارع اولاد النبی محمد
تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان دونوں کو بیس ہزار درہم ایسے دیئے جن پر آپ کا اسم گرامی منقوش تھا اور جسے مامون نے اس وقت ڈھلوا یا تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ عیسیٰ اپنا حصہ دس ہزار درہم لے کر تم گیا اور وہاں اس میں سے ہر درہم کو دس درہموں کے عوض فروخت کر دیا اس طرح اسے ایک لاکھ درہم مل گئے۔ لیکن ابراہیم نے اپنا حصہ اپنے پاس رکھا اور اس میں سے کچھ درہم لوگوں کو تحفہ دیئے کچھ اپنے اعزاء و اقارب میں تقسیم کئے بقیہ اپنے پاس رکھے اور جب وفات پائی تو یہی رقم تھیز و تکھین میں کام آئی۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۲)

③ — علی بن محمد بن سلیمان کی روایت ہے کہ جب مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیمہ مقرر کیا تو ابو نواس کے سوا تمام شعراء مامون کے دربار میں پہنچے اور ہر ایک نے امام کی مدح اور مامون کے اس اقدام کی تعریف کر کے بہت کافی انعامات حاصل کئے۔ ابو نواس نہ حاضر دربار ہوا اور نہ اس نے مدح میں کوئی قصیدہ کہا۔ پھر جب وہ مامون کے پاس آیا تو مامون نے اس سے پوچھا اے ابو نواس تمہیں معلوم ہے کہ علی ابن موسیٰ رضا کا میکہ نزدیک کیا مقام ہے اور میں نے ان کو کس عہدہ پر فائز کیا ہے۔ اس کے باوجود تم نے ان کی مدح میں کوئی قصیدہ نہیں

پیش کیا حالانکہ تم شاعرِ عصرِ سرتاج شعرائے دھر ہو۔ تو ابو نواس نے یہ قطعہ پیش کیا جس کا ترجمہ یہ ہے۔
 ۱۔ مجھ سے کہا گیا کہ تم مختلف اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کرنے والے شعراء میں فرد ہو۔
 ۲۔ تم اپنے نادر اور بدیع کلام سے ایسے ایسے جواہرات پیش کرتے ہو جس کے چننے والے افکار و خیالات کے موتی چنتے ہیں۔

۳۔ مگر حضرت علی ابن موسیٰ الرضا میں اتنے فضائل کے باوجود تم نے ان کی مدح کیوں نہ کی۔
 ۴۔ تو میں نے کہا کہ میری کیا تاب و مجال جو ایسے امام کی مدح میں لب کشائی کروں کہ جب سربلایا جلیل القدر ابائی اور خاندانی خادم ہو مامون نے کہا۔ واہ واہ۔ پھر تمام شعراء کو جس قدر انعام دیئے تھے اتنا ہی بلکہ اس سے زیادہ اس کو بھی دیا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۲۲)

(۲) صوفی سے روایت ہے کہ میں نے ابو العباس محمد بن یزید میرد کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک دن ابو نواس اپنے گھر سے نکلا تو دیکھا کہ ایک سوار اس کے سامنے سے گزرا مگر اس کا چہرہ نہ دیکھ سکا تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون تھا؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام تھے تو اس نے دو شعر پڑھے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

کاش قوم تجھے اپنا امام بنائے ہوتی تو تیری قیادت میں یہ اسلام کا سارا قافلہ ہدایت پا جاتا۔
 (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۲۲)

۵۔ ابو نواس کے چار شعر

محمد بن یحییٰ فارسی کی روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت علی ابن موسیٰ رضا اپنے بعد پر سوار ہو کر نکل رہے تھے کہ ابو نواس کی آپ پر نظر پڑی فوراً قریب گیا اور سلام کیا اور عرض کیا فرزندِ رسول میں نے آپ کی مدح میں چند شعر کہے ہیں چاہتا ہوں کہ آپ میری زبان سے ان کو سن لیں۔ آپ نے فرمایا سناؤ کیا ہے تو اس نے چار اشعار سنائے جن کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔
 ۱۔ یہ آئمہ طاہرین اللہ کی طرف سے طاہر و مطہر پیدا کئے گئے ہیں۔ ان کا لباس بھی پاک صاف اور طیب و طاہر ہے۔ ان لوگوں کا جہاں بھی ذکر ہوتا ہے درود اور صلوة کا ایک سلسلہ جاری جاتا ہے۔

۲۔ حسب و نسب کی گفتگو میں اگر کوئی شخص علوی النسب نہ نکلے تو سمجھ لو کہ اس کا ابتدائی اور قدیمی سلسلہ نسب کوئی قابلِ فخر نہیں ہے۔

۳۔ اے قل! اِنَّمَا اَنْتَ بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کے مصداق لوگو۔ اللہ تعالیٰ نے جب سے مخلوقات کو پیدا کیا اور ان کی خلقت کو استوار کیا اسی وقت سے تم لوگوں کو چنا اور منتخب کیا ہے۔

۴۔ تمہیں لوگ باشندگان قاب قوسین اور ملاء اعلیٰ ہوتے ہیں لوگوں کے پاس قرآن اور اس کے تمام سورتوں میں جو مفادہیم و مطالب ہیں ان سب کا علم ہے۔

ابونواس کے ان اشعار کو سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا واقعی تم نے ایسے اشعار سنائے کہ تم سے پہلے ایسے اشعار کسی نے نہیں سنا تھے۔ پھر آواز دی اے غلام ہمارے اخراجات کی رقم میں سے تیرے پاس کچھ ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں تین سو دنیا رہیں فرمایا۔ یہ ابونواس کو دے دو پھر فرمایا شاید اس کے پاس سواری نہیں ہے۔ اے غلام اسے سواری کے لئے یہ بغلہ بھی دے دو۔

④ جب ۲۰ھ ہجری کا سال آیا تو اسحق بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ لوگوں کے ساتھ حج کے لئے گیا اور وہاں لوگوں کو مامون کی خلافت اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی دعوت دی۔ اس کے بعد حمد وید بن علی بن عیسیٰ بن ماہان آگے بڑھے تو اسحق نے سیاہ لباس منگوایا تاکہ انہیں پہنا باجائے مگر وہ نہ ملا تو ایک علم کا سیاہ پہرہ لے کر اپنے جسم پر ڈال لیا۔ پھر بولے ایہا الناس ہمیں جو حکم دیا گیا تھا وہی ہم نے پہنچایا ہے۔ ہم امیر المومنین مامون اور فضل بن سہل کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتے یہ کہہ کر وہ میرے اتر آئے۔

⑤ ایک دن عبداللہ بن مطرف بن ماہان مامون کے پاس آیا وہاں حضرت علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام بھی موجود تھے۔ مامون نے کہا کہ اہل بیت کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ عبداللہ نے جواب دیا۔ اس طینت کے متعلق میرے قول کی کیا حقیقت ہو آپ رسالت سے گوندھی اور خمیر کی گئی ہو پھر جی کے پانی سے مسلسل تر رکھی گئی ہو تو ہدایت کی مشک اور تقویٰ کے عنبر کی خوشبو کے سوا اس سے بھلا کوئی اور خوشبو آ سکتی ہے؟ راوی کا بیان ہے کہ (مامون کو اس کے یہ فقرات اتنے پسند آئے کہ) اس نے جو اہرات کا صندوق منگوایا اور عبداللہ بن مطرف کے منہ کو موتیوں سے بھر دیا۔

عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۲۳-۱۲۴

⑧ دعبل کے دو الہامی اشعار

ہماری سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے دعبل ابن علی خراسانی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے مولا و آقا حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کو اپنا وہ قصیدہ سنایا جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

مدارس آیات خلت من تلاوة ومنزل وحی مفقر العرصات

اور جب میں قصیدہ سناتے ہوئے اپنے ان اشعار پر پہونچا

۱۔ ہمیں یقین واثق ہے کہ ہمارے امام پر وہ غیب سے لازم آمد ہوں گے۔ اور اللہ کا نام اور اس کی نصرت و برکت لئے ہوئے اٹھیں گے۔

۲۔ سارے حق اور باطل کو جدا جدا کر دیں گے پھر اہل حق کو انعام اور اہل باطل کو سزائیں

دی جائیں گی۔

دعبل کا بیان ہے کہ یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام بہت روئے پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے خزاغی یہ تیرے دونوں اشعار الہامی ہیں روح القدس تیری زبان سے گویا ہوا ہے مگر تجھے معلوم ہے کہ وہ امام کون ہے اور کب اُٹھے گا؟ میں نے عرض کیا آقا مجھے نہیں معلوم میں نے تو آپ ہی حضرت سے سنا ہے کہ آپ میں سے ہی ایک امام ظہور فرمائیں گے جو زمین کو فتنہ و فساد سے پاک کر کے اسے قسطِ عدل کے بھر دیں گے۔ آپ نے فرمایا اے دعبل میرے بعد امام میرا فرزند محمد ہے محمد کے بعد ان کا فرزند علی ہوگا۔ اور علی کے بعد ان کا فرزند جو امام ہوگا اس کا نام حسن ہے جس کے بعد ان کا فرزند حجت قائم ہوگا۔ اور اس کی غیبت میں اس کے ظہور کا انتظار کیا جائے گا۔ ظہور کے بعد سب کو اس کی اطاعت کرنی پڑے گی۔ اور اگر دنیا کی مدت کے ختم ہوتے میں ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو اللہ اس ایک دن ہی کو اتنا طویل کر دے گا کہ وہ ظہور کرے اور دنیا کو عدل و داد سے بھر دے جس طرح ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے لیکن یہ کہ وہ کب ظہور فرمائیں گے۔ اس بارے میں مجھ سے میرے والد نے اور انہوں نے اپنے اباؤ سے اور انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ آپ کی ذریت میں سے امام قائم کب ظہور کریں گے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ان کے ظہور کا وقت بھی قیامت کے وقت کے مانند ہے اس کا وقت بھی متعین نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کا تعین آسمانوں اور زمینوں پر گراں گزرے گا۔ وہ ایک بیک بغیر کسی سابقہ اعلان کے ظہور کرے گا۔

عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۶۶-۲۶۵ اور آیت متعلقہ روایت سورہ اعراف ۱۸۷ کشف الغمہ جلد ۲ ص ۱۶۴۔ اکمال الدین جلد ۲ ص ۲۲۲-۲۲۳

⑨ — دعبل کے قصیدہ میں امام کی طرف سے اشعار کا اضافہ

مہروی سے روایت ہے کہ دعبل بن علی خزاغی مرد میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا فرزند رسول میں نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ کہا ہے اور قسم کھاتی ہے کہ آپ کے سنانے سے پہلے میں کسی کو نہ سناؤں گا۔ آپ نے فرمایا سناؤ کیا قصیدہ ہے؟ تو دعبل نے اپنا وہ مشہور قصیدہ سنانا شروع کیا۔

مدارس ایات خلت من تلاوة ومنزل وحی مفقرات العرصات
اور حجب و عبل اپنے اس شعر پر پہونچا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

۱۔ میں دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں کا مال تو اغیار میں تقسیم ہو رہا ہے اور یہ لوگ بے چارے بالکل

خالی اور تنگ دست ہیں۔ یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام رونے لگے اور فرمایا اے خزاہی تو نے بالکل سچ کہا۔

اس کے بعد آل محمد کے مصائب کا ذکر کرتے کرتے جب دعبیل اپنے اس شعر پر پہنچا ترجمہ: (ان بے چاروں کو تو قبریں بھی ایک جا نہیں ملیں چنانچہ) ایک قبر بغداد میں ہے جو نفس ذکیہ کی ہے۔ اللہ ان کو غرقہائے جنت میں جگہ دے۔

تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہ میں یہاں پر دو شعروں کا اضافہ کر دوں؟ تاکہ تمہارا قصیدہ مکمل ہو جائے۔ دعبیل نے عرض کیا ہاں ہاں فرزندِ رسولؐ اس سے بڑھ کر میسر لے لے اور کیا سعادت ہوگی آپ نے فرمایا اچھا لکھ لو۔

ترجمہ: اور ایک قبر طوس میں بھی ہوگی افسوس یہ مصائب ایسے ہیں کہ اس کے غم کی آگ حشر تک دلوں میں بھڑکتی رہے گی۔ یہاں تک کہ امام قائم کو اللہ بھیجے گا جو ہمارے سارے غم و اندوہ کو دور کر دے گا۔

دعبیل نے عرض کیا فرزندِ رسولؐ یہ طوس میں کس کی قبر ہوگی؟ امام نے فرمایا یہ میری قبر ہوگی اور کچھ زیادہ مدت نہ گزرے گی کہ طوس میں ہمارے شیعوں اور زواروں کی آمد و رفت شروع ہو جائے گی۔ یاد رکھو جو طوس میں آکر مجھ غریب و آوارہ وطن کی زیارت کرے گا۔ وہ قیامت کے دن میرے درجے میں ہوگا۔ اللہ اسے بخش دے گا۔

دعبیل کے اس قصیدے کو آخر تک سننے کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام اٹھے اور اندر تشریف لے گئے اور دعبیل کو حکم دیا بیٹھے رہنا ابھی جاتا نہیں۔ ذرا دیر کے بعد ایک خادم گھر میں سے برآمد ہوا اور ایک سودینار رضویہ کی تھیلی دعبیل کو دے کر بولا آقا نے فرمایا ہے کہ یہ رقم تمہارے اخراجات کے لئے ہے۔ دعبیل نے کہا خدا کی قسم میں اس لئے تو نہیں آیا تھا اور نہ اس لالچ میں یہ قصیدہ کہا تھا کہ اس کے صلے میں کچھ مجھ کو ملے گا اور یہ کہہ کر اس نے وہ تھیلی واپس کر دی اور کہا کہ اگر مولا و آقا کے لباسوں میں سے ایک لباس مجھے مل جاتا تو میں بطور تبرک اپنے پاس رکھتا اور اسے اپنے لئے باعثِ شرف سمجھتا۔ امام رضا علیہ السلام نے اپنا ایک خنز کا جبّہ اور اس کے ساتھ دیناروں کی وہ تھیلی بھی بھیجی اور کہلایا یہ تھیلی واپس نہ کرو اس کی تمہیں ضرورت پڑے گی۔

دعبیل نے وہ جبّہ اور وہ تھیلی لے لی اب واپسی کا ارادہ کیا اور قزوین سے ایک قافلہ کے ساتھ روانہ ہوا جب خراسان پہنچا تو ڈاکہ پڑ گیا۔ اور ڈاکوؤں نے سارے اہل قافلہ کو پکڑ پکڑ ان کی مشکیں باندھ دیں اور دعبیل کی بھی مشکیں باندھ دی گئی تھیں۔ اب ڈاکوؤں نے قافلہ کے سارے مال پر قبضہ کر کے اسے آپس میں تقسیم کرنے لگے کہ انہیں میں سے ایک ڈاکو نے دعبیل کا یہ شعر بطور نثر پڑھا۔

ترجمہ: میں دیکھتا ہوں کہ بے چاروں کا مال و متاع تو اغیار میں تقسیم ہو رہا ہے اور اب ان غریبوں کے ہاتھ میں کچھ نہیں رہا۔

جب دعبیل نے اپنا یہ شعر ایک ڈاکو کو پڑھتے ہوئے سنا تو بولے۔ یہ شعر کس کا ہے۔ اس ڈاکو نے کہا۔ قبیلہ خراہ کے ایک شاعر کا جس کا نام دعبیل بن علی ہے۔ دعبیل نے کہا میں ہی تو وہ دعبیل ہوں جس نے یہ قصیدہ کہا ہے کہ جس کا ایک شعر ہے۔ یہ سن کر وہ ڈاکو دوڑا ہوا اپنے سردار کے پاس پہنچا جو ایک ٹیلے پر نماز میں مشغول تھا اور شیعوں میں سے تھا۔ اور اس کو اس کی اطلاع دی۔ وہ سردار خود آکر دعبیل کے سامنے کھڑا ہو گیا اور بولا۔ کیا تم دعبیل ہو؟ دعبیل نے کہا ہاں سردار تے کہا اچھا اگر تم دعبیل ہو تو اپنا پورا قصیدہ سناؤ۔ دعبیل نے پورا قصیدہ سنایا تو سردار نے دعبیل کی مشکیں کھول دیں اور پھر سارے اہل قافلہ کی مشکیں کھول دی گئیں اور دعبیل کے اعزاز میں سارے قافلے کا مال و متاع جو کچھ لوٹا تھا وہ سب واپس کر دیا۔

ڈاکوؤں سے چھٹکارا پا کر دعبیل قم میں پہنچے۔ اہل قم نے ان سے قصیدہ سنانے کی فرمائش کی تو انہوں نے کہا اچھا سب لوگ جامع مسجد میں جمع ہو جائیں۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو دعبیل منبر پر گئے اور اپنا قصیدہ سنایا اور لوگوں نے ان کو بہت کچھ مال و متاع اور خلعت و پوشاک ان کی نذر کیا۔ پھر جب لوگوں کو پتہ چلا کہ امام نے ان کو ایک جتہ بھی دیا ہے تو ان سے گزارش کی کہ وہ جتہ ان لوگوں کے ہاتھ ایک ہزار دینار میں فروخت کر دیں۔ مگر جب دعبیل اس پر راضی نہ ہوئے تو بولے اچھا اس جتہ کا ٹکڑا ہی ایک ہزار دینار پر فروخت کر دو۔ مگر دعبیل اس پر بھی راضی نہ ہوئے اور قم سے روانہ ہو گئے۔ مگر شہر کے قرب و جوار کے قصبات سے جوں ہی آگے بڑھے۔ عرب کے نوجوانوں کا ایک گروہ آپہنچا اور اس نے ان سے وہ جتہ چھین لیا۔ اب بے چارے دعبیل قم پھر واپس آئے اور جتہ کی واپسی کی درخواست کی مگر نوجوانوں نے دینے سے انکار کیا اور اپنے بزرگوں کی بات بھی نہیں مانی اور بولے جناب اب یہ جتہ تو آپ کو ملتا نہیں۔ آپ اس کی قیمت ایک ہزار دینار اگر چاہیں تو لے لیں۔ دعبیل نے قیمت لینے سے انکار کیا مگر جب دیکھا کہ جب کسی طرح ہاتھ نہیں آتا تو کہا اچھا ان میں سے کوئی ٹکڑا ہی دے دو نوجوانوں نے کہا ہاں یہ منظور ہے پھر اس جتہ کا ایک حصہ اور باقی حصہ کی قیمت ایک ہزار دینار دے دی اب دعبیل وہاں سے پلٹے تو دیکھا کہ گھر کا سارا اثاثہ چور لے گئے تو دعبیل نے حضرت امام رضا کے عطا کردہ دیناروں میں سے ایک سو دینار فی دینار ایک سو درہم پر لوگوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اس طرح انکو دس ہزار درہم ہاتھ آ گئے۔ اب انہیں یاد آیا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ یہ دینار واپس نہ کرو۔ اس کی تمہیں ضرورت پیش آئے گی۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۶۵) کشف الغمہ جلد ۳ ص ۴۸-۴۷، ۱۵۴-۱۵۳ میں بھی روایت ہے

کچھ اضافے کے ساتھ تحریر ہے۔

رجال الکشی ص ۴۲ پر اسی مثل کی روایت درج ہے۔

۱۰۔ دعبل پر امام کی عنایات

دعبل خزاعی کے بھائی کے فرزند علی بن علی کہتے ہیں کہ ۹۸ھ میں مجھ سے میرے آقا حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ علیہ السلام نے مقام طوس میں بیان فرمایا۔ اور اسی سنہ میں ہم کوچ کر کے بصرہ کے راستہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور اسی سفر میں عبدالرحمن بن مہدی سے ہم ملے جو انہوں نے بیمار تھے۔ ہم نے چند دن ان کے وہاں قیام کیا اسی اثنا میں عبدالرحمن کا انتقال ہو گیا۔ ہم سب ان کے جنازے میں شریک ہوئے۔ نماز جنازہ اسمعیل بن جعفر نے پڑھائی۔ اس کے بعد ہم اور ہمارے بھائی دعبل دونوں اپنے آقا کی خدمت میں روانہ ہوئے اور ان کے پاس ۲۳ھ کے آخر تک قیام کیا۔ پھر حضرت امام رضا علیہ السلام نے میرے بھائی دعبل کو خز کی ہرے رنگ کی ایک قمیض، ایک انگوٹھی جس پر عقیق کا نگینہ تھا اور کچھ دراہم رضویہ عطا فرمائے اور کہا اس قمیض کو حفاظت سے رکھنا، اس کے اندر میں نے ایک ہزار راتوں میں ایک ہزار رکعتیں نماز کی پڑھی ہیں اور اسی کو پہن کر میں نے ایک ہزار مرتبہ قرآن مجید بھی ختم کیا ہے نیز فرمایا کہ تم چلے جاؤ تمہارے لئے مفید رہے گا۔ پھر ہم لوگ قم روانہ ہو گئے۔

۱۱۔ ابونواس کو رسول کی شفاعت پر بھروسہ

محمد بن ابراہیم بن کثیر سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ابونواس حسن بن ہانی مرض الموت میں مبتلا تھے ہم ان کی عیادت کے لئے گئے تو عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی نے کہا اے ابو علی غالباً یہ تمہارا دنیا کا آخری دن اور آخرت کا پہلا دن ہے اور تمہارے اور اللہ کے درمیان تمہاری کچھ کمزوریاں ہیں۔ بہتر ہے کہ توبہ کرو اور اللہ سے معافی چاہ لو۔ یہ سن کر ابونواس نے کہا مجھے تیکہ کا سہارا لگاؤ۔ وہ تیکہ کا سہارا لگا کر بیٹھے اور کہا کیوں تم مجھے اللہ سے ڈراتے ہو؟ سنو مجھ سے حماد بن سلمہ نے اور ان سے ثابت بن ثانی نے اور ان سے انس بن مالک نے روایت کی ان کا بیان ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کو شفاعت کا حق دیا گیا ہے مگر میں نے اپنی شفاعت قیامت کے دن اپنی امت کے گناہان کبیرہ کرنے والوں کے لئے چھپا رکھی ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کیا میں اُن اہل کبائر میں سے نہ ہوں گا؟

۱۲۔ دعبل کا عالم نزع

علی بن دعبل بن علی خزاعی کا بیان ہے کہ جب میرے والد کا وقت وفات قریب آیا تو ان کا رنگ

بدل گیا۔ زبان بیٹھ گئی۔ چہرہ سیاہ پڑ گیا۔ ان کا یہ حال دیکھ کر قریب تھا کہ میں ان کے مذہب ہی کو چھوڑ دوں۔ مگر ان کے انتقال کے تین دن کے بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ سفید ٹوپی پہنے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا بابا یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے جواب دیا۔ بیٹے وہ جو تم نے دیکھا تھا کہ میرا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا اور زبان بیٹھ گئی تھی تو یہ وار دنیا میں میری شراب نوشی کی وجہ سے ہوا تھا اور میں یہاں آکر ایسا ہی رہا کہ اتنے میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا ہو گیا وہ سفید لباس اور سفید ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھا تو پوچھا کیا تم رعبیل ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا میری اولاد کی مدح میں جو تم نے اشعار کہے ہیں وہ سناؤ تو میں نے یہ دو شعر سنائے۔

ترجمہ: جس دن آل احمد پر ظلم ہو رہا ہو۔ وہ بے چارے مظلوم ہوں اور دنیا کھڑی ہنس رہی ہو تو اللہ ان کے چہرے کی ہنسی کو سلب کر لے گا۔

یہ غریب اپنے گھروں سے زبردستی نکال دیئے گئے جیسے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی ایسا بڑا جرم کر دیا ہے جو ناقابل معافی ہے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ماشاء اللہ بہت خوب کہا۔ پھر آپ نے اللہ سے میری شفاعت فرمادی اور آپ نے اپنا لباس مجھے دے دیا اور یہ وہی ہے جو اب میرے جسم پر ہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۶۶)

⑬۔ دعبیل کی لوح قبر

ابو نصر محمد بن حسن کرخی کاتب کا بیان ہے کہ میں نے دعبیل بن علی خزاعی کی لوح قبر پر مندرجہ ذیل تین شعر کندہ کئے ہوئے دیکھے۔

۱۔ دعبیل نے اللہ سے ملاقات کے دن کے لئے (کلمہ توحید) لا الہ الا اللہ کا سامان فراہم کر رکھا ہے۔

۲۔ وہ یہ کلمہ بہت اور صدق دل سے پڑھتا تھا ہو سکتا ہے کہ اس کلمہ کے صدقہ میں اللہ قیامت کے دن اس پر رحم فرمائے۔

۳۔ دعبیل اللہ کو اپنا مولا پھر رسول کو اپنا مولا اور ان دونوں کے بعد وصی رسول (حضرت علی) کو اپنا مولا جانتا تھا۔

عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۶۷

و عجل نے یہ اپنا قصیدہ ایک کپڑے پر تحریر کیا اور اسی کپڑے میں وہ احرام باندھا کرتا تھا اور وصیت کی کہ یہ کپڑا اس کے کفن میں استعمال کیا جائے۔ و عجل کی زبان ہمیشہ پر خطر رہی۔ اس کی ہجو سے خلفائے تھے۔ ابن مدبر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں و عجل سے ملا اور اس سے کہا کہ تم بہت نڈرا اور جرأت مند انسان ہو۔ تم نے مامون کے لئے یہ اشعار کہے۔

ترجمہ: ۱۔ میں اس قوم سے ہوں کہ جن کی تلواروں نے تیرے بھائی کو قتل کر کے تجھے تخت خلافت پر بٹھایا۔

۲۔ تو ایک عرصہ سے گنہگار کے گوشے میں پڑا ہوا تھا۔ میری قوم نے تیرے مرتبہ کو بند کیا اور تجھے پستی سے بلندی پر پہنچا دیا۔

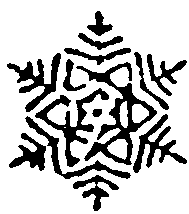
و عجل نے جواب دیا اے ابواسحق میں اپنا تختہ دار تو چالیس سال سے اپنے کاندھے پر اٹھائے پھرتا ہوں کوئی ایسا نہیں ملتا جو مجھے اس تختہ دار پر چڑھا دے۔

(الاعانی جلد ۲۰ ص ۸۱-۷۹)

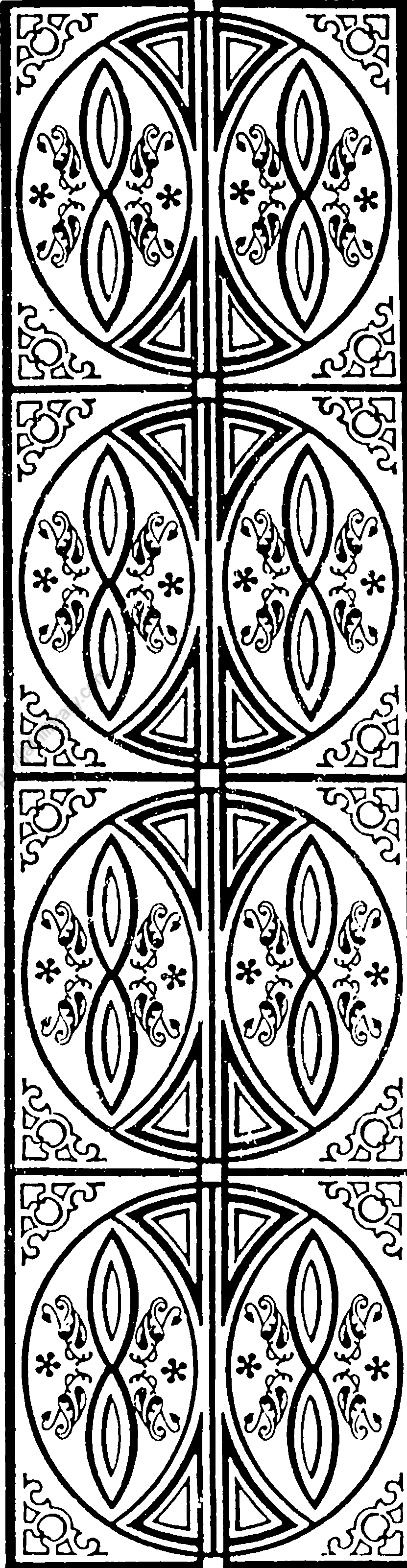
نظارۃ الآخِر



باب



آپ کے اصحاب و معاصرین



① — حضرت علیؑ سے احمد بن حنبل کی مخالفت کا سبب

عبدالرحمن بن محمد ابن محمود کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم بن محمد بن سفیان کو کہتے ہوئے سنا کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے احمد بن حنبل کی مخالفت کی بنیاد یہ تھی کہ احمد بن حنبل کا جد علی ذوالنہد یہ تھے جن کو حضرت علیؑ نے یوم نہروان قتل کیا تھا یہ خوارج کا سردار تھا ابوسعید کا بیان ہے کہ انھوں نے بھی یہ بات بعینہ ابراہیم بن محمد بن سفیان سے سنی ہے۔
(عیون)

محمد بن عورک ہروی کا بیان ہے کہ میں نے علی بن حشرم کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں احمد بن حنبل کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس میں حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ذکر چھڑ گیا تو احمد بن حنبل نے کہا:-

لَا يَكُونُ الرَّجُلُ سَنِيًّا حَتَّى يَبْغِضَ عَلِيًّا قَلِيلًا - اِذَا كُنِيَ شَخْصٌ نَحْنُ نَحْنُ هُوَ سَكَا جُو كَه عَلِي سَه عَقُوْرَا بَغْضُ نَه رَكْهَتَا هُو -

علی بن حشرم کا بیان ہے کہ میں نے فوراً اس کے جواب میں کہا:-

لَا يَكُونُ الرَّجُلُ سَنِيًّا حَتَّى يُحِبَّ عَلِيًّا كَثِيْرًا - كُوْنِي شَخْصٌ سَنِي نَحْنُ نَحْنُ هُو سَكَا جُو تَك كَه وَه حَضْرَت عَلِي سَه بَهْرَت زِيَادَه مَحَبَّت نَه كَرْتَا هُو -

اور یہی حکایت دوسرے مقام پر بھی ہے جس میں علی بن حشرم کا بیان یہ ہے کہ میرے اس کہنے پر مجھے لوگوں نے مار پیٹ کر مجلس سے باہر نکال دیا۔

② — ابن یقطین کے غلام یونس کی جسارت

محمد بن فضیل بصری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ شب کو حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام بصرہ تشریف لاتے اور مغرب کی نماز آپ نے چھت پر ادا فرمائی اس کے بعد سجدہ پڑھ گئے تو فرمایا اللہم العن الفاسق ابنت الفاسق پروردگار تو فاسق ابن فاسق پر لعنت کر۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے تو میں نے عرض کیا۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے یہ کون ہے جس پر آپ سجدے میں لعنت کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا:- یہ ابن یقطین کا غلام یونس ہے۔ میں نے عرض کیا درست ہے اس نے آپ کے بہت سے ماننے والوں کو گمراہ کر رکھا ہے اور آپ کے آبلے کرام کی طرف منسوب کر کے لوگوں کو فتوے دیا کرتا ہے۔

③ — آپ کے اصحاب و رواۃ

آپ کا دربان محمد بن راشد تھا
آپ کے ثقہ رواۃ میں — احمد بن محمد بن ابی نصر بن نطی — محمد بن فضل کوفی از دی — عبد اللہ بن
جندب بجلی — اسماعیل بن سعد احوص اشعری — اور احمد بن محمد اشعری تھے۔
اور آپ کے اصحاب میں — حسن بن علی خزاز المعروف بہ دشاء — محمد بن سلیمان دلمی — علی
بن حکم انباری — عبد اللہ ابن مبارک نہاوندی — حماد بن عثمان ناب — سعد بن سعد — حسن بن سعید
اہوازی — محمد بن فضل ربخی — خلف بصری — محمد بن سنان — بکر بن محمد از دی — ابراہیم بن محمد ہمدانی —
محمد بن احمد بن قیس بن غیلان اور اسحاق بن معاویہ خصیمی تھے۔

④ — حضرت معروف کرخی اور خدمت امام رضا

ابن شہر ادری نے مناقب الابرار تحریر کیا ہے کہ حضرت معروف کرخی حضرت علی ابن موسیٰ
رضا علیہ السلام کے دوست دار اور خادموں میں سے تھے ان کے والدین نصرانی تھے۔ انھوں نے
بچپن میں ان کو ایک معلم کے سپرد کیا اس نے کہا کہ کہو تین سے تیسرا۔ اور وہ کہتے رہے کہ نہیں
بلکہ وہ ایک۔ پس معلم نے ان کی خوب پٹائی کی۔ یہ بھاگ کر حضرت امام موسیٰ رضا علیہ السلام
کی خدمت میں پہنچے آپ کے ہاتھوں پر اسلام لاتے۔ پھر اپنے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ
نے پوچھا کون؟ انھوں نے کہا معروف۔ پوچھا کس دین پر ہو؟ کہا دین صلیف (اسلام) پر۔ پھر
ان کے باپ بھی حضرت امام رضا کی برکت سے اسلام لاتے۔
حضرت معروف کرخی کا بیان ہے کہ پھر میں ایک عرصہ تک معصیت کی زندگی بسر کرتا رہا
بالآخر دنیا کا سارا کاروبار چھوڑ کر صرف اپنے آقا حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت
میں لگ گیا۔

⑤ — نور خدا کو ہر دور میں نبھانے کی کوشش کی گئی

بزنطی سے روایت ہے اس کا بیان ہے حضرت امام رضا نے ہم سے ایک شب
مسجد دار معاویہ میں تشریف لائے کا وعدہ فرمایا تھا وہ تشریف لاتے اور سلام کرنے کے بعد کہا
کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ہی سے لوگ اس کوشش میں لگے
ہوتے تھے کہ اللہ کے نور کو بچھا دیں لیکن اللہ نے اپنے نور کو اتمام تک پہنچانے بغیر نہیں چھوڑا۔

اور جب حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو اس وقت علی بن حمزہ نے کوشش کی کہ اللہ کے نور کو بچھا دے مگر اللہ نے اس وقت بھی اپنے نور کو بچایا اور جس امر سے لوگ ناواقف تھے اللہ نے اس کی طرف تمھاری ہدایت کر دی۔ لہذا اللہ کے اس احسان پر تم شکر ادا کرو۔

اور سورہ انعام کی آیت نمبر ۹۸ میں لفظ مستقر و مستودع کے متعلق حضرت امام صادق کا ارشاد ہے کہ مستقر سے مراد ایمان میں ثابت قدمی ہے اور مستودع سے مراد عارضی اور چند روزہ ایمان ہے۔ اللہ نے تمھیں اس امر کی ہدایت کر دی ہے۔ جس سے لوگ ناواقف ہیں لہذا اس پر اللہ کا شکر ادا کرو۔
(درب الاسناد ص ۲۰۲)

⑥ — حرمت غنا کی ایک دلیل

ریان بن صلت کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہشام بن ابراہیم عباسی نے مجھے بتایا کہ آپ نے گانا سننے کی اجازت دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ زندیق اور بے دین جھوٹ بولتا ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ اس نے گانا سننے کے متعلق مجھ سے دریافت کیا تو میں نے کہا اے شخص یہ بتا کہ جب اللہ تعالیٰ اہل حق اور اہل باطل کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا تو اہل غنا کس گروہ میں ہوں گے۔ اس نے کہا اہل باطل کے گروہ میں۔ میں نے کہا تمھیں یہی کافی ہے تو نے تو خود فیصلہ کر دیا تو یہی بات میں نے عباسی سے بھی کہی تھی۔
(درب الاسناد ص ۱۹۸، دعون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴)

⑦ — ہشام بن ابراہیم عباسی زندیق

ریان بن صلت کا بیان ہے کہ ایک دن میں ہشام بن ابراہیم عباسی کے پاس گیا تو اس نے فوراً دوات اور کاغذ منگوایا، میں نے پوچھا اس کی کیا ضرورت پیش آگئی؟ اس نے جواب دیا میں نے امام رضا سے چند باتیں سنی ہیں چاہتا ہوں کہ لکھ لوں ورنہ کہیں بھول نہ جاؤں اس کے بعد اس نے کچھ لکھا اور یہ واقعہ مقام مرو کا ہے اور دو پہر کے وقت نماز جمعہ کے بعد اس کے میرے پاس آنے سے پہلے کا ہے۔ جب وہ بعد نماز جمعہ میرے پاس آیا تو میں نے پوچھا کہاں سے آتے ہو؟ جواب دیا اس کے پاس سے۔ میں نے پوچھا مامون کے پاس سے؟ بولا نہیں اس کے پاس سے، میں نے کہا فضل بن سہیل کے پاس سے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس کے پاس سے میں نے کہا تمھارا اس کے پاس سے کون مراد ہے؟ عباسی نے کہا علی بن موسیٰ۔

میں نے کہا تجھ پر وائے ہو معاملہ کیا ہے۔ اس نے کہا اس بات کو چھوڑو۔ ان کے آباؤ اجداد ولی عہدی کی بیعت کے لئے کب کر سیوں پر بیٹھا کرتے تھے جیسا کہ انھوں نے کیا ہے۔ میں نے کہا تیرا اللہ بڑا کرے اللہ سے توبہ واستغفار کر۔ اس نے کہا۔ میری فلاں کنیز ان سے زیادہ علم رکھتی ہے۔ اس کے بعد بولا کہ اگر میں کہوں کہ میرے سر کی قسم یہ بات ہے تو شیعہ کہیں گے کہ نہیں ہمارے سر کی قسم یہ بات نہیں ہے۔ میں نے کہا تجھے خبر نہیں شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ امام جس وقت جو اقدام کرتا ہے وہ اطاعت الہی میں ہوتا ہے۔

پھر مختلف اوقات میں حضرت امام رضا علیہ السلام کا ذکر آتا رہا۔ ایک دن میں حضرت امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ عباسی مجھ سے آپ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتا ہے۔ وہ اکثر ہمارے پاس سوتا اور قیلو کہتا ہے اگر آپ کی رائے ہو تو میں اس کی گردن پکڑ کر دبا دوں، وہ مرجائے اور شور کر دوں کہ وہ ناگہانی طور پر مر گیا ہے۔ تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں تین بار چٹختیاں اور کہا۔ نہیں اے ریان۔ نہیں اے ریان۔ نہیں اے ریان۔ میں نے عرض کیا اچھا فضل بن سہیل مجھے اپنے ایک کام کے لئے عراق بھیج رہا ہے اور عباسی بھی میرے جانے کے چند دن بعد عراق کے لئے نکلنے والا ہے اگر آپ کی رائے ہو تو میں ساکنان قم جو آپ کے دوستدار ہیں ان سے کہہ دوں کہ ان میں سے بیس تیس آدمی رہزموں یا گداگروں کے بھیس میں نکلیں اور جب اس کا سامنا ہو تو اس کا کام تمام کر دیں اور لوگ کہیں گے کہ اُسے گداگروں نے قتل کر دیا۔ یہ سن کر آپ خاموش رہے نہ ہاں کہا نہ نہیں کہا۔

الغرض میں عراق کے لئے چلا اور مقام حوآن پر پہنچا تو ایک سوار کو زکریا بن آدم کے پاس بھیجا اور اسے خط لکھا کہ کچھ باتیں ایسی ہیں جو خط میں تحریر نہیں کی جاسکتیں اگر مناسب ہو تو فلاں روز مقام مشکوۃ پر آ جاؤ وہاں انشاء اللہ میری تمھاری ملاقات ہوگی۔ اب جو میں مشکوۃ پہنچا تو وہ پہلے ہی سے وہاں آتے ہوئے تھے۔ میں نے انھیں تمام قصہ سنایا اور کہا کہ وہ درعباسی، یہاں فلاں فلاں دن پہنچے گا۔ انھوں نے کہا اچھا مجھے چھوڑیں اس شخص کو دیکھ لوں گا میں نے انھیں رخصت کیا اور خود وہاں سے آگے روانہ ہو۔ زکریا بن آدم قم واپس گئے۔ وہاں ان کی عمر سے ملاقات ہوتی انھوں نے ان سے ہماری بات کے متعلق مشورہ کیا۔ معمر نے کہا کہ معلوم نہیں کہ امام کا سکوت امر ہے یا نہی۔ امام نے اس کا کوئی حکم تو دیا نہیں لہذا مناسب نہیں کہ اس سے کوئی تعرض کیا جائے۔ پس زکریا اس اقدام سے باز رہے اور عباسی سلامتی کے ساتھ اپنا راستہ طے کر گیا۔

۸۔ برنطی کے خطوط اور اس کے جوابات

برنطی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو خط لکھا کہ میں کوذہ کا بہتے والا ایک شخص ہوں۔ میرا کنبہ دین الہی کا پابند اور آپ حضرت کا اطاعت گزار ہے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں تاکہ کچھ دینی مسائل معلوم کروں اور ان باتوں کے متعلق دریافت کروں جو لوگ آپ کے متعلق مجھ سے کہتے ہیں۔ اور آپ کے خلاف میرے سامنے دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ انھوں نے آپ سے چند باتیں دریافت کیں تو آپ نے اپنے آباؤ اقربا کے جواب کے خلاف جواب دیا۔ پھر آپ نے اپنی ذات کے لئے تقیہ کی نفی کر دی ہے۔

پھر صفوان نے آپ سے ملاقات کی اور ان لوگوں نے جو سوالات آپ سے کئے تھے ان سے متعلق آپ سے دریافت کیا تو آپ نے اس کا اقرار فرمایا۔ اس سے انکار بھی نہیں کیا۔ اور ان سوالات کے جوابات ان لوگوں کو کچھ اور دیئے تھے اور صفوان کو کچھ اور دیئے۔ میں اسی لئے حاضر خدمت ہونا چاہتا ہوں تاکہ معلوم تو کروں کہ وہ کیا سبب ہے۔ آپ نے صفوان کو جو جوابات دیئے وہ ان لوگوں کو نہیں دیئے۔ بات یہ ہے کہ اس میں میری اور ساری قوم کی زندگی کا سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَانَتْ مَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا جس نے اس کو زندہ کیا اس نے گویا سارے لوگوں کو زندہ کیا۔ (سورۃ مائدہ ص ۳۲)

حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس خط کا جواب ان الفاظ میں دیا۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ تمہارا خط موصول ہو کہ کاشف بمافیہ ہوا۔ تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو اور لوگوں نے جو کچھ میرے متعلق کہا ہے اور جن باتوں کو یہ لوگ میرے خلاف دلیل بنا کر تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں یہ کہ میں نے اپنے آباء کی روایات و احادیث کے خلاف ان کے کسی مسئلہ کا جواب دیا ہے ان سب کے متعلق تم مجھ سے بالمشافہ گفتگو لازمی سمجھتے ہو۔ تو مجھے اپنی جان کی قسم سوائے اللہ کے نہ کسی بہرے کو کوئی سنا سکتا ہے اور نہ کسی اندھے کو کوئی راستہ دکھا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے فَمَنْ يُرِيدِ اللّٰهُ اَنْ يُّهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ
لِلدِّیْنِ السَّلَامِ وَمَنْ يُرِيدْ اَنْ يُّضِلَّهُ يَغْلِقْ صَدْرَهُ ضِيقًا حَرَجًا
كَانَتْ مَّا يَصْعَقُ فِي السَّمَاءِ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ اَلرَّجْسَ عَلٰی
الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اللّٰهُ تعالیٰ جس کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اس کے سینے کو اسلام

کے لئے کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہی میں چھوڑ دینے کا ارادہ کرتا ہے اس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے اور اتنا تنگ کہ گویا آسمان پر اڑ جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس طرح ایمان نہ لانے والوں کے اوپر رحمت و پلیدگی کو باقی رہنے دیتا ہے۔ (سورہ الانعام ص ۱۳۶)

دوسری جگہ ہے إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِأَلْهَتَدِينَ اے رسول! تم جسے ہدایت دینا چاہو نہیں دے سکتے بس اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ ہدایت پانے کے لائق کون لوگ ہیں۔ (سورہ قصص ص ۵۶)

نیز حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے اگر لوگوں کے اختیار و استطاعت میں ہوتا تو سب کے سب ہمارے شیعہ بن جاتے مگر اللہ تعالیٰ نے جس دن انبیاء سے عہد و میثاق لیا تھا اسی دن ہمارے شیعوں سے بھی شیعہ ہونے کا عہد و میثاق لیا تھا۔

حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا ہمارا شیعہ وہ ہے جو ہماری اتباع کرے ہماری مخالفت نہ کرے۔ ہمارا شیعہ وہ ہے کہ جس سے ہم ڈریں وہ ڈرے اور جس سے ہم نہ ڈریں وہ بھی نہ ڈرے درحقیقت وہ ہے ہمارا شیعہ۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ (سورہ نحل ص ۴۳ سورہ الانبیاء ص ۱۷)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔ (سورہ توبہ آیت ۱۲۲)

ان آیات کے بموجب تم پر سوال کرنا اور جو معلوم نہ ہو اس کے متعلق ہم سے دریافت کرنا فرض ہے مگر ہم پر تمہارے ہر سوال کا جواب فرض نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّهُمْ لَا يُتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ۔ (سورہ القصص ص ۱۷)

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ائمہ ہدیٰ میں سے کسی امام کے بغیر دینی مسائل میں اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں۔

بزنطی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو پھر خط لکھا کہ آپ

کے پدر بزرگوار کے متعلق یہ لوگ جو روایات بیان کرتے ہیں اس کی وجہ سے میرے دل میں ایک الجھن سی ہے۔

تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ حضرت امام محمد باقرؑ ابو جعفرؑ علیہ السلام نے ارشاد کیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر کوئی شخص اتنا زیادہ جھوٹ نہیں باندھتا جتنا ہم اہل بیت کی طرف جھوٹ بات منسوب کی جاتی ہے یا ہمیں جھٹلایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ جو شخص ہماری تکذیب کرتا ہے یا ہماری طرف جھوٹ منسوب کرتا ہے تو گویا کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی کیونکہ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ اللہ کی یا اس کے رسول کی کہی ہوتی کہتے ہیں۔

ایک شخص حضرت ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا آپ حضرات اہل بیت رحمت ہیں آپ کو اللہ نے اپنی رحمت کے لئے مخصوص فرمایا ہے تو آپ نے فرمایا ہاں ہم ایسے ہی ہیں خدا کا شکر ہے کہ ہم اہل بیت میں سے کوئی ایک شخص بھی کبھی نہ گمراہی میں داخل ہوا اور نہ ہدایت سے خارج ہوا۔ اور یہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہم اہل بیت میں سے ایک فرد کتاب خدا پر عمل نہ کرے اور برائیوں کو ختم نہ کر دے۔

بز نطی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پھر عریفہ لکھا کہ میں آپ پر قربان چونکہ ان لوگوں کی روایات کی وجہ سے میرے دل میں ایک الجھن سی تھی اس لئے میں آپ کے پدر بزرگوار کی وفات پر رسم تعزیت بھی ادا نہ کر سکا۔ اور اب مجھے یقین آگیا کہ واقعاً آپ کے پدر بزرگوار نے وفات پائی۔ میری طرف سے تعزیت قبول فرمائیے۔ اللہ اس عظیم مصیبت میں صبر کرنے پر آپ کو اجر و ثواب عطا فرمائے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں اور محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ بز نطی کہتا ہے پھر اس کے بعد میں نے مسلسل ایک کے بعد دوسرے امام کی امامت کی گواہی دیتا ہوا حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت کی گواہی دی۔

بز نطی کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے میرے اس خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ۔

حضرت ابو جعفر امام محمد باقرؑ کا ارشاد ہے کہ کسی بندہ کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک حجت و اطاعت و حرام و حلال کے سلسلہ میں اس امر کا اعتقاد نہ ہو کہ آئمہ میں سے جو منزلت پہلے کی ہے وہی آخر کی بھی۔ سب ایک سطح کے ہیں صرف

ان میں دو شخصیتیں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیر المؤمنین علی ابن طالب علیہ السلام ان سب میں افضل ہیں۔

اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مر جاتے اور اس کا کوئی ایسا امام نہ ہو جو زندہ ہو اور اسے وہ پہچانتا ہو۔ تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

نیز حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مخلوق پر اللہ کی حجت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ کوئی ایسا امام نہ ہو جسے لوگ پہچانتے ہوں اور حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ و حجاب نہ ہو تا کہ یہ اللہ کو دیکھ سکے اور اللہ اس کو دیکھ سکے تو اسے چاہئے کہ آل محمد سے محبت کرے اور ان کے دشمنوں سے برأت کا اظہار کرے اور آل محمد میں سے کسی امام کے دامن سے متمسک ہو۔ جب ایسا ہو گا تو اللہ اس کو دیکھے گا اور وہ اللہ کو دیکھے گا۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت ابو جعفر علیہ السلام یہ ہرگز نہ فرماتے کہ:-

ہمارے شیعوں کے متعلق کوئی رائے قائم کرنے میں جلدی نہ کرو اس لئے کہ اگر ان کے ایک قدم میں لغزش آئے گی تو دوسرے قدم پر سنبھل جائیں گے۔ نیز اگر یہ نہ فرماتے کہ جو تمہارا ہے وہ تمہارے تمام بھائیوں کا ہے تو ابن ابی حمزہ اور ابن سراح اور اصحاب ابن ابی حمزہ کے متعلق ہم کچھ کہتے۔

ابن سراح نے لوگوں سے ہماری مخالفت کی اور ہمارے حلقہ اتباع سے نکلنے کی دعوت دی۔ اس نے حضرت ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے مال پر عظیم دست درازی کی۔ اور حضرت ابو الحسن کی حیات ہی میں اس پر قابض ہو گیا اور ہم سے مکابرہ کیا اس کی واپسی سے انکار کیا۔ حالانکہ تمام مسلمانوں کا یہ اجتماعی فیصلہ تھا کہ تمام اشیاء میرے سپرد کر دی جائیں مگر حضرت ابو الحسن موسیٰ بن جعفر کی رحلت سے جو باتیں پیدا ہوئیں۔ ان کو دیکھتے ہوئے علی بن ابی حمزہ کی علیحدگی میرے لئے غنیمت رہی اور اب اس میں کوئی خرابی نہیں سوائے اس کے کہ وہ مال ہڑپ کر گیا۔

اور ابن ابی حمزہ وہ شخص ہے کہ جس نے احادیث کی غلط تاویلیں کیں جبکہ اس کو اس کا علم ہی نہیں دیا گیا تھا۔ پھر اس نے ان تاویلیوں کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اور اس پر ضد کر گیا۔ اور احادیث میں اپنی تاویلات کی غلطیوں کے اقرار کے لئے تیار نہ ہوا۔ اس نے سوچا کہ اگر حضرت موسیٰ بن جعفر کے متعلق سابقہ آئمہ طاہرین کے اقوال کو ہم سچ نہیں سمجھتے تو پھر

سفیان وغیرہ کے متعلق ان کی پیشینگوئیوں کو لوگ کیسے سچ سمجھیں گے۔ اس لئے لوگوں سے کہنے لگا۔ امام رضا کے آباء کرام کے اقوال ناقابل تردید ہیں۔ اور واقعاً ہمارے آباء کرام کے اقوال ناقابل تردید ہیں لیکن وہ اپنے علم کی کمی کی وجہ سے ان اقوال کے مقاصد اور حقائق تک نہ پہنچ سکا اور فتنہ و ضلالت میں گرفتار ہو گیا اور وہ جس امر سے گریزاں تھا اسی میں پھنس کر رہ گیا۔ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام امور سے فارغ ہو کر بیٹھ چکا ہے تو یہ غلط اور جھوٹ ہے کیونکہ مخلوقات میں اللہ کی مشیت اب بھی کار فرما ہے وہ جانتا ہے پیدا کرتا ہے اور جو کام چاہتا ہے کرتا ہے اور اس نے کہا ہے ذریعہ "بعضہا من بعض۔ نسل اور ذریت کی تمام فردیں ایک دوسرے پر مربوط ہیں آخر کا تعلق اول سے ہے اور اول کا تعلق آخر سے ہے لہذا اگر کسی ایک فرد کے لئے یہ خبر دی جاتے کہ اس کے متعلق یہ ہونے والا ہے مگر وہ بات بعینہ اس فرد میں رونما نہ ہو بلکہ اسی نسل اور ذریت کی دوسری فرد میں رونما ہو جائے تو سمجھنا چاہئے کہ خبر دینے والوں نے ٹھیک خبر دی تھی۔ کیا ان لوگوں کے پاس حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث موجود نہیں ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شخص کے متعلق کوئی بات کہی جائے مگر وہ بات اس میں رونما نہ ہو بلکہ اس کے بعد اس کی اولاد میں رونما ہو تو سمجھ لو کہ یہ بات اس میں رونما ہوتی اور کہنے والے نے سچ کہا تھا۔ (درب الاسناد ص ۲۰۶-۲۰۳)

⑨ — "پس جب" کا مطلب

محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں اور یونس بن عبد الرحمن دونوں حضرت امام رضا علیہ السلام کے در دولت پر حاضر ہوتے مگر ہم سے پہلے کچھ لوگ باریابی کی درخواست کر کے اذن کے منتظر تھے۔ ہماری درخواست ان کے بعد کی تھی پس اذن دینے والا برآمد ہوا اور کہا اندر آ جاؤ۔ مگر اس نے یونس اور اس کے ساتھ آنے والے آل یقطین کو پیچھے کر دیا۔ سب لوگ اندر داخل ہوئے صرف ہم باقی رہ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر نکلے تو ہمیں داخلہ کی اجازت ملی ہم داخل ہوئے اور ان کو سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا اور کہا بیٹھ جاؤ۔ اس کے بعد یونس نے چند سوالات کئے۔ آپ نے اس کے جواب دیئے۔

یونس نے دریافت کیا مولا و آقا۔ آپ کے چچا زید نے بصرہ سے خروج کیا ہے۔ اور انھوں نے مجھے طلب کیا ہے۔ مگر میں اپنے متعلق ان کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں لہذا میرے

لئے آپ کی کیا رائے ہے۔ بصرہ جاؤں یا کوفہ چلا جاؤں؟ آپ نے فرمایا کہ کوفہ جاؤ،
 ”پس جب“ تو بصرہ چلے جانا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد ہم وہاں سے نکلے مگر ہمیں آپ
 کے ”پس جب“ کہنے کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ جب ہم قادسیہ پہنچے تو دیکھا کہ لوگ پس پا
 ہو کر چلے آ رہے ہیں۔ ابوسرایا کو شکست ہو چکی ہے اور ہر مژدہ میں داخل ہو چکا ہے اور آل ابی
 طالب کا ایک گروہ قادسیہ میں ہم سے ملا جو حجاز جارہا تھا۔ تو یونس نے مجھ سے کہا دیکھو آقا نے
 جو ”پس جب“ کہا تھا اس کا یہ مطلب ہے۔ اب ہم کوفہ جانے کے بجائے بصرہ چلے گئے اور ہر
 گزندہ سے بچ گئے۔
 (درب الاسناد ص ۱۷۱)

۱۰۔ فخر کی کیا بات ہے تو اضع ہمارا شیوہ ہے

ابن عیسیٰ نے بز نطی سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے ایک مرتبہ حضرت امام رضا
 علیہ السلام نے اپنی سواری بھیجی۔ میں اس پر سوار ہو کر مقام صریا پہنچا۔ رات کو وہیں قیام کیا۔
 جب رات کے کھانے سے فارغ ہوئے تو حکم دیا کہ بز نطی کے لئے بستر لگا دو۔ تعمیل حکم میں ایک
 طبرستانی تکیہ خوشبو میں بسا ہوا، شب باشی کا لباس، قیصری چادر اور مرو کا تیار کیا ہوا کمبل
 لایا گیا۔ جب میں رات کے کھانے سے فارغ ہوا تو مجھ سے فرمایا کیا تم سونا نہیں چاہتے؟ میں
 نے کہا جی ہاں سونا چاہتا ہوں میں آپ پر قربان۔ تو آپ نے چادر یا کمبل اڑھا دیا۔ اور فرمایا
 شب بخیر، اور ہم مکان کی چھت پر بٹھے۔

جب حضرت امام رضا علیہ السلام چھت سے اترے تو میں نے اپنے جی میں کہا۔
 انھوں نے تو میری اتنی تواضع کی کہ اتنی کسی کے لئے نہ کی ہوگی۔ ابھی میرے دل میں یہ خیال آ ہی
 رہا تھا کہ ناگاہ ایک آواز دینے والے نے آواز دی اے احمد۔ میں نے اس کی آواز نہیں پہچانی مگر
 آپ کا ایک غلام آیا اور اس نے کہا کہ مولا آپ کو بلاتے ہیں۔ میں چھت سے اترنے لگا تو دیکھا
 کہ مولا خود تشریف لارہے ہیں آتے ہی آپ نے فرمایا۔ اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔ میں نے ہاتھ بڑھایا
 تو آپ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا اور فرمایا ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت
 امیر المؤمنین علیہ السلام صعصعہ بن صوحان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور جب
 وہاں سے اٹھ کر جانے لگے تو فرمایا۔ یہ جو میں تمہاری عیادت کے لئے آیا ہوں اس پر ہر گز فخر و ناز
 نہ کرنا۔ بلکہ اپنی ذات پر نظر رکھنا اس لئے کہ تقریباً تمہارا معاملہ قریب پہنچا ہی چاہتا ہے۔ دیکھو
 امیدیں تمہیں غافل نہ کر دیں۔ اب میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ تم پر ہر بہت بھروسہ اسلام۔

درجہ اولیٰ

ابن ولید نے صفار سے اور انھوں نے ابن عیسیٰ سے بعینہ یہی روایت کی ہے۔
عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۱۲

۱۱ — ایک قیدی کے خط کا جواب

حسن بن بشار کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کا وہ خط پڑھا جو آپ نے داؤد بن کثیر رقی کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا وہ قید میں تھا اور آپ سے دعا کی درخواست کی تھی۔ آپ نے یہ لکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے ہمیں اور تمہیں دونوں کو دنیا و آخرت میں بخیر و عافیت سے رکھے۔ میں تمہیں لکھ چکا ہوں کہ ہم لوگوں کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ اللہ کی عطا کردہ ہیں اس کا شکر ادا کرو اس کا کوئی شریک نہیں۔ تمہارا خط مجھے ملا۔ اے ابوسلیمان! میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تمہارے کام کیلئے کوئی کسر نہ اٹھا رکھوں گا۔ اگر تم یہاں موجود ہوتے تو ہو سکتا ہے کہ کوتاہی کرتا۔ لہذا اس خدائے علی و عظیم پر بھروسہ کرو جس پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ (درب الاسناد ص ۲۲۲)

۱۲ — مجنوں کے لئے تسوار

محمد بن عبد اللہ بن طاہر کی روایت ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں اپنے والد کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ اور ان کے پاس ابو صلت ہروی اسحاق بن راہویہ اور احمد بن محمد بن حنبل بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے والد نے ان لوگوں سے کہا کہ آئیے ہم لوگوں میں ہر ایک شخص ایک حدیث بیان کرے۔ تو ابو صلت ہروی نے یہ حدیث دپورے اسناد کے ساتھ پیش کی کہ۔

مجھ سے بیان فرمایا حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے داؤد و اقائدہ رضائی تھے جیسا ان کا نام تھا، اور ان سے بیان فرمایا ان کے باپ حضرت موسیٰ بن جعفر نے اور ان سے بیان فرمایا ان کے باپ حضرت جعفر بن محمد نے اور ان سے بیان فرمایا ان کے باپ حضرت محمد بن علی نے اور ان سے بیان کیا ان کے باپ حضرت علی ابن الحسن نے اور ان سے بیان کیا ان کے باپ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے، ان کا بیان ہے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے۔

غرض جب مجلس برخاست ہوئی تو احمد بن حنبل نے میرے والد سے کہا یہ کیا اسناد تھیں جو ابو صلت ہروی نے اس حدیث کے ساتھ پیش کیں تو میرے والد نے جواب میں کہا، پتہ نہیں

یہ مجنوں اور دیوانوں کے ناک میں چڑھانے کی تسواری ہے۔ اگر کسی مجنوں کی ناک میں یہ چڑھا دی جائے تو اس کا جنون دور ہو جائے۔
(دعویٰ اخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۲۸)

⑬ — دور متوکل

احمد بن محمد بن فہر اور حسین بن علی باقطنی دونوں کا بیان ہے کہ ابراہیم بن عباس اور اسحاق بن ابراہیم رخی زیدان کاتب المعروف زمن کے درمیان بڑی دوستی تھی۔ خراسان سے واپسی کے وقت اس نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی مدح میں اپنا ایک شعر اپنے ہاتھ سے اخذ زیدان کی ڈائری میں لکھ دیا اور اس کے علاوہ بھی اس نے اپنے ہاتھ سے اس ڈائری میں بہت کچھ لکھا تھا وہ ڈائری اخذ زیدان کے پاس محفوظ تھی۔ اتفاق سے ابراہیم بن عباس متوکل عباسی کی طرف سے اس کی جائیداد کا والی مقرر ہو گیا۔ اور اب اس کے اور اخذ زیدان کے مابین کچھ دوری سی آگئی تھی پھر کسی وجہ سے ابراہیم بن عباس نے اخذ زیدان کو اس جائیداد کی نگرانی سے معزول کر دیا جس پر وہ اب تک مقرر تھا۔ اور اس کی پیداوار کا شدت کے ساتھ مطالبہ کیا۔ تو اسحاق اخذ زیدان نے اپنے ایک معتبر شخص نے کہا کہ ابراہیم بن عباس کے پاس جاؤ۔ اور اسے بتا دو کہ امام رضا علیہ السلام کی مدح میں تمہارے ہاتھ کا وہ لکھا ہوا شعر اب تک میرے پاس موجود ہے اگر تم اپنے اس مطالبہ سے باز نہ آئے تو میں وہ متوکل کے سامنے پیش کر دوں گا۔ الغرض وہ شخص گیا اور اس نے ابراہیم بن عباس کو اخذ زیدان کا پیغام پہنچا دیا یہ سنتے ہی اس کے سامنے دنیا تنگ ہو گئی۔ وہ فوراً اپنے مطالبہ سے باز آیا۔ پھر آپس میں حلفیہ معاہدہ ہوا۔ اور اس نے اپنے تمام لکھے ہوئے اشعار اخذ زیدان سے واپس لے لئے۔

صولی کی روایت ہے کہ مجھ سے یحییٰ بن علی منجم نے بیان کیا کہ ان دونوں کے درمیان میں سفیر بنا ہوا تھا اور وہ تمام اشعار اخذ زیدان سے واپس لئے اور ابراہیم بن عباس نے میرے سامنے ان اشعار کو جلایا۔

صولی کہتا ہے کہ مجھ سے احمد بن ملحان نے بیان کیا کہ ابراہیم بن عباس کے دولہ کے تھے ایک کا نام حسن تھا دوسرے کا نام حسین۔ ایک کی کنیت ابو محمد تھی اور دوسرے کی ابو عبد اللہ۔ مگر جب متوکل عباسی خلیفہ ہوا تو مارے خوف کے اس نے اپنے بڑے لڑکے کا نام بدل کر اسحاق رکھ دیا اور کنیت ابو محمد ہی رہنے دی۔ اور چھوٹے کا نام بدل کر عباس رکھ دیا۔ اور کنیت ابو عبد اللہ کے بدلے ابو الفضل کر دی۔

صولی کا یہ بھی بیان ہے کہ مجھ سے احمد بن اسماعیل بن خنسیب نے بیان کیا کہ ابراہیم

بن عباس اور موسیٰ بن عبد الملک نے کبھی شراب نہیں پی تھی مگر جب متوکل خلیفہ ہوا تو ان دونوں نے شراب پینی شروع کر دی بلکہ یہ دونوں کمینوں اور تختوں کو عمداً جمع کر کے ان کے ساتھ دن میں تین بار شراب پیا کرتے تاکہ ان کی شراب نوشی کی خبر مشہور ہو جائے اور ان کے متعلق اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جس کا ذکر یہاں مناسب نہیں ہے۔

(دعیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۱۴۹-۱۴۸)

۱۴۔ ادائیگی قرض کے لئے مکان کے فروخت کی ممانعت

ابن ولید نے علی سے اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ابن ابی عمیر ایک مرد بڑا بڑا تھا اس کا ایک شخص پر دس ہزار درہم قرض تھا۔ اس کا سارا مال جاتا رہا وہ خالی ہاتھ ہو گیا مگر قرض کی ادائیگی کے لئے اس شخص کو اپنا رہائشی مکان دس ہزار درہم میں فروخت کر دیا اور رقم لے کر ابن ابی عمیر کے پاس پہنچا۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابن ابی عمیر باہر نکلے تو اس نے ان سے کہا یہ آپ کے قرض کی رقم ہے لے لیجئے۔ ابن ابی عمیر نے کہا یہ رقم تمہارے پاس کہاں سے آئی۔ وہ کوئی مر گیا جس کی وراثت ملی؟ اس نے کہا نہیں۔ پوچھا پھر یہ کسی کا عطیہ ہے؟ کہا نہیں بلکہ میں نے اپنا مکان فروخت کر دیا تاکہ قرض ادا کر دوں۔ تو ابن ابی عمیر نے کہا۔ سنو۔ ذریعہ محاربی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کوئی اپنے قرض کی ادائیگی کے لئے اپنے جائے پیدائش و رہائشی مکان سے نہیں نکلے گا۔ یہ رقم واپس لے جاؤ مجھے اس رقم کی ضرورت نہیں اگرچہ خدا کی قسم میں بھی اس وقت ایک ایک درہم کو محتاج ہوں۔ مگر میں تمہاری اس رقم سے ایک درہم بھی نہ لوں گا۔ (دعائل المشرائع جلد ۲ ص ۲۱۴، الاختصاص ص ۸۶)

۱۵۔ ایسے ایسے دوست

محمد بن جعفر مودب کا بیان ہے کہ صفوان بن یحییٰ جس کی کنیت ابو محمد تھی اور جو ایک سا بری پارچہ فروش کا غلام تھا وہ اصحاب حدیث میں سب سے زیادہ موثق اور ان میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھا اس کا حال یہ تھا کہ ہر روز ایک سو پچاس رکعتیں نماز کی ادا کرتا۔ سال بھر میں تین ماہ روزہ رکھتا۔ اور سال میں تین بار مال کی زکوٰۃ نکالتا تھا۔ اور اس کا سبب یہ تھا کہ اس نے عبد اللہ بن جنذب اور علی بن نعمان کے ساتھ خانہ کعبہ میں جا کر یہ معاہدہ کیا تھا کہ اگر ہم میں سے کوئی ایک مر جائے تو جو باقی رہے گا وہ اس کی طرف سے اس کی نماز پڑھے گا اس کا روزہ رکھے گا اس کی طرف سے حج کرے گا اور جب تک زندہ رہے اس کی طرف سے

زکوٰۃ ادا کرے گا۔ اتفاق یہ کہ اس کے دونوں ساتھی مر گئے۔ صفوان تنہا باقی رہ گیا تو وہ ان لوگوں سے کئے ہوئے معاہدہ کو پورا کیا کرتا تھا۔ ان دونوں کی طرف سے نمازیں پڑھتا۔ زکوٰۃ دیتا اور ان دونوں کی طرف حج ادا کرتا اور حبیب بھی کوئی خیر و خیرات کرتا ان لوگوں کی طرف سے بھی کرتا۔

ایک مرتبہ اس کے کسی پڑوسی نے جو کوفہ کا رہنے والا تھا مکہ میں صفوان سے کہا میرے یہ دو دینار اپنے ساتھ لیتے جائیے میرے گھر دیکھئے گا۔ تو انھوں نے کہا بات یہ ہے میں کرایہ کی سواری پر آیا ہوں اب میں اس کے متعلق اپنے جمال سے مشورہ کر لوں تو تمہیں جواب دوں گا۔

(الاختصاص ص ۸۸)

۱۶۔ کسی کی طرف سے بدگمانی میں عجلت نہ کرو

محمد بن علی قمی کا بیان ہے کہ میرے پاس حضرت ابو جعفرؑ نے ایک آدمی کے ہاتھ ایک خط بھیجا جس میں لکھا تھا کہ تم میرے پاس آ جاؤ۔ لہذا میں مدینہ پہنچا اور آپ دارخان بزیع میں مقیم تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا سلام کیا۔ آپ نے صفوان اور ابن سنان کے متعلق بہت سی باتیں سنی تھیں اس کا تذکرہ کیا۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں ذکر یا بن آدم کی طرف سے صفائی پیش کر دوں تاکہ وہ ان الزامات سے بچ جائے جو اوروں کے متعلق ہیں۔ مگر پھر دل نے کہا کہ میں اس معاملہ میں کیوں دخل دوں یہ خود بہتر جانتے ہیں کہ کیا کیا جائے۔ پھر آپ نے فرمایا اے ابو علی ابو یحییٰ جیسے لوگوں کے متعلق اتنی عجلت نہیں کرنی چاہئے جب کہ میرے پدر بزرگوار کے ساتھ اس کی خدمات ہیں۔

احمد بن عمر حلال سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے سنا کہ انورؑ کے اندر حضرت امام رضا علیہ السلام کی بدگوئیاں کرتا پھرتا تھا تو میں مکہ پہنچا اور ایک چھرا خریدی اور اسے دیکھا تو کہا خدا کی قسم جوں ہی یہ مسجد سے نکلا میں اس کو قتل کر دوں گا۔ اور اس ارادہ سے وہیں باہر کھڑا ہو گیا کہ اتنے میں حضرت امام رضا علیہ السلام کا ایک رفقہ مجھے ملا جس میں تحریر تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تجھے میرے حق کی قسم انورؑ سے خود کو روک لے۔ اس لئے کہ مجھے اللہ پر بھروسہ ہے اور وہی میرے لئے کافی ہے۔ بصائر الدرجات ص ۲۵۲

۱۷۔ آپ کے لائق ستائش اصحاب

آپ کے لائق ستائش اصحاب میں سے ایک عبداللہ بن جنذب بجلی بھی تھے یہ حضرت

ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر، اور حضرت ابو الحسن رضا علیہما السلام کے وکیل تھے۔ یہ بڑے عبادت گزار تھے اور ان دونوں حضرات کے سامنے ان کی بڑی قدر و منزلت تھی جیسا کہ ان کے متعلق بہت سی روایتیں ہیں۔ اور ان لائق ستائش لوگوں میں کچھ اور لوگ بھی ہیں۔ چنانچہ ابو طالب قمی کی روایت ہے کہ میں حضرت ابو جعفر ثانی کی خدمت میں آپ کی عمر کے آخری حصہ میں پہنچا تو آپ نے فرمایا۔ سفوان بن یحییٰ و محمد بن سنان و زکریا بن آدم و سعد بن سعد کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے جزائے خیر دے ان لوگوں نے میرے ساتھ وفاداری نبھائی۔ اور زکریا بن آدم تو آپ کے دوستداروں میں سے تھے۔

اور حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے ایک خط کے جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ :-
 ”تم نے جو ایک مرنے والے کا ذکر کیا ہے کہ وہ قضائے الہی سے فوت ہو گیا تو اللہ یوم ولادت یوم وفات اور یوم حشر اس پر رحم فرمائے۔ واقعاً وہ اپنی پوری زندگی حق کا عارف حق کا قائل، حق پر صابر اور حق کے لئے محتسب رہا۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جو فریضہ اس پر عائد تھا وہ اس پر قائم رہا۔ اللہ اس پر رحم کرے۔ وہ مر گیا مگر اس نے نہ کبھی نکث بیعت کی۔ نہ اس میں کوئی تبدیلی آئی۔ اللہ اس کو اس کی نیت کا اجر اور اس کے عمل کی جزا عطا فرمائے۔“

اور محمد بن سنان تو ان کے متعلق علی بن الحسین بن داؤد سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر ثانی کو محمد بن سنان کا خیر کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم اس سے راضی ہیں اللہ بھی اس سے راضی ہے۔ اس نے نہ کبھی میری مخالفت کی اور نہ میرے پدر بزرگوار کی مخالفت کی۔
 (دعینۃ الشیخ طوسی ص ۲۲۵)

۱۸ — رِوَاۃِ نَصِ اِمَامَت

حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت پر ان کے پدر بزرگوار کے جن خاص اصحاب ثقہ، اہل علم و ورع، فقیہ اور شیعہ حضرات نے نص کی روایت کی ہے ان میں سے داؤد بن کثیر رقی۔ محمد بن اسحاق بن عمار۔ علی بن یقطين۔ نعیم قابوسی۔ حسین بن مختار۔ زیاد بن مروان حرزومی۔ داؤد بن سلیمان۔ نصر بن قابوس۔ داؤد بن زریبی۔ یزید بن سلیط اور محمد بن سنان بھی ہیں۔
 (ارشاد شیخ مفید ص ۲۸۵)

۱۹ — عقود درگذر

صفوان سے روایت ہے کہ اس نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے محمد بن خالد کے حاضر خدمت ہونے کی اجازت لی اور عرض کیا کہ اس نے یہ بات نہیں کہی تھی بلکہ اس نے کہا ہے کہ خدا کی قسم میری ملاقات کا مقصد صرف یہ ہے کہ بات ختم ہو جائے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اسے بلاؤ۔ وہ حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا میں آپ پر قربان یقیناً میری کوتاہی اور تقصیر ہے میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔ اور یہ ان لوگوں میں شمار ہوتا تھا جن کے متعلق یہ گمان تھا کہ یہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی بدگوئیاں کرتے ہیں۔ اس نے کہا جو کچھ مجھ سے سرزد ہوا میں اس کے لئے اللہ سے توبہ استغفار کرتا ہوں اور چاہتا ہوں آپ میری معذرت قبول فرمائیں، میری خطائیں معاف کریں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں میں نے تیری معذرت قبول کی، اگر نہ قبول کروں تو یہ اور ان کے سناہتیوں کی بات غلط ثابت ہو جائے گی اور یہ کہہ کر آپ نے میری طرف اشارہ فرمایا کہ تمہارے مخالفین کی تصدیق ہو جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے نبی سے کہتا ہے فَبِمَا سَخَمَ مِّنَ اللَّهِ لَئِنَّتَ كَهَمَّجٍ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَرَأَيْتَ لَفَضْلًا مِّنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ دسورہ آل عمران ۱۵۹،

اس کے بعد آپ نے اس کے باپ کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا کہ ان کا تو انتقال ہو گیا تو آپ نے اس کے باپ کے لئے مغفرت کی دعا کی۔

۲۰ — لباس حکمران

آبی نے اپنی کتاب ”نثر الدر“ میں یہ واقعہ تحریر کیا ہے کہ خراسان میں کچھ صوفیائے کرام حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ امیر المؤمنین مامون نے نظر دوڑائی کہ دیکھیں اللہ نے اپنی طرف سے اولی الامر کن لوگوں کو بنایا ہے تو اس کی نظر آپ پر پڑھری تو اس نے آپ کو سب سے اولی پایا۔ لہذا اس نے ولی عہدی آپ کے سپرد کر دی۔ مگر قوم کو تو ایسے فرد کی ضرورت ہے جو موٹا چھوٹا کھائے اور موٹا جھوٹا پہنے۔ گدھے پر سواری کرے۔ لوگوں کی عبادت کو جایا کرے۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام تکیہ لگاتے تھے اب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور وہ ریشم و دیبا ج کی ایسی قبائیں پہنتے تھے جس پر سونے کی تاروں کا کام کیا ہوا ہوتا۔ او

اک فرعون کے تخت اور سند پر بیٹھتے تھے اور حکومت کرتے تھے۔ لہذا امام سے قسط و عدل کی توقع رکھنی چاہیے۔ وہ اپنے قول کا سچا ہو۔ جب کوئی فیصلہ کرے تو عدل کے ساتھ کرے جب کوئی وعدہ کرے تو اسے پورا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اچھے لباس اور اچھے کھانوں کو حرام تو نہیں کیا ہے۔ چنانچہ وہ خود سورہ اعراف میں ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِمُ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ
الْمَرْزُوقِ - سورہ الاعراف ۳۲ دنثر اللہ

۲۱ — مدح محمد بن سنان

میں نے ان لوگوں کو سنا جو محمد بن سنان کی بدگوئی اور ان پر طعنہ زنی کرتے ہیں لیکن شاید وہ اس پر طعنہ زنی ہی کرتا جانتے ہیں۔ اس کے محاسن اور پاکیزگی نفس کو نہیں جانتے۔ چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کمال شہر رمضان میں تحریر فرمایا ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام سے اس شخص کی تعریف میں بہت سی روایات مشہور ہیں۔

مثلاً عبداللہ بن الصلت سے روایت ہے کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا اللہ محمد بن سنان کو جزائے خیر دے وہ ہمارا وفادار تھا۔ علی بن حسین بن داؤد کی روایت کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے محمد بن سنان کو یاد کیا اور فرمایا ہم اس سے راضی ہیں اللہ اس سے راضی ہو اس نے نہ کبھی میری مخالفت کی اور نہ کبھی میرے پدر بزرگوار کی مخالفت کی۔

پھر اس کی جلالت قدر اور علو شان کے لئے یہی کافی ہے کہ اس نے ہمارے آئمہ علیہم السلام میں سے تین اماموں سے ملاقات کی اور ان سے روایات لیں۔ یعنی حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ اور حضرت امام ابوالحسن علی الرضا علیہ السلام اور حضرت ابو جعفر محمد بن علی علیہ السلام۔ نیز ان کے ذریعہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام کا معجزہ ظاہر ہوا۔ اور وہ یہ کہ حسب روایت محمد بن حسین بن ابی خطاب - بیچارے محمد بن سنان نابینا تھے۔ حضرت ابو جعفر ثانی علیہ السلام نے اپنا دست مبارک پر مسح کیا اور ان کی بینائی پلٹ آئی۔

حسین بن احمد مالکی کا بیان ہے کہ میں نے احمد بن ملیک کرخ سے پوچھا کہ محمد بن سنان کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ غالی ہے آپ کا کیا خیال ہے۔ تو انھوں نے کہا خدا کی پناہ ایسی بات نہیں انھوں نے تو مجھے باب طہارت کی تعلیم دی۔ وہ ایک مرد متراض اور عبادت گزار تھے۔

۲۲ — شہرِ شاہی نوکری

حسن بن حسین انباری کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام کو خط لکھا اور ان سے شاہی نوکری کی اجازت چاہی نیز خط کے آخر میں یہ بھی لکھا کہ مجھے اپنی گردن زدنی کا بھی خطرہ ہے اس لئے کہ بادشاہ کہتا ہے تو رائشی ہے اور اس میں شک بھی نہیں کہ میں نے رخص ہی کی وجہ سے شاہی نوکری چھوڑی۔

حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا۔ میں نے تمہارے خط کا مطلب سمجھ لیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تمہیں اپنی جان کا خطرہ ہے۔ اگر تمہیں یہ معلوم ہے کہ اس شاہی نوکری میں تم جو کام کرو گے وہ حکم خدا اور حکم رسول کے مطابق ہوگا اور پھر تمہارے ماتحت عملہ میں تمہارے اہل بیت ہوں گے اگر کوئی بات ہوئی تو تم ان غریب مومنین کے ساتھ ہمدردی کرو گے خواہ عملہ میں ایک ہی مومن کیوں نہ ہو اگر ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر نہیں۔

۲۳ — اصحابِ ثقہ

ابو احمد محمد بن ابی عمیر۔ اور ابو عمیر کا نام زیاد تھا یہ ازد کے غلاموں میں سے تھے۔ عامہ اور خاصہ دونوں کے نزدیک سب سے زیادہ موثق سب سے زیادہ عبادت گزار سب سے زیادہ پرہیزگار تسلیم کئے گئے ہیں یہ یکتائے زمانہ تھے۔ انھوں نے حضرت موسیٰ بن جعفر کا زمانہ بھی پایا مگر ان سے کوئی روایت نہ کر سکے۔ صرف حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کرنے کا انھیں موقع ملا۔
(الاختصاص ص ۸۶)

۲۴ — ابو جویر

زکریا بن آدم کا بیان ہے کہ ایک دن میں اول شب حضرت امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسی زمانہ میں ابو جویر رحمہ اللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ تو آپ نے ان کے متعلق پوچھا پھر ان کے لئے رحمت کی دعا کی۔ اس کے بعد وہ ہم سے اور ہم ان سے مسلسل باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ فجر طالع ہو گئی پھر آپ نے اٹھ کر صبح کی نماز پڑھی۔ (الاختصاص ص ۸۶)

۲۵ — گھر چھوڑنے کی ممانعت

زکریا بن آدم کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے خاندان اور کنیہ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا جاؤں۔ اس لئے کہ ان میں بیوقوفوں کی کثرت ہو چکی ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو اس لئے کہ تمہاری ہی وجہ سے اہل قم ان کی حمایت کرتے ہیں۔ جس طرح ابوالحسن علیہ السلام کی وجہ سے اہل بغداد کا دفاع ہوتا ہے۔
(الاختصاص ص ۸۷)

۲۶ — دینی مسائل کی دریافت

علی بن مسیب کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرا گھر دور ہے میں ہر وقت آپ کے پاس نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے فرمائیں کہ میں وہاں دینی معلومات کس سے حاصل کروں۔ آپ نے فرمایا زکریا بن آدم سے اس لئے کہ اس کا دین اور اس کی دنیا دونوں محفوظ ہیں۔ ابن مسیب کا بیان ہے جب میں وہاں سے واپس ہوا تو زکریا بن آدم کے پاس گیا اور ان سے اپنی ضرورت کے مسائل دریافت کئے۔ (الاختصاص ص ۸۷)

۲۷ — صفوان اور محمد بن سنان کا کردار

ابن عیسیٰ کا بیان ہے کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے اپنے ایک آدمی کو اپنا خط دے کر میرے پاس بھیجا۔ اور اس میں مجھے حاضر خدمت ہونے کا حکم دیا تھا۔ اس وقت آپ مدینہ میں دارخان بزیع کے اندر مقیم تھے۔ میں وہاں پہنچا اندر داخل ہوا سلام کیا۔ آپ نے صفوان اور محمد بن سنان کا ذکر فرمایا اور ان کے متعلق جو متعدد خبریں ملی تھیں اسے بیان کیا۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں زکریا بن آدم کی صفاتی پیش کر دوں تاکہ وہ ان الزامات سے بچ جائیں جو ان پر عائد ہیں۔ مگر پھر دل میں کہا کہ مجھے کیا مطلب کہ اس معاملہ میں دخل دوں۔ جبکہ مولا ان لوگوں سے مشکوک ہیں۔ امام بہتر جانتے ہیں کہ وہ کیا کریں۔

تو آپ نے فرمایا اے ابو علی سفوان۔ ابو یحییٰ ایسے شخص کے لئے رائے قائم کرنے میں تعجیل نہیں کرنی چاہیے میرے پدر بزرگوار کے ساتھ ان کی خدمات ہیں ان کے بعد میرے نزدیک اس کی منزلت ہے مگر میرا مال جو ان کے پاس ہے اس کی مجھے ضرورت ہے میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان۔ وہ مال آپ کے پاس بھیجے والا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا جب تم اس سے ملو تو

یہ بتاؤ کہ مال جو رکھا ہے وہ میمون اور مسافر کے اختلافات کی وجہ سے رکھا ہے اور میرا خط لے جاؤ اسے دے دو اور کہو کہ وہ میرے پاس مال بھیج دے۔ میں آپ کا خط لے کر زکریا بن آدم کے پاس گیا اور وہ مال لے کر آپ کے پاس گئے۔ (الاختصاص ص ۸۷)

۲۸ — امامت و خلافت پر بحث

ابو ہذیل سے یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے اس کا بیان ہے کہ میں مقام رتہ پہنچا تو مجھ سے بیان کیا گیا کہ دیر زکی میں ایک مجنوں شخص ہے مگر باتیں اچھی کرتا ہے یہ سن کر میں بھی اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا خوش منظر شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور اپنے سر اور داڑھی کو کنگھی کر رہا ہے۔ میں نے سلام کیا اس نے جواب سلام دیا اور پوچھا تم کس ملک کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا میں اہل عراق کا ہوں۔ بولا بہت خوب عراق والے تو بڑے ظریف اور صاحب ادب ہوتے ہیں۔ اس نے پھر پوچھا عراق میں کہاں سے تعلق ہے؟ میں نے کہا بصرہ کا رہنے والا ہوں۔ کہا۔ بصرہ والے تو بڑے تجربہ کار اور اہل علم ہوا کرتے ہیں۔ پوچھا مگر ان میں کس طبقہ سے ہو؟ ابو ہذیل نے کہا میرا تعلق طبقہ متکلمین سے ہے۔ یہ سنتے ہی وہ بوڑھا اپنے تکیہ سے ہٹا اور مجھے اپنی جگہ بٹھا دیا۔

پھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد اس نے پوچھا۔ امامت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا آپ کی مراد امامت سے کیا ہے؟ بولا۔ یہی کہ تم بعد نبی کس کو مقدم سمجھتے ہو؟ میں نے کہا اسی کو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقدم کیا تھا۔ بولا۔ وہ کون؟ میں نے کہا حضرت ابو بکرؓ۔ اس نے کہا اے ابو ہذیل بتاؤ ان کو کس بنیاد پر مقدم کیا؟ میں نے کہا اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم اپنے میں سے جو سب سے بہتر اور افضل ہو اس کو مقدم کرنا۔ اور سب لوگ ان کے مقدم کرنے اور خلیفہ بنانے پر راضی ہو گئے۔

اس بوڑھے نے کہا اے ابو ہذیل یہی تو تم بیچنی کھا گئے۔ کیا تم نے یہ ابھی ابھی نہیں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اپنے سے بہتر کو مقدم کرنا اور اپنے سے افضل کو والی امر بنانا؟ اور میں تم کو اس کا ثبوت دوں گا کہ حضرت ابو بکرؓ بعد بیعت جب منبر پر گئے تو بولے۔ تم لوگوں نے مجھے پینا دلی تو بنالیا مگر میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں۔ یہ بات دو حال سے خالی نہیں یا تو واقعاً وہ سب سے بہتر نہ تھے مگر لوگوں نے ان کو والی بنالیا۔ اسی صورت میں ان لوگوں نے حکم نبیؐ کی مخالفت کی یا حضرت ابو بکرؓ نے غلط کہا کہ میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں۔

اب تمہارا یہ کہنا کہ سب لوگ ان کی خلافت پر راضی ہو گئے تھے تو یہ بھی غلط۔ اکثر انصار

نے کہا تھا کہ منا امیر و متکم امیر ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہو۔ اب رہ گئے مہاجرین تو ان میں سے حضرت زبیر بن العوام نے تو صاف کہہ دیا کہ ہم علی کے سوا کسی کی بیعت نہ کریں گے۔ تو ان کی تلوار توڑ دی گئی پھر حضرت ابوسفیان بن حرب نے حضرت علیؑ سے آکر کہا اگر آپ چاہیں تو میں ابھی اس مدینہ کو سواروں اور پیدلوں سے بھر دوں۔ حضرت سلمان نکلے تو وہ بولے کہ ذکر دند و نکر دند ان لوگوں نے بہت کیا پر کچھ بھی نہ کیا۔ ان لوگوں کو خود نہیں معلوم کہ ہم نے کیا کیا اور پھر حضرت مقداد اور حضرت ابوذر یہ سب بھی تو آخر مہاجرین ہی میں سے تھے۔

اب تمہی بتاؤ اے ابوہذیل کہ حضرت ابوبکرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا کہ میرا ایک شیطان ہے جو اکثر میرے سر اٹھاتا ہے لہذا جب تم مجھے غضبناک دیکھو تو بیچ کر رہو کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کھال ادھیر دیں سر پر ایک بال نہ رہنے دیں۔

اور یہ بھی بتاؤ اے ابوہذیل کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ منبر پر کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ کاش میں ابوبکرؓ کے سینہ کا ایک بال ہوتا۔ پھر وہی جب دوسرے جمعہ کو منبر پر کھڑے ہوتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت تو بالکل اتفاقیہ اور ناگہانی طور پر ہو گئی۔ اللہ نے اس کے شر سے سب کو محفوظ رکھا۔ اب اگر انہی کی مثل کسی اور کی بیعت کی جائے تو اس کو قتل کر دو۔

اے ابوہذیل اسے کیا کہو گے کہ بعض لوگوں کے گمان کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا مگر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنا خلیفہ بنایا اور حضرت عمرؓ نے خود کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ بلکہ انھوں نے چھ آدمیوں پر مشتمل ایک شوری کمیٹی بنائی اور یہ سمجھ کر کہ یہ سب کے سب جنتی ہیں۔ مگر حکم یہ دیا کہ اگر یہ لوگ کسی ایک پر متفق نہ ہوں چار کی رائے ایک ہو اور دو کی رائے ان چاروں کے مخالف تو ان دونوں کو قتل کر دو۔ اور تین ایک رائے ہوں اور تین دوسرے اس کے مخالف تو جس گروہ میں عبدالرحمن بن عوف نہ ہوں اس کو قتل کر دو۔

اور پھر اے ابوہذیل اسے کیا کہو گے کہ جب حضرت عمرؓ گھائل ہوئے تو عبداللہ بن عباسؓ ان کو دیکھتے گئے اور ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو جوزع فزع کرتے دیکھا۔ میں نے عرض کیا یا امیر المؤمنین یہ جوزع فزع یہ ہائے واسے کیسی؟ انھوں نے فرمایا اے ابن عباسؓ یہ میری ہائے واسے خود اپنے لئے نہیں ہے بلکہ یہ ہائے واسے امر خلافت کے لئے ہے کہ میرے بعد کون خلافت کے لائق ہے۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے کہا اس میں پریشانی کی کیا بات ہے اب طلحہ بن عبید اللہ کو خلیفہ بنایا میں۔ حضرت عمرؓ نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ وہ بہت گرم مزاج

ہیں اور رسول اللہؐ بھی ان کو جانتے تھے۔ اور گرم مزاج آدمی مسلمانوں کا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا پھر زبیر بن العوام کو خلیفہ بنادیں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا یہ بہت بخیل انسان ہیں یہ اپنی زوجہ سے دھاگے کا ایک ایک کنبہ بچاتے ہیں۔ پھر مہیلا بخیل شخص مسلمانوں کا خلیفہ کیسے ہو سکتا ہے۔

میں نے کہا اچھا پھر سعد بن ابی وقاص کو سہی تو بولے کہ وہ تو محض گھوڑ سواری اور تیراندازی کر لیں وہ میدانِ خلافت کے شہسوار نہیں۔

میں نے کہا خیر عبدالرحمن بن عوف کو خلافت سپرد کر دی جائے۔ حضرت عمرؓ نے بولے یہ شخص تو اپنے اہل و عیال کو بھی نہیں سنبھال سکتا تو خلافت کیا سنبھالے گا۔

میں نے کہا سب کو چھوڑیے عبداللہ بن عمرؓ کو الے یہ خلافت کر دیجئے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ سیدھے ہو بیٹھے اور بولے۔ اے ابن عباس خدا کی قسم اس کا تو میں نے کبھی ارادہ ہی نہیں کیا۔ کیا ایسے کو خلیفہ بنادوں جو سیدھے سے اپنی زوجہ کو طلاق بھی نہ دے سکے۔

میں نے کہا اچھا عثمان بن عفان ہیں انہیں بنا دیجئے۔ تو جواب دیا خدا کی قسم اگر میں انہیں خلیفہ بنادوں تو وہ سارے آل ابی معیط کو مسلمانوں کے گردنوں پر بٹھادیں گے اور میرا خیال ہے کہ اگر میں ان کو خلیفہ بنا جاؤں تو (یہ ایسے کام کریں گے کہ) قتل کر دیئے جائیں گے اور یہ بات انھوں نے تین مرتبہ کہی۔

بالآخر میں چپ ہو گیا مجھے چپ دیکھ کر انھوں نے خود ہی پھیرا اور کہا کہ ان صاحب کا نام کیوں نہیں لیتے؟ میں نے کہا اچھا تو پھر حضرت علیؓ کو خلیفہ بنادیں

حضرت عمرؓ نے جواب دیا خدا کی قسم اسی کا تو مجھے آج رونا ہے کہ صاحبانِ حق سے ان کا حق لے لیا گیا۔ خدا کی قسم اگر میں علیؓ کو خلیفہ بنا جاؤں تو یہ ساری امت کو صحیح راہ پر چلانے کی کوشش کریں گے اور اگر امت نے ان کی اطاعت کی تو سیدھے جنت میں جائیں گے۔

اے ابوہذیل کہاں تو حضرت عمرؓ امیر المؤمنین علیؓ ابن ابی طالب کے متعلق یہ کہتے ہیں اور چھ آدمیوں کا شوری قائم کر دیتے ہیں۔ یہ تو بڑے افسوس کی بات ہے۔

ابوہذیل کا بیان ہے کہ ابھی وہ ہم سے گفتگو کر رہی تھیں کہ اسی اثنا میں (ان کی عقل پھر جاتی رہی) بہر حال میں نے یہ قصہ جب مامون رشید سے بیان کیا اور درحقیقت اس پیارے کا سارا قصہ یہ تھا کہ اس کا سارا مال ساری جائیداد دغا بازی اور غداری کی بنا پر جا چکی تھی پھر وہ کیوں زندہ ہوا نہ ہو جاتا۔ تو مامون نے آدمی بھیج کر اسے بلوایا۔ اس کا علاج کرایا پھر

اس کا سارا مال اور ساری جائیداد اس کو واپس دلائی۔ اور اسے اپنا مصاحب اور ندیم بنالیا۔
 مامون اسی طرح تشیع کا اظہار کیا کرتا تھا۔ اور اللہ کی حمد ہر حال میں۔
 (تذکرۃ الخوایس بسط ابن جوزی ص ۳۵) (کتاب عقلاً المجانین)

②۹ — دین کامل ہونے کا مطلب

ابو علی محمدی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ابو حذیل علاف سے کہا کہ میں آپ کے پاس چند باتیں پوچھنے کے لئے آیا ہوں۔ انھوں نے کہا پوچھو۔ اللہ مجھے اس کے جواب کی توفیق دے اور غلطی سے بچائے۔ راوی کا بیان ہے کہ میرے والد نے پوچھا کیا آپ کے دین میں یہ نہیں ہے کہ اللہ کی طرف سے عتد اور توفیق انسان کو اسی وقت ملتی ہے جب وہ اپنے عمل سے اس کا مستحق بن جائے۔ ابو حذیل نے کہا ہاں۔ میرے والد نے کہا پھر آپ کی اس دعا کے کیا معنی؟ عمل کیجئے اور لیجئے۔ ابو حذیل نے کہا اچھا بتاؤ تمہارا سوال کیا ہے۔ والد نے کہا میرے بزرگ مجھے قرآن کی اس آیت کا مطلب سمجھائیں۔ **الْيَوْمَ اكْتَمَتُ لَكُمْ دِينَكُمْ** سورہ مائدہ آیت ۳۔ ابو حذیل نے کہا مطلب صاف یہی ہے کہ اللہ نے ہم لوگوں کے لئے دین کو کامل کر دیا ہے۔ والد نے کہا میرے بزرگ اگر میں آپ سے ایک مسئلہ ایسا پوچھوں کہ جس کا حل نہ آپ کو قرآن میں ملے نہ سنت رسول میں، نہ قول صحابہ میں اور نہ فقہاء کے اجتہاد اور حیلہ میں تو پھر آپ کیا کریں گے۔ انھوں نے کہا بتاؤ تو وہ مسئلہ کیا ہے۔ والد نے کہا میرے بزرگ! وہ مسئلہ یہ ہے کہ دشمن نامردوں نے ایک عورت سے ایک ہی طہر میں زنا کیا مگر ان کی نوعیتیں مختلف تھیں۔ کسی نے نصف حد تک اپنی حاجت پوری کی اور کسی نے تابعدار کیا۔ مقاربت کی۔ کیا دنیا میں اس وقت کوئی ایسی ہستی ہے جو یہ جانتا ہو کہ ان دشمن نامردوں میں سے ہر ایک کو اس کے ارتکاب جرم کے مطابق کتنی کتنی شرعی سزا ملنی چاہیے تاکہ دنیا میں اس پر حد جاری کر دی جائے اور وہ آخرت کی سزا سے بچ سکے اور اب ہم دیکھتے ہیں آپ کیا کہتے ہیں کیا دین ہمارے لئے کامل ہو گیا۔ ابو حذیل نے کہا افسوس۔ اب معلوم ہوا کہ اس آیت کا آخری حصہ امامت کے متعلق ہے۔

(رجال کثی ص ۴۷ نمبر ۴۴)

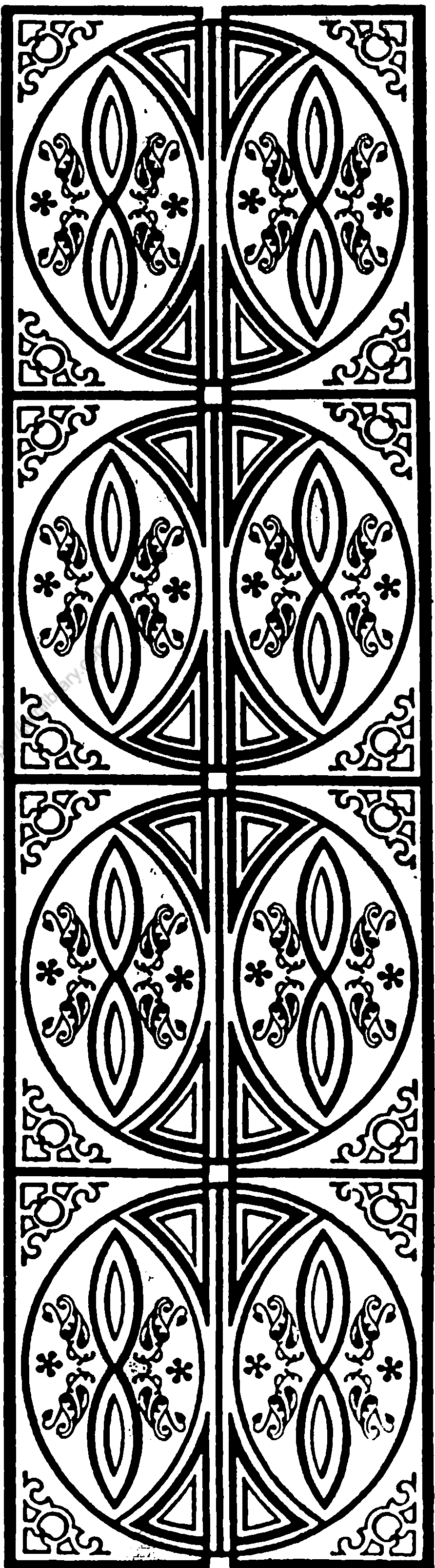
حِجَابُ الْاِخْوَارِ



بَاب



شہادت کے متعلق پیشینگوئیاں



ANSAR

① — شیطان کسی نبی یا امام کی شکل میں نہیں آسکتا

حضرت امام ابو الحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ اہل خراساں میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا فرزند رسول میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب میرا ایک لخت جگر تمہاری سرزمین میں دفن کیا جائے گا۔ میری امانت تمہارے سپرد ہوگی اور میرا ایک ستارہ تمہاری خاک میں غروب ہو جائے گا؟

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا سنو۔ میں تمہاری سرزمین میں دفن ہوں گا۔ میں تمہارے نبی کا لخت جگر ہوں۔ اس امانت اور اس ستارہ سے مراد میں ہوں۔ اور آگاہ رہو کہ جو شخص ہمارے اس حق کو پہچانتے ہوئے جو اللہ کی طرف سے واجب ہے اور میری اطاعت کا دم بھرتے ہوئے میری قبر کی زیارت کو آئے گا تو قیامت کے دن ہم اور ہمارے آباء کرام اس کے شفیع ہوں گے اور جس کے ہم لوگ شفیع ہوں وہ نجات پا جائے گا خواہ اس پر گناہوں کا بوجھ دو عالم کے جن وانس کے بوجھ کے برابر کیوں نہ ہو۔ اور سنو میرے پدر بزرگوار نے میرے پدر سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس شخص نے اپنے خواب میں مجھے دیکھا، اس نے واقعاً مجھ ہی کو دیکھا اس لئے کہ شیطان کبھی میری صورت میں یا میرے اوصیا کی صورت میں یا میرے کسی شیعہ صورت میں متشکل و متشکل نہیں ہو سکتا سچا خواب نبوت کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۵۷) (امامی شیخ صدوق ص ۷۴)

② — ہر امام قتل ہوگا یا شہید

ہر وی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم (آئمہ) میں سے ہر ایک مقتول ہوگا یا شہید۔ تو عرض کیا گیا کہ فرزند رسول آپ کو کون قتل کرے گا؟ آپ نے فرمایا میرے زمانے کا بدترین شخص مجھے زہر سے قتل کرے گا اور مجھے دارمضیعہ میں اور مسافرت کے عالم میں دفن کر دے گا۔ آگاہ ہو کہ جو شخص میری غریب الوطنی میں میری قبر کی زیارت کو آئے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ایک لاکھ شہیدوں۔ ایک

لاکھ صدیقین۔ ایک لاکھ حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں اور ایک لاکھ فجاہدین کا ثواب تحریر کر دے گا۔ اور وہ ہمارے گروہ میں محشور ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اسے جنت کے بلند درجات میں ہمارا رفیق بنا دے گا۔
(امالی شیخ صدوق علیہ الرحمہ ص ۶۳)

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۵۶)

③ — ثواب زیارت روضہ رضویہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میرا ایک لخت جگر سرزمین خراساں میں دفن ہوگا۔ جو بھی زندہ مومن اس کی قبر کی زیارت کو جائے گا اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو واجب اور اس کے جسم پر جہنم حرام کر دے گا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۵۶، امالی شیخ صدوق علیہ الرحمہ ص ۶۳)

④ — قاتل کے بارے میں پیش گوئی

حسن بن جہنم کی روایت ہے کہ میں مامون کے دربار میں ایک دن پہنچا تو وہاں حضرت علی ابن ہوسی رضا بھی تشریف فرما تھے اور وہاں فقہا متکلمین کا مجمع تھا اور پھر اس سلسلے میں راوی نے امام رضا علیہ السلام سے لوگوں کے اور مامون کے سوالات اور امام کی طرف سے ان سب کے جوابات کا ذکر کیا اس کے بعد کہا جب حضرت امام رضا علیہ السلام دربار سے اٹھے میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا آپ اپنے دولت پر واپس پہونچے اور میں بھی وہیں پہونچا اور عرض کیا فرزند رسول خدا کا شکر ہے اس نے آپ کے متعلق امیر المومنین کی اچھی رائے قائم کر دی میں دیکھتا ہوں کہ وہ آپ کا بے حد احترام کرتا ہے اور آپ کی بات مانتا ہے۔ آپ نے فرمایا اے ابن جہنم تم نے جو اس کو میرا اکرام کرتا ہوا اور میری بات سنتا ہوا دیکھا ہے اس سے دھوکہ نہ کھانا۔ یہ عنقریب مجھ کو زہر سے شہید کرے گا یہ میرا قاتل ہے میرے آبائے کرام نے میرے متعلق جو پیش گوئیاں کی ہیں وہ اس سے خوب واقف ہے مگر دیکھو جب تک میں زندہ ہوں یہ بات کسی سے نہ کہتا۔

حسن بن جہنم کا بیان ہے کہ میں نے یہ بات کسی سے نہ بتائی یہاں تک حضرت امام رضا علیہ السلام طوس میں زہر سے شہید کئے گئے۔ اور قحطہ طانی کے گھر میں اس قبر کے نیچے جہاں ہارون رشید کی قبر ہے آپ دفن کر دیئے گئے۔
(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۵۲)

⑤ — ہر دی سے ایک طویل روایت ہے جس میں حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان لوگوں کے قول کو باطل کیا جو شہادت حسین سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ نہیں بلکہ

ان کی شبیہ قتل ہوئی۔

آپ نے فرمایا خدا کی قسم حسین علیہ السلام شہید ہوئے بلکہ امام حسین علیہ السلام سے بھی بہتر اور افضل حضرت امیر المومنین اور حضرت امام حسن شہید ہو چکے۔ اور ہم آئمہ میں سے ہر ایک مقتول یا شہید ہوگا۔ خدا کی قسم میں بھی زہر سے شہید ہوں گا۔ اور مجھے درپردہ وہ شخص قتل کرے گا جو میرے متعلق اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ان خبروں کو جو بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئیں جانتا ہوگا۔
(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۴)

④ حضرت امام جعفر صادق کی پیش گوئی

حسین بن زید سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے فرزند موسیٰ بن جعفر کی اولاد میں سے ایک فرد جس کا نام امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے نام پر ہوگا وہ یہاں سے نکل کر طوس یعنی خراساں جائے گا۔ جہاں وہ زہر سے شہید ہوگا اور وہیں عالم مسافرت میں دفن ہوگا۔ جو شخص اس کے حق کو پہچانتے ہوئے اس کی قبر کی زیارت کو جائے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کو قبل فتح مکہ راہ خدا میں مال خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے کے برابر اجر دے گا۔
(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۵۵)

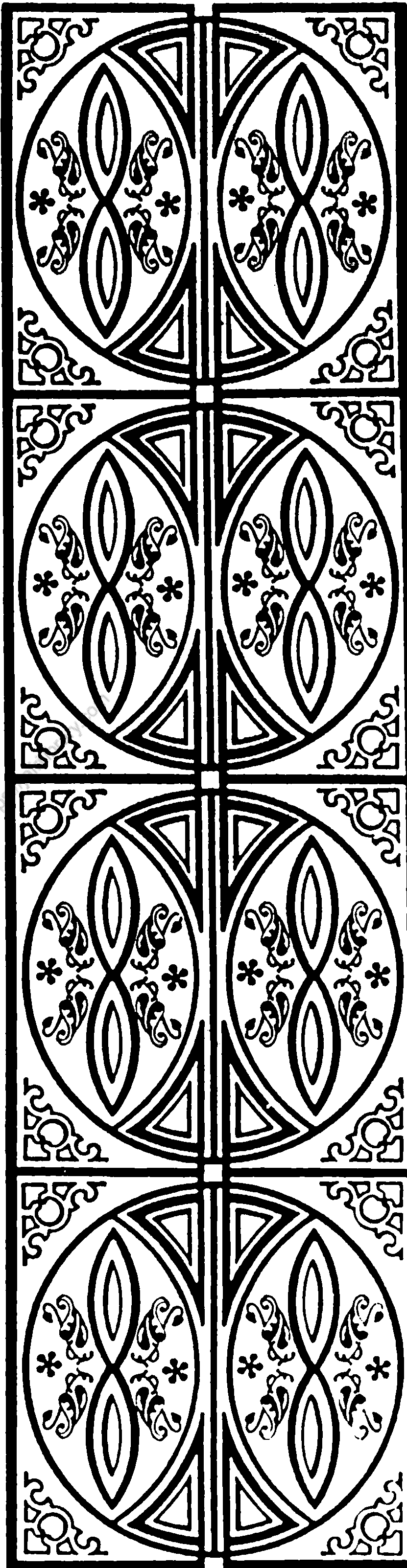
⑤ حضرت امیر المومنین کی پیش گوئی

نعمان بن سعد کا بیان ہے کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میری اولاد میں سے ایک شخص سرزمین خراساں میں زہر سے شہید ہوگا جس کا نام میرا نام اور جس کے باپ کا نام موسیٰ بن عمران کا نام ہوگا۔ آگاہ رہو جو شخص اس کی عزبت میں جا کر اس کی قبر کی زیارت کرے گا اللہ اس کے سارے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔ خواہ وہ تعداد میں ستاروں کے برابر۔ یا بارش کے قطروں کے برابر یا درختوں کے پتوں کے برابر کیوں نہ ہوں۔

حِجَابُ الْآخِرَةِ

بَابُ

اسباب شهادت



ANJAM

① — ایک صوفی کی حکایت

محمد بن سنان سے روایت ہے کہ میں اپنے آقا حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس خراسان میں تھا اور مامون جب دو شنبہ اور پنجشنبہ کو دربار عام لگاتا تو آپ کو اپنے داہنے جانب مسند پر بٹھاتا تھا۔ مامون کو اطلاع دی گئی کہ صوفیوں میں سے ایک شخص نے چوری کی ہے۔ حکم دیا کہ اس صوفی کو حاضر دربار کیا جائے۔ جب وہ صوفی سامنے لایا گیا تو مامون نے دیکھا کہ اس کا لباس زاہدانہ اور پیشانی پر سجدے کا نشان ہے۔ تو بولا۔ تمہارا یہ حلیہ اور اس پر یہ کمر تو تہ و بیکھنے میں زاہدانہ لباس سجدہ کا نشان اور چوری کا الزام ہے صوفی نے کہا ہاں یہ جرم مجھ سے سرزد ہوا مگر مجبوراً۔ اختیاراً نہیں۔ اس لئے کہ ہمارا حق مال خمس اور مال غنیمت آپ نے روک رکھا ہے۔

مامون نے کہا خمس اور مال (فی) غنیمت میں تمہارا حق کیسا ہے صوفی نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے خمس کو چھ حصوں پر تقسیم کیا ہے۔ اس کا ارشاد ”وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِن كُنْتُمْ أَمْنْتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ التَّقَىٰ الْجَمْعَانِ“، سورۃ الانفال آیت ۴۱ اور اسی طرح اللہ نے مال فی کو بھی چھ حصوں پر تقسیم کیا چنانچہ ارشاد ہے۔

مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ

سورۃ المحشر آیت ۷

تو بتائیں کہ آپ نے میرے حقوق جو اللہ کی طرف سے واجب ہیں کیوں نہیں دیئے جبکہ میں مسافر (ابن سبیل) بھی ہوں اور مسکین و خالی ہاتھ بھی ہوں مسلمان و اہل قرآن بھی ہوں۔

مامون نے کہا اچھا تو کیا تمہاری ان دلیوں سے میں چور کے متعلق جو اللہ نے حکم دیا ہے اور سزا تجویز کی ہے اسے معطل کر دوں؟ صوفی نے جواب دیا اگر ایسا ہے تو پہلے تم اس سزا کو اپنی ذات سے شروع کر دو پہلے خود کو پاک کر لو اس کے بعد دوسرے کو پاک کر دو پہلے خود اپنے پر حد جاری کر لو پھر دوسرے پر حد جاری کرو۔

یہ سن کر مامون حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور بولا۔ بتائیے آپ کیا فرماتے ہیں؟

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ کہتا ہے کہ میں نے چوری کی ہے چوری تو چوری ہے اس میں الجھن کی کیا بات ہے۔

مامون غصہ میں آیا اور اس نے صوفی سے کہا خدا کی قسم میں سزا میں تیرے ہاتھ کاٹوں گا۔ صوفی نے کہا۔ کیا تو میرے ہاتھ کاٹے گا جبکہ تو میرا غلام ہے (غلام کو حق نہیں کہ مالک کا ہاتھ کاٹے) مامون نے کہا تیرا ستیا ناس جائے کجنت! میں تیرا غلام کیسے ہو گیا؟ صوفی نے کہا۔ اس طرح کہ تیری ماں مسلمانوں کے مال سے خریدی گئی تھی لہذا مشرق و مغرب میں جس قدر مسلمان ہیں ان سب کا تو غلام ہے جب تک کہ یہ سب تجھ کو آزاد نہ کریں خواہ کسی نے تجھے آزاد کیا ہو یا نہ کیا ہو میں نے تو تجھے آزاد نہیں کیا ہی نہیں اس کے علاوہ تم مال خمس بھی نکل گئے اور نہ تم نے آل رسول کا حق دیا اور نہ ہم جیسے مستحقین کا حق دیا۔ دوسری بات یہ کہ جو خود نجس ہو گا وہ دوسرے کو پاک نہیں کر سکتا۔ ہاں طاہر دوسرے کو طاہر کر سکتا ہے اور جس شخص پر حد شرعی خود عائد ہو وہ دوسرے پر حد شرعی جاری نہیں کر سکتا۔ کیا تم نے اللہ کا یہ ارشاد نہیں سنا: **اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ طَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ** البقرہ آیت ۷۷

یہ سن کر مامون نے پھر حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف رخ کیا اور بولا۔ اس شخص کے معاملہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا ہے: **فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ**، سورہ الانعام آیت ۱۲۹ اور یہ حجت بالغہ وہ ہے کہ یہ جاہل باوجود اپنی جہالت کے اس تک پہنچ گیا جیسے ایک عالم اپنے علم کے ذریعہ پہنچتا ہے اور آخرت کا ہر کام حجت ہی پر قائم ہے۔ اس جاہل نے حجت و دلیل پیش کر دی۔

یہ سن کر مامون نے اس صوفی کو تورہ کر دینے کا حکم دے دیا مگر دربار سے اٹھ کر چلا گیا۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف سے اس کے دل میں ایسی کدورت بھر گئی کہ بالآخر اس نے آپ کو زہر دے کر شہید کر دیا۔ اور اس سے پہلے وہ فضل بن سہل اور شیعوں کی ایک خاصی تعداد کو قتل کر چکا تھا۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حکایت تحریر تو کر دی ہے مگر میں اس کی صحت کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۳۸-۲۳۷ علی الشرائع جلد ۱ ص ۲۲۸

② ————— ابو صلت ہروی کا بیان

احمد بن علی انصاری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ابو صلت ہروی سے دریافت کیا کہ یہ بتائیں کہ مامون باوجودیکہ حضرت امام رضا علیہ السلام کا بڑا اکرام کرتا اور ان سے محبت کرتا تھا بلکہ اس نے ان کو اپنا جانشین اور ولی عہد بھی بنا دیا تھا پھر اس کا نفس کیسے امام رضا علیہ السلام کے قتل

پر آمادہ ہو گیا۔

ابوصلت نے جواب دیا۔ مامون آپ سے محبت اور آپ کا اکرام تو آپ نے فضل و شرف کی وجہ سے کرتا تھا اور آپ نے بعد کے لئے ان کو ولیعہد اس لئے بنایا تا کہ دنیا دیکھ لے کہ یہ دنیا کی طرف کس قدر مائل ہیں اور لوگوں کے دلوں میں ان کی کوئی منزلت نہ رہ جائے مگر لوگوں کے دلوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا بلکہ لوگوں کی نگاہوں میں ان کی منزلت اور بڑھ گئی تو اس نے شہر شہر کے متکلمین کو بلا بلا کر آپ سے مباحثے کرائے کہ یہ شاید کسی سے شکست کھا جائیں اور علماء کی نگاہ میں ان کا وقار جاتا رہے اور ان کا نقص عوام میں مشہور ہو جائے۔ مگر آپ سے جو بھی بحث کرنے کے لئے آیا خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، مجوسی ہو یا صابئی، برہمن ہو یا ملحد، دین والا ہو یا بے دین یا اسلام کے کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھنے والا ہو۔ آپ نے اسے لاجواب کر دیا اور اپنی دلیل اس سے منوالی۔ اور لوگ یہ کہنے لگے کہ عہد کی قسم مامون سے زیادہ تو خلافت کے یہ حقدار ہیں اور مامون کے خیر رساں یہ خبریں مامون تک پہنچاتے رہے۔ اس لئے وہ ان سے حسد و رشک کی آگ میں جلنے لگا۔ حالانکہ حضرت امام علیہ السلام کبھی اپنے حق کے لئے اس سے ملجھی نہ ہوئے بلکہ اکثر مواقع پر اس سے تعاون ہی کرتے رہے۔ مگر اس کے باوجود وہ ان سے دل میں دشمنی رکھنے لگا۔ اور موقع کی تلاش میں رہا جب موقع مل گیا تو زہر سے ان کو شہید کر دیا۔

عجیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۳۹

③ — ابراہیم بن عباس کا بیان

قاسم بن اسماعیل کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم بن عباس کو کہتے ہوئے سنا کہ جب مامون نے لوگوں سے حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کے لئے بیعت لی تو حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس سے کہا، یا امیر المومنین آپ کو نصیحت کرنا ہم پر واجب ہے اور کسی مومن کے لئے یہ مناسب نہیں کہ کسی کو دھوکہ میں رکھے۔ صاف بات یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ کیا ہے عوام اس کو پسند نہیں کرتے اور آپ نے فضل بن سہل کے ساتھ جو کیا (وزارت دے دی) اس کو خواص پسند نہیں کرتے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ہمیں اور فضل دونوں کو ہٹا دیں تاکہ لوگ آپ کی حکومت کو پسند کرنے لگیں اور امور سلطنت درست ہو جائیں۔

ابراہیم کا بیان ہے کہ خدا کی قسم آپ کا یہی مشورہ آپ کی شہادت کا سبب بن گیا۔

نوٹ: سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب تذکرہ میں تحریر فرمایا ہے کہ مورخین کا بیان ہے کہ جب مامون نے حضرت امام رضا کی ولیعہدی کی بیعت لی تو بنی عباس اس کے اس ق۔ مخالف ہوئے کہ اس سے خلع خلافت کر کے ابراہیم بن مہدی کو خلیفہ بنالیا۔ مامون اس

وقت مرد میں تھا اور بنی عباس کے سارے مانتے والے مامون سے جملہ ہو گئے۔ تو اس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام نے مامون سے کہا کہ اے امیر المومنین مجھ پر واجب ہے کہ میں آپ کو صحیح مشورہ دوں اور کسی مومن کو یہ زرب نہیں دیتا کہ وہ کسی کو دھوکہ میں پڑا رہنے دے۔ سچی بات یہ ہے کہ میرے ساتھ آپ نے جو یہ کیا اسے آپ کے عوام پسند نہیں کرتے اور فضل کے ساتھ جو آپ نے کیا اسے آپ کے خواص پسند نہیں کرتے۔ لہذا ہم دونوں کو ہٹا دیجئے تاکہ آپ کی حکومت مضبوط اور مستحکم ہو۔

جَمَارُ الْاِخْوَارِ



بَاب



شہادت اور تجہیز و تکفین
کی تفصیل

۱۔ روایات دربارہ شہادت

حضرت امام رضا علیہ السلام نے ماہ صفر ۲۰۳ھ میں بمقام طوس وفات پائی اس وقت آپ کا سن پچیس سال کا تھا۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کو ام النبیین کے نام سے پکارا جاتا۔ اپنے پدر بزرگوار کے بعد آپ کی خلافت و امامت کا دور بیس سال رہا۔

الارشاد ص ۲۸۵

محمد بن سنان سے روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے انچاس سال چندماہ کی عمر میں ۲۰۳ھ میں وفات پائی اپنے پدر بزرگوار کے بعد آپ دو یا تین ماہ کم بیس سال زندہ رہے۔

الکافی جلد ۱ ص ۴۹۳

ایک روایت میں ہے کہ آپ کی وفات ۱۷ صفر بروز سہ شنبہ ۲۰۳ھ کو ہوئی مامون نے آپ کو انگور میں نہر پیوستہ کر کے کھلا دیا تھا۔ اس وقت آپ کا سن اکیس سال کا تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ کی وفات بروز جمعہ ماہ رمضان ۲۰۳ھ ہوئی اس وقت آپ کا سن پچیس سال کا تھا۔ آپ کی مدت امامت و خلافت بیس سال رہی۔

تیسری روایت میں ہے کہ آپ کی وفات مقام طوس میں ۲۰۳ھ کے اندر ہوئی۔

چوتھی روایت میں ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کی وفات ۲۳ ذی القعدہ کو ہوئی اور کتاب موالید ائمہ میں سنہ وفات ۲۰۳ ہجری تحریر ہے۔ اور کتاب مناقب میں یوم جمعہ ۲۳ رمضان ۲۰۳ھ تحریر ہے ادبیہ بھی کہا گیا ہے کہ سنہ وفات ۲۰۳ ہجری ہے۔ اور کتاب الذریعہ میں تاریخ وفات بروز جمعہ یکم ماہ رمضان ۲۰۲ھ مرقوم ہے۔ اور کتاب الذخیرہ میں بھی یہی ہے۔ علامہ طبرسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات آخر صفر ۲۰۳ھ میں ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی وفات روز دوشنبہ ۱۴ صفر ۲۰۲ھ میں دور مامون میں انگور کے اندر نہر پیوست کر کے دینے سے مقام طوس میں ہوئی۔

۲۔ جائے دفن

حضرت امام رضا علیہ السلام نے پچیس سال کی عمر میں ماہ صفر ۲۰۳ھ میں طوس کے ایک اقریہ سنا باد کے اندر وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ مامون رشید آپ کو مدینہ سے نکال کر

براستہ بصرہ و فارس مقام مرو میں لایا اور جب وہ مرو سے خود نکل کر بغداد چلا تو آپ کو بھی ساتھ لیا اور بغداد پہنچنے سے پہلے سنا باد میں آپ نے وفات پائی۔

(الکافی جلد ۱ ص ۲۸۶)

ایک روایت میں ہے کہ آپ طوس کے ایک قریہ سنا باد کے اندر حمید بن قحطیہ کے مکان میں دفن ہوئے اور اسی میں ہارون رشید کی بھی قبر ہے اس وقت آپ کی عمر پچپن سال کی تھی اور بعض کہتے ہیں اچاس سال چار ماہ۔ بعض کا قول ہے کہ آٹھ دن کم اچاس سال تھی۔ آپ نے اپنے پید بزرگوار کے ساتھ ۲۹ سال چند ماہ بسر کئے اور ان کی وفات کے بعد چند ماہ کم بائیس سال زندہ رہے اور بعض کہتے ہیں کہ بیس سال زندہ رہے۔

(۳) — ہرثمہ کو ہدایات امام برائے تجہیز و تکفین

ہرثمہ بن اعین سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک شب میں مامون کے پاس تھا جب رات کی چار ساعات گزر گئیں تو مجھے گھر واپسی کی اجازت ملی جب میں گھر واپس آیا تو نصف شب کے قریب کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا میرا ایک غلام دروازے پر پہنچا آنے والے نے کہا کہ جا کر ہرثمہ سے کہہ دو کہ تمہارے آقام کو یاد کرتے ہیں۔ یہ پیغام سن کر میں فوراً اٹھا کپڑے پہنے اور تیزی کے ساتھ اپنے آقا حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس روانہ ہوا۔ آپ کا فرستادہ غلام آگے آگے تھا وہ پہلے اندر داخل ہوا اور اس کے پیچھے میں گھر کے اندر گیا تو دیکھا کہ میرے آقا اپنے گھر کے صحن میں تشریف فرما ہیں۔

آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا اسے ہرثمہ میں نے عرض کیا بیک فرمایا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا فرمایا سنو اور غور سے سنو اور اچھی طرح یاد رکھو کہ وہ وقت اب پہنچا ہے کہ میں رحلت کر کے اپنے ابا و اجداد سے ملحق ہو جاؤں۔ کاتب تقدیر کا لکھا پورا ہو گا۔ اس سرکش (مامون) نے ارادہ کر لیا ہے کہ مجھے انگور اور انار میں زہر پیوست کر کے کھلائے۔ انگور میں زہر اس طرح پیوست کرے گا کہ زہر آلود دھاگے کو اس میں سے گزار دے گا۔ اور انار میں یہ ترکیب کرے گا کہ اپنے کسی غلام کے ہاتھوں میں زہر ملوائے گا اور اس کے انہی زہر آلود ہاتھ سے وہ اس انار کو تروائے گا تاکہ زہر تمام دانوں میں پیوست ہو جائے اور اب وہ آئندہ دن (کل) مجھے بلائے گا اور میرے سامنے وہ انگور اور انار پیش کرے گا۔ اور مجھ سے اس کے کھانے پر اصرار کرے گا اور مجھے کھانا پڑے گا۔ پھر میری مدت حیات ختم ہو جائے گی اور قضا آپہنچے گی۔ جب میں انتقال کر جاؤں گا تو وہ کہے گا کہ میں اپنے ہاتھ سے ان کو غسل دوں گا۔ جب وہ یہ کہے تو تم اس سے کہنا کہ تم درمیان سے ہٹ جاؤ اس لئے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام

تیرے لئے فرما گئے ہیں کہ تیرے غسل و کفن اور دفن سے دور رہ اور ہاتھ نہ لگا۔ اگر تو نے ایسا کیا تو وہ عذاب جو آخرت پر ٹال دیا گیا ہے وہ ابھی تجھ پر نازل ہو جائے گا اور تجھے فوراً اپنے کتے کی سزا مل جائے گی۔ ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا میرے مولا آقا بہتر ایسا ہی کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ یہ سن کر میرے غسل میں دخل نہ دے گا اور یہ کام تیرے حوالے کر دے گا مگر اپنے مکان کی بلند چھت پر بیٹھ جائے گا تاکہ دیکھ سکے کہ غسل کون دے رہا ہے اور کیسے دے رہا ہے۔

اور اسے ہرثمہ تم بھی میرے غسل میں ہاتھ نہ لگانا اس لئے کہ تھوڑی ہی دیر میں تم خود دیکھو گے کہ میرے مکان کے ایک گوشہ میں ایک خیمہ خود بخود نصب ہو گیا۔ جب تم یہ دیکھو تو میری میت کو مع لباس وغیرہ کے خیمہ کے اندر پہنچا دینا پھر تم باہر نکل کر خیمے کے پیچھے کھڑے ہو جانا اور جو لوگ تمہارے ساتھ میت اٹھانے والے ہوں انہیں بھی ہٹا لینا۔ کوئی شخص خیمے کے اندر جھانک کر بھی نہ دیکھے کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ جو اندر جھانک کر دیکھے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ بہر حال اس کے بعد وہ خود آکر تجھ سے کہے گا۔

اب ہرثمہ کیا تم لوگوں کا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ امام کو امام ہی غسل دیتا ہے دوسرا نہیں دیتا اب بتاؤ کہ ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا اگر ان کے بیٹے نہ ہو مدینہ میں ہیں جو ملک حجاز میں واقع ہے اور ہم لوگ اس وقت طوس میں ہیں ؟

جب وہ یہ کہے کہ تم اس کو جواب دینا کہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ کسی امام کے لئے یہ واجب نہیں کہ جب اس کا انتقال ہو تو اس کو کوئی امام ہی غسل دے (ورنہ میت پڑی رہے) اب اگر زبردستی کوئی دوسرا شخص اس کو غسل دیتا ہے تو اس سے امام کی امامت باطل نہیں ہوتی اور نہ اس امام کی امامت باطل ہوگی جو اس کے بعد امام ہو گا محض اس بنا پر کہ اس کے باپ کو کسی دوسرے نے غسل دیدیا۔ ہاں اگر حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا مدینہ میں چھوڑ دے جاتے اور وہاں آپ کا انتقال ہوتا تو دیکھ لیتے کہ کھل کر سب کے سامنے ان کے فرزند محمد ہی ان کو غسل دیتے لیکن اب انہوں نے غسل دیا مگر درپردہ دیا۔ عرض اب جب تم خیمہ کا پردہ اٹھاؤ گے تو دیکھو گے کہ میری میت کو غسل دے کر کفن وغیرہ سب پہنا دیا گیا ہے۔ اب تم میری میت کو اٹھا کر تابوت میں رکھنا اور دفن کے لئے جانا۔ جب میری قبر کھودنے کا موقع ہو گا تو وہ چاہے گا کہ اپنے باپ ہارون رشید کی قبر کو میری قبر کا قبلہ بنائے مگر یہ اس سے تاابد ممکن نہیں ہو گا جب بھی کو داں چلے گی زمین سے اُچٹ جائے گی اور ذرا بھی زمین نہ کھودے گی بلکہ ناخن برابر بھی نہیں ترشنے گی۔ جب قبر کھودنے والے اپنی پوری کوشش کر لیں اور پھر بھی ان سے ممکن نہ ہو تو تم ان سے کہنا کہ تم لوگ دور ہٹو۔ میرے مولا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم اس کے باپ ہارون رشید کی قبر کے قبلہ کی جانب ایک کدال چلاتا۔ جب ایسا کرو گے تو فوراً ایک قبر بالکل کھدی ہوئی تیار ظاہر ہوگی۔

اور مجھے قبر میں اس وقت تک نہ اتارنا جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ اس قبر کی صریح سے صاف و شفاف و سفید براق پانی اُبل رہا ہے اور پوری قبر پانی سے بھر گئی اور پانی زمین کی سطح تک اُگیا ہے اور اس پانی پر ایک پھلی طول قبر میں تڑپ رہی ہے۔ اس وقت تک ٹھہرے رہنا اور جب یہ دیکھ لینا کہ پھلی غائب ہو گئی ہے اور پانی بھی زمین جذب کر گئی تو میری میثت کو قبر میں اتارنا اور صریح میں رکھ دینا۔ اور میری قبر پر لوگوں کو مٹی نہ ڈالنے دینا اس لئے کہ میری قبر خود بخود مٹی سے پُر ہو جائے گی۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا میرے مولا و آقا بہتر ایسا ہی کروں گا۔ آپ نے فرمایا میری باتوں کو خوب یاد رکھنا، بھول نہ جانا اس پر عمل کرنا اور زہار اس کے خلاف نہ کرنا۔ میں نے عرض کیا جی ایسا ہی ہو گا۔ خدا کی پناہ بھلا میں اپنے آقا کے حکم کے خلاف کر سکتا ہوں؟ میری کیا مجال۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ پھر میں آپ کی بارگاہ سے روتا ہوا نکلا اور اس طرح تڑپ رہا تھا جیسے جلتے ہوئے تولے پر پھلی۔ اس وقت میرے دل کا کیا حال تھا اس کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ دوسرے دن صبح کو مجھے مامون نے بلایا میں گیا اور اس کے پاس ظہر تک رہا۔ دوپہر کے بعد مامون نے مجھ سے کہا اے ہرثمہ ابوالحسن بن موسیٰ رضا کھپاس جاؤ میرا سلام کہو اور میری طرف سے یہ کہو کہ آپ میرے پاس آئیں گے یا میں ہی آپ کے پاس آجاؤں؟ اور جب وہ کہیں کہ میں آؤں گا تو کہنا کہ پھر تشریف لائیں۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ میں امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور جوں ہی سامنے پہنچا آپ نے فرمایا اے ہرثمہ میں نے جتنی باتیں کہی ہیں وہ سب یاد ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا میری نعلین لاؤ مجھے معلوم ہے کہ تمہیں مامون نے کیوں بھیجا ہے میں نے پڑھ کر آپ کی نعلین آپ کے سامنے پیش کی اور آپ مامون کے پاس تشریف لے گئے۔ جب آپ اس کی مجلس میں پہنچے تو مامون کھڑا ہو گیا بڑھ کر معانقہ کیا پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے تخت پر اپنے پہلو میں بٹھایا۔ اور تقریباً ایک ساعت آپ سے مختلف باتیں کرتا رہا۔ اس کے بعد اس نے اپنے کسی غلام سے کہا کہ انگور اور انار لاؤ۔

ہرثمہ کا بیان ہے کہ جب میں نے انگور و انار کا نام سنا تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا اور میرا پورا جسم کانپنے لگا اور میں نے مناسب نہ سمجھا کہ میرے جسم کی کپکپاہٹ کسی پر ظاہر ہو اس لئے میں باہر نکل آیا۔ اور وہیں ایک گوشہ میں جا کر گر پڑا۔ جب زوال کا وقت آیا تو میں نے محسوس کیا کہ میرے آقا مامون کے پاس سے نکلے اور اپنے گھر واپس پہنچے۔ پھر میں نے دیکھا کہ مامون نے حکم دیا کہ اطباء اور معالجین کو بلاؤ میں نے مامون سے پوچھا کہ یہ اطباء اور معالجین کیا ہوں گے؟ اس نے کہا کہ ابوالحسنؑ ایک بیک بیمار ہو گئے ہیں جو نہیں جانتا تھا اسے تو اس میں شک تھا مگر چونکہ مجھے معلوم تھا کہ اصل معاملہ کیا ہے اس لئے مجھے یقین تھا۔

جب رات ہوئی اور رات کے تین حصوں میں سے دو حصے گزر گئے اور صبح نمودار ہوئی تو مامون کے گھر سے ایک شور مچا ہوا۔ اور لوگوں کے ساتھ میں بھی دوڑا ہوا پہنچا تو دیکھا کہ مامون سر برہنہ گرہ بیان چاک کھڑا ہوا ہائے داسے کر رہا ہے اور رو رہا ہے۔ کچھ لگ اٹھی کھڑے تھے میں ابھی انہیں کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ ٹھنڈی سانسیں بھر رہا تھا الغرض جب بالکل صبح ہو گئی تو مامون تغزیت لینے کے لئے بیٹھ گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اٹھا جہاں میرے آقا کی میت تھی وہاں پہنچا اور کہا جائے غسل تیار کرو۔ چاہتا ہوں کہ میں خود اپنے ہاتھوں سے انہیں غسل دوں۔ جب میں نے یہ سنا تو قریب گیا اور جو کچھ آقا نے غسل اور تکفین و تدفین کے لئے کہا تھا وہ کہہ دیا۔ مامون نے جواب دیا اچھا اگر ان کی وصیت ہے کہ تم غسل کا اہتمام کرو مجھے اعتراض نہیں جاؤ تمہیں اہتمام کرو۔

ہر ثمرہ کا بیان کہ میں مسلسل کھڑا رہا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ ایک شامیانہ خود بخود نصب ہو گیا۔ میں جا کر اس شامیانہ کے باہر کھڑا ہو گیا اور سارے گھر والے میرے پیچھے کھڑے تھے میں سُن رہا تھا کہ شامیانہ کے اندر سے تکبیر و تہلیل و تہلیل کی آوازیں اور برتنوں کی کھڑکھڑاہٹ اور پانی گرنے کی مسلسل صدائیں آرہی تھیں۔ اور اندر سے ایسی خوشبو آرہی تھی کہ میں نے ایسی خوشبو کبھی سونگھی ہی نہ تھی۔ اسی اثناء میں مامون نے اپنے گھر کی چھت سے گردن اٹھائی اور مجھے آواز دی اے ہر ثمرہ تم لوگوں کا تو یہ اعتقاد ہے کہ امام کو سوائے امام کے کوئی اور غسل نہیں دیتا بتاؤ ان کے فرزند محمد بن علی کہاں ہیں؟ وہ تو مدینہ میں ہیں اور ابوالحسن کی میت یہاں طوس میں ہے جو خراسان کے اندر ہے۔ ہر ثمرہ نے جواب میں کہا! امیر المومنین ہم تو یہ کہتے ہیں کہ امام کے لئے یہ واجب نہیں ہے اس کو اسی جیسا امام غسل دے اگر کوئی زبردستی اور تعدی سے کام لے کر امام کو غسل دیتا ہے تو زبردستی کرنے والے کی زبردستی کی وجہ سے امام کی امامت میں کوئی فرق نہیں آتا اور نہ اس امام کی امامت ہی باطل ہوتی ہے جو اس کے بعد امام ہونے والا ہے محض اس بنا پر کہ اس نے اپنے باپ کو غسل نہیں دیا۔ ہاں اگر حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا کو مدینہ میں چھوڑ دیا گیا ہوتا اور وہ وہاں انتقال فرماتے تو لازم تھا ان کے فرزند محمد بن کو غسل ظاہر بظاہر دیتے۔ مگر اب ظاہر بظاہر نہیں تو غائبانہ سہی۔ میرا یہ جواب سُن کر مامون خاموش ہو گیا۔

الغرض اس کے بعد خیمہ کا پردہ اٹھا تو میں نے دیکھا کہ آقا کی میت کفن میں لپیٹی ہوئی ہے۔ میں نے بڑھ کر آپ کی میت کو تابوت میں رکھا اور آپ کا جنازہ لے چلے۔ مامون اور تمام حاضرین نے آپ کی نماز میت پڑھی اس کے بعد ہم لوگ جنازے کو لئے ہوئے مقام قبر تک آئے تو دیکھا کہ لوگ اپنے کدال لئے ہوئے ہارون کی قبر کے پیچھے قبر کھود رہے ہیں تاکہ ہارون کی قبر امام کی قبر کے قبلہ میں ہو مگر کدال چلانے والے تھک کر چور ہو گئے اور زمین ذرہ برابر بھی نہ کھد سکی۔ تو مامون نے مجھ سے کہا

اسے ہرثمہ تم نے دیکھا کہ زمین بھی ان کی قبر کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ میں نے کہا یا امیر المومنین حضرت ابوالحسنؑ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ آپ کے والد ہارون رشید کے قبلہ کی جانب صرف ایک کدال مارا جائے لہذا میں ایک کدال ماروں گا۔ مامون نے پوچھا اگر تم نے وہاں ایک کدال مارا تو کیا ہوگا میں نے کہا۔ اہوں نے بتایا تھا کہ ان کی قبر کے قبلہ میں ہارون رشید کی قبر نہیں ہونی چاہئے اور اگر میں ایک کدال ہارون کی قبر کے قبلہ کی جانب ماروں گا تو کھدی کھدائی ایک قبر نمودار ہوگی اور اس کے درمیان ضریح ہوگی۔ مامون نے کہا۔ سبحان اللہ کتنی تعجب کی بات ہے مگر ابوالحسن کے معاملہ میں یہ کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے۔ اچھا اے ہرثمہ وہاں کدال مارو میں بھی تو دیکھوں کہ واقعی یہ سچ ہے۔

ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں نے کدال لیا اور ہارون رشید کی قبر کے قبلہ کے جانب ایک مرتبہ کدال مارا اور فوراً ایک کھدی ہوئی قبر نمودار ہو گئی اور اس قبر کے درمیان ضریح بنی ہوئی تھی اور لوگ اسے دیکھ رہے تھے۔ مامون نے کہا اچھا اب ان کی میت قبر میں اتار دو۔ میں نے کہا یا امیر المومنین میرے آقا نے فرمایا تھا کہ انتظار کرنا جب قبر کے اندر سے پانی پھوٹ نکلے اور اور پوری قبر پانی سے بلب ہو جائے اس میں ایک مچھلی نمودار ہو پھر وہ مچھلی غائب ہو جائے اور سارا پانی زمین میں واپس چلا جائے تب ان کی میت کو قبر میں اتار دو۔ مامون نے کہا اچھا جیسا انھوں نے کہا تھا ویسا ہی کرو۔

ہرثمہ کا بیان ہے کہ پھر میں نے پانی اُبلنے اور مچھلی ظاہر ہونے کا انتظار کیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ پانی اُبل اُس میں مچھلی ظاہر ہو کر غائب ہو گئی۔ پانی بھی اندر زمین میں بیٹھ گیا تو میں نے آپ کی میت کو قبر کے پہلو میں رکھا اور اس پر اور قبر پر ایک سفید چادر ڈال دی۔ میت بغیر میرے ہاتھ لگائے یا کسی دوسرے کے ہاتھ لگائے قبر میں اتر گئی۔ مامون نے لوگوں سے کہا کہ آؤ اب قبر پر مٹی ڈالو۔ میں نے کہا یا امیر المومنین ایسا نہ کریں مامون نے کہا پھر کیا قبر ایسی کھلی رہے گی پُر کیسے ہوگی۔ میں نے کہا مولانا نے فرمایا تھا کہ میری قبر پر کوئی مٹی نہ ڈلے۔ بلکہ قبر خود بخود مٹی سے پُر ہو کر چوکور اور زمین کے برابر ہو جائے گی۔ تو مامون نے لوگوں سے کہا اچھا تو پھر مٹی نہ ڈالو۔ اور لوگوں نے جو اپنے ہاتھوں میں مٹی اٹھائی ہوئی تھی پھینک دی۔ قبر خود بخود مٹی سے پُر ہو گئی اور زمین کی سطح کے برابر ہو کر چوکور ہو گئی۔ اب مامون بھی دفن کے بعد واپس ہوا اور میں بھی۔ اس کے بعد مامون نے مجھے تنہائی میں بلایا اور کہا اے ہرثمہ خدا کے لئے بتا کہ جو کچھ میں نے حضرت ابوالحسن قدس اللہ روحہ کے متعلق ہے تجھ سے سنا ہے کیا یہ باتیں سچ ہیں اور واقعاً انھوں نے تجھے یہ سب بتایا تھا؟ میں نے کہا یا امیر المومنین میں نے اپنی طرف کچھ نہیں کہا بس وہی کہا جو انھوں

نے بتایا تھا مومن نے کہا میرا مطلب یہ ہے جو کچھ تو نے مجھے بتایا ہے اس کے علاوہ اور تو کچھ نہیں کہا تھا؟ میں نے کہا یا امیر المومنین آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟ مومن نے کہا یعنی یہ کہ کوئی اور راز کی بات تو نہیں بتا گئے؟ میں نے کہا جی ہاں بتا گئے ہیں۔ مومن نے کہا وہ کیا؟ میں نے کہا وہ انگور اور انار والی بات۔ پس یہ سنتے ہی مومن کا رنگ کبھی نہ دھو جاتا کبھی سُرخ اور کبھی بالکل سیاہ اور بالآخر وہ غشس کھا کے گر پڑا اور اسی غشی کے عالم میں وہ بڑبڑانے لگا۔ مومن پر اللہ کی نفرین مومن پر رسول اللہ کی نفرین۔ مومن پر علی کی نفرین۔ مومن پر فاطمہ زہرا کی نفرین۔ مومن پر حسن و حسین کی نفرین۔ مومن پر علی ابن الحسین کی نفرین۔ اس پر محمد بن علی کی نفرین۔ اس پر جعفر بن محمد کی نفرین۔ اس پر موسیٰ بن جعفر کی نفرین۔ اس پر علی ابن موسیٰ رضا کی نفرین۔ خدا کی قسم یہ کھلا ہوا صاف صاف خسارہ اور گھاٹا ہوا۔ اور یہی فقرات وہ بار بار دہرانے لگا۔

ہر ثمرہ کہتا ہے کہ جب میں نے اس کا یہ حال دیکھا تو اس کے پاس سے اٹھ کر ایک کنارے جا کر بیٹھ گیا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ غش سے اٹھ بیٹھا اور اس نے مجھے پھر بلایا اور اس کی حالت ایسی تھی جیسے کوئی نشہ میں چور کھڑا ہو۔ اور بولا۔ یاد رکھو۔ تمہاری اہمیت میرے نزدیک نہ ان سے زیادہ ہے نہ دنیا کی کسی اور چیز سے زیادہ ہے اگر میں نے سُن لیا کہ جو کچھ تم نے مجھ سے کہا ہے یا تم نے جو کچھ دیکھا وہ کسی اور سے بھی کہا ہے تو میں تجھے مار ڈالوں گا۔

میں نے کہا یا امیر المومنین میں کسی سے نہ کہوں گا اور اگر ثابت ہو جائے کہ میں نے ان میں سے کوئی بات کسی سے کہ دی ہے تو میرا خون آپ پر حلال ہے۔ مومن نے کہا نہیں تم مجھ سے اس کا پختہ عہد کرو کہ اس راز کو چھپائے رکھو گے اور کسی سے نہ کہو گے۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے پختہ عہد لیا اور اس کی پوری تاکید کر دی۔

ہر ثمرہ کہتا ہے کہ جب میں اس کے پاس سے پلٹا تو اس نے تالی بجائی اور قرآن کی یہ آیت پڑھی۔ يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا۔ سورہ النساء ۱۰۱

(۴) — امام محمد تقی علیہ السلام کا مدینہ سے آنا

یا سر خادم کا بیان ہے کہ ابھی ہمارے اور طوس کے درمیان سات منزلیں باقی رہ گئیں تھیں کہ وہیں سے حضرت امام رضا علیہ السلام کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی مگر سفر جاری رہا اور اسی حالت میں طوس پہنچے پھر بیماری اور شدید ہو گئی اس لئے ہم لوگ چند دنوں کے لئے طوس میں ٹھہر گئے اور مومن روزانہ دن میں دو مرتبہ آپ کی مزاج پر سی کو آیا کرتا۔ آخری دن جس میں آپ کی وفات ہوئی

کمزوری بہت آ تھی۔ نماز ظہر ادا کرنے کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے یا سر لوگ کھانے فارغ ہو چکے؟ میں نے کہا مولا آپ کا تو یہ حال ہے ایسے میں کھانا کون کھائے گا؟ یہ سُن کر آپ بیٹھ گئے اور فرمایا اچھا دسترخوان بچھاؤ۔ اور آپ نے اپنے ایک ایک ملازم اور غلام کو تلاش کرا کے دسترخوان پر بٹھایا۔ اور جب سارے مرد کھا چکے تو فرمایا اب عورتوں میں کھانا پہنچاؤ۔ عورتوں میں کھانا گیا اور وہ سب بھی کھانے سے فارغ ہو چکیں تو آپ میں ضعف اور بڑھ گیا اور غشی طاری ہو گئی۔ یہ دیکھ کر سب میں رونے کی آواز بلند ہوئی جسے سُن کر مامون کی کنیزیں اور عورتیں ہر برہنہ دوڑی ہوئی آئیں اور پورے طوس میں ایک شور و غل برپا ہو گیا۔ اور خود مامون سر ویا برہنہ سر پیٹتا دارھی پکڑتا افسوس کرتا روتا اور افسوسہاتا حضرت امام رضا کے پاس آیا اور اس وقت آپ کو غشی سے افادہ ہوا تھا اور اُکڑ کہنے لگا کہ اے میرے سید میں نہیں سمجھ سکتا کہ دو مصیبتوں میں سے میرے لئے کونسی مصیبت سب سے بڑی ہے۔ آپ کی جدائی اور فراق یا لوگوں کی تہمت کہ میں نے کسی جیلے سے آپ کو قتل کر دیا۔ یہ سُن کر آپ نے مامون کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا یا امیر المومنین آپ ابو جعفر کے ساتھ حسن سلوک سے کام لیجئے گا کیونکہ آپ کی عمر اور ان کی عمر اس طرح ہے اور یہ کہہ کر آپ نے اپنی دونوں انگشتیں سبایہ ملا کر دکھایا۔

یا سر کا بیان ہے اسی شب کو اس کا ایک حصہ جاتے جاتے آپ نے انتقال فرمایا جب صبح ہوئی تو سارے لوگ جمع ہو گئے۔ اور ہر طرف سے یہ آواز بلند ہونے لگی کہ اسی نے (یعنی مامون نے) ان کو کسی جیلے سے قتل کیا ہے۔ افسوس فرزند رسول کو قتل کر دیا اور طرح طرح کی بہت سی باتیں ہونے لگیں اس وقت محمد بن جعفر بن محمد، مامون سے امان طلب کرنے خراسان آئے تھے یہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے چچا تھے۔ مامون نے ان سے کہا اے ابو جعفر تم جا کر جمع سے کہہ دو کہ آج ابوالحسن برآمد نہ ہوں گے مامون کو ڈر تھا کہ کہیں جنازہ برآمد ہوا اور انقلاب برپا ہو جائے۔ بہر حال محمد بن جعفر نے نکل کر جمع سے کہا لوگو واپس جاؤ آج ابوالحسن کا جنازہ نہیں برآمد گا۔ مجمع متفرق ہو گیا اور رات ہی رات ابوالحسن علیہ السلام کو غسل دے کر دفن کر دیا گیا۔

علی بن ابراہیم کا بیان ہے کہ یا سر نے مجھ سے چند ایسی باتیں کیں کہ جن کا ذکر میں اس کتاب میں مناسب نہیں سمجھتا۔
یعنون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۲۲-۲۲۱

⑤ ————— ابوصلت کی روایت

ابوصلت ہر وہی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کے سامنے کھڑا تھا کہ آپ نے فرمایا اے ابوصلت اس قبہ کے اندر جاؤ جس میں ہارون رشید

قبر ہے اور اس کی قبر کے ہر چہار جانب کی الگ الگ تھوڑی تھوڑی مٹی لاؤ میں اندر گیا اور چاروں طرف کی مٹی لایا۔ آپ نے دروازے کے سامنے والی مٹی کے لئے فرمایا یہ مٹی دینا۔ میں نے وہ مٹی پیش کی تو اپنے اسے سونگھا اور پھینک دیا اور کہا میری قبر یہاں بھی کھودنے کی کوشش ہوگی مگر یہاں ایسی چٹان ہے کہ اگر خراسان کے سارے کدال چلانے والے بھی مل کر کدال چلائیں تو بھی اس کو نہیں کھود سکتے۔ پھر پاؤں کی طرف کی اور سر کی طرف کی مٹی کے لئے بھی آپ نے یہی فرمایا اس کے بعد ارشاد ہوا اب وہ چوتھے طرف کی مٹی دو وہی میری قبر کی مٹی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا لوگ میری قبر یہاں کھودیں گے تو ان سے کہہ دینا کہ سات زینے تک نیچے کھودیں وہاں ایک ضریح تیار طے کی اور اگر وہ لوگ لحد کھودنا چاہیں تو کہہ دینا کہ لحد کو دو ہاتھ ایک بالشت چوڑی بنالیں اللہ تعالیٰ اس کو جس قدر چاہے گا وسیع کر دے گا۔ اور جب وہ ایسا کریں گے تو تمہیں مرے سر کی طرف کچھ نمی اور تری نظر آئے گی وہاں وہ پڑھ کر دم کرنا جو میں تمہیں بتاؤں گا۔ وہاں پانی کا ایک چشمہ ہے وہ چشمہ پھوٹے گا اور ساری لحد پانی سے بھر جائے گی اس میں تمہیں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں نظر آئیں گی۔ میں تمہیں روٹی دوں گا تم اس روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنا کر اس میں ڈال دینا وہ مچھلیاں اس کو کھائیں گی اور جب وہ سارے روٹی کے ٹکڑے کھا کر ختم کر لیں گی تو ایک بڑی مچھلی نمودار ہوگی جو ان تمام چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو نگل جائے گی۔ اس کے بعد وہ غائب ہو جائے گی۔ جب وہ بڑی مچھلی غائب ہو جائے تو پھر تم پانی پر ہاتھ رکھ کر وہ چیز دم کرنا جو میں تمہیں بتاؤں گا۔ اور سارا پانی زمین کے اندر واپس چلا جائے گا اور کچھ نہ رہے گا اور یہ سارا کام تم مامون کی نظروں کے سامنے کرنا۔

پھر آپ نے فرمایا۔ اے ابوصلت یہ مرد فاجر کل بچہ کو اپنے پاس بلائے گا۔ اگر میں اس کے پاس سے اس طرح نکلوں کہ سر کھلا ہوا ہو تو پھر تم مجھ سے مخاطب ہونا میں جواب دوں گا۔ اور اگر میں اس طرح نکلوں کہ سر ڈھکا ہوا ہو تو پھر مجھ سے بات نہ کرنا۔

ابوصلت کا بیان ہے کہ جب دوسرے دن صبح ہوئی تو آپ نے اپنا لباس پہنا اور اپنی محراب عبادت میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر میں مامون کا غلام آیا اور اس نے کہا کہ امیر المومنین آپ کو یاد کرتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنی نعلین پاؤں میں پہنی اور ردا دوش پر ڈالی اور کھڑے ہو گئے اور روانہ ہوئے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا آپ مامون کے پاس پہنچے اس کے سامنے ایک طبق رکھا ہوا تھا جس میں انگور تھے اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی طبق تھے جن میں مختلف پھل تھے اور مامون کے ہاتھ میں انگور کا ایک گچھا تھا جس میں سے وہ بعض دانوں کو توڑ کر کھا لیتا تھا اور بعض دانوں کو چھوڑ دیتا تھا۔

جب مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو آتے دیکھا تو اٹھ کھڑا ہوا بڑھ کر گلے لگایا۔ پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنے ساتھ بٹھالیا۔ اور بولا فرزند رسول میں نے اس سے بہتر انگور آج تک نہیں دیکھا تھا۔

آپ نے فرمایا ہاں بعض انکو ایسے اچھے ہوتے ہیں کہ ویسے شاید جنت ہی میں ہوں۔ ماموں نے آپ بھی خوش فرمائی۔ آپ نے فرمایا نہیں مجھے معاف کرو۔ ماموں نے کہا نہیں یہ تو آپ کو کھانا ہی پڑے گا۔ آپ اس لئے پرہیز کر رہے ہیں کہ آپ کو میری طرف سے بدگمانی ہے اور یہ کہہ کر اس نے وہ انگور اور اس میں سے چند دانے خود کھائے اور باقی کچھے میں اب وہ دانے رہ گئے جن میں نہ ہر بیہوش تھے وہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف بڑھایا۔ آپ نے اس میں سے صرف تین دانے کھائے بقیہ پھینک دیئے اور ہوئے ماموں نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا جہاں تو مجھے بھیج رہا ہے اور یہ فرما کر اپنے سر کو ڈھانپ لیا۔ ابوالصلت کہتا ہے کہ جب میں نے یہ صورت دیکھی تو پھر کوئی بات نہ کی آپ سیدھے اپنے میں داخل ہو گئے اور مجھ سے فرمایا کہ دروازہ بند کر دو اور آپ اپنے بستر پر لیٹ رہے اور میں گھر کے صحن میں جہوم و مغموم بیٹھ گیا۔

اور ابھی مجھے بیٹھے ہوئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ ایک حسین و جمیل نوجوان۔ پرتیچ و خم زلفیں شکل و صورت میں حضرت امام رضا کے بالکل مشابہہ مکان کے اندر داخل ہوا۔ میں فوراً اس کی طرف بڑھا اور کہا دروازہ تو بند ہے تم کدھر سے آ گئے۔ اس نے جواب دیا جو ذات مجھے مدینہ سے اس وقت یہاں لائی ہے اسی نے مجھے گھر کے اندر داخل کر دیا دروازہ بند ہے تو ہوا کرے۔ میں نے پوچھا کون ہو تم؟ کہا ابوالصلت میں تم پر حجت خدا ہوں میرا نام محمد بن علی ہے۔ یہ کہہ کر آپ اپنے والد کی طرف بڑھے اندر داخل ہوئے اور مجھے بھی اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔ جب امام رضا نے ان کو دیکھا فوراً گلے سے لگایا۔ سینے سے لگایا پیشانی پر بوسہ دیا اور انہیں اپنے بستر پر لٹا لیا۔ پھر حضرت محمد بن علی ان پر جھک گئے ان کے بوسے لئے اور رازدارانہ انداز سے آپس میں کچھ باتیں کرنے لگے جس کو میں نہیں سمجھا۔

اور میں نے دیکھا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے لبہائے مبارک پر برف کے مانند کوئی سفیدی شے تھی جیسے حضرت ابو جعفر علیہ السلام اپنے دہن اقدس میں رکھ لیا۔ پھر حضرت امام علیہ السلام نے اپنا دست مبارک اپنے لباس اور سینے کے درمیان ڈالا اور اس میں کوئی شے جو عصفور (چڑیا) سے مشابہہ تھی نکالا اور حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے اسے بھی اپنے دہن مبارک میں رکھ لیا۔ اس کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا اے ابوالصلت اٹھو اور توشہ خانہ سے غسل کا برتن اور پانی نکال لاؤ۔ میں نے عرض کیا توشہ خانہ میں غسل کا برتن اور پانی تو نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا میں کہتا ہوں تم جاؤ تو سہی آپ کے فرمانے پر میں گیا تو دیکھا کہ توشہ خانہ میں غسل کا برتن اور پانی رکھا ہوا ہے میں اسے نکال لیا۔ اس کے بعد میں نے اپنے لباس سیدھے تاکہ غسل دینے میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں۔ تو آپ نے فرمایا اے ابوالصلت تم ہٹ جاؤ غسل دینے میں میری مدد کرنے والا موجود ہے۔ میں ہٹ گیا اور آپ نے غسل دیا۔

اس کے بعد فرمایا اے ابوالصلت تو شہ نہانہ میں جاؤ وہاں ایک ٹوکری ہے جس میں کفن اور محتوط رکھا ہوا ہے اٹھا لاؤ میں اندر گیا تو دیکھا کہ واقعاً ایک ٹوکری رکھی ہوئی ہے جسے میں نے اس تو شہ خانہ میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں اٹھا لایا۔ آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے کفن پہنایا اور نماز جنازہ پڑھی۔ پھر مجھ سے فرمایا تابوت لاؤ۔ میں نے عرض کیا بہتر میں ابھی کسی نجار (برہمن) کے پاس جا کر بنوالا تا ہوں آپ نے فرمایا اٹھو اس تو شہ خانہ میں تابوت بھی رکھا ہوا ہے۔ میں تو شہ خانہ میں گیا تو دیکھا کہ اس میں ایک تابوت بھی رکھا ہوا ہے جسے میں نے وہاں کبھی نہیں دیکھا تھا بہر حال میں اسے بھی اٹھا لایا۔ آپ نے نماز جنازہ پڑھنے کے لئے میت کو تابوت میں رکھ دیا اور میت کے پاؤں وغیرہ برابر کر دیئے پھر دو رکعت نماز پڑھی اور نماز سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ وہ تابوت خود بخود بلند ہوا۔ چھت شگافہ ہوئی اور وہ تابوت روانہ ہو گیا۔

میں نے عرض کیا فرزند رسول ابھی ابھی مامون آئے گا اور مجھ سے حضرت امام رضا کی میت کا مطالبہ کرے گا تو میں کیا جواب دوں گا؟ آپ نے فرمایا خاموش رہو۔ تابوت ابھی واپس آئے گا۔ اے ابوالصلت اگر کوئی نبی مشرق میں وفات پائے اور اس کا وصی مغرب میں وفات پائے تو اللہ ان کے اجساد و ارواح کو لازماً جمع کر دیتا ہے۔ (یہ مدینہ میں روزِ رسولؐ پر حاضری کے لئے گیا ہے) ابھی یہ گفتگو ختم نہیں ہوئی تھی کہ چھت دوبارہ شق ہوئی اور تابوت اتر کر آگیا۔ پھر آپ اٹھے اور حضرت امام رضا کی میت کو تابوت سے نکالا اور ان کے بستر پر اس طرح لٹا دیا جیسے غسل و کفن کچھ نہیں دیا گیا ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا اچھا اے ابوالصلت اب دروازہ کھول دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو مامون اپنے غلاموں کے ساتھ گریہ بان چاک روتا سر پیٹتا اندر داخل ہوا۔ اور وہ یہ کہہ رہا تھا فرزند رسولؐ تمہارے مرنے کا مجھے یہ حد افسوس ہے۔ پھر اگر میت کے سر بالیں بیٹھ گیا اور حکم دیا کہ تجھیز و تکفین کا سامان کیا جائے اور قبر کھودی جائے۔ پھر اس کی بتائی ہوئی جگہ قبر کھودی گئی تو حضرت امام رضا کے ارشاد کے بموجب قبر نہ کھد سکی۔ مجبوراً اس نے کہا کہ جانبِ قبلہ کھودو۔ ابوالصلت کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ امام رضا نے مجھ سے فرمایا تھا کہ سات زینہ نیچے تک کھودی جائے تو ایک فترت برآمد ہوگی۔ مامون نے کھودنے والوں سے کہا ابوصلت جس طرح کہتا ہے اس طرح کھودو مگر فترت تک نہیں بلکہ اس میں بغلی لحد بنا دو۔

جب لحد کھودی گئی تو مامون نے اس میں نمی پانی کا چشمہ پھر اس میں مچھلیاں وغیرہ سب دیکھیں تو بولا۔ حضرت امام رضا علیہ السلام اپنی زندگی میں تو عجائبات دکھاتے ہی تھے مرنے کے بعد بھی وہی عجائبات دکھا رہے ہیں۔ تو اس کے ایک وزیر نے اس سے کہا۔ معلوم ہے ان مچھلیوں وغیرہ سے حضرت امام رضا آپ کو کیا بتانا چاہتے ہیں؟ مامون نے کہا نہیں۔ اس نے کہا وہ آپ کو یہ بتا رہے ہیں کہ اے بنو عباس تمہاری سلطنت باوجود تمہاری کثرت اور طولِ مدت کے ان مچھلیوں کے مانند ہے جب اس کا وقت پورا

ہو جائے گا اور تمہاری سلطنت ختم ہونے والی ہوگی تو اللہ تعالیٰ ہم اہلبیت میں سے ایک فرد کو تم لوگوں پر مسلط کر دے گا اور وہ تم لوگوں میں سے ایک کو بھی باقی نہیں چھوڑے گا۔ (جس طرح بڑی مچھلی نے ساری مچھلیوں کو ختم کر دیا ہے) مامون نے کہا سچ کہتے ہو واقعاً اس کا مطلب یہی ہے۔

اس کے بعد مامون نے کہا کہ ابوصلت مجھے وہ تمام باتیں بتاؤ جو تم سے حضرت امام رضاؑ نے کہی ہیں میں نے کہا خدا کی قسم میں تو وہ تمام باتیں بھول گیا اور واقعاً میں نے سچ کہا بھی تھا۔ مامون نے حکم دیا کہ اس کو لے جاؤ قید میں ڈال دو۔ اس کے بعد اس نے حضرت امام رضاؑ کو دفن کیا اور میں ایک سال تک قید میں پڑا رہا۔ جب میں قید سے تنگ آگیا تو ایک رات کو جاگ کر اور محمد و آل محمد کا واسطہ دے کر اپنی رہائی کے لئے اللہ سے دعا مانگی۔

ابھی میری دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ دیکھا کہ حضرت ابو جعفر محمد بن علی علیہ السلام قید خانہ میں تشریف لائے۔ اور فرمایا ابوصلت تم واقعاً اس قید سے تنگ آچکے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں خدا کی قسم۔ آپ نے فرمایا، اچھا تو پھر اٹھو اور آپ نے ہتھکڑیوں اور بیڑیوں پر اپنا دست مبارک پھیرا اور وہ سب جدا ہو گئیں پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے قید سے نکال لے گئے۔ میں گھر کے صدر دروازے سے نکلا سارے پہرے دار اور غلام دیکھتے رہ گئے مجھ سے کچھ نہ کہہ سکے۔ اس کے بعد آپ نے مجھ سے کہا جاؤ میں نے تمہیں خدا کے سپرد کیا اب وہ تا ابد تم کو گرفتار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ آج تک اس کی گرفت سے ماہر ہوں۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۴۵-۲۴۲)

④ — کیا موت سبب مرض اسہال تھا؟

علی بن الحسین کاتب بقا الکبیر کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کو بخارا گیا تو آپ نے قصد کھلوانے کا ارادہ کیا۔ یہ خبر مامون کو ملی تو اس نے اپنے غلام سے کہا کہ میں مٹی کی برنی میں سے ایک شے نکال کر دیتا ہوں تم اسے چینی کے برتن میں اپنی انگلیوں سے خوب چور کرو۔ پھر بغیر ہاتھ دھوئے ہوئے میرے ساتھ آؤ الغرض دونوں حضرت امام رضا علیہ السلام کے پاس آئے اور اپنے سامنے آپ کی قصد کھلوا دی۔ اور عبید اللہ کا بیان ہے کہ اس نے قصد کو تو ملتی کر دیا اور اپنے غلام سے کہا جاؤ امام رضاؑ کے پائین باغ میں جو انار کا درخت ہے اس سے انار توڑ لاؤ۔ وہ توڑ لایا تو کہا اس کو توڑو اس نے اس کو ایک پیالے میں توڑا کہا کہ اس کو اپنے ہاتھ سے دھولاؤ۔ جب یہ سب ہو چکا تو امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ لیجئے یہ آپ ہی کے درخت کے انار کے دانے ہیں اسے نوش کریں۔ آپ نے فرمایا اچھا رکھ دیجئے جب آپ چلے جائیں گے تو کھالوں گا۔ مامون نے کہا نہیں اسے آپ میرے سامنے کھائیں اور اگر اس کا ڈرنہ ہوتا کہ میرا معدہ مرطوب ہو جائے گا تو میں بھی آپ کے ساتھ کھاتا۔ تو آپ نے چند چمچے اس میں

سے نوش فرمائیے اور مامون واپس چلا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ عصر کے وقت تک حضرت امام رضا علیہ السلام کو پچاس مرتبہ اسہال ہوا۔ مامون پھر آپ کے پاس آیا اور کہا کوئی بات نہیں میرا خیال ہے کہ آپ کے معدے میں جو فاضل و فاسد مادہ ہے وہ نکل رہا ہے اور رات تک تو اس اسہال میں اور زیادتی ہوگئی پھر صبح ہوتے ہوتے آپ نے انتقال فرمایا۔ اور انتقال سے پہلے آخری الفاظ جو آپ کی زبان پر جاری ہوئے وہ قرآن کی یہ آیات تھیں۔ قُلْ لَّوْكَنتُمْ فِيْ بَيُّوْتِكُمْ لَأُبَرِّزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلَىٰ مَضَاجِحِهِمْ سُوْرَةُ اَلْاٰمِرَانِ آیت ۱۵۴ اور وَكَانَ اَمْرًا لِّلّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ آیت ۳۸۔

جب مامون صبح کو سو کر اٹھا تو اس نے غسل و کفن کا حکم دیا اور آپ کے جنازے کے پیچھے سرو پا برہنہ چلا اور یہ کہتا ہوا چلا کہ ہائے میرے بھائی تمہاری موت سے اسلام کی دیوار میں شکاف پڑ گیا افسوس میرے مقدر ہی میں آپ سے جدائی تھی سو پوری ہوئی پھر رشید کی لمحہ کو کھولا اور اس کے ساتھ اس کے پہلو میں آپ کو دفن کر دیا اور کہا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قرب کی وجہ سے میرے باپ کو بھی رحمت سے نوازے گا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۴۰)

④ خواب میں رسول خدا کا موت کی خیر دینا

وَشَاءَ سَے روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے مسافر سے کہا اے مسافر دیکھنا اس پانی کی نالی میں مچھلیاں ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں میں آپ پر قربان۔ آپ نے فرمایا میں نے کل شب خواب میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ فرما رہے تھے کہ اے علی تمہارے لئے وہ بہتر ہے جو میرے پاس ہے۔ (بصائر الارجات ص ۴۸۳)

⑤

محمد بن عبد اللہ بن الحسن الاقطس کا بیان ہے کہ ایک دن میں مامون کے پاس تھا وہاں مجلس شراب جھی ہوئی تھی اور وہ مجھے چھوڑ کر اپنے تمام مصاحبین کو شراب انڈیل انڈیل کر دے رہا تھا پھر اس کی کینزوں نے نکل کر گانا بجانا شروع کیا تو اس نے کسی کینز سے فرمائش کی کہ ساکن طوس والا مرثیہ سناؤ۔ کینز نے مرثیہ شروع کیا۔

”اللہ طوس کو اور عترت مصطفیٰ میں سے اس فرد کو اپنی رحمتوں سے سیراب کرے جو یہاں اگر ہمیشہ کے لئے ساکن ہو گیا اور ہم لوگوں کو رنج و غم میں مبتلا کر گیا۔ یعنی امید گاہ خلق حضرت ابو الحسن علیہ السلام جن کی موت پر غم منانا ہر شخص کا فرض ہے۔“

محمد بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ اسے سن کر مامون رونے لگا اور ہم بھی رونے لگے۔ پھر بولا افسوس
اے محمد تمہارے اور ہمارے اہل خاندان ہمیں صرف اس بات پر برا کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالحسن
کو اپنا ولیعہد بنایا۔ خدا کی قسم اگر یہ باقی رہ جاتے تو یقین کرو کہ میں حکومت و خلافت سے دست بردار
ہو کر انہیں اپنی جگہ بٹھا دیتا۔ مگر کیا بتاؤں کہ موت نے جلدی کر دی۔ اللہ تعالیٰ عبید اللہ بن حسن اور
حمزہ بن حسن پر لعنت کرے ان دونوں نے ان کو قتل کر دیا۔ پھر بولا۔ اے محمد بن عبد اللہ بنی امیہ تم
سے ایک عجیب واقعہ بیان کرتا ہوں مگر اسے راز میں رکھنا۔ میں نے کہا اے امیر المومنین وہ کیا واقعہ ہے
بیان فرمائیں۔ مامون نے کہا کہ جب میری کنیز زاہریہ حاملہ ہوئی تو میں حضرت ابوالحسن کی خدمت میں پہنچا
اور کہا میں آپ پر قربان میں نے سنا ہے کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر و جعفر بن محمد و محمد بن علی و علی
ابن الحسین اور حسین علیہم السلام رد بلا و آسیب کے لئے تعویذ دیتے تھے جو تیر بہت ہوتا تھا۔ آپ ان
کے وحی ہیں اور وہی علم آپ کے پاس بھی ہے جو ان لوگوں کے پاس تھا۔ زاہریہ میری ایسی پسندیدہ کنیز
ہے کہ میں اس پر اپنی کسی کنیز کو ترجیح نہیں دیتا۔ وہ کئی بار حاملہ ہوئی مگر اسقاط ہو گیا کیا آپ کے پاس بھی
کوئی ایسی شے ہے جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ آپ نے فرمایا اسقاط سے نہ ڈرو حمل سلامت ہے
گا اور اس کے لڑکا پیدا ہو گا جو اپنی ماں سے شکل و صورت میں بہت مشابہ ہو گا۔ اللہ نے اس کی خلقت
میں اضافہ کر دیا ہے۔ یعنی اس کے داہنے ہاتھ میں ایک زائد پھنگلیا اور داہنے پاؤں میں بھی ایک زائد
پھنگلیا ہو گی۔

میں نے اپنے دل میں کہا یہ اچھا موقع ملا اگر ان کی بات سچ نہ ہوئی تو اسی بہانے میں ان کو ولیعہدی سے
بٹا دوں گا پھر میں اس وقت کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ زاہریہ کو دروزہ عارض ہوا۔ میں نے دایہ (بچہ
پیدا کرانے والی) سے کہا جب بچہ پیدا ہو جائے تو میرے پاس لانا خواہ لڑکا ہو خواہ لڑکی۔ تھوڑی دیر میں وہ
دایہ لڑکا لے کر آئی اور آپ کے کہنے کے مطابق واقعاً اس کے ہاتھ اور پاؤں میں ایک ایک زائد انگلی تھی
اور شکل و صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ کوکب درّی ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے اسی دن ارادہ کیا کہ میں خلافت و
حکومت سے دستبردار ہو جاؤں اور اپنے قبضہ میں جو کچھ ہے وہ سب ان کے حوالہ کر دوں۔ مگر پھر میرا نفس
اس پر راضی نہ ہوا۔ لہذا میں نے اپنی تمہران کے حوالہ کر دی اور کہہ دیا کہ آپ جس طرح چاہیں حکومت چلائیں
مجھے کوئی عذر نہ ہو گا۔ آپ کا حکم سب پر بالا ہو گا اور خدا کی قسم اگر وہ ایسا کرتے تو مجھے بھی کوئی عذر نہ ہوتا۔
(نفتۃ الشیخ ص ۵۳-۵۴) (کتاب الجلاء والشفاء) (کتاب المقاب جلد ۱ ص ۲۴۲)

(نوٹ) یہ روایت باب معجزات میں عیون اخبار الرضا کے حوالہ سے نقل کی جا چکی ہے۔

⑨ = نہر دینے کے اسباب

حضرت امام رضا علیہ السلام اکثر تنہائی میں مامون کو نصیحتیں کیا کرتے اور خوفِ خدا دلایا کرتے تھے۔ اور جب کبھی اس سے شرع کے خلاف کوئی امر سرزد ہوتا تو آپ اسے ٹوک دیا کرتے اور مامون بظاہر تو اسے تسلیم کر لیتا کہ ہاں غلطی ہوئی مگر اس میں برا محسوس کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دن حضرت امام رضا مامون کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھا وضو کر رہا ہے۔ اور اس کا غلام اس کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے۔ آپ نے فرمایا امیر المومنین اپنے رب کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ کیا سمجھئے۔ مامون نے اس وقت غلام کو تو ہٹا دیا اور خود اس نے پورا وضو کیا مگر اس ٹوکنے پر اور جل جھن کیا۔

تیسرا مامون سے جب فضل بن سہل اور حسن بن سہل کا ذکر آتا تو آپ مامون فرماتے کہ ان دونوں کی باتوں میں نہ آیا کریں ان میں یہ یہ خرابیاں ہیں۔ چنانچہ ان دونوں کو بھی اس کی خبر ہو گئی تو ان دونوں نے بھی آپ کے خلاف جھوٹ سچ کہنا شروع کر دیا اور ایسی باتیں کہنے لگے جس سے مامون حضرت امام رضا علیہ السلام سے دوری اختیار کر لے اس کو ڈرانے لگے کہ کہیں کسی دن یہ آپ کے خلاف لوگوں کو نہ ابھاریں۔ ایسا مسلسل کہنے کی وجہ سے مامون نے آپ کے متعلق اپنی رائے بدل دی اور بالآخر اس نے حضرت امام رضا کو قتل ہی کر دیا۔

اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ ایک دن حضرت امام رضا علیہ السلام اور مامون دونوں نے ایک ساتھ کھانا کھایا۔ حضرت امام رضا تو کھاتے ہی بیمار پڑ گئے اور مامون جھوٹ موٹ بیمار بن گیا۔ عبداللہ بن بشر کا بیان ہے کہ مامون نے مجھ سے کہا کہ اپنے ناخن بڑھا لو مگر کسی پر ظاہر نہ ہو۔ میں نے ناخن بڑھا لئے تو اس نے مجھے بلایا اور املی (نرم ہندی) کی طرح کی ایک چیز مجھے دی اور کہا اسے اپنے ہاتھوں سے خوب ملو اور گوندھو میں نے ایسا ہی کیا پھر مامون امام رضا علیہ السلام کے پاس گیا اور پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا رو بھتی ہوں۔ مامون نے کہا میں بھی بحمد اللہ آج خود کو صحیح محسوس کر رہا ہوں اچھا آج معالجن میں سے کوئی آپ کے پاس آیا تھا؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ مامون نے غصہ کا اظہار کیا اور اپنے غلاموں پر بگڑا اور کہا کہ اب انار تیار کر دو اس وقت ان کو اس کی ضرورت ہے پھر مجھے بلایا اور کہا جاؤ ایک انار لاؤ جب میں لایا تو مجھ سے کہا اس کو اپنے ہاتھ سے نچوڑو اور عرق نکالو۔ جب میں عرق نکال چکا تو مامون نے وہ عرق انار اپنے ہاتھوں سے حضرت امام رضا کو پلایا اور یہی آپ کی موت کا سبب بنا۔ دو ہی دن کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔

ابوصلت ہروی کا بیان ہے کہ جب مامون آپ کو عرق انار پلا کر چلا گیا تو میں حضرت امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے ابوالصلت لوگ کام کر گئے۔ اس کے بعد آپ کلمہ شہادتین

زبان پر جاری کرنے لگے۔

ابو محمد بن جہنم کہتا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کو انگور بے حد پسند تھے تو مامون نے آپ کے لئے کچھ انگور لئے اور اس کی جڑوں میں زہر آلود سونیاں کئی دن تک پیوست رکھیں اس کے بعد ان سونیوں کو نکال کر وہ انگور آپ کے پاس لایا۔ آپ بیمار تو تھے ہی جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے آپ نے اس میں سے چند دانے کھائے اور اسی نے ان کی جان لے لی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سونیاں کسی لطیف زہر میں بھی ہوئی تھیں۔ اور جب حضرت امام رضا علیہ السلام کا انتقال ہوا تو مامون نے آپ کی موت کو ایک دن اور ایک رات چھپائے رکھا۔ پھر محمد بن جعفر کے پاس اور جماعت طالبین میں سے جو لوگ اس کے ہمراہ تھے آدمی بھیجا جب وہ لوگ آئے تو انہیں آپ کی موت کی اطلاع دی اور دکھاوے کے لئے رونے اور غم کا اظہار کرنے لگا اور ان لوگوں کو آپ کی میت کا جسم دکھانے لگا کہ دیکھ لیں یہ بالکل صحیح اور درست حالت میں ہے اور پھر چیخ کر کہنے لگا اے برادر عزیز تمہیں اس حالت میں دیکھ کر مجھے یہ صدمہ ہے، مجھے تو یہ اُمید تھی کہ میں تم سے پہلے مروں گا مگر اللہ کو یہی منظور تھا۔

پھر اس نے تجہیز و تکفین کا حکم دیا۔ اور آپ کے جنازے کے ساتھ اس مقام تک آیا جہاں آپ اس وقت دفن ہیں۔ اس نے آپ کو دفن کیا اور وہ جگہ حمید بن قحطیہ کا گھر ہے جو قریہ سنا باد میں واقع ہے اور سنا باد طوس میں ہے۔ وہیں ہارون رشید کی قبر کے قیلہ کی جانب حضرت ابو الحسن علیہ السلام دفن ہیں۔ اور جہاں تک ہمیں علم ہے حضرت امام رضا علیہ السلام نے سوائے امام محمد تقی کے اور کوئی فرزند نہیں چھوڑا۔ امام محمد تقی علیہ السلام کا سن اپنے والد کی وفات کے وقت صرف سات سال اور چند ماہ کا تھا۔

(ارشاد شیخ مفید ص ۲۹۷-۲۹۸)

۱۰۔ مامون کی تشویش

ابوالصلت ہروی سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ جب مامون حضرت امام رضا علیہ السلام کی عیادت کے لئے آیا اور دیکھا کہ آپ عالم جانکنی میں ہیں تو رونے لگا اور بولا اے برادر عزیز یہ امر مجھ پر بہت گراں ہے کہ آج آپ کو اس حالت میں دیکھنے کے لئے میں زندہ ہوں کیونکہ ابھی تو یہ آپ کے مرنے کے نہیں جینے کے دن تھے۔ اور اس سے زیادہ گراں اور تکلیف دہ میرے لئے یہ امر ہے کہ لوگ یہ کہیں گے کہ میں نے آپ کو زہر پلایا ہے اور اللہ گواہ ہے کہ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ عیادت کر کے مامون واپس ہوا اور حضرت امام رضا علیہ السلام نے انتقال فرمایا۔ اور آپ کی قبر کھودنے سے پہلے مامون پھر آیا اور حکم دیا کہ میرے والد کے پہلو میں آپ کی قبر کھودی جائے۔ پھر ہم لوگوں سے مخاطب ہوا اور کہا حضرت امام رضا نے مجھ سے بھی بیان کیا تھا کہ جب ان کی قبر کھودی جائے گی تو اس میں سے پانی اور

پھلی لکے گی۔ قبر کھودو ہم بھی دیکھیں۔ لوگوں نے قبر کھودنا شروع کیا جب لحد تک پہنچے تو اس میں سے پانی اور پھلی نمودار ہوئی پھر یہ دونوں چیزیں لحد میں دھنس گئیں۔ اس کے بعد آپ کی تدفین عمل میں آئی۔
(مقاتل الطالبین ص ۲۴۲-۲۴۱)

⑪ — حضرت امام محمد تقی کا باعجاز خراسان پہنچنا

دلائل حمیری میں منقول ہے کہ حضرت امام ابو جعفر (محمد تقی) علیہ السلام نے معمر بن خلاد سے (مدینہ میں) کہا اے معمر اپنی سواری لے لو اور میرے ساتھ چلو۔ میں نے کہا کہاں چلوں؟ فرمایا جہاں تم سے کہا جائے وہاں چلو۔ میں اپنی سواری پر سوار ہو کر چلا جب ایک وادی یا ایک نشیب میں پہنچا۔ تو مجھ سے فرمایا تم یہیں ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئے۔ جب واپس آئے تو میں نے پوچھا میں آپ پر قربان کہاں تشریف لے گئے تھے؟ فرمایا کہ میں ابھی ابھی اپنے پدر بزرگوار کو خراسان میں دفن کر کے آرہا ہوں۔
(کشف الغمہ جلد ۲ ص ۲۱۶) (الخروج والرجوع ص ۲۳۴)

⑫ — اہل خاندان کو گریہ و ماتم کا حکم

امیہ بن علی کا بیان ہے کہ میں مدینہ میں حضرت ابو جعفر (امام محمد تقی) کے پاس برابر آیا جایا کرتا تھا۔ اور حضرت امام رضا علیہ السلام اس وقت خراسان میں تھے اور حضرت ابو جعفر کے پاس ان کے اہل خاندان، ان کے والد کے چچا وغیرہ برابر آتے رہتے اور ان کو سلام کرتے رہتے تھے۔ ایک دن حضرت ابو جعفر نے ایک کنیز کو بلایا اور کہا۔ ان لوگوں سے کہہ دے کہ صف ماتم بچھانے کا انتظام کریں لوگ جب واپس ہوئے تو آپس میں کہنے لگے ہم نے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ کس کی صف ماتم؟ جب دوسرا دن ہوا تو آپ نے پھر صف ماتم کے لئے کہا لوگوں نے پوچھا آخر یہ کس کی موت پر صف ماتم ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی صف ماتم جو روئے زمین پر سب سے بہتر تھا۔ پھر چند دنوں کے بعد یہ خبر آئی کہ حضرت امام رضا کا اسی روز انتقال ہوا تھا۔

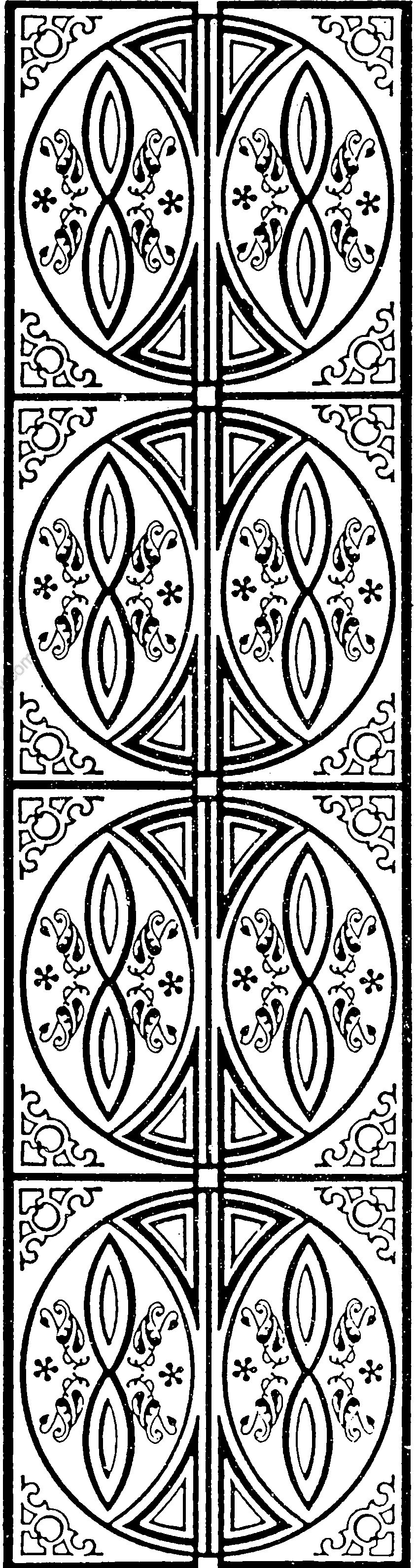
نظارۃ الآخِر



باب



شہادتِ امام پر شعرا کی
مرثیہ نگاری



① — ابو فراس اور دُعلیٰ خزامی

ابو فراس نے آپ کی شہادت پر چند اشعار کہے۔
ترجمہ: ان لوگوں نے بیعت ولیعہدی کے بعد ان کو قتل کر دیا۔ افسوس یہ لوگ صحیح راستہ
دیکھنے کے بعد پھر اندھے ہو گئے۔ یہ ایک گروہ ہے جو سعید ہونے کے بعد پھر شقی ہو گیا۔ یہ
ایک جماعت ہے جو سلامتی پانے کے بعد پھر ہلاک ہو گئی۔ افسوس آلِ محمد کا خون بہانے
سے ان لوگوں کو نہ بیعت ولیعہدی نے روکا نہ عہد و پیمان نے اور نہ خاندانی رشتہ و قرابت نے
دُعلیٰ خزامی نے آپ کی شہادت پر سب سے زیادہ مرثیے کہے جو مختلف زمینوں میں ہیں۔

مرثیہ نمبر کا ایک شعر

ترجمہ: علی ابن موسیٰ بن جعفر بن محمد کی موت پر بار بار قتل ہوتا ہے اور آنسو ہیں کہ ٹھنڈے کا
تام ہی نہیں لیتے۔

مرثیہ نمبر کا ایک شعر

ترجمہ: علی ابن موسیٰ رضا کی موت کی بنا پر اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے سخت ناراض ہے۔

مرثیہ نمبر کے چند اشعار

ترجمہ: ان آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ آنسو بہا رہی ہیں۔ اگر یہ اپنی تمام آنسوؤں کی رگوں کو نچوڑ
دیں تب بھی آنسو کم پڑ جائیں گے۔

اس ذات پر رونا آسان نہیں جس پر زمین روئی۔ اور جس کی موت کی خبر سن کر بلند
پہاڑوں کی چوٹیوں نے ”اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ“ کہا اور رنگوں ہو گئیں۔
ان کی جرانی پر آسمان رُہا ہے۔ ستارے نوحہ ماقم کر رہے ہیں۔ ان کی روشنی مدھم
پڑ گئی ہے۔ پھر تو ہمیں ان پر بہت زیادہ رونا چاہیے۔ اس لئے کہ یہ مصیبت ہمارے
لئے ایک عظیم مصیبت ہے۔

مرثیہ نمبر کا ایک شعر

ترجمہ: اے وہ قبر جو ایک غریب و مسافر کی ہے اور جو طوس میں واقع ہے۔ تجھ پر
گذرتے ہوئے بارل آنسو برساکر گزر جاتے ہیں۔

② — ابن مشیخ مرقی اور علی ابن ابی عبد اللہ خوانی

ابن مشیخ مرقی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی وفات پر یوں مرثیہ کہا
ترجمہ: اے وہ خطہ زمیں جس میں میرے سید و آقائے وفات پائی۔ واقعی ان جیسا سید و
سردار تو پوری عالم انسانیت میں نہیں ہے۔ علی بن ابی عبد اللہ خوانی مرثیہ یوں شروع
کرتے ہیں۔

ترجمہ: اے طوس اللہ تجھے اپنے آب رحمت سے سیراب کرے تو نے کیا کیا خیرات و برکات
اپنے دامن میں چھپائے۔

③ — دعبل خزاہی کا ایک طویل مرثیہ

دعبل کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام کی خبر وفات آئی تو میں اس وقت
قم میں تھا اور وہیں میں نے یہ مرثیہ کہا اس مرثیہ کے چند اشعار۔
ترجمہ: اگر بنی امیہ نے آل محمد کو قتل کیا تو ان کے پاس ایک طرح کا غدر بھی ہے کہ ان کے
اسلاف ان کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے لیکن بنی عباس کے پاس تو ان کے قتل کا کوئی
عذر نظر نہیں آتا۔

اس مرثیہ میں آگے بڑھ کر کہتے ہیں۔

ترجمہ: طوس میں دو قبریں ہیں ایک قبر بہترین خلق کی ہے اور دوسری قبر بدترین خلق کی ہے
اور یہ انتہائی عبرت کا مقام ہے۔

مگر ایک ناپاک کسی پاک کی قربت قبر سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور نہ ایک پاک
ظاہر کو ایک ناپاک کی قربت قبر سے کوئی ضرر پہنچ سکتا ہے۔

④ — ابو محمد زیدی اور محمد بن حبیب ضبی

ابو محمد زیدی کہتا ہے۔

طوس کو کیا ہو گیا ہے خدا اس کا برا کرے۔ یہ آئے دن کسی نہ کسی بڑی ہستی کو لے لیتا ہے۔
اس نے پہلے رشید کو لیا اور اب علی ابن موسیٰ رضا کو لیا۔ علی ابن موسیٰ رضا فضل و شرف میں دیگر
عام آئمہ کے مانند نہ تھے ان کی وفات سے زمانے کی سعادت نحوست سے بدل گئی۔

محمد بن حبیب ضبی کی کتاب میں ایک طویل مرثیہ مرقوم ہے چند اشعار کا ترجمہ :

طوس میں ایک قبر ہے جس میں امام مخدوم اب ہیں اس کی زیارت کے لئے جمع ہونا
حتیٰ اور ضروری ہے یہ وہ قبر ہے کہ جس کی روشنی سے اندھوں کی آنکھوں میں بھی بنیائی
آجاتی ہے یہ وہ قبر ہے جس کی خاک سے تمام اسقام و امراض رفع ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ قبر
ہے جس کو دیکھ کر محمدؐ اور ان کے وصی کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ یہ وہ قبر ہے کہ
اس کی زیارت کیلئے لوگ جوق در جوق آتے ہیں اور جب واپس جانے لگتے ہیں تو ان کے
تمام گناہ دھلے ہوئے ہوتے ہیں۔

اور آخر میں کہتا ہے۔

اے آل محمدؐ لوگوں کو تمہاری محبت بذریعہ تعلیم حاصل ہوئی اور مجھے تم لوگوں کی محبت بذریعہ حاصل
ہوئی ہے۔

⑤ — مامون پر دعبل کے مرتبہ کا اثر

روایت ہے کہ دعبل نخزاعی ایک مرتبہ مامون کے پاس آئے۔ مامون نے کہا۔ ذرا وہ اپنا طویل
مرتبہ تو سناؤ جو تم نے حضرت امام رضاؑ کے متعلق کہا ہے۔ دعبل نے کہا کیسا مرتبہ! میں تو اسے جانتا بھی
نہیں۔ مامون نے کہا نہیں ڈرو نہیں تمہیں ہر طرح کی امان ہے۔

دعبل نے قصیدہ سنانا شروع کیا اور جب اس شعر پہنچے کہ

اگر بنی امیہ نے آل محمدؐ کو قتل کیا تو ان کے پاس ایک طرح کا عذر بھی ہے مگر بنی عباس کے پاس
تو کوئی عذر بھی نظر نہیں آتا یہ سن کر مامون نے اپنا عامہ سر سے زمین پر ٹپک دیا اور کہا دعبل تم نے سچ
کہا واقعاً کوئی عذر نہیں ہے۔

⑥ — ابوالعیناء

ابوالعیناء نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی وفات پر آپ کے فرزند حضرت ابو جعفر (امام
محمد تقیؑ) علیہ السلام کے سامنے رسم تعزیت ادا کرتے ہوئے کہا۔

آپ حضرات ہماری تعریف و توصیف سے بالاتر ہیں۔ ہم آپ کی تعریف کہاں کر سکتے ہیں۔ آپ
کی تعریف کے لئے اللہ کافی ہے آپ کو مصائب پر صبر کا ثواب اللہ ہی دے گا۔

⑦ — عبد اللہ بن ایوب خیریتی

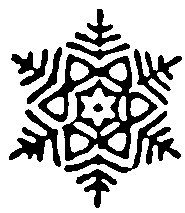
حضرت امام رضا علیہ السلام کی وفات کے بعد عبد اللہ بن ایوب خیریتی شاعر نے آپ کے فرزند

حضرت ابو جعفر علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے یہ مرثیہ کہا۔

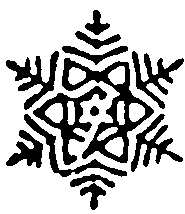
اے ذبیح کے فرزند اے اس شجرہ طیبہ کے فرزند جس کی جڑ اور شاخیں دونوں طیب و طہر
ہیں۔ اے افضل الرسل یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دھی کے فرزند۔
اے ان آٹھ آئمہ طاہرین کے فرزند جو دنیا کو روشن کر کے غروب ہو گئے اور اے ان تین
آئمہ کے پدر عالی مقدار جو آئندہ طلوع ہوں گے۔

در حقیقت مشارق و مغارب سے مراد آپ ہی لوگ ہیں اور خود مستزادان اس کی
تصدیق کرتا ہے۔

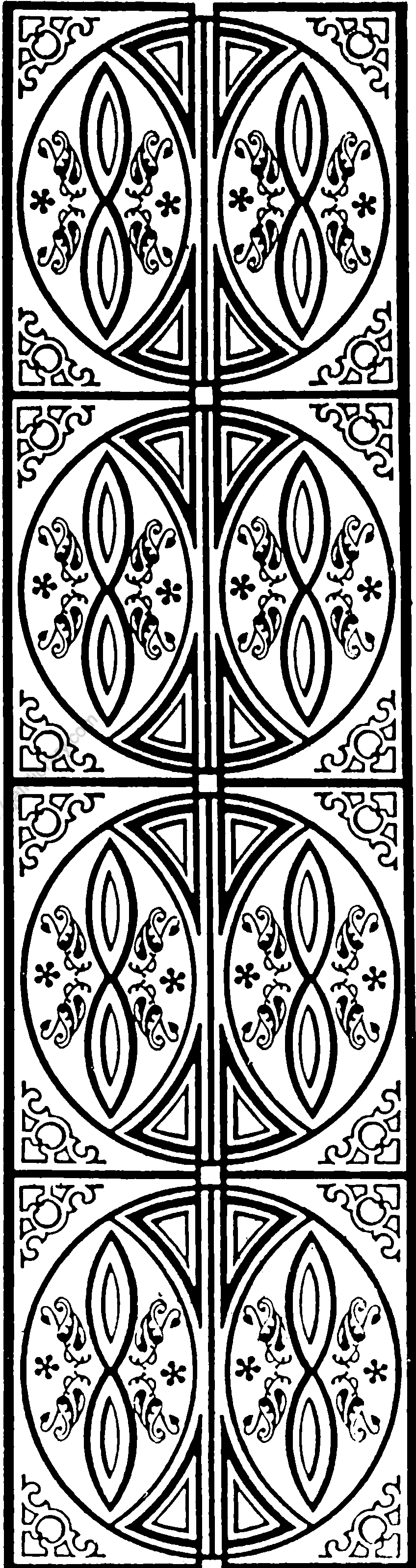
نظارۃ الانوار



باب



معجزات و کرامات در روضه
حضرت امام رضا علیہ السلام



① روضہ اقدس سے نور بلند ہونا اور مقفل دروازہ کا کھلنا

عبداللہ بن بنان طائی کی روایت ہے کہ میں نے محمد بن عمر نوقانی کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ میں شب تاریک میں اپنے بالا خانہ پر نوقان میں سویا ہوا تھا کہ اتفاقاً میری آنکھ کھل گئی اور مشہد مقدس حضرت امام رضا علیہ السلام (سنا باد) کی طرف جو نظر گئی تو دیکھا کہ آپ کے روضہ اقدس سے ایک نور بلند ہو رہا ہے جس سے سارا مشہد مقدس اس طرح روشن ہے جیسے دن۔ اس سے پہلے حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت کے بارے میں مجھے شک رہتا تھا اور میں نہیں جانتا تھا کہ آپ کی امامت حق ہے۔ میری ماں نے مجھ سے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے مشہد مقدس سے ایک نور بلند ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ میری ماں بھی مخالف تھی اس نے کہا یہ کچھ نہیں شیطانی خیالات ہیں۔

پھر دوسری شب کو جو پہلی سے بھی زیادہ تاریک تھی اس میں بھی میں نے ویسا ہی نور بلند ہوتے ہوئے دیکھا جس سے سارا مشہد مقدس منور ہو رہا تھا۔ میں نے جا کر اپنی ماں کو بتایا اور اس کو لے کر اس بالا خانہ پر آیا جہاں سے مجھے وہ نور بلند ہوتا ہوا نظر آیا تھا۔ یہ دیکھ کر اسے بے حد تعجب ہوا وہ الحمد للہ کی تسبیح پڑھنے لگی۔ حالانکہ وہ بھی میری طرح اُن پر ایمان نہیں رکھتی تھی۔ بہر حال میں اُسی وقت دوڑا ہوا مشہد پہنچا تو دیکھا کہ روضہ کا دروازہ بند ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا پروردگار اگر حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت واقعاً حق ہے تو میرے لئے اس روضہ کا دروازہ کھول دے یہ کہہ کر میں نے اپنے ہاتھ سے دروازے کو دھکا دیا تو دروازہ کھل گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا معلوم ہوتا ہے کہ اچھی طرح سے بند نہیں تھا اس لئے کھل گیا ہے یہ سوچ کر میں نے دروازے کو خوب اچھی طرح بند کر دیا اور پورا اطمینان کر لیا کہ اب یہ بغیر کنجی کے نہیں کھل سکتا۔ اس کے بعد میں نے پھر کہا کہ پروردگار۔ اگر حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت حق ہے تو میرے لئے اس دروازے کو کھول دے یہ کہہ کر میں نے دروازے کو پھر اپنے ہاتھوں سے دھکا دیا اور وہ دروازہ کھل گیا۔ میں اندر گیا زیارت کی وہیں نماز پڑھی اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی امامت کا قائل ہو گیا۔ اس کے بعد اب تک میں ہر جمعہ کو نوقان سے مشہد مقدس زیارت کے لئے آتا ہوں اور وہاں نماز پڑھتا ہوں۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۷۸)

② روضہ اقدس پر استجابتِ دعا

ابوطالب الحسین بن عبد اللہ بن نبان طائی سے روایت ہے کہ ابو منصور بن عبد الرزاق نے حاکم طوس بیوردی سے دریافت کیا کہ کیا تمہارے کوئی لڑکا ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ ابو منصور نے کہا پھر تم مشہد مقدس روضہ امام رضا علیہ السلام پر جا کر اللہ سے کیوں دعا نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ لڑکا عنایت کرے؟ میں نے تو آپ کے روضہ پر جو دعا مانگی وہ قبول ہوئی۔ حاکم طوس کا بیان ہے کہ ابو منصور کے مشورہ پر میں روضہ اقدس حضرت امام رضا علیہ السلام پر حاضر ہوا اور اللہ سے دعا مانگی کہ مجھے لڑکا عطا کرے تو خدا نے مجھے فرزند عطا فرمایا پھر میں ابو منصور بن عبد الرزاق کے پاس گیا اور اس سے بتایا کہ میں نے روضہ اقدس پر جا کر دعا مانگی تھی میری دعا قبول ہوئی اللہ نے کرم کیا اور مجھے فرزند عنایت کیا۔ صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے امیر سعید رکن الاولہ سے زیارت مشہد مقدس حضرت امام رضا علیہ السلام کی اجازت چاہی اور اُس نے مجھے ماہِ رجب ۲۵۲ھ میں اجازت دی اور جب میں اس سے اجازت لے کر پلٹا تو اُس نے مجھے پھر واپس بلایا اور کہا۔ یہ بہت بابرکت روضہ ہے۔ میں نے بھی وہاں کی زیارت کی ہے اور اللہ سے جو دعا مانگی وہ قبول ہوئی ہے لہذا آپ وہاں جا رہے ہیں تو میرے لئے دعا اور میری طرف سے زیارت میں کوتاہی نہ کیجئے گا اس لئے کہ وہاں جو دعا مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔ میں نے اُن سے وعدہ کیا اور وعدہ کو پورا کیا۔ پھر جب میں مشہد سے پلٹ کر آیا تو امیر سعید رکن الاولہ کے پاس گیا۔ اس نے پوچھا کیا آپ نے میرے لئے وہاں پر دعا کی تھی اور میری طرف سے زیارت پڑھی تھی؟ میں نے کہا جی ہاں اُس نے کہا آپ نے مجھ پر احسان فرمایا اور میرے لئے اس امر کی تصدیق ہو گئی کہ واقعاً اس روضہ اقدس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۷۹)

③ نشاندہی مقامِ دفنِ امانت

مجھ سے ابو نصر احمد بن حسین ضبی نے بیان کیا اور یہ وہ شخص ہے کہ اس سے بڑا خارجی اور دشمن اہلبیت آج تک مجھے نہیں ملا۔ اس کی خارجیت کا یہ حال تھا کہ وہ درود میں صرف اللھم صلی علی محمد کہتا تھا وعلی آلہ نہیں کہتا تھا۔ بہر حال اس کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو بکر حامی الفراء نے سکہ حرب نیشاپور

۳۲۴

میں یہ واقعہ بیان کیا (اس کا شمار بھی اصحاب حدیث میں ہوتا تھا) وہ کہتا تھا کہ ایک شخص نے اپنی ایک امانت میرے سپرد کی میں نے اُسے زمین میں دفن کر دیا۔ اور اب بھول گیا کہ کہاں دفن کی ہے جب ایک مدت گزر گئی تو وہ شخص آیا اور اس نے اپنی امانت واپس مانگی مگر میں دفن کی جگہ بھول گیا تھا اس لئے بہت پریشان تھا اور وہ مجھ پر بددیانتی کا الزام لگا رہا تھا۔ اس پریشانی میں میں مغموم و رنجیدہ اپنے گھر سے نکلا دیکھا کہ ایک قافلہ روضہ امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے مشہد جا رہا ہے۔ میں بھی اس کے ساتھ مشہد کے لئے روانہ ہو گیا وہاں پہنچ کر زیارت کی اور اللہ سے دعا کی کہ اس شخص کی امانت کے دفن کی جگہ کا کسی طرح پتہ چل جائے۔

رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ تم نے وہ امانت فلاں مقام پر دفن کی ہے۔ بہر حال جب زیارت سے واپس آیا تو میں نے صاحب امانت سے خواب میں جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا۔ مگر خود مجھے اپنے خواب پر اعتبار نہ تھا (اس لئے میں تو وہاں گیا نہیں) صاحب امانت خود گیا اور اُس نے اس جگہ کو کھودا تو اُس کی امانت مہر شدہ اس مقام پر مدفون مل گئی۔ اس کے بعد وہ شخص اپنے اس واقعہ کو سب سے بیان کیا کرتا اور مشہد مقدس کی زیارت کا لوگوں کو شوق دلایا کرتا تھا۔
(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۰-۲۷۹)

۴ دیوار پر معجزانہ تحریر

ابو جعفر محمد بن ابی القاسم بن محمد بن فضل تیمی ہرومی سے روایت ہے کہ میں نے ابو الحسن علی بن الحسن قہستانی سے سنا۔ ان کا بیان ہے کہ میں مرد الرود میں تھا کہ ایک حمزہ نامی مصری شخص ادھر سے گذرا اس نے بتایا کہ میں مصر سے حضرت امام رضا علیہ السلام کے روضہ اقدس کی زیارت کے لئے طوس آیا ہوں۔ جب روضہ اقدس پر پہنچا تو آفتاب غروب کے قریب تھا اس نے زیارت کی اور نماز پڑھی اتفاق کی بات تھی کہ اُس دن اس مصری کے سوا اور کوئی زائر نہیں آیا تھا۔ غرض جب رات ہو گئی تو خادم قبر روضہ کا دروازہ بند کرنے کے لئے آیا تو اس مصری نے اس سے درخواست کی کہ وہ اس کو روضہ کے اندر ہی چھوڑ کر دروازہ بند کر لے یہ روضہ میں نماز وغیرہ پڑھتا رہے گا۔ اس لئے کہ یہ ایک دور دراز مقام سے آیا ہے اس کو باہر نکلنے کی ضرورت نہیں۔ خادم نے اس کو روضہ میں چھوڑ کر دروازہ بند کر دیا۔ وہ تنہا اس میں نماز پڑھتا رہا۔ جب تھک گیا تو اپنا سر گھٹنے پر رکھ کر بیٹھ گیا۔ تاکہ ذرا دم لے سکے۔ پھر جب اُس

نے گھٹے سے سر اٹھایا تو اس کے چہرے کے سامنے دیوار پر ایک رقعہ چسپاں تھا جس پر یہ دو شعر تحریر تھے۔

ترجمہ ۱۔ جو شخص چاہتا ہے کہ کسی ایسی قبر کو دیکھے کہ جس کی زیارت کرنے والے کی اللہ تعالیٰ تمام پریشانیاں دور کر دیتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس قبر کی زیارت کرے جس میں اللہ تعالیٰ نے خاندان رسالت کی ایک منتخب ہستی کو ساکن کر دیا ہے۔

اس مصری کا بیان ہے کہ یہ پڑھ کر میں پھر اٹھا اور صبح تک نمازیں پڑھتا رہا پھر اپنا سر گھٹنوں پر رکھ کر بیٹھ گیا۔ پھر سر اٹھایا، تو اب دیوار پر کچھ نہ تھا حالانکہ وہ تحریر تازہ لکھی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ جیسے کسی نے ابھی لکھی ہو۔ مصری کا بیان ہے کہ جب صبح نمودار ہوئی تو دروازہ کھلا اور میں روضہ سے نکلا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۰-۲۸۱)

حاکم خراسان نے کتاب مقتضی میں تحریر کیا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ میں روضہ اقدس حضرت امام رضا علیہ السلام میں ہوں کہ اتنے میں ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوا جو سبز لباس پہنے ہوئے تھا۔ اُس نے لوح قبر پر یہ دو اشعار لکھ دیئے۔

ترجمہ ۲۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی ایسی قبر کی زیارت کرے جس کی زیارت کے بعد اس کی تمام پریشانیاں دور ہو جائیں تو وہ اس قبر کی زیارت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں آل رسولؐ کی ایک منتخب ہستی کو ساکن کر دیا ہے۔

⑤ احترام اسمِ امامؑ

ابوالحسن علی بن احمد بن علی نضری معدل کا بیان ہے کہ صالحین میں سے ایک شخص نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کی اولاد میں سے کس کی زیارت کروں؟ آپ نے فرمایا۔ میری اولاد میں سے اُن لوگوں کی قبر کے زیارت کرو جو زہر سے شہید ہو کر میرے پاس آئے ہیں اور میری اولاد میں سے اُن کی قبر کی زیارت کرو جو قتل ہو کر میرے پاس آئے ہیں۔ اُس مرد صالح نے کہا یا رسول اللہ مگر اُن کی قبر تو مختلف مقامات پر ہیں اُن میں سے کس قبر کی زیارت کروں؟ فرمایا اُس کی قبر کی زیارت کرو جو تم سے قریب واقع ہو اور عالم غربت میں مدفون ہو۔ اُس مرد صالح نے کہا یا رسول اللہ

کیا آپ کی مراد حضرت امام رضا سے ہے؟ آپ نے فرمایا (ارے خالی نام لے لیا، ان کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وآلہ کہو۔ صلی اللہ علیہ وآلہ کہو۔ یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔)
(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۱)

۶۔ بازگشتِ تلاوت

ابو عمرو محمد بن عبد اللہ حکمی حاکم نوقان کا بیان ہے کہ میرے پاس دو شخص امیر نصر بن احمد بخاری کے نام کسی بادشاہ کا خط لے کر آئے ان میں سے ایک مقام رے کا باشندہ تھا اور ایک قم کا رہنے والا تھا۔ قمی شخص قم کے قدیمی مذہب خارجیت سے منسلک تھا اور رے والا یعنی رازی شیعیت سے متعلق تھا۔ جب دونوں نیشاپور پہنچے تو رازی نے قمی سے کہا ایسا نہ کریں کہ پہلے ہم حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کر لیں اس کے بعد بخارا چلیں؟ قمی نے کہا بادشاہ نے ہمیں خط دے کر بخارا بھیجا ہے جب تک ہم اس کام سے فارغ نہ ہوں جائز نہیں کہ دوسرا کوئی کام کریں۔ الغرض دونوں بغیر زیارت بخارا روانہ ہو گئے اور بادشاہ کا خط پہنچا کر واپس ہوئے اور جب طوس کے قریب پہنچے تو مرد رازی نے اس قمی سے کہا ہم امام رضا علیہ السلام کی زیارت نہ کر لیں؟ اس نے جواب دیا۔ ہم رے سے چلے تھے تو مرجہ مذہب پر تھے اب وہاں رافضی بن کر تو نہ پلٹیں گے۔

بہر حال اس مرد رازی نے اس شخص قمی کو اپنا سارا سامان اور سواری سپرد کر دی اور ایک گدھے پر سوار ہو کر روضہ امام رضا علیہ السلام کی زیارت کو آیا۔ اور خدام روضہ سے کہا آج کی شب میرے لئے روضہ کا دروازہ کھول دو اور اس کی کنجی مجھے دے دو۔ خدام نے ایسا ہی کیا۔ مرد رازی کا بیان ہے کہ میں روضہ اقدس میں داخل ہوا اندر سے دروازہ بند کر لیا اور حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت پڑھی پھر قبر کے سر بالیں کھڑے ہو کر نمازیں پڑھیں اس کے بعد قرآن کی ابتدا سے تلاوت شروع کی۔ تو جس طرح میں پڑھ رہا تھا اسی طرح قرآن پڑھنے کی کوئی اور آواز بھی سنائی دینے لگی۔ اب میں نے قرات روک دی اور روضہ کے چاروں طرف پھر کر دیکھا تو کوئی نہ تھا لہذا سمجھا اپنی جگہ واپس آگیا اور قرآن کی قرات شروع کی تو پھر اسی طرح قرات کی آواز آنے لگی تو میں تھوڑا خاموش ہو کر خوب غور سے سننے لگا معلوم ہوا کہ یہ آواز قبر کے اندر سے آرہی ہے۔ پھر میں اسی طرح قرات کرتا رہا اور اسی کے ساتھ ساتھ جو میں پڑھتا اسی کی آواز سناتا رہا۔ یہاں تک کہ جب میں سورہ مریم کی اس آیت پر

پہونچا کہ۔۔ یَوْمَ نَخْتَرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْدًا ۖ وَلَنُسَوِّقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَى جَهَنَّمَ وَفْدًا (سورہ مریم آیت ۸۶-۸۵) تو قبر سے آواز آئی یَوْمَ يَخْتَرُ الْمُتَّقُونَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْدًا ۖ وَيُسَاقُ الْمُجْرِمُونَ إِلَى جَهَنَّمَ وَفْدًا ۖ الغرض میں نے قرآن کی تلاوت ختم کی اور ادھر سے بھی تلاوت ختم ہو گئی۔

جب صبح ہوئی تو میں نوقان واپس آیا تو وہاں کے قاریان قرآن سے اس قرأت کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا یہ قرأت لفظاً اور معناً تو درست ہے مگر ہمیں نہیں معلوم کہ سات قاریان قرآن میں سے کسی ایک کی بھی یہ قرأت ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر میں نیشاپور آیا اور وہاں کے قاریوں سے اس قرأت کے متعلق دریافت کیا کہ اس آیت کو یوم یختر المتقون إلى الرحمن وفداً ویساق المجرمون إلى جہنم وفداً سات مشہور قاریوں میں سے کس نے پڑھا ہے۔ وہاں کے قاریوں نے پوچھا تم یہ کہاں سے لے کر آ رہے ہو؟ میں نے کہا ایک بات ہے اس لئے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کس کی قرأت ہے۔ تو انہوں نے جواب یہ دیا کہ روایات اہلبیت کی بنا پر رسول اللہ کی قرأت ہے۔ اس کے بعد انہوں نے پوچھا آخر واقعہ کیا ہے کہ جس کی وجہ سے تم اس قرأت کو پوچھ رہے ہو۔ تو میں نے سارا قصہ بیان کیا اور ہماری قرأت صحیح ہو گئی۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۲)

اسی مثل کی ایک روایت کشف الغمہ جلد ۲ ص ۹۱-۹۰ پر بھی مذکور ہے۔

④ — غلام کی دعا کی قبولیت

ابوالحسن محمد بن شبہ اللہ ہر دی سے روایت ہے کہ بلخ کا ایک شخص مشہر مقدس حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کو آیا اس کے ساتھ اس کا غلام بھی تھا۔ دونوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت پڑھی پھر مالک قبر کے سر بالیں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا اور غلام پاؤں کی طرف مشغول نماز ہوا۔ جب دونوں نماز سے فارغ ہوئے تو دیر تک سجدہ میں رہے مجھ سے پہلے مالک نے سجدے سے سر اٹھایا اور غلام کو آواز دی تو غلام نے فوراً سجدے سے سر اٹھایا اور کہا ”بیک یا مولای“ سرکار حاضر۔ پوچھا آزادی چاہتے ہو؟ غلام نے کہا جی ہاں۔ مالک نے کہا اچھا جاؤ تم راہ خدا میں آزاد ہو اور میری فلاں کنیز جو بلخ میں ہے اُس کو بھی میں نے آزاد کیا اور اُس کا نکاح تم سے اتنے مہر پر کیا اور تمہاری طرف سے مہر کے ادائیگی میں کروں گا اور میری فلاں جائیداد ہے اُسے میں نے تمہاری اولاد کے لئے بلکہ اولاد اور اولاد کے لئے وقف کر دیا اور اس پر میں اس امام کو گواہ بناتا ہوں۔

یہ سن کر غلام مارے خوشی کے زار و قطار رونے لگا اور اللہ کی ارامام رُغنا کی
قسم کھا کر کہنے لگا کہ ابھی ابھی میں نے سجدہ میں یہی دُعا کی تھی اور اتنی جلد اللہ نے میری یہ دعا قبول
کر لی۔
(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۲)

⑧ — لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی کرامت

ابونصر مؤذن نیشاپوری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ایسا شدید بیمار ہوا کہ اس
کے اثر سے میری زبان بند ہو گئی میں بالکل بات نہیں کر سکتا تھا۔ میرے جی میں آیا کہ چل کر
حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کروں اور وہیں آپ کے روضہ پر اللہ سے دُعا کروں۔
اور آپ کو اپنا وسیلہ بناؤں تاکہ اللہ مجھے صحت دے اور میری زبان کھل جائے۔ یہ سوچ کر
میں سواری پر سوار ہوا اور مشہد پہنچا امام رضا کی زیارت کی پھر قبر کے سر بالین کھڑے ہو کر
دو رکعت نماز پڑھی پھر سجدہ میں گیا اور صاحب قبر کا واسطہ دے کر میں نے اللہ سے انتہائی
تفرع کے ساتھ دعا مانگی کہ اے اللہ تو مجھے صحت دے اور میری بند زبان کھول دے۔
پھر میں وہیں سو گیا۔ تو خواب دیکھا کہ جیسے قبر شکافتہ ہوئی اور اس میں سے ایک بزرگ گندنی
رنگ کے نکلے اور مجھ سے کہا اے ابونصر کہہ لا الہ الا اللہ۔ میں نے اشارے سے جواب
دیا کیسے کہوں میری زبان کو چلتی ہی نہیں بالکل بند ہے۔ ان بزرگ نے مجھ سے ڈانٹ کر کہا
کیا تو قدرتِ خدا کا منکر ہے۔ کہہ لا الہ الا اللہ۔ راوی کا بیان ہے کہ فوراً میری زبان چل پڑی
میں نے لا الہ الا اللہ کہا۔ اور پا پیادہ اپنی قیام گاہ پر آیا راستے بھر لا الہ الا اللہ کہتا رہا
اور میری زبان چلتی رہی اس کے بعد کبھی بند نہ ہوئی۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۳)

⑨ — سیلاب اور روضہ اقدس

یہ بھی ابونصر مؤذن ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سنا باد میں بہت زبردست
سیلاب آیا۔ وہاں کی وادی روضہ اقدس سے بلند تھی اور پانی روضہ اقدس کے قریب تک پہنچ
گیا تو اللہ کے حکم سے روضہ اقدس اس وادی سے بھی بلند ہو گیا اور روضہ اقدس میں سیلاب
کا کوئی اثر نہ ہوا۔
(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۳)

⑩ — مسروقہ رقم کی برآمدگی

محمد بن احمد سنائی نیشاپوری کا بیان ہے کہ میں امیر ابولنفر بن ابی علی صفانی سرदार فوج کی خدمت میں تھا۔ اور اس کی مصاحبت میرے لئے بہت اچھی تھی۔ اسی بنا پر اس کے دوسرے مصاحبین مجھ سے جلتے تھے کہ صفانی اس کی طرف اس قدر مائل کیوں ہے اور اس پر اتنا کرم کیوں کرتا ہے۔

ایک دن ابولنفر صفانی نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں تین ہزار درہم تھے اس نے اس پر اپنی ہر لگادی اور مجھے حکم دیا کہ اسے میرے خزانہ میں لے جا کر جمع کر دو۔ میں وہ تھیلی لے کر اُس کے پاس سے اُٹھا اور جا کر وہاں بیٹھ گیا جہاں اس کے دربان وغیرہ بیٹھے تھے وہ تھیلی میں وہیں رکھ کر لوگوں سے باتیں کرنے لگا کہ اتنے میں وہ تھیلی چوری ہو گئی اور مجھے پتہ بھی نہیں چلا۔ امیر ابولنفر کا ایک غلام جس کا نام خطلخ تاش تھا وہ بھی اُس وقت وہاں موجود تھا جب میں نے نظر اٹھائی تو دیکھتا ہوں کہ وہ تھیلی غائب ہے میں نے سب سے پوچھا سب نے یہی جواب دیا کہ ہمیں نہیں معلوم بلکہ وہ لوگ مجھے جھٹلانے لگے اور کہنے لگے کہ تم نے تھیلی یہاں رکھی ہی نہیں تھی۔ میں ان لوگوں کے حسد و بغض کو جانتا تھا سمجھ گیا ان لوگوں نے چال چلی، میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ امیر ابولنفر سے اس کا تذکرہ کروں اس خیال سے کہ کہیں وہ مجھ پر ہی الزام نہ لگا دے مگر میں بہت حیرت اور فکر مند تھا کہ آخر وہ تھیلی کون لے گیا اور میرے والد کا یہ دستور تھا کہ انہیں جب کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو فوراً روضہ حضرت امام رضا علیہ السلام کا قصد کرتے زیارت کرتے اور اللہ سے دعا کرتے آپ کی پریشانی دور ہو جایا کرتی تھی۔

یہ خیال آتے ہی میں امیر ابولنفر کے پاس دوسرے دن گیا اور کہا ایہا الامیر مجھے طوس جانے کی اجازت مرحمت فرمائیے میرا وہاں ایک کام ہے اس نے پوچھا کیا کام ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میرا ایک طوسی غلام تھا وہ بھاگ گیا اور وہ تھیلی غائب ہے اور میرا خیال ہے کہ وہی لے گیا ہے۔ امیر نے کہا دیکھ لو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ہمارے سامنے اپنے اعتبار کو کھو بیٹھو۔ میں نے کہا خدا کی پناہ بھلا کہیں ایسا ہو سکتا ہے۔ امیر ابولنفر نے کہا اچھا اگر تمہارے آنے میں تاخیر ہوئی تو میری تھیلی کا ضامن کون ہے؟ میں نے کہا اگر میں چالیس دن کے بعد نہ آؤں تو میری ساری ملکیت میرا مکان سب آپ کے سامنے ہے آپ ابوالحسن خزانچی کو لکھ دیں کہ وہ طوس میں میرے سارے اثاثے پر قبضہ کر لے۔ یہ سنکر اس نے مجھے

طوس جانے کی اجازت دے دی۔

اور میں منزل بہ منزل کرایہ پر سواری لیتا رہا یہاں تک کہ میں مشہد مقدس پہنچ گیا وہاں میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کی اور قبر کے سر بالیں کھڑے ہو کر اللہ سے دعا کی کہ جہاں وہ تھیلی رکھی ہوئی ہے اُس جگہ سے مجھے مطلع کر دے۔ اس دعا کے بعد مجھے نیند آگئی اور میں وہیں سو گیا۔ تو جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ اٹھو اللہ نے تمہاری دعا قبول کی۔ یہ خواب دیکھ کر میں اٹھا دوبارہ وضو کیا اور نمازیں پڑھیں اور دعائیں مانگیں۔ دعا مانگتے مانگتے مجھے دوبارہ نیند آگئی تو پھر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ فرماتے ہیں کہ وہ تھیلی خطلخ تاش نے چرائی ہے اور اپنے گھر میں آتش دان کے نیچے دفن کئے ہوئے ہے۔ وہ وہیں ہے اور اُس پر ابونصر صفانی کی مہر بھی ہے۔

یہ خواب دیکھ کر میں تین ہی دن کے اندر مقررہ مدت سے پہلے ہی واپس آ گیا اور اپنا لباس تبدیل کر کے امیر ابونصر کے پاس گیا اُس نے کہا وہ تھیلی کہاں ہے؟ میں نے کہا وہ خطلخ تاش کے پاس ہے پوچھا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اُس کے پاس ہے؟ میں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالم خواب میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے روضہ اقدس کے اندر بتایا ہے۔ یہ سن کر وہ کانپنے لگا۔ اور حکم دیا کہ خطلخ تاش کو بلا لاؤ اور اس سے کہا وہ تھیلی کہاں ہے جو تم چوری کر کے لے گئے ہو اس نے انکار کیا۔ خطلخ تاش اُس کا بہت پسندیدہ غلام تھا۔

ابونصر نے حکم دیا کہ اس کی پٹائی کی جائے تب یہ بتائے گا۔ میں نے کہا ایہا الامیر پٹائی کی ضرورت نہیں جناب رسول خدا نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ اس نے وہ تھیلی کہاں رکھی ہے۔ امیر ابونصر نے پوچھا اس نے کہاں رکھی ہے؟ میں نے کہا وہ تھیلی اس کے مکان کے اندر آتش دان کے نیچے مدفون ہے جس پر امیر کی مہر بھی ثبت ہے۔ اس نے اپنے ایک موثق آدمی کو اس کے گھر بھیجا اور کہا کہ آتش دان کی جگہ کو کھود کر دیکھو۔ اس شخص نے جا کر وہ جگہ کھودی اور وہ مہر شدہ تھیلی نکال کر لایا اور امیر ابونصر کے سامنے رکھ دی۔

جب امیر ابونصر نے تھیلی کو دیکھا اور اس پر اپنی مہر دیکھی تو مجھ سے کہا اے محمد بن احمد سنائی میں آج تک تمہارے فضل اور مرتبہ کو نہیں پہچان سکا تھا اب میں تمہارے تقرب و مرتبہ میں اور اضافہ کروں گا۔

محمد بن احمد سنائی نیشاپوری کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد میں اسے

ترکون سے ڈرا کہ کہیں یہ ہمیں کسی اور معصیت میں نہ پھنسا دیں اس لئے میں نے امیر سے اجازت لی اور نیشاپور آگیا اور وہاں ایک دوکان لے کر ایتک وہاں بیٹھ کر انجیر فروخت کرتا ہوں۔
(عبون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۵-۲۸۴)

① احاطہ امام پناہ گاہ وحوش

ابوالفضل محمد بن احمد بن اسماعیل سلطی رحمۃ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو جعفر عتبی کے مصاحب حاکم رازی کہتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے انھوں نے اپنا پیغامبر بنا کر ابو منصور بن عبد الرزاق کے پاس بھیجا چونکہ پنجشنبہ کا دن تھا میں نے ان سے زیارت روضہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی اجازت چاہی تو انہوں نے کہا تم اس روضہ اقدس کی بات مجھ سے سنو۔ میں اپنے ایام جوانی میں اس روضہ کے ساتھ عقیدت رکھنے والوں کے ساتھ بہت تعصب رکھتا تھا یہاں آنے والے زائرین کو راہ میں روک کر ان کے لباس اور ان کا سامان وغیرہ سب چھین لیا کرتا تھا۔ ایک دن میں شکار کی تلاش میں نکلا اور ایک چیتے کو ایک ہرن کے پیچھے چھوڑا اس چیتے نے ہرن کا پیچھا کیا۔ اس ہرن نے مسجد کے احاطے میں پناہ لی اور کھڑا ہو گیا۔ اور چیتا بھی باہر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اس کے قریب نہیں گیا۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ چیتا آگے بڑھے مگر وہ آگے نہیں بڑھا۔ مگر جب بھی ہرن اس احاطے سے باہر نکلتا تو چیتا اُس کا پیچھا کرتا اور جب وہ اس احاطے میں داخل ہو جاتا تو چیتا باہر کھڑا ہو جاتا اندر نہیں جاتا تھا بالآخر وہ ہرن اس مشہد کے احاطے کے اندر ایک حجرہ میں داخل ہو گیا تو میں نے اندر داخل ہو کر ابو نصر ستقری سے دریافت کیا کہ ابھی ابھی اس میں ایک ہرن داخل ہوا تھا وہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے تو یہاں کسی ہرن کو نہیں دیکھا۔ پھر میں اس حجرہ میں داخل ہوا جس میں ہرن داخل ہوا تھا۔ تو میں نے اس میں ہرن کی مینگنی اور پیشاب تو دیکھا لیکن ہرن نظر نہیں آیا۔

اس کے بعد میں نے اللہ سے عہد کیا کہ آج کے بعد میں کسی زائر کو نہیں ستاؤں گا اور جب بھی کوئی زائر ملے گا اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤں گا۔ اور آئندہ جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آتی میں اسی روضہ پر آتا زیارت پڑھتا اور اللہ سے دُعا کرتا طلب حاجت کرتا اللہ میری حاجت پوری کر دیتا۔

ایک مرتبہ میں نے اس روضہ میں اللہ سے دُعا کی کہ مجھے ایک فرزند عطا کر۔ اُس

اُس نے مجھے فرزند عطا کیا مگر جب وہ رطکا بالغ ہوا تو قتل کر دیا گیا۔ میں دوبارہ اس روضہ میں اُس مقام پر آیا جہاں میں نے دُعا مانگی تھی۔ یہاں کھڑے ہو کر میں نے پھر دُعا مانگی کہ پروردگار مجھے ایک فرزند عطا کر میری دعا قبول ہوئی اور اللہ نے مجھے دوبارہ فرزند عطا کیا۔ اور اس روضہ میں جب بھی کوئی دُعا مانگی اللہ نے میری وہ دعا قبول کر لی۔ تو یہ ہے وہ فیض اور برکت جو اس روضہ اقدس سے مجھے حاصل ہوئی

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۶-۲۸۵)

۱۲۔ حمویہ کی خراسان کی حکومت کیلئے دُعا

ابوطیب محمد بن ابی الفضل سلیطی کا بیان ہے کہ سردار لشکر خراسان حمویہ ایک دن نیشاپور میں میدان حسین بن زید پر آیا تاکہ ان سرداروں کے مکان کو دیکھے جو اس کے ساتھ باب عقیل پر تھے اور جس کی تعمیر کا اس نے حکم دیا تھا اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ وہاں ایک بیمارستان (شفابخانہ) تعمیر کیا جائے۔ الغرض وہ گھوم پھر کر دیکھ ہی رہا تھا کہ اس کے سامنے سے ایک شخص گذرا۔ حمویہ نے اپنے غلام سے کہا جاؤ اس شخص کو لے کر میرے گھر پہنچو میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔

الغرض جب حمویہ اپنے گھر واپس آیا اور اپنے ساتھ کے سرداران کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا تو غلام سے پوچھا وہ شخص کہاں ہے۔ غلام نے کہا وہ دروازے پر ہے حکم دیا اُس کو بھی اندر بلا لو۔ جب وہ اندر آیا تو کہا اس کے ہاتھ دھلاؤ اور میرے ساتھ اسے بھی دسترخوان پر بٹھاؤ۔ جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے تو حمویہ نے اس شخص سے پوچھا کیا تمہارے پاس سواری کے لئے گدھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس نے حکم دیا کہ اسے ایک گدھا دیدو۔ پھر پوچھا کیا تمہارے پاس خرچ اخراجات کے لئے کچھ نقد رقم بھی ہے؟ اس نے کہا نہیں حکم دیا کہ اس کو ایک ہزار درہم اور دو عدد خوزستانی ٹوکرے اور ایک سفرہ اور فلاں فلاں آلات دے دو۔ وہ سب لاکر اُس کو دے دیا گیا۔

اس کے بعد حمویہ اپنے سرداروں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا جانتے ہو یہ شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں اُس نے کہا اچھا سنو۔ جب میں جوان تھا تو حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کو گیا میرے جسم پر بید بوسیدہ اور پھٹے پرانے کپڑے تھے۔ وہاں میں نے اس شخص کو دیکھا۔ میں قبر کے پاس کھڑا ہوا دُعا مانگ رہا تھا کہ پروردگار تو مجھے خراسان کی حکومت عطا کر دے اور میں نے سنا کہ یہ شخص اُن چیزوں کے لئے دُعا مانگ رہا تھا جو

ابھی میں نے دینے کا حکم دیا ہے۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ اللہ نے میری دعا اس روضہ اقدس کی برکت سے قبول کی تو میں نے چاہا کہ اس کی دعا بھی میرے ہاتھوں اللہ قبول کرے۔ مگر اس شخص کے ذمہ میرا ایک قصاص ہے۔ لوگوں نے پوچھا قصاص کیسا؟ حمویہ نے کہا اس شخص نے جب مجھے پھٹے پرانے کپڑوں میں حکومت خراسان کے لئے دُعا مانگتے سنا تو مجھے نفرت سے دیکھا اور ایک لات ماری اور کہا اپنی حالت اور حیثیت نہیں دیکھتا اور چلا ہے حکومت خراسان اور سرداری فوج کی دعا مانگنے۔ سرداروں نے کہا ایہا الامیر مگر اب آپ اسے معاف کر دیں اور بے چارے کو چھوڑ دیں تاکہ اس کے ساتھ آپ کا حسن سلوک مکمل ہو جائے۔ حمویہ نے کہا اچھا میں نے اسے اپنا قصاص معاف کیا۔

اس کے بعد حمویہ برابر اس روضہ اقدس کی زیارت کرتا رہا۔ اس نے اپنی لڑکی کا عقد زید بن محمد بن زید علوی سے جرجاں میں ان کے والد کے قتل کے بعد کر دیا۔ اور اُن کو اپنے قہر میں منتقل کر لیا۔ اور اُن کے سپرد بہت کچھ نعمت و دولت کی۔ اور یہ سب اس روضہ اقدس کی برکات کو دیکھتے ہوئے کیا۔

نیز جب ابوالحسین محمد بن زیاد علوی رحمۃ اللہ نے خروج کیا اور نیشاپور میں بیس ہزار افراد نے ان کی بیعت کر لی تو خلیفہ نے ان کو گرفتار کر کے بخارا بھیج دیا۔ حمویہ وہاں پہونچا اور انہیں قید سے آزاد کرانے کی کوشش کی اور امیر خراسان سے کہا کہ یہ لوگ اولادِ رسول ہیں اور بھوکے ہیں مناسب یہ ہے کہ ان کے اخراجات پورے کئے جائیں تاکہ طلبِ معاش سے بے نیاز ہو جائیں۔ اس کے بعد ہر ماہ ان کا وظیفہ مقرر ہو گیا وہ چھوڑ دے گئے اور انہیں نیشاپور واپس بھیج دیا گیا (سادات بخارا کو جو وظیفہ ملتا تھا وہ اسی بنا پر تھا) اور یہ سب کچھ اس روضہ اقدس کی برکت کی وجہ سے ہوا۔ (عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۶)

گم شدہ فرزند کی بازیابی

۱۳

ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد بن الحسین حاکم کی روایت ہے کہ میں نے ابوعلی عامر بن عبد اللہ بیزودی حاکم مرد رود کو بیان کرتے سنا اور یہ بھی اصحاب حدیث میں سے تھے کہ میں نے طوس میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے روضہ اقدس پر حاضری دی تو دیکھا کہ ایک مرد ترکی داخل قبر اقدس ہوا اور سر بلیں قبر کھڑے ہو کر رونے لگا اور دُعا مانگنے لگا کہ پروردگار اگر میرا لڑکا زندہ ہے تو مجھے اس سے ملا دے اور اگر وہ مر گیا ہے تو مجھے اس کا صحیح علم تو ہو جائے کہ واقعی وہ مر گیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں ترکی زبان سے ناواقف تھا

میں نے اُس سے پوچھا تمہارا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا میرا ایک بڑا کا تھا جو جنگ اسحاق آباد میں گم ہو گیا تھا آج تک مجھے اس کی خبر نہیں ملی کہ وہ مر گیا یا زندہ ہے اس کی ماں جدائی میں مسلسل روتی ہے۔ میں اس کے لئے یہاں دُعا مانگ رہا ہوں اس لئے کہ سنا ہے کہ اس روضہ میں دُعا مستجاب ہوتی ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر مجھے اس بیچارے پر ترس آیا اور میں نے اُس کا ہاتھ پکڑا تاکہ اسے لے جا کر اس دن اُس کی ضیافت اور مہمانی کروں۔ جونہی ہم روضہ اقدس سے نکلے ایک طویل انقامت شخص گڈری پوش نظر آیا۔ جب اس مرد ترکی نے اس کو دیکھا تو فوراً اس کی طرف بڑھا اسے گلے لگایا اور رونے لگا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ یہ اس کا وہی بڑا کا تھا جس کے لئے یہ ترکی روضہ اقدس امام رضا علیہ السلام میں دُعا مانگ رہا تھا۔ میں نے اس لڑکے سے پوچھا تم یہاں تک کیسے پہنچے تو اس نے بیان کیا کہ میں جنگ اسحاق آباد کے بعد طبرستان پہنچ گیا وہاں میری پرورش ایک حبشی دیلمی نے کی جو وہاں بڑا ہوا تو اپنے باپ اور ماں کی تلاش میں نکلا اس لئے کہ مجھے ان دونوں کا کوئی پتہ نہ تھا۔ میں وہاں ڈاکوں اور رہزنوں کے گردہ میں شامل تھا۔ اور انہیں کے ساتھ یہاں پہنچا۔ اس مرد ترکی نے کہا اس روضہ اقدس کی برکات و کرامت صاف ظاہر ہو گئیں۔ میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا اس روضہ کے در کو نہ چھوڑوں گا۔

(عیون اخبار الرضا جلد ۲ ص ۲۸۸-۲۸۷)

مسجد زرد

(۱۲)

مرو کے مضافات میں ایک مسجد ہے جو مسجد زرد کے نام سے موسوم ہے وہاں جس مقام پر حضرت امام رضا علیہ السلام نے نماز پڑھی تھی لوگوں نے وہاں ایک مسجد کی تعمیر کر لی پھر وہیں حضرت امام رضا علیہ السلام کے ایک صاحبزادے مدفون ہوئے وہاں کی بھی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔

(مناقب آل ابی طالب جلد ۴ ص ۳۶۲)

